

بعضی مکرمین مکرمین فضل خلاقین و آسمان

مفتاح کنوز اسرار انبی مشور لایع النور معرفت و آگاهی کل گستان طریقت ثمرات خاصا حقیقت اسمائی

عربی
ایستان معرفت

شرح اردو

تنزی مولوی روبر
دفتر اول

تصنیف نمیت و تالیف شریف عالمیہ اہل اسرار انبی حضرت مولوی عبدالحیہ غاضب صاحب ساکن بلی حیات

مطبع نمیشی قراقرظ کتب خانہ حیدرآباد دکن

فہرست بوستان معرفت شرح اردو مخموی مولوی روم و قراول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲	دیباچہ کتاب۔	۶۹	در بیان آنکہ اختلافات روش بین ہر نہ حقیقت میں۔
۱۵	حکایت عاشق ہونا بادشاہ کا کینز پر اور خرید کرنا کینز کا	۷۲	بیان خسارہ وزیر کا اس مکر و فریب میں۔
	اور بیمار ہونا کینز کا اور علاج بیماری کینز۔	۷۵	مکر کرنا وزیر کا اور خلوت میں بیٹھنا اور ڈھنڈانا اس میں
۱۷	عاجز ہونا طبیبوں کا علاج کینز سے اور ظاہر ہونا بادشاہ پر	۷۶	دفع کرنا وزیر کا مریدوں اور اپنے اقبال کو۔
	اور رجوع ہونا بادشاہ کا درگاہ خلوت و قضاے میں۔	۷۸	مکر کرنا مریدوں کا کہ خلوت کو توڑ۔
۱۹	توفیق ادیب کی خدا تعالیٰ سے مانگنا اور بیان بُرائی بے ادبی کا	۸۰	جواب کہنا وزیر کا کہ خلوت کو نہیں بگاڑوں گا۔
۲۱	ملاقات بادشاہ یا طبیب کسی جیسے آنے کی بشارت پائی تھی	۸۲	اعتراض کرنا مریدوں کا خلوت وزیر سے دوسری بار۔
۲۲	بیجانا بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار پاس۔	۸۴	نومید کرنا وزیر کا مریدوں کو اپنی خلوت کے توڑنے میں۔
۲۷	خلوت چاہنا طبیب کا بادشاہ سے دہلے دیات مرض کینز کے	۸۵	فریفتہ کرنا وزیر کا امیر و مکر اور جدا جدا کو ایک روطن پر
۳۰	معلوم کر لینا طبیب کسی کا کینز کرنا بادشاہ سے ظاہر کر دینا	۸۶	مار ڈالنا وزیر کا آپ کو خلوت میں مریدوں سے۔
۳۵	بیان اسکا کہ ماراجانا زرگر کا بہ اشارہ اتنی تھانہ یہود و۔	۸۷	اس بیان میں کہ سب پیغمبر جو میں لاف میں حد میں رسد۔
۳۹	حکایت بقال اور رشتہ بنونے طوطی کی۔	۸۷	اس بات کا بیان کہ انشیا کو مکر تھا کھلا اللہ اس علی قدر حق و علم۔
۴۷	بیان فرق در بیان محقق و مدعی و مظل و محق۔	۸۸	جھگڑا کرنا امیروں کا آپس میں۔
۴۸	دستان بادشاہ موسائیوں کی کہ سبب تعصب نہ رہے	۹۰	نعت تعظیم حضرت جبرائیل میں تھی۔
	عیسائیوں کو مارتا تھا و حکایت آئین ہشتاد و شاگرد کی۔	۹۱	حکایت دوسرے بادشاہ جہود کی جس نے دین حضرت عیسیٰ
۵۰	حکایت وزیر بادشاہ اور اسکے مکر کی تفریق زبانیوں میں	۹۲	کی تباہی میں کو شمش کی۔
۵۱	مکر سوچنا وزیر کا نصاریٰ کے ساتھ اور مکر اسکا۔	۹۴	آگ بھڑکانا بادشاہ کا اور برابر آگ کے بت قائم کرنا
۵۲	جمع ہونا نصاریٰوں کا وزیر کے پاس اور کیند کنا آنے۔	۹۶	کہ جو اسکو سجدہ کرے گی آگ سے بچا رہے گا۔
۵۴	متابعت نصاریٰ کی وزیر جہود کے ساتھ۔	۹۷	لانا بادشاہ جہود کا ایک عورت کو مع بچے کے اور لایا
۵۶	تمثیل عارف اور اسکے حال میں۔	۹۸	بچہ کو آگ میں اور باتیں کرنا بچہ کا آگ میں سے۔
۵۷	تمثیل مرد عارف و تفسیر	۹۸	گرتا لوگوں کا از خود آگ میں از دے ذوق کے۔
۵۹	سوال کرنا غلیفہ کا یلی سے اور جواب اسکا۔	۹۹	یہود حاربجا نامہ اس شخص کا جس نے نام غیر کا تھنہ لیا۔
۶۱	حرم دلانا واسطے پیر دی مرشد کے۔	۱۰۰	تھا کرنا جہود کا آگ کر کہ میں جلاتی ہے اور اسکا
۶۲	وزیر کے حسد کا بیان جہود کے ساتھ۔	۱۰۳	قصہ ہلاک کرنا جہود کا قوم یہود کو۔
۶۴	سمجھ جانا ہوشیاران نصاریٰ کا مکر وزیر کو۔	۱۰۴	ظفر مار کرنا بادشاہ جہود کا اور فصاحت ناصحوں کی۔
۶۵	پیشہ و مقام بادشاہ جانب وزیر پر تیز ویر۔	۱۰۷	قصہ غیوروں کا اور بیان توکل اور ترک جہد کا۔
۶۶	پیشہ و مقام وزیر کا حکم و خیال میں اور اسکے کامیابان۔	۱۰۷	جواب کے مکر و فریب کو اور بیان صفت جہد۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۸	پھر ترجیح دینا پھر کا توکل کو جہد پر۔	۱۵۱	جمع ہونا پھر کا توکل کو جہد پر۔
"	پھر ترجیح دینا شیر کا جہد کو توکل و تسلیم پر۔	۱۵۲	تخصیص کرنا پھر کا توکل کو جہد پر۔
۱۵۹	پھر ترجیح دینا توکل کا پھر کی جانب سے کسب و جہد پر۔	"	اس حدیث کی تفسیر میں جناب امین الجہاد والا صغریٰ الجہاد والا
۱۱۰	پھر ترجیح دینا شیر کا جہد کو توکل پر۔	۱۵۴	آنا قاصد قصیر روم کا پاس عمر رضی اللہ عنہ کے۔
۱۱۲	پھر ترجیح دینا پھر کا جہد بر توکل کو۔	۱۵۶	سوتا پانا رسول قصیر روم کا عمر رضی اللہ عنہ کے بچے۔
۱۱۳	استدلال پھر کا تفسیر کے ساتھ کایت مرسادہ و دراصل پھر۔	۱۵۸	سوال رسول روم کا عمر رضی اللہ عنہ سے۔
۱۱۴	پھر ترجیح دینا شیر کا جہد کو توکل پر اور فوائد جہد کے۔	۱۶۱	نسبت کرنا آدم علیہ السلام کا زلت کو اپنی طرف۔
۱۱۶	قرار پانا ترجیح جہد کا توکل پر۔	۱۶۲	تفسیر آریہ و ہوم علم ایتنا کنتم۔
۱۱۷	جواب خرگوش کا دیگر پھر کو۔	"	سوال کرنا رسول روم کا امیر المؤمنین سے۔
۱۱۸	اعتراض پھر کا خرگوش پر اور جواب خرگوش کا۔	۱۶۶	اس حدیث کا بیان میں اول مجلس مع اندیشہ مجلس مع اہل تصوف
۱۲۰	ذکر دانش خرگوش اور بیان فضیلت منافع کا۔	۱۶۷	قصیدہ و اگر کا کہ ہندوستان کو برائے تجارت بٹاتا تھا اور اس کی
۱۲۱	درافت کرنا پھر کا اصل اندیشہ کو خرگوش نے سوچا تھا۔	"	طوطی نے پیغام طوطیان ہند کو بھیجا تھا۔
"	چھپانا خرگوش کا بھید کو پھر سے۔	۱۷۰	صفت اولیٰ الجمہ طوطی و قول اسی۔
۱۲۲	قصہ مکر کرنے خرگوش کا شیر سے اور بسو لہجہ کا۔	۱۷۱	دیکھنا خواجہ کا طوطیوں کو جنگل میں اور پیغام پہنچانا۔
۱۲۵	زیادت تاویل ریکس کس کا۔	۱۷۲	تفصیل قول فرید الدین عطار کی۔
۱۲۶	ربحیدہ ہونا شیر کا خرگوش کے دیرینہ آنے سے۔	۱۷۳	تعلیم کرنا ساحر و کائنات موسیقی کو کہ پہلے قصص و احوال کے باہر
۱۲۸	بیان کرنا خرگوش اور اسکے دیکھنے کے جانے میں۔	۱۷۶	کہنا سوسو اگر کا طوطی سے جو کچھ اسنے اس طوطی سے دیکھا تھا
۱۳۲	پہنچنا خرگوش کا شیر کے پاس و قصہ ہونا شیر کا۔	۱۷۹	سننا طوطی کا حرکت اس طوطی کی اور چھپانا اور کرنا تاجر کا
۱۳۳	قدر کرنا شیر سے خرگوش کا بسبب تاجر کے اور خوشامد کرنا۔	"	اسکے مرنے پر۔
۱۳۴	جواب شیر کا خرگوش کو اور پل دینا شیر کا۔	۱۸۵	تفسیر قول حکیم سنائی روم
۱۳۷	قصہ سلیمان و ہد ہد کا اور اس کا بیان کہ جب حکم آئی آتا ہوا	۱۹۰	رجوع بکایت تاجر۔
"	پہنچنا بند ہو جاتی ہیں۔	۱۹۱	پھر ہونے نکال کے باہر والدینا طوطی کو۔
۱۳۸	طعنہ کرنا زارخ کا دعویٰ ہر دین۔	۱۹۲	وصیت کرنا طوطی کا خواجہ کو اور ان کے بھائی کو۔
۱۳۹	جواب ہر دین کا سلیمان سے اس طعنہ میں۔	۱۹۳	بیان حضرت تعلیم خلیف اور انگشت نما ہونا۔
"	قصہ آدم علیہ السلام کہ فضلہ علیٰ ابن مسکین بند کر دیں۔	۱۹۷	تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ۔
۱۴۲	کرنا خرگوش کا شیر سے وقت نذر کی چاہ کے۔	۱۹۸	دستاں بیچو کی کہ حضرت عمر کے عہد میں خاقان کے دن
۱۴۶	ظہر کرنا شیر کا چاہا ہوا اور کرنا چاہا ہوا پھر خرگوش کا ملک لیکر	"	گورستان میں خدا کی واسطے جنگ کیا تھا۔
۱۴۹	شرہ لہجہ خرگوش کا پھر دینے پاس کا شیر چاہا ہوا میں گر گیا۔	۲۰۱	تفسیر میں کان لہجہ کان اللہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۳	پروردگار کو تمھارے زمانہ کے دنوں میں نجات دینے خبردار ہو جاؤ بیس پیش آؤ ان نجات کی طرف۔	۲۳۹	اس بیان میں کہ جنبش ہر کسی کی اسکی اصل سے ہے۔
۲۰۵	سوال حضرت عائشہ صدیقہ کا رسول صلعم سے کہ آج باران برسا اور آپ گورستان کو گئے کچھ کپڑے کیون بیگے	۲۴۲	مراعات زن کی شوہر کے ساتھ اور اپنے گھر سے ہٹنا کر نہ
۲۱۱	تفسیر قول حکیم سنائی ۷۰۔	۲۴۵	اس حدیث کے بیان میں فرمائی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے
۲۱۲	معنی اس حدیث میں اغتوا بر والو سچ فائدہ حاصل یا نہ کیا حاصل	۲۴۶	بیشک عورتیں لایع جاتی ہیں عاقل پر اور غلط جاتی ہیں جاہل سے
۲۱۳	باشخاکم جنبہ پر اور آخریت فائدہ حاصل یا نہ کیا حاصل باشخاکم	۲۴۷	تسلیم کرنا مرد کا آپ کو حکم نہ نہیں دے کر اس کو اشارہ ہی کا جانا
۲۱۴	پوچھنا حضرت صدیقہ کا آنحضرتؐ کے گھر میں کیا بیعت تھی	۲۴۸	اس بیان میں کہ عورتیں اور فرعون دونوں منکر ایمانیت کے ہیں
۲۱۵	باقی قصہ مطرچگی اور بیان اسکے اخلاص کا۔	۲۵۱	سبب جان افشیا کہ خسر لڑیا والا آخرہ یعنی زنا کا یہ ہوا دنیا و آخرت
۲۱۶	خواب میں کہنا ہاتھ کا عمرہ سے کہ اتنے درم بیٹھا مال سے	۲۵۲	حقیقہ کیلئے دشمنوں کا صلح اور صلح کے ناقہ کو۔
۲۱۷	لے اور اس تنگی کو گورستان میں سوتا ہو دے۔	۲۵۳	معنی اس آیت میں مرج البحرین یقیناً نہیما برنخ لایغیان۔
۲۱۸	نالہ کرنا ستون جتنا کہ آپ کے فراق میں اور رشتہ نواں قبول	۲۵۴	اور معنی آگے جو کچھ وہی کامل کیسے مدبر کو نہیں چاہیے کہ گستاخی کرے
۲۱۹	کا وہ نالہ صریحا اور دیکھ کر نا افسوس کے ساتھ۔	۲۵۵	خلاصہ ماجراے اعرابی اور اسکے جفت کا۔
۲۲۰	باتیں کرنا سنگرز کا ابو جہل کے ساتھ میں گواہی یا نہ حضرت عائشہؓ	۲۵۶	راضی ہونا اعرابی کا عورت کی اتنا اس پر اور ہاتھ کرنا کہ
۲۲۱	اقتحام قصہ مطرب کا اور یہ قصہ پوچھنا امیر المومنین عمرؓ کا	۲۵۷	مجاہد اس نسلیم میں کوئی حیلہ اور امتحان نہیں ہے۔
۲۲۲	جو کچھ ہاتھ نے اُن کو آواز دی تھی۔	۲۵۸	مقرر کرنا عورت کا طریق تلاش رقصی اور ان لینا شوہر کا۔
۲۲۳	پھر دینا عمرؓ کا پیر کو مقام گیر ہستی سے مقام متفرق ہستی کو	۲۵۹	تحفہ لہجہ اعرابی کا سبب آب باران کا باد یہ سے بغداد کو
۲۲۴	تفسیر دعا کی کہ دو فرشتے ہر روز سرسبز باران کر کے تھے۔	۲۶۰	خلیفہ کے پاس اس گمان سے کہ وہ ان پانی کا غوطہ ہے۔
۲۲۵	قریبانی کرنا سرشاران عرب کا بامید قبول کے۔	۲۶۱	نذرے میں سینا عورت کا سبب کو اور امیر خمر لگانا۔
۲۲۶	قصہ میں خلیفہ کا جو اپنے ہم دین بخدا کر کے عالم فقیہ کیلئے تھا	۲۶۲	اسکا بیان کہ جیسے گدا عاشق کر دیا کہ ہر کرم عاشق گدا کا ہے۔
۲۲۷	قصہ ایک اعرابی محتاج کا اور بیان شکی عورت کا نسبت قلعہ شمشک	۲۶۳	فرق اس بات کا ایک تو فقیر کی خدا کا ہوا و ثلثہ اور شاق
۲۲۸	منصور ہونا مدبروں محتاج کا اور تنبیہ ساتھ مدبروں کے اور	۲۶۴	بھی خدا کا اور ایک فقیر خدا کا ہوا و ثلثہ غیر کا۔
۲۲۹	انگوٹھ وصل جانتا اور نقد کو نقل نہ جانتا اور نہ معلوم کرنا	۲۶۵	پیش آنا نقیبوں دریا نون کا خلیفہ کیواسطے حضرت اعرابی
۲۳۰	اس بیان میں کہ سبب کہ ہوتا ہو کہ کوئی مرید مدعی حرور	۲۶۶	کے اور قبول کرنا تحفہ امسکا۔
۲۳۱	میں احتقاد کرے جس کے ساتھ۔	۲۶۷	مثل عرب و ازیت قالن بالحق واد اقرت فاسرق فی الدنہ۔
۲۳۲	صبر فرماتا اس اعرابی کا اپنی عورت کو۔	۲۶۸	دیدنایعوب کا تحفہ آپ اپنا ملازمان خلیفہ کو۔
۲۳۳	نہایت نئی شوہر کو کہ اپنے چلن اور چلنے سے بڑھکاتے تھے	۲۶۹	ماجرایک بوجی کا کشمی میں کشمیان کے ساتھ اور جو بادینا مسکا
۲۳۴	نصیحت مرد کی عورت کو کہ فقیر و نکو خوار مت جان۔	۲۷۰	قبول فرمانا خلیفہ کا اس ہرید کو کمال نیا نیا و سبب کو زبردستی
		۲۷۱	بیان صفت پیر کہ کون ہوا پر پیر کی اسکی کہ سطور پر چاہیے۔
		۲۷۲	وہایت چھینچھین علیہ السلام کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۲	حکایت غررتی کی کہ اپنے جسم پر صورت شیر کی بنوائی اور زخم سوزن سے بھرا یا۔	۳۳۴	پوچھنا رسول قبول کا زید سے کہ آج تیری کیا کیفیت ہو اور کس حال میں تو سوئے اٹھا اور جواب کا صحت پر مبنی تھا
۲۹۳	جانا اگرگ درو باہ کا ہمراہ شیر کے شکار کو۔	۳۳۶	باقی جواب زید بن حارثہ کا حضور بن حضرت سائب کے
۲۹۶	کنا شیر کا گرگ کو بطور ہتھان کہ اس شکار کا حصہ کر۔	۳۴۰	تحت رگنا ناعلا مون اور خواجہ تاشون کا تقاضا کوکہ یہ سب میوہ خوب کھا گیا۔
۲۹۸	قصہ اُس یار کا کہ ایک یار کے دروازہ پر گیا۔	۳۴۲	بقیہ حکایت زید با پیغمبر صلعم و جواب آنحضرتؐ۔
۲۹۹	بلانا اُس یار کا کہ یار کو بعد تربیت پانے کے۔	۳۴۳	حکایت۔
۳۰۰	منہ بگاڑنا سخن سے سبب لامنت مسنے والوں کے۔	۳۴۶	کنا حضرت کا زید کو کہ یہ راز اس سے زیادہ فاش نہ کر
۳۰۱	ادب کرنا شیر کا گرگ کو سبب اس کی بے ادبی کے۔	۳۴۸	رجوع حکایت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۰۲	مقصود حکایت و فضیلت آخر زمانیان۔	۳۵۲	آتش لگنا شہر میں بیچ محمد عمر رضی اللہ عنہ کے۔
۳۰۳	تہدید کرنا قوح علیہ السلام کا قوم کو کہ مجھے مت لڑو میں رو پوش ہوں خدا کا پس حقیقت خدا سے کہتے ہو نہ مجھے۔	۳۵۷	پوچھنا اس کا قر کا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے کہ جب تجھے مجھ پر ظفر پانی پھر شمشیر باقی سے کیوں ڈال دی۔
۳۰۵	بٹھانا یا و شاہ ہونا کا صوفیوں کو تو چشم بلی حق سے روشن ہو	۳۵۸	جواب امیر المؤمنین کا سبب تو اچھٹیکہ نے اور باز نہ کھل سے
۳۰۶	آنا ایک شتا کا سفر سے دسٹے ملاقات یوسف علیہ السلام	۳۶۳	کنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بعد از حضرت امیر کے کان بن کہ امیر تیرے ہاتھ سے اسے بھائی لگے۔
۳۰۷	طلب کرنا یوسف علیہ السلام کا ایمان اس شخص سے۔	۳۶۶	عجب آٹھ کھل ملیس سے اور غدر لانا اور تو بہ کرنا۔
۳۰۹	کنا مہمان کا یوسف علیہ السلام کو کہ تیرے واسطے تحفہ	۳۶۹	بقیہ قصہ علیؑ اور آسانی کرنا اپنے خون کا بہا رہے۔
۳۱۱	مین آئینہ لایا ہوں کہ سب سہیں منہ دکھ دیکھو یاد کرو۔	۳۷۰	پانوں پڑنا راکہ بار کا حضرت امیر کے کہ مجھ کو مار ڈالو اور اس بلا سے چھڑا دو۔
۳۱۷	مرتد ہونا کا توحی کا اس سے کہ یہ تو وحی کا اسپر طر اور اس	۳۷۱	اس بات کا بیان کہ حضرت جطلبہ کا فتح کر کے ہوئے
۳۱۹	آیت کو قتل آنحضرتؐ سے چھڑھا اور کما کما میں محل جی ہوں۔	۳۷۲	مقتفی اس کی جب تک پہنچی جبکہ یہ فراچکے تھے الدنیا
۳۲۱	دعا کرنا طبع با عور کا کہ موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو جو اس	۳۷۳	جیقہ موطالہما کلاب بلکہ یہ طلبہ فتح بہ امر انبی تھی۔
۳۲۲	شہر کو محاصرہ کیے ہیں بیدار دونا اور قبول ہونا دعا کا۔	۳۷۴	بیان کرنا امیر المؤمنین کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل نہ کرنا کہ اس کا سلطان ہونا اسکا۔
۳۲۵	اعتماد کرنا ہاروت ماروت کا اپنی عصمت کو ہر فن میں۔	۳۷۵	خاتمہ دفتر اول ثمنوی از مولانا ج۔
۳۲۶	باقی قصہ ہاروت ماروت اور غدارب ان کا دنیا میں بچا ہوا	۳۷۶	خاتمہ شیعہ ثمنوی۔
۳۲۷	یار پرستی کو جاننا ایک بہرے کا جو اسکا ہمسایہ تھا اور	۳۷۷	خاتمہ الطبع از جانب کار پر دالان مطبع۔
۳۲۸	ریختہ ہونا بیار کا۔		
۳۲۹	اس بات کا بیان کہ پہلے جسے نص صریح کے مقابل اپنا		
۳۳۰	قیاس لگایا ملیس تھا۔		
۳۳۱	اس بیان میں کہ اپنے حال کو جی کو جاہل ہونے چھپانا چاہیے		
۳۳۲	تھمہ دیوں اور چینیوں کا صفت تھا شی و صورت گری میں۔		

داختر

فہرست

تتميز

بسم الله الرحمن الرحيم

ہو اسی سے دو جہان کی شمولی ہا یہ وہی ظاہر وہی ہو محسوس ہا روم روز و رنگ شب اس سے پدید ہند و نہ
اسکا نہیں دید و شنید ہا قادر مطلق توانا و قدیر ہا خالق برحق وانا ذخیر ہا فانی الا صباح اس کی ایک صفت ہا
کاتب الالواح مشکل معرفت ہا خاک میں بجائے زندہ کو رہی ہا جان بخت خاک مرده گو رہی ہا رات کو وہ دن
کرے اور دن کو رات ہا ہونہ آئی ذات اسکی ہست ہا اسکی ہی قدرت سے ہر سارا جہان ہا رنگ اسکا رنگ کرد
این و آن ہا ذوالجلال و ذوالکمال ہا بی مثال و بیجاں و بے زوال ہا حمد اسکی ہو بھلا کس سے ادا ہا
جب کیا حضرت نے لایا بھی ثنا ہا آن شد مختار احمد مجتبا ہا جو ہر جان و روان انبیا ہا روئے نور از حق سے منور ہا
پشت پر مرغ موت ثبت تھی ہا دیکھ کر ہر ایک کرتا تھا خطاب ہا ہو نہیں کذاب یہ روئے صواب ہا سب آئین حسن
زور سے چھو لے یہ بچوں ہا اولین و آخرین نفس و عقول ہا بین فضائل چار کے یہ چادر ہا یعنی بو بکر و علی عثمان
عمر ہا حضرت فرماؤ سبطین رسول ہا الغرض ہر سب پر حجت کا نزول ہا اما بعد ضراعت نشان عبدالحق ہا
عبدالرحیم خان ساکن حافظ آباد عرف پیری حبیب گزانشگر ہا کہ در دنیا اس خاک پر کوئی عبادت نہ تھی نہ شریعت
کا پیروں کو کسی کتاب مشکل پر حاجت شرح کی معلوم ہوئی چنانچہ ہم نے اس کی تفسیر فارسی کی مستغنیہ المشکوٰۃ
فی التشریح نام کتاب مولوی عبدالعلی صاحب مرحوم المدظلہ العالی نے تصنیف فرمائی اور کئی اجزاء
شعبان دوم سن ۱۲۸۵ھ کے طبع ہوئے ہیں۔

رمضان کون تو بجا ہوا اور اگر عید قربان تو روا لیکن واسے قسمت بعد معائنہ وہ کیفیت ہوئی جیسے سہری
 نے گلستان میں حکایت ایک بھوکے پیاسے مسافر گم شدہ کی لکھی ہے جس نے ایک تھیلی پائی اور گندم بریان سمجھ کے
 خوش ہوا جب کھولی تو مروارید دیکھ کے کیسا مایوس ہوا اب اگرچہ شرح بحر العلوم مروارید پر آجے مملو و مشحون ہو مگر کس کام
 کی وہ اب تو نہیں جس سے میری خاطر عطشان زبان ہو نہ ایسی جس سے میری طبیعت جو عان شہبان ہو
 یا اور کسی کی خاطر جی تقریریں طول طویل تو ہیں مگر نفس مطلب شعر کی کوئی سبیل نہیں تشریح کیا تن سے بڑھ کے ہر آور
 غلطیان علاوہ ہزان اور حضرت کشف العلوم کی یہ کیفیت کہ ایک شعر کے معنی دوسرے دفتر میں انیس صفحات پر
 زیب رقم فرمائے کہ ہر صفحہ میں کیل سطر ایک ہشت یعنی میانہ درجہ قلم کی ہیں بھلا طالب معنی کا کیا ٹھکانا اس شعر
 دونوں کا یہ حال شعر جب نظر آنکھ سوید اسے رقم پر کیجیے کہ کتے ہیں بس دریا چکے ہی سے رکھ دیجیے ہر چند
 اہل علم کی قوت بیانیہ کو بڑی وسعت ہو چاہے جیسی طول مقابل کریں لیکن جب آپ ہی لکھیں آپ ہی پڑھیں آپ ہی
 کہیں آپ ہی سمجھیں تو کیا لطف ہے بے گنج زینگو نہ در خاک ہست ہا لاجرم ٹکویہ ہوتی کہ میں بطور مختصر نفس مطلب
 شعر کا بطور حامل المتن لکھوں اور اہل انصاف کے انصاف پر چھوڑوں تا شروح موصوفہ کے مقابلے میں ملاحظہ
 فرمائیں اور داد انصاف کی دین کہ سر بیچ اللہم ملو لغواء عام کون ہو اور عسیر انعم خالی از مقاصد اتمام کون کما قال
 السعدی وجل واذا حکمت فاعلم بنہم بالفتیۃ ان الشرح فی انفسہم شروح تحریر اور اختتام اس دفتر
 کی ان اشعار سے واضح دلالت ہے ابیات یا آئی ہو طفیل جملہ پاکان جہان ہا عیب سے اور نقص سے
 پاکیزہ یہ میرا بیان ہا دے کشش اسکے معانی کو وہ پرتا شیر تو ہا لاسے ہر خاطر کو اپنے ہی طرف دامن کشان ہا
 دیکھیں ارباب نظر جب اسکو ازراہ کرم ہا ہوں دعاے خیر سے حق میں مرے گو ہر نشان ہا بوستان معرفت
 ہونا نام اور تاریخ بھی ہا ابتدا تحریر کی اسکے بلا شک و گمان ہا ختم کی تاریخ حال و چشمہ نہر بہشت ہا محقر مرغوب از بس
 دلپذیر دولستان ہا ہر جہان میں جلتک امن و امان کا سلسلہ ہا حاسد و ہمد گوسے یارب یہ سہو اور امن و
 امان ہا کیا عجب جو فضل سے اپنے کرے رب مجید ہا اسکو ہر یہ ارمان سوغات و تحنن نوربان ہا
 آمین یا رب العالمین فقط

۱۶۰۵۶

واختہ نمبر

الف ۲۶

فن نمبر

کتاب نمبر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تو کہ بشنو از فر چون حکایت میکند باز جہاں شکایت میکند پاکیزنستان تا مبرا بریدہ اند پاکیزنم مردوزن
 نالیدہ لمعہ چون کہنی چگونہ از مصرعہ ثانی میں تفسیر یہ ہر کات بیان تا توقیت کا بغیر فریاد آواز المعنی پہلے شومین
 مولانا ہم ہر کسی کو مخاطب فرما کے تحریریں و تحریض تلاش و جستجو اصل و مبداء کی جو بموجب نعت نسیم من روحی
 کے ذات پاک حضرت باری عز اسمہ کی ہر فرماتے ہیں اور بایراد لفظ فراس معنی کو اس ایک سے جنتا ہے ہین
 کہ ذرا ان کی طرف تو متوجہ ہو اور اسکی صورت و صدا پر کان لگا کیسی حکایت و شکایت کر رہی ہے کہ جب سے مجھ کو نیتان
 سے جو میرا منصب و مادہ اور اصل و نژاد جدا کیا ہے اسکی یاد میں ایسے درد و سوز صادق کے ساتھ تالان ہوں
 جگے اثر سے تمام مردوزن موثر ہو کے دار و گریان ہوتے ہیں بس اے مخاطب خیر دار ہو بڑے حیف کی بات ہے کہ
 فر جو ایک چوب خشک بیجان ہے اپنی اصل کی ہجرت سے ایسے نالے سوزناک کرے کہ آپ بھی روئے اور نہ کو بھی
 رولائے تو انسان اشرف المخلوقات ہو کے ایسا غافل و غافل رہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع نہ کرے
 حالانکہ فرمایا خداوند عزوجل نے منہ المبدأ و الہ المآب جو کہ اہل الدار و کالین ہر چیز سے عبرت و خبرت
 حاصل کرتے ہیں اور راز و اسرار نکالتے ہیں مولانا ہم نے فر سے یہ بات پیدا کی الخلاف واضح ہو کہ شرح فارسی
 جو حضرت بحر العلوم کی ہے اور اردو مراد آبادی جس کا نام کشف العلوم ہے دونوں میں وزجد ایہام دا و عطف
 بلکہ شرح اردو میں وز نفیرم بھی بالعطف لکھا ہے اور میں نے دونوں جگہ بعض کتب میں دا و نہیں پایا
 نہ مجھ کو دا و پسند ہے اول میں تو مجھ کو عطف سے تفسیر زیادہ پسند ہے یعنی وہ حکایت کیا ہے جدائیوں کی شکایت ہے اور دوسرے

مشرعین عطف کرنے سے دونوں مصرعے شرط ہو کے معلق رہ جائیں گے اور جزائیں پر نہیں پھر کیسے صحیح ہوگا فارسی کی شرح میں
 فی سے مراد مرد کامل اور قلم اور خود فرد اور ذات مولانا اس سے لیکر طول طویل تقریر بن گئی ہیں اور شایع اردو تو
 انکے خوشہ چین ہی ہیں مگر بین استے ہی معنی لکھنا چاہتا ہوں جو ذات شرع سے پیدا ہوں اور طالب معنی سمجھے
 کہ یہ کیا تھوڑا ہونہ یہ کہ شرح کو تلاش معنی میں اٹھائے اور دیکھے اور فوراً کھدے کہ مشکل ہے اور پھر دیکھنے کا قصہ بھی نہ کرے
 نہیں جڑوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں کمان تک اپنی طبیعت گھٹائیں اور اس کا زور نہ دکھائیں قولہ سینہ خواہم شرعہ
 شرعہ از صدق با تا بلویم شرح شوق و اشتیاق ہا شرعہ شرعہ بالفتح یا بوجہ المعنی یہ بھی قول نہ کاہر کہتی ہو
 جیسا کہ میرا سینہ شوق و اشتیاق وطن و ماوا سے سوراخ سوراخ ہو رہا ہے ایسا ہی توئی سینہ بارہ بارہ درد
 فراق سے چاہتی ہوں تا مناسب اپنے سچ کے اس سے شرح شوق اشتیاق کی بیان کروں ورنہ جیسا کہ کہا ہے شعر
 گفتن از زبور بے حاصل بود با یکے در غم خود ناخوردہ نیش ہا شرعہ شرعہ اور شرح میں تجنیس زائد ہے فراق اور شوق و
 اشتیاق تینوں باہم مناسب مع صنعت اشتیاق الخلاف شایع فارسی لکھتے ہیں یا یہ مقولہ نہ کاہر جو انسان کامل
 مراد ہو یا مقولہ مولوی کا ہو اور معنی دونوں کی طرف سے یہ کہ اپنے سینے کو بارہ بارہ فراق و ہجر سے چاہتا ہوں
 کہ درد و طلب سے کسی وقت خالی نہ ہو تا طالب ہوں بے سامنے شرح و درد اشتیاق کی گردن اور داسی کے مقلد شایع
 اردو کے ہیں انتہی اول تو یہ کہ احتمالات مجھ خوش نہیں ہوتے جس میں کہنے والا کہہ سکتا ہو شعاع و خوشن گم گشت کرا رہی کی کند ہا
 جب ایک بات کو مستقل ہو کے جان لیا بھر پا کیا اپنا شک ظاہر کرنا دوسرے کو شک میں ڈالنا نہ کا لفظ کیا کہ ہو جو
 مراد ہی معنی ڈھونڈتے پھر بین میں نے تو خاص اسی لفظ کو بوجہ یک در گیر حکم گیر کے اختیار کیا ہے اور امید ہو کہ
 اخیر تک مع ربط سیاق کلام کے بناہ دون گانہ مثل گاہے چین گاہے چنان کے کبھی کچھ کہد یا کبھی کچھ کہدیا اور معنی
 بھی ذرا غور کے قابل ہیں کہ سیاق سابق کلام سے مربوط ہیں یا نہیں اس واسطے کہ ہمیشہ قاعدہ یہ ہے کہ دیکھا اپنا دیکھ
 کہنے کی واسطے دیکھا کو ڈھونڈ سکتا ہے اور خود دیکھا بتا ہے کہ دیکھ سننے والوں کو سننے چنانچہ میری فہم میں یہی بات شرح
 کے معنی سے مترشح ہے اور جو خود ہی ایک اعتراض لکھا ہو مجھے کیا غرض کیا خوب حضرت سعدی نے فرمایا ہر شعاع ملازا چہ
 کہ پروانہ خوشن بکشد ہا قولہ ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ہا باز جو بد روزگار اصل خویش ہا المعنی مولانا فرماتے ہیں
 دیکھ تو کیسے شوق و اشتیاق اصل میں کہ رہی ہے کہ جو کوئی اپنے اصل و ٹھکانے سے دور پڑتا ہے ہمیشہ اسی دھیان خیال میں
 رہتا ہے کہ کب ہو کہیں پھر اپنی اصل سے وصل ہو جاؤں تا و در فراق سے چھوٹ جاؤں اللہ اللہ کیسی اس نے کے بد سے میں
 تنبیہ و تعلیم فرما رہے ہیں کہ باوکر اسوقت کو جو زمان وحدت تھا کہ نہ جسم تھا نہ ہم گیر کئی تھی نہ دنی اور یہی تیری اصل تھی
 انسی سے تجکو فصل ہوئی ہو پس اسی کے وصل کا طالب ہو الخلاف شایع فارسی نے وہی انسان کامل یا مولوی مراد
 لی ہے اور تفسیر میں کی گئی ہے کہ قولہ من بہر حیثیتہ نالان شدم ہا جفت خوشحالان و بد حالان مستخدم ہا یہ مقولہ بھی نہ کاہر

کتنی ہر کہ میں مشتاق و در اقامہ شوق مند اپنے اصل کی اس خیال سے کہ شاید کوئی شائق کہیں نظر آجائے ہر جلسہ اور
مجمع میں نالان ہوئی اور حشاکون اور بدحالون دونوں فریق کی جنت بنی خوشحال بد حال باہم متضاد ہیں چاہے جن تضادین
سے مراد لیا جائے مثلاً امر کہ ان کے یہاں اور باجون کی طرح ذہنی کجی ہو یا فتنہ را کہ اکثر خود بھی بجاتے ہیں اور سنتے بھی
ہیں یا دلق پوش و جد کوش سعل نیوش یا تند مکار پر جوش و خروش سب کی جنت بنی اور سب سے آمیزش کی
خبر اسکی شہر آئینہ ہر شارح فارسی نے بموجب شہد بمقدار علم کے اپنی دنیائے طبیعت کے موافق تقریر مثنوی کی تحریر کی ہے
اور میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ نفس مطلب شعر کا قابل فہم آپ حبیبوں کے لکھوں گا اور میرے نزدیک نفس مطلب ہی
اصل ہے مثل اس قول کے ہذا المقدار کجک و ما زاد علیہ فانت حاملہ قولہ ہر کسے از ظن خود شہد یا من ہذا و زردن من
بخست اسرار من ہا معنی یہ شعر خبر ہو اگلے شعر کی کہ میں ہر مجمع جلسہ میں نالان ہوئی اور ہر کوئی اپنے ظن و گمان کے موافق
کہ ان خیر ان خیر و ان شر ان شر میرا لہ و موافق ہوا اور اپنے اپنے مطلب کی بات سن لی سمجھ لی لیکن میرے اسرار درونی
کو ہرگز کسی نے نہ جانا اور اس کا طالب کوئی نہ ہوا واقف اور وہ اسرار اسرار عشق ہیں جس سے آسمان و زمین اور پہاڑ
ہر شے ڈر گئے اور کانپ اٹھے اختلاف شارح فارسی نے تقریر اسکی لکھی ہے لیکن اب نہ وہ انسان کامل ہے نہ مولوی
عبدی بجدی باتیں ہیں جدا جدا رنگ اور میں وہی ذکر کیے جاتا ہوں عہست مطرب بران ترانہ ہنوز ہا قولہ سر من الزائم
من دوزنیت ہا لیک چشم و گوش را آن نور نیست ہا اور ہر جو کہا ہے کہ میرے دل کا بھید کسی نے نہ ڈھونڈھا پاس اگر
کوئی کہے کہ تیرے دل کا بھید کیسے ڈھونڈھیں اور گمان یا میں اس واسطے کہتی ہے کہ یہ نالہ ہی میرا میرا بھید ہے اس بھید سے
الگ نہیں اس لیے کہ نالہ بعینہ عشق سے ہے اور عشق ہی بھید کہ کیا کروں کہ حیرے چشم و گوش کو اسکی دید شنید کا نور نہیں ملا نہ اس
نالہ کو تو سن سکتا ہے نہ اس بھید کو تو دیکھ سکتا ہے یہ کام تو اہل باطن کا ہے نہ ظاہر بینوں کا جو مفید صوبت و نوا کے ہیں اختلاف
شرح فارسی میں بہت کچھ لکھا ہے جو سب کا ہی چاہے دیکھے سمجھے اور میں تو بسوداے خود خوشم کس کام کا وہ گل ہے کہ جس
گل میں بو نہیں ہا قولہ تن زجان و جان زتن مستور نیست ہا لیک کس را دید جان دستور نیست ہا معنی یہ
شعرویل و تخیل اس بات کی ہے کہ جو کتنی ہے کہ چشم و گوش اس بھید کی دید شنید کا نور ہی نہیں دیا معنی سب جانتے ہیں
کہ جان تن سے تن جان سے مستور و پوشیدہ نہیں ظاہر نور و جان کی تن سے اور وجود تن کا جان سے ہے لیکن حکمت
حکیم برحق نے یہ قاعدہ اور دستور ہی جاری نہیں کیا کہ کوئی دید جان کا کر سکے اور چشم ظاہر مثل اور اشیا کے دیکھ لے
اور اس بھید کا بھی تعلق جان سے ہے پھر کیسے نظر آئے تن اور جان دید و دست دستور میں سب حقائق
ہیں قولہ آتش است این با لگ نا لے نیست باد ہا ہر کہ این آتش ندارد نیست باد ہا نائی میں یا نہ نسبت
کی ہے جیسے طائی میں نہ فاعلیت کی کہی نہ نواز المعنی یہ مقولہ مولانا رح کا ہے کہ یہ با لگ جو نہ سے نسبت رکھتی ہے ایک
آگ ہے جس سے لوگ دور دور بھاگتے ہیں نہ ہوا کہ جس سے خوش ہوتے ہیں مگر ہے ایسی آگ کہ جس میں

یہ آگ نہ وہ نیست ہو جاے تو اچھا ایسیلے کہ جود اکا محض عبت اور گماہر ہوا تو کیا نہوا تو کیا جیسا کہ غنیمت نے کہا ہے
 ع دل بے عشق در عالم مبادا الخلاف شرح فارسی میں نامے بمعنی فر نواز کے لکھا ہے کہ انسان کامل ہو اور
 آگے وہ فقر یر غار جی لفظ ہر شعر میں نہیں اور اس سہلے کے معنی جو نیست باد ہر نیست و فانی ہو جاے وجود بشری
 سے قایم آگ حاصل ہو جاے اور عاشق کامل ہو جاے اور یہی معنی حضرت کشف العلوم کے ہیں مع زیادتی اتنی بات
 کے کہ مولانا کی شان سے دعائے بدعبید ہر اس واسطے نیست باد سے مراد یہ ہے کہ عشق اسکو ہو جاے اتنی میں نے تو
 خدا کے فضل اور توجہ روح پر فتوح حضرت مولانا سے بلو جب رخ سپید از سہ فرق کردم جو فجر ہا کے اپنے معنی
 نکال لیے ہیں اور سے غرض نہیں وہ یہ کہ نامے بمعنی فر نواز کے ایسا ہے جیسے مخدین میں کوئی غیر گھس پڑا اور مغل ہو گیا
 اور نیست باد سے نہ اسکی فنا مقصود ہے نہ اسکو عشق مل جانا مقصود یہ سب کچھ باتیں ہیں بلکہ خاست و دنائست
 بے عشق ہونے کی منظور ہے جیسے سعدی نے فرمایا شعر جنین آدمی مردہ بہ تنگ را پاکہ بروے فضیلت بوسنگ را
 اور دوسری جگہ فرمایا شعر بدل گفتم از ننگ مردان بہر پاکہ کہ کودک رود پاک و آلودہ پیر ہا مکتو موافق اپنی طبیعت
 بیج پوچ کے کہ ادب زبان بکڑے لیتا ہے حضرت بحر العلوم سے توجہ ہے نہ کشف العلوم سے کہ یہ تو انھیں کے زلمہ برہین
 کہیں بطور منہم کے قدم بلحا دیالہ الدلا قو قالا بالاسد قولہ آتش عشق ست اندر نے فتادہا جوشش عشق سرست
 کاندری فتادہا المعنی بہ تاکید شعر صدر فرماتے ہیں کہ یہ جو بھنے کہا کہ بانگ فری آتش ہر بیشک آتش ہے اور آتش بھی
 عشق کی جسکی صفت میں کہا ہر ع ریزہ آنا جیم اندر وہاں انداختہ ہر می آتش فرین پڑی ہے اور اسی آتش کی
 جوشش مرنے پانی ہے جو ایسی بخور و برست کر نوالی ہے کہ ہنگام عروج نشہ نہ سر کا ہوش چھوڑتی ہے نہ پائون کا نہ منگے کا
 نہ ٹھکیا کا الخلاف شارح فارسی نے بہت معنی طویل لکھے ہیں آخر بحر علوم بھی تو ہیں اگر ہماری سمجھ میں نہ آوین تو
 وہ کیا کریں اور ہم کیا کریں پھر بحر اسے اور کیا بن آتا ہے شعر بنان خشک قناعت کینم و جامہ و دلق ہا کہ بار محنت خود
 بہ زبار منت خلق ہا جو معنی الفاظ سے پیدا ہوں انھیں پر صبر کریں شعر گر بود لبہ بخو بہ پیش ہا دست توان کرد
 ورا خوش خویش ہا قولہ نے حریت ہر کہ از باری بویہ ہا پردہایش پردہاے ماورید ہا حریت دوست و ہم پیشہ
 بر بدن جدا ہونا پردہ حجاب و مقامات راگ جسکی مہندی سندری ہے بمعنی پھر تفریق صدر فرماتے ہیں کہ یہ فریق و ہم پیشہ
 اس شخص کر ہے جو اپنے یار سے جدا پڑا ہے اور فراق میں مبتلا ہے کس واسطے کہ خود بھی نود و فراق و جدائی کی شاکہ
 و باکی ہے پھر بقول سعدی روح ما للفریب سوے الغریب انیس ہا کیسے نہ اسکی حریت ہوگی اور اسی وجہ سے
 اسکے پردوں نے کہ بسوز و گداز مختلف مقامات سے لکھتے ہیں ہمارے پردے بھاڑ دیے یعنی وجہ و حال بن ڈال کے
 فضیلت و بر سو کر دیا وہ حجابات مرتفع کر دیے جو ماہین محبوب کے اور ہمارے حامل تھے از اور حریت و یار و پردہ سب ہا سب
 الخلاف شارح بحر العلوم نے سے وہی مراد انسان کامل لیے چلے کہ میں میان فقط فر سے بھی فرہم میں نے جواب دہ

نو کاغیا کیا سو کیا قولہ نیچر زہرے و تریاتے کہ دیدہ پچو نو دمساز و مشتاتے کہ دیدہ پچو کافت و دون کہ امیہ ہین ظاہر ہو کہ
 زہر و تریاق باہم ضد ایک دوسرے کی ہین و الضدان لایکتھان مگر یہ فی کچ عجب شہر جس بن زہر و تریاق اور دمسازی
 و مشتاتی و دون باتین جمع ہین زہر اس اعتبار سے کہ عاشق صادق جب حال و وجد میں ہوتا ہو اسوقت میں اسکی بانگ
 و نوا اسکے دلی و جگر میں کام زہر کا کرتی ہو کہ پارہ پارہ کر دیتی ہو اور اس حال کی دمساز ممتی ہو اور حب وہ اپنے مقام پر درود
 و اودات تجلیات سے مطمئن اور مسکن ہوتا ہو یہ اسکو اور زیادہ سکینہ و طمانینت بخشتی ہو اور شوق مند کرتی ہو و صبح ہو کہ حال پر
 ہر وقت قیام ہونے سے مقام ہو جاتا ہو حال اس سے طبعہ کے ہوتا ہو ایسے ہی جو بڑھتا جاتا ہو وہ حال ہو اور جو ٹھہرتا
 جاتا ہو مقام ہوتا ہو زہر و تریاق اور دمساز و مشتاق باہم متضاد اور شرف صنعت تر صبح میں ہو قولہ فی حدیث راہ پر خون
 سے کندہ قصصاے عشق مجنون می کندہ راہ پر خون راہ صوب گذار المعنی حضرت مولانا بہ لطیف شاعر سابق کے فرماتے
 ہین کہ یہ بانگ و نوا کی معنی سوت و صدائیں بلکہ ذکر و بیان راہ و شوار گزار عشق کا ہے جسکے قدم قدم پر فرش خون عاشقوں کا
 پچھا ہو اور ساری راہ پر رن پر خون۔ اور مجنون جیسے عاشقوں کے قصے کرتی ہو جنھوں نے آپ کو ذات محبوب میں
 ملا کے فنا کر دیا اور اس سے وصل ہو گئے جیسے مجنون نے انابلی کا حدیث و قطعہ اور عشق و تجہیز باہم مناسب
 غرض کہ طالب ان سب مراتب کو اس سے پہونچتا اور حاصل کرتا ہو الخلاف حضرت بحر العلوم کی شرح میں اس جگہ
 پانچ شعر اکٹھے لکھے ہین مگر معنی فقط اسی ایک شعر کے زیب رقم فرمائے جانے اسے کیون غماض فرمایا ایسے بھی تو نہیں
 جو قابل لکھنے کے نہون الحق ہر کسے مصلحت خویش کو دے داندہ قولہ دود بان داریم گویا پچھونے کا یک
 دبان پہان ست و رہاے دے کا یک دبان نالایق شدہ سوے شہاد ہاے ہوی درنگندہ درسا کا
 لیک داند ہر کہ اور انتظارست کہ کین فغان این سرے ہم زان سرست کا دہرہ ورنے از دہاے اوست کا
 ہاے ہوے روح از ہیماے اوست کا منجلہ پانچ شعر وں کے چار یہ ہین ایک اور ہو گیا تھا نفع آسمان منظر بانفع غم و
 چشم و روے دہرہ نفع ہر دودال فریب و آواز نقارہ و نقارہ ہاے ہو و شور و غوغا ہو کلمہ تنبیہ و تحسین و زہر و دھوس
 ہاے آخر کلمہ میں افادہ منے جمع لا کرتا ہو پس ہیما سے جمع ہی کی ہوتاے نو حلقوم المعنی مولانا فرماتے ہین ہا ما راہ
 نو کا ایک حال ہو جسکے بھی دود ہین ہین ہمارے بھی دود ہین ایک دہن اس کا ناے کے لبون میں چھپا رہتا ہو
 ہا ما بھی دہن نو زار حسیقی کے زیر لب ہو اور ایک دہن مخلوق کی طرف ہو جو آسمان میں ہاے ہوے شور
 غل ڈاے ہوے ہو مگر جسکی آنکھیں کھلی ہین وہ خوب جانتا ہو کہ اس دہن سے لینے اس سر سے جو آواز ہو وہ
 بھی اسی سر کی ہو جو لبون میں ناے کے دبا ہوا ہو اور ناے کہ وہ بانسی یا حلقوم ہو اسی کے دمون اور پھونکون
 سے آواز کر رہی ہو اور انھیں دمون کے پھونکون اور ہیما لینے آگاہیون سے ہاے ہو روح کی ہاے لینے روح
 فیضیاب ہو پہلے شعر میں دبان اور گویا اور تو لینے حلقوم اور لب سب ملا سب یک دیگر تھا ما نو سے تجھیں

اور تالان دہا ہے ہودہ و ہما تجنیس زائد الخلافت شرح فارسی میں بجائے ایک داند کے داند غلط ہے نہ ان
 شمار کے منجی بلکہ ہیں قولہ محرم این ہوش خیر ہوش نیست بے مر زبان راستری چون گوش نیست بے مشتری باصنم
 خندہ محرم واقف راز المعنی شعر صدر میں جو لفظ ہیما حج ہر کلمہ تنبیہ یعنی خبردار کرنے کے واقع ہو اسی کی طرف اشارہ
 ہوش سے کیا ہو اور ہوش وہ لوگ جن کی صفت میں سمدی رہنے فرمایا ع پریشندہ عقل و پرانگندہ ہوش بے
 بس فرماتے ہیں کہ اس ہیما کا ہوش انجمن بیہوشوں کو ہر سوا ان کے کوئی واقع اس راز و اسرار کا نہیں جیسے تمامی
 اعضا میں گوش کی طرح کوئی اعضا خبردار زبان کا نہیں وجہ اسکی ظاہر ہو کہ جب گوش خردیاری زبان کی نہیں
 کرتا ہر تو زبان بیکار یعنی گنگ ہوتی ہو اس لیے کہ بہرہ امداد زرا دی گونگا ہوتا ہو پس بیہوش ہو اس کے سننے کو سہر
 گوش بنا ہوا ہر ہوش گوش زبان محرم مشتری برعایت یکد گیر نہایت مناسب الخلاف شرح فارسی کا ترجمہ
 محرم اس راہ پر خون کا سوا اس شخص کے نہیں جو بے شعور ہو گیا غیر سے بلکہ ہر چیز میں محبوب کو دیکھتا ہو جیسا کہ
 خواہندہ زبان کے سوا گوش کے نہیں کہ سننے والا کلام زبان کا ہو انتہا پانچوان شعر ہر حسین راہ
 پر خون تھا اور در میان میں اور ذکر اس سے مختلف ہو گئے اور پھر یہ لوند کا سامینا آگودا سوا اس کے مولانا
 نے ہوش کہا ہر ہوش و راہ سے کیا مناسبت آورد و سہرے مصرعے کے معنی بھی موجود مگر میری مجال کہان کہ
 بحر العلوم کے معنی میں بے خشکی طبیعت کی ظاہر کر دن البستہ لکھ ضرور دیے ناظرین خود نیک و بد دیکھ لیں گے
 شعر جو کارے ہیضول من برآید ہر اور و سنے گفتن نشاید بے قولہ گر بنودی نالہ ذرا اثر بے نے جہان را پزیر کردی
 از شکر بے المعنی فرماتے ہیں کہ نالہ کسی کا خوش آئند نہیں ہوتا ہر کوئی نالہ سے گھبراتا ہو بخلاف نالہ ذر کے اس میں
 وہ تاثیر و اثر ہو کہ تمام جہان اسکی لذت سے ایسا بھرا ہو کہ گویا شکر سے پُر ہو اور کسی کا جی اس شکر سے بیزار نہیں
 ہوتا ہر نہ بھرتا ہو بنودی نالہ نے نکر دی چاروں میں سر کلمہ زن کہ صنعت ہو اور برعایت نے شکر الخلاف
 شرح فارسی میں بجائے اثر کے ٹر لکھا ہو محکوا اثر یاد تھا میں نے اپنی کتاب میں بے تامل بنادیا دوسرے کوئی فر
 غم دار نہیں ہوتی پھر مولانا رحم ایسی انہونی شکر کہ بے ذکر کرتے تین تو کیا کر دن اس حکم سے مجبور ہوں شعر اگر بنیم کہ نایب
 و چاہ مست بے و گر خاموش بے نشینم گناہ مست بے اور کچھ معنی نہیں لکھے قولہ در غنم ما روز ہا بیگاہ شد بے
 روز ہا با سوز ہا ہمراہ شد بے روز ہا گرفت کو رو باک نیست بے تو بہان ای آنکہ چون تو پاک نیست بے بیگاہ شام گاہ
 صبح المعنی ہے مدتوں دن دن بھر شام تک غم اور سوز و گداز عشق میں ہمارے شریک و ساتھی رہی اور مثل ہمارے
 نالہ و افغان کرتی رہی کہ ایک مگر تیر ہو گئی مگر پھر تو فیضاً فرماتے ہیں کہ اگر عمر تیر ہو گئی تو ہو جائے کچھ پروا
 نہیں تو قائم رہے کہ تجھ سا کوئی پاک نہیں یہ دعا نے کے حق میں ہو الخلاف شرح فارسی بحر العلوم میں
 اس دوڑ سے مراد وقت لی ہو اور کہیں ابن الوقت اور کہیں مراد خدا سے ہے لی ہو انتہی ہو گا مگر میں تو یہ ضروری

کرتا ہوں کہ ایسی لفظ سے مراد ی وغیرہ معنی دیباچہ میں لکھتا کہ ذرا بگڑنے میں شیخ چلی کا سا بسا بسا یا
 گھس بگڑا ہے اور سعادندان گزیدہ از تعجب یدین : قولہ ہر کہ جز مای ز تابش سیر شد ہ ہر کہ سیر ذیست روزش دیر
 شد ہ در بنیاد حال بختہ بچہ خام ہ بس سخن کوتاہ باید و السلام ہ جز بمعنی غیر دیر شدن تمام ہونا خراب ہونا اب فوت
 شدن کے معنی میں مستعمل ہر المعنی مولانا ۷ فرماتے ہیں کہ تمام مردم عالم کے تین قسم ہیں ایک بصدقت مای کہ ہر وقت
 اس کے دریا سے عشق میں مستغرق ہیں اگر اس سے علاحدہ ہوں تو مای کی طرح زندگی سے برکنار پڑیں دوسرے جز مای
 یعنی غیر مای کہ وہ عباد زہاد ہیں کہ تھوڑے پانی سے سیراب ہو گئے بخلاف پہلے فرقہ عشاق کے کہ فزات میں ہیں دوستی
 تیسرے بیروزی جنکو تم اس ہم سے عطا نموی وہ کفار و فاسق ہیں بس تینوں قسم میں اولین کا کہنا کیا اس بقون اس بقون
 اولنگ المقربون اور ثانی بھی اچھے مگر تیسرے بیروزی بے نصیب محض انکا دن خراب و فوت ہوا یعنی غم آبد فرما تے ہیں
 تیسری قسم واسے تو خارج ہوئے زمین پہلی دو زمین ان دونوں میں پہلی قسم بختہ ہر دوسری خام بس یہ خام ان بختہ
 کا بھید کیسے پاسکتے ہیں اور ان کے اسرار سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں کہ کمارے بگئے اور چوڑ و ٹکڑ سے سیراب ہو گئے
 اور وہ قوت و گنگ کے رہنے واسے بچہ کیا فائدہ جو طول مقال کروں بہتر یہ ہر کہ سخن کوتاہ کروں اور ان کی خدمت میں سلام
 بجا لاؤں تا ہی داب بر رعایت بکہ گیر روزی اور بختہ تمام متضاد قولہ بادہ در جو شش گدا اسے جوش ماست ہ
 چمن در گردش اسیر ہوش ماست ہ المعنی چمن بتالیہ شوق صدر فرماتے ہیں کہ جو بختہ ہیں ملکایہ حال ہر چنانچہ مغلان کے
 ایک ہم ہیں ایسے جوش و خروش کے بھرے کہ خراب ہو ایک بڑی پر جوش چیز ہو وہ اپنے جوش میں گدا ہمارے جوش
 کی ہر اسی سے کچھ مانگ لگی ہو اور جوش گردش و سیر میں اسیر ہو عاشق ہمارے ہوش کا ہر یعنی جان کا کہ اس کی سیر و گشت
 پر فدا ہو جیسا کہ حضرت نظامی رح نے اسکی قوت سیر و گشت کی صفت میں فرمایا ہر شعر چو شاید کہ جانہا سے مادر دے ہ
 بر آید یہ پیرا من عا لمے ہ بادہ اور جوش چرخ و گردش مراعات بکہ گیر شرح فارسی میں کچھ معنی اسکے نہیں لکھے بلکہ چار شعر
 اسکے بعد اور ہیں وہ بھی محض معرا چھوڑے قولہ بادہ از ماست شدنی مازو ہ قالب از ماست شدنی مازو ہ
 قالب جسم خاکی المعنی بتالیہ شعر بالا بچہ فرماتے ہیں کہ ہم وہ مست و مخمور شراب عشق سے ہیں کہ خراب کو جو کچھ مستی و مدہوشی
 ملی ہو میں سے ملی ہو اور میں سے مست ہوئی ہو اور قالب ہم سے ہوا ہم اس سے معنی نہ رہے کہ قالب سے
 مراد قالب آدم علیہ السلام کا ہر اسلئے کہ اول قالب ہی ہر نوع بشر میں جو نعت فیسر من روحی سے ہست ہو کہ وہ لفظ
 ہم نے باعتبار وحدت الوجود کے اختلاف شرح فارسی میں جس کو سب شرحن کا پیر مغان بتاتے ہیں دونوں شعر کے
 معنی نہیں لکھے اور کیسے شعر ہیں اب کیا ہر اینٹ مانی خشت گل ہ کے معنی لکھیں گے قولہ بر سماع ماست
 ہر تن چیز نیست ہ طبع ہر مرنگے انجیر نیست ہ تملع نفع شنیدن مجازاً بمعنی رقص و سرود و وجود راست ہوا اور ٹھیک
 و عام مقام موسیقی چیر بیاسے معروف غالب و دلیہ یک خوراک مرغ مرنگ میں کاف تصنیف بچہ کا ہے المعنی

ہر کسکے ادا ہے بہتے بہتے شوق عشق کا چلا تا ہر اور سماج بھی منجملہ اسی قسم کے ہو لہذا اندر ہا کہ سماج رہا ہے یعنی سچی اور
 نیکی پر مشتمل دلیر نہیں ہو سکتا ہوا سو اسے کہ سہل راست بڑی زبردست شکر ہے ہر شخص متحمل اسکا نہیں ہو سکتا بیٹے اپنے
 غمہ ہر رنج خیز ناچیز کا نہیں ہو سکتا راست کے لفظ میں ایسا م ہو بنظر عام مقام مناسب سہل و سستی صدیقی نیز پیشہ
 بھی شرح فارسی سے ہمراہی قولہ بندگیل باش ازاد سے پہر ہ چند باشی بند سیم و بند ز رہا المعنی فرماتے کہ تو جو عام
 راست پر چہر و غالب نہیں ہو کیسے ہو تیرے پاؤں میں تو زنجیر محبت حرص و اوسیم و زنجیری پڑی ہوئی ہو جگو یہ مسیح کیسے
 نصیب ہو بس اس بند کو توڑ کے آزاد ہو جا سین کب تک مقید رہے گا قولہ گر بریزی بحر را در کوزہ ہ چند کعبہ
 قسمت یک روزہ ہ قسمت حصہ و بخش المعنی یہ شعر بطور تفہیم اور تمثیل کے ہو کہ تو سیم و در کا حریص اور ایسا کن کے محبت
 میں اسیر کیوں ہو رہا ہو بھلا بیش از بخت و پیش از وقت کب ممکن ہو اور بر تقدیر محال یہ بھی ہم نے مانا کہ تو نے ایک
 در یا اپنے کوزے میں بھر بھی لیا مگر وہ جو کوزہ تیرے ایک دن کے حصہ کا ہو اس جمع کردہ سے اس میں ڈال سکے تو دیکھ کہ
 وہ کتنا ہوتا ہو اور کس قدر ماما ہو وہی تیرا حصہ ہو پھر سہر زیادہ حرص فضول قولہ کا سہ چشم حریصان پر نہ شد ہ
 تا صدف قانع نہ شد پرور نہ شد ہ المعنی یہ شعر بھی بر لفظ شعر بالا دانست حساست حرص و حریصین ہر کہتے
 ہیں کہ کا سہ چشم حریصوں کا کبھی نہیں بھرتا ہمیشہ پھیلا اور طرعا ہی رہتا ہو مگر وہ ان بقول سہری غ یاف عمت
 پر کند یا خاک گور ہ اور یہ نہیں جانتا کہ صدف جب تک قانع نہیں ہوتی پر در نہیں ہوتی منظور ہو کہ نیشان کے
 دنوں میں سپیان سمندر کی منہ کھولے اوپر کو کیے تیرتی پھرتی ہیں جس کے منہ میں ہوندا ہر نیشان کی پڑ جاتی ہو
 اور وہ منہ بند کر کے قہر در یا کو چلی جاتی ہو وہی ہوندا ہوتی ہو جاتی ہو اور چونکہ کھولے رہتی ہیں حرص کے مارے بند
 نہیں کرتیں وہی خالی بے گوہر رہ جاتی ہیں ایسے ہی حریص کا حال ہو کہ اپنی حرص سے پر نفع نہیں ہوتا اختلاف
 شرح فارسی میں بجائے کاسہ کے کوزہ لکھا ہو جگو کاسہ یا دھامین نے کاسہ لکھا اور سواے کاسہ چشم و سا غر دیدہ
 و جام دیدہ ایسے لفظ دیکھنے میں آئے ہیں کوزہ چشم یا سبوس دیدہ میں نے تو دیکھا نہیں شاید ہو قولہ
 ہر کرا جامہ عشق چاک شد ہ از حرص و عیب گلی پاک شد ہ عشق میں یا نے تکلیف کی ہو المعنی لینے حرص کی
 قباح و زالت تو تو نے سنی اب وہ چیز جو بکات بخشنے والی اس زلیہ و دیگر عیوب سے ہو جگو تاؤن کہ وہ عشق ہو خواہ
 حقیقی ہو خواہ مجازی جسکی تعریف ہو عشق نار حرق ماسوے المحبوب پھر ایسی نار حرق کے سامنے حرص کہاں رہ سکتی
 ہو اور زبر لیاں کب ٹھہر سکتی ہیں شعر شب و روز بحر سودا و سود ہ انداز آشتنگی شب و روز ہ بس نوبت مابہری
 کی جو زمان افراط عشق سے پہنچتی ہو حرص اور جملہ عیوب سے پاک ہو جاتا ہو اختلاف شارح فارسی نے
 طول طویل سننے اسکے لکھے ہیں اور کیوں نہ لکھیں غ قدم در خور خویش باید نہاد ہ قولہ شاد باش ای عشق خوش
 سودا ہے نا ہا ہ عیب جملہ عیوب سے نا ہا المعنی لینے جب عشق کو ایسا پاک یا کہ عیوب گلی سے پاک مانتا کر کے آھی کو

بے عیب نقص کر دیتا ہر مولا نامہ خوش خوش عشق کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا جگہ خوش رکھے اے عشق تو اچھا سو اچھا ہے
تیری خرید و فروخت کیسی خوب ہے جس نے جگہ خرید ابدانہ بریت عیوب کلی کی حسرتیدی اور حاصل کرمی اور اس
خوش قسمت کو طبیب جملہ علون کا ملگیا قولہ اے دو اسے نخت و ناموس ماہ اسے تو اسلاطون و جالینوس ماہ
نخت بالکسہ بزرگی و برنامی ناموس تو قہ عزت و حرمت کی مخلوق سے رکھنا المعنی اس شعر میں بھی تا سید شعر صدر کی
ہر کہ اے عشق تو دو اہر ہماری نخت و ناموس کا یعنی ہم جو آپ کو بزرگ جان رہے ہیں اور اپنی بزرگی جانتے ہیں تا
لوگ بزرگ سمجھیں اور ایسی وضع اور شان بناتے ہیں کہ جس میں لوگ دیکھ کے عزت و حرمت کریں
تو ان سب کا قلع و قمع کر دینے والا ہر اور تو ہی چاہا ہے اسے امراض قلبیہ کا جالینوس و افلاطون ہر شرح میں معنی نہیں
کھے ہیں قولہ جسم خاک از عشق بر افلاک شدہ کوہ در قفس آمد و جالاک شدہ المعنی یعنی یہ جسم خاک جس کے عنصر
کی طرح کوئی عنصر کثیف و ثقیل نہیں کہ کیسا ہی خاک کو اوپر پھینکو نیچے ہی گرتی ہر عشق کی بدولت افلاک پر گیا جیسے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلک چہارم تک پہنچے اور موجود ہیں دوسرے مصرع میں قصہ کوہ طور کا ہر جو ہم گام اس نے
تجلی رب باری کے باوصف صفت جہاد کیسا نا چنے اور ملنے لگا کما تال البدقائے فلما تجلی رہے للجل جملہ و کا و
خرموسے صفا قولہ عشق جان طور آمد عاشقاہ طور مست و خرموسے صفا عاشقاہ العن ذکا ہر المعنی مولانا
فرماتے ہیں اے عشق تو کیا یہ جانتا ہے کہ میں ذی روح ہوں میں عاشق ہوں اور طور جہاد اس میں شیت عشق
کی کمان یہ بات نہیں ہے بلکہ پھر تجلی نور انہی کے اس میں جان پڑ گئی اور نا چنے لگا جیسا کہ سنرایا ہے و لکن
الظفر الے الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانے پہلے آیت کی معنی ہر گاہ تجلی کی موسے کے رب نے
پہاڑ کی طرف ٹکڑے ٹکڑے تو پہاڑ ہو گیا اور موسے بیہوش ہو کے گر گئے دوسرے کے معنی لیکن پہاڑ کیطرت
دیکھ اگر وہ اپنے ٹھکانے چار ہا تو بھی دیکھے لیتا ہے اس شعر میں اور اوپر کے شعروں میں صنعت تلخیص ہر اختلاف
شرح فارسی میں وہی جولانی فضولی کی ہر کیا اگر فضولی نہ ہو صرف نقص مطلب صاف صاف ہو تو قاضی شکوہ کرن قولہ
بالسب و ساز خود گر جفتے ہا ہجوتے من گفتہا گفتے ہا المعنی مولانا ہر سنر مائے ہیں کہ عشق اور اس کے
صفات جو بیان کیں مجھ میں موجود ہیں لیکن بیان کس سے کروں و ساز و ہر از نہیں اگر فی طرح جگہ بھی کوئی و ساز
ملجائے تو دیکھتے کیسی باتیں کرتا جو کرنے کی تھیں اختلاف شرح فارسی میں لکھا ہے ہر بادرست مولانا ہر
احوال نہ اس بادرست کا حال اگلے شعروں سے کھلے گا نہ یہ کہ ذکا لفظ لانے سے بادرست ہو گئے دیکھو اسکا
کیا گل کھلے لب و ساز نہ سب مراعات ہیں قولہ سر نہا نسبت اندر زیر و بم ہا فاشش اگر گویم جہان بر ہم زخم ہا
زیر آواز نرم و پست ہم آواز بند کہ دو ٹوکی ہندی مدغم چسپم ہوئی بر ہم زدن لوٹ پوٹ کرنا المعنی یعنی اہر
فرمایا کہ فی طرح گفتنی کون مطابق اسی کے فرمایا کہ میرے زیر و بم میں بھی مشغل نہ کے مجید ہی مجید ہے ہیں

لیکن انکشاف کیسے کروں کہ جہان کے لوٹ پوٹ ہونے کا اندیشہ ہر اس واسطے خاموش ہوں اختلاف
 شارح فارسی فرماتے ہیں اس شعر میں بھی باز رفت نے کی طرف ہر ع تو بر سر قدر تو نشین باش دو قارہ قولہ ہر کہ او
 از ہم زبانی شد جدا ہدینو اشد گرچہ دارد صد نوا ہد چونکہ گل رفت و گلستان در گذشت ہد نشوی زین پس ز بلبل سر گذشت ہد
 چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب ہد بوسے گل را از کہ جویم از گلاب ہد نوا آواز را گ و ہر آواز و نام موسیقی و توشہ سر گذشت ہد
 ماجرا خراب گلاب بالکسر ہندی گارہ المعنی جھٹلایں اسی لفظ و مساز مذکور الصدر کے فرماتے ہیں کہ جب کوئی
 دساز بہی نہیں تو کس سے کہوں ظاہر ہر کہ ہر آدمی اپنے ہمزبان سے خوب باتیں کرتا ہر اور جب ہمزبان سے جدا ہو تو
 کس سے کہے چاہے کیسی ہی خوش الحانیان جانتا ہو وہ سوینویا یوں کا بینوا ہر جیسے سیکڑوں کو نگوں کا گونگا اور درصورتیکہ
 نہ گل رہا نہ گلستان کہ گل وہی ہمزبان ہر اور گلستان کا در ہتا بے بہار ہو جاتا ہر تو ایسے وقت پر خزان میں بلبل
 بھی خاموش ہو جاتی ہر صویت و صدا نہیں کرتی لہذا میں بھی خاموش ہوں اگر گل ہو تا یا گلستان آباد ہوتا تو ہم بھی بوسے گل کو
 کسی سے پوچھتے کچھ کہتے اب جو وہ دونوں نہیں تو کیا مٹی گارہ سے بوسے گل کو پوچھیں جیسے کہتے ہیں کہ جب کوئی ہر ہی
 نہیں تو کیا اینٹ پتھر سے کہیں گل و گلستان اور دساز و ہمزبان کوئی سمود ذہنی مولانا ہر کے ہیں اور جو مرادات اور
 عبادات اور تاملین تسو لین شارحین نے کہیں ہیں کیسے ثابت ہو کہ حضرت مولانا کا یہی مقصود ہر اس سے تو ہی
 اچھا جو معنی لفظ سے پیدا ہوں کہ از میں کچھ بگڑا نہیں جاتا ہاں دھوم دھام میں منسوق پڑتا ہر اور کیسے پڑے جعفر
 نے بھی تو کہا ہر شعر شہرت مرد باشد از نامش ہد ہر کہ بے نام زیست لئی شد ہد قولہ جہ مشوقست و عاشق پردہ ہد زندہ
 مشوقست و عاشق مردہ ہد چون بنا شد عشق را پر و اسے او ہد او چو مرغے ماند بے پردے او ہد پردہ بال لکنت ہد
 عشق اوست ہد مو کشا نش می کشد تا کہ دوست ہد المعنی مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق مشوق جو دو کھلاتے ہیں کہ یہ
 عاشق ہر یہ مشوق دو نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک ہیں جو عاشق ہر وہی مشوق ہر فقط ایک پردہ ہی پردہ ہر اور جب
 یہ پردہ اٹھ جاتا ہر تو وہی عاشق مشوق ہو جاتا ہر اور زندہ اور مستدام جیسے محنون عشق مجاز میں جو پردہ میان بلی کے
 تھا آپ کو فنا کر کے انالی بلی بنا اور یہی زندہ اور مستدام ہونا ابداً باد تک رہا اور عشق حقیقی میں منصور کہ جب دو ملی
 اور یک رنگی حاصل ہوئی وہ پردہ عاشقی کا اٹھ گیا انا الحق پکارا اٹھا پس ظاہر کہ وہی عاشق مشوق بن گیا اور وہی
 عاشق مردہ فنا ہو کے زندہ حقیقی ہو گیا مگر حصول اس اتحاد دویکے کا وسیلہ جلیہ عشق کے ہر یہی اپنی توجہ اور خیال
 سے اسکو عاشق سے مشوق بناتا ہر اور یہی مردہ و فنا کو کے زندہ اور باقی کر دیتا ہر اس کی امداد و پردہ منسرو ہر
 اگر عشق بے پردہائی کرے متوجہ نہ ہو تو عاشق ایک مرغ بے پردہ ہر اور حال اسکا قابل داسے و دمسوس کے کس واسطے کہ
 عشق ہی سے پردہ بال یا کر مرغ جان اسکا قابل اطمان و طیران این مقامات کے ہوتا ہر زندہ اکثر ادھورے لٹوڑے
 بھی رہا تے ہیں خواہ مجازی ہو خواہ حقیقی پس بال و پردہ ہر اسے اسی کے عشق کی کند ہر جو ہر اسے بال پکڑے

کھینچنے ہوئے دوست کی گلی کو لیجائی ہر واضح ہو کہ ان اشعار کے معنی میں نے بھی لکھے ہیں اور حسنِ سرشت و کراہی معلوم نہ بھی
 لکھے ہیں میں نے چاہا تھا کہ خلاصہ ان کے معنی کا کھون لیکن ایسے گڈ ہیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتے مثلاً لکھتے ہیں کہ
 جملہ موجودات میں عشق ہر کہ ذاتِ حق ہو اور عاشق پر وہ ذاتِ حق کا وسیلہ کہ تعین ذاتِ حق کا ہو اور ایک سے شان
 شیونِ حق سے پس اگر یہ پر وہ اٹھ جائے نفس الامر سے البتہ عالمِ فتنہ ہوے اور زلفِ نیست مگر معشوق کہ ذاتِ حق ہو
 عاشق مردہ یعنی معدوم کہ وہ ایک شان ہو شیونِ حق سے پس موجودیت اور حیات اس کی موجودیتِ حق ہو اور نہ ہو
 ظاہر ہے اس شان کے ہو پس البتہ عالمِ خراب منفی ہوا نتیجہ بڑی خوشامد کے ساتھ قلم سے میں نے یہ مجذوب کی
 سی بڑ لکھا پائی ابھی وہ اشعار کی اور باقی ہر ہر چند کہتا ہوں نہیں لکھتے اور بار بار یہی زبان پر لاتی ہو پس کر کیا مشتے غور
 از خود ارے نہیں ہوتا قولہ من جگولم ہوش دارم پیش و پس ہر چون نباشد نور یارم پیش و پس ہر نور او دین و سرِ تخت
 و فوق ہر بر سر و برگِ دم مانند طوق ہر بن راست کبر چپ تحت زیر فوق بالا المعنی یہ دونوں شعور بھی ہر شعور ہر شعور ہر
 پر میں بیٹے یہ جو کہ عاشق کی ہی گند موکشان اس کی گلی تک لیجائی ہر وہی وجہ تو ہر جو میں کہتا ہوں کہ نور یار کا جلو
 آگے نیچے سے گھیرے ہوئے ہر اور اگر اسکا ہوش جلو نہ ہوتا تو کیسے کہتا کیا میں پیش و پس کو نہیں سمجھتا بے صرفہ
 ہوں بلکہ پیش و پس کا خوب دیکھنے سمجھنے والا پس جیسا دیکھتا سمجھتا ہوں ویسا کہتا ہوں اے مخاطب ہم کو بیٹے
 جو عاشق ہیں ان کو نور اسکا ششِ جہت سے سرگردن کا طوق ہو رہا ہر اور اپنے حلقے میں لیے ہوے ہر میں سر
 تحت فوق متضاد و برتر گردن بر عایت یکدگر ہر میں ایہام بھی ہر شارحِ فارسی نے بعد اواسے تقریر دیگر کے حاصل
 یہ لکھا کہ اگر مشاہدہ حق کا اس کثرت میں نہ ہوتامین ہوشی و فضا سے ہوش و بقا میں نہ آتا ان معنی کو مقابل الفاظِ شعور
 کر میں پھر اس مصرع کی کیفیت سمجھیں ع اسکا کچھ دیکھ کے آئینہ ہر حیران کیسا ہر قولہ عشق خوابدین سخن ہر دن
 بود ہر آئینہ غماز بود چون بود ہر آئینہ وافی چراغِ از نیست ہر زانکہ رنگار از شش متا ز نیست ہر آئینہ
 کہ رنگ و آلائش جداست ہر پر شعاع نور خورشید خداست ہر ر و تو رنگار از رخ او پاک کن ہر بعد ازان ان
 نور را اوراک کن ہر غماز لفتح و تشدید میم سخن چین اور کچھ شمش اشارہ کرنے والا مقادیر بالضم جدا کردہ شدہ اور اک بالسر
 معلوم کرنا اشیا غیر محسوس کا المعنی ان اشعار میں فرمانے ہیں کہ عشق تو اسباب کو کہ نور اس کا ششِ جہت سے
 ظاہر و روشن ہو رہا ہر کچھ چھپا ہوا محسوس نہیں چاہتا ہر کہ یہ امر ظاہر و باہر ہو جائے لیکن اس صورت میں کہ تیرا آئینہ دل کا
 نماز بیٹے اس نور کا جلو اشارہ کرنے والا نہیں اسکو وہ کیا کرے اسکا کون قصور اور تو یہ جانتا ہو کہ وہ غمت از کیوں نہیں
 ہر اس سبب سے نہیں ہر کہ رنگار میں اس کا کچھ تعجب ظاہر ہوا ہر رنگار سے صاف و جدا نہیں ہر اس لیے
 کہ جو آئینہ کہ رنگ و آلائش سے جدا ہو وہ ایک خورشید پر شعاع نور خدا کا ہر اب جلو اگر اس نور پاک کے ایک
 عاشق و آرتہ ہر تو با پہلے رنگ اپنے آئینہ کے شمع سے پاک و صاف کن کچھ دیکھ کیسا اوراک نور تجلی

حاصل ہوتا ہے قولہ ابن حقیقت را شنوا ز گوش دل ہوتا برون آئی لہجی ز آب و گل ہنم گم کردار بہ دور جان رہہ دیدہ بعد از ان از شوق پاؤں رہنمیدہ المعنی آن شعرون میں منہ مارتے ہیں کہ اگر اکینہ زنگ سے پاک کرنا چاہتا ہے تو اس کی حقیقت مجھ سے بگوش دل سن اور عمل میں لا تو لہجی قہد آب و گل سے جو ہم خانگی ہر نکل جائے گا اور پاک صاف ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ اپنے ہنم و حواس جمع کر کے دل میں آنکھ راہ دے کس واسطہ پریشانی حواس و دل کی ملنے سیرانی السدی چہب حواس و دل کو جمع اور کیسو کرے تو پھر شوق سے اسکی راہ میں قدم رکھو اور چل پھر اندیشہ نہیں ہے حضرت شایخ فارسی نے عشق خواہد بین سخن اہل سے ایمان تک صرف ایک شعر کے فقرے سے غنی نگاہ سے باقی نہ ارد اور پہلے شعر کے معنی کا ترجمہ کرتے مقتضی عشق کا یہ کہ یہ سخن آجید اور ہونا حق کا خلق میں ظاہر ہو پس آئینہ کہ ایمان ممکنہ ہیں کیونکہ نماز ہوا بستہ یہ بات ظاہر کرنا ہے اور اگر لفظ عشق مجھے ممتشق ہونیہ تر صحیح ہو استغنا نسوس ہجر اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا شعر بہت آرد و نمی گلی کی ترے سویان سے امین نہا کر چلے

حکایت عاشق ہونا بادشاہ کا کنیز پر اور خرید نا کنیز کا اور بمبار ہونا کنیز کا اور علان بیمار کی کنیز قولہ بشنویا در دوستان این داستان ہ خود حقیقت نقد حال ماست آن ہ نقد حال خوش را گم نہ بریم ہ ہم زدینا ہم نے عقبے بر خریدیم ہ نقد بافتح آمادہ کرنا اور دنیا جانا ذات و دل و فی الحال و سپرے بردن سمرغ لگانا خبر غور و فانی نہ ہونا المعنی مولانا فرماتے ہیں کہ ای دوستو! ایک داستان تم کو سنائوں اگر چہ وہ داستان ہے تو شخص غیر کی لیکن غور کرو تو ہماری اپنی ہی ذات کے حال کی حقیقت و اصلیت ہے اور کیا اچھا ہے وہ جو کوئی اپنے نقد حال کا سمرغ لگائے اور ادھر کھوج لیجائے کہ آیا میں کون تھا کمان سے آیا اور کس لیے اور کیا کیا تو ایسے ہی لوگ اس عالم میں دنیا و عقبہ دونوں سے متنعم اور برخوردار ہوتے ہیں شایخ فارسی نے بڑی توجہ تین لکھی ہیں اور میں تو وہی نفس مطلب سے منہ منہ رکھتا ہوں نہ طول نہ طویل تقریر ادھر ادھر کی بڑھائی ہوئی تا مبادا وہ مش نہو جائے اوپر دھڑکے لکھی لے جاؤ قولہ بود شامی در زمان پیش ازین ہ ملک دنیا بودش و ہم ملک دین ہ شایخ فارسی لکھتے ہیں کہ زمان پیش ازین سے قبل ظہور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہر وجہ اسکی مابعد میں بیان کیجائے گی تیر جب وجہ بیان کر دیں گے اور زمانہ قبل زمان حضرت سے ثابت ہو جائے گا تو ہم بھی ویسے ہی مان لین گے اگر چہ چند ان ضرورت قبل و بعد زمانہ حضرت کی ہر بھی نہیں قولہ اتفاقا شاہ روزے شد سوار ہ با خواص خوش از بہر شکار ہ ہر صیدے می شد او ہر کوہ و دشت ہ ناگمان در دام عشق او صید گشت ہ یعنی اور کے شکار کو نکلا تھا ناگمان خود ہی دام عشق کا شکار ہو گیا تھمیر بارزا و صید میں منصب معنی حصر کی ہے قولہ یک کنیزک دید شہد و شہراہ ہ شہد غلام آن کنیزک جان شاہ ہ شاہ شہراہ کیسے الطیف ہیں کنیزک اور غلام باہم مناسب و متنفا و بلفظ شاہ قولہ مرغ جانش در نفس چون می تمید ہ دا و ال و آن کنیزک را حسرید ہ چون خرید اور او بر خود ارشاد

آن کنیزک از قضا بیا شد نہ قضا کا لفظ بیمار کی رعایت سے کیا ہی لطیف نہ ہوتا کہ ایک خرواشت پالانش خود نہ یافت
 پالان گرگ خمر اور بر بود نہ کوزہ بودش آب سے نامہ پست نہ آب چون یافت خود کوزہ شکست نہ یہ دونوں
 شعر بطور تمثیل اور تفسیر کہ ہر شخصانہ قولہ شبہ طبعیان جمع کرد چپ و راست نہ گفت جان ہر دو دوست شماسٹ نہ
 نہی کنیز کی سبب بیماری کے اور سبب کی سبب کنیز کے قولہ جان بن سہلست جان عالم ایست نہ
 دردمند خستہ ام در نام ایست نہ ہر کہ درمان کرد مر جان مرا نہ بردن در و مر جان مرا نہ جان کی جان یعنی مایہ عیش و
 زندگی تر جان تر جان تجنیس تام اور مر جان کیسا لطیف وارد ہوا کہ اس کنیز کو اپنی جان کی جان کہا ہر قولہ ہمہ
 گفتندش کہ جان بازی کنیم نہ ہمہ گرداریم انبازی کنیم نہ گرداریم گردا و درون سے جمع کرتا انبازی شرکت
 یعنی اپنے ہم جو اس جمع کر کے تیری شرکت کریں گے قولہ ہر کیے از ما میج عالمست نہ ہر اہم را در گفت ما عمرست نہ
 گردنہ خواہد نہ گفتند از بطر پس خدا نمود شان عجز بشر نہ ہی ہر ایک تمہی سی وقت ہو اور ہر دکھ کی دوا ہم جانتے
 ہیں بطر کی ہندی ہو اترانا یعنی اپنے زعم میں ایسا بھر گئے اور اترائے کہ کسی نے انشاء اللہ نہ کہا آخر خدا نے
 ان کو عاجز کر کے عجز بشر کا دکھا دیا قولہ ترک استغنا مراد مقننیت نہ نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست نہ
 استغنا انشاء اللہ کہنا قنوت و قنات بالفتح سخت دل اور سیاہ دل ہونا المعنی یہ تفسیر شعر صدر کی فرماتے ہیں کہ
 آن حکمون نے جو اپنے قول کو استغنا سے متنی کیا یعنی انشاء اللہ نہیں کہا اسکا نام ترک استغنا نہیں ہو اسواسطے
 کہ زبان سے کہنا ایک حالت عارضی ہو نہ اصلی زبان کے کہنے نہ کہنے سے کیا ہو اصلی ترک وہ ہو کہ بالکل اپنے
 ہی قولہ فعل پر ہم و بھر دسا ہو خدا کی طرف مطلق توجہ نہو جیسا کہ ان حکمون کا حال تھا کہ اسی کا نام ترک و سیاہ
 ولی ہو قولہ ایسا ناورد استغنا گفت نہ جان او با جان استغناست حجت نہ گفت حاصل بالمصدر ہو فرماتے
 ہیں آخر مخاطب بہت لوگ ایسے ہیں کہ کبھی استغنا اپنے گفت و کلام میں بطور ظاہر نہیں لانے لیکن حقیقت میں
 ان کی جان اور استغنا کی جان ایک ہو ای نہایت مخدو ایسے لوگوں کو تارک استغنا نہیں کہہ سکتے بلکہ عین
 استغنا ہیں قولہ ہر چہ کردند از علاج و از روا نہ گشت رخ افزون و حاجت ناروا نہ ان کنیزک از مرض
 چون موس شد نہ چشم شاہ از اشک خون چون جوے شد نہ از قضا سر کنگبین صغرا فرود نہ روغن بادام
 خشکی نہ نمود نہ از ہلیہ فیض شد اطلاق رفت نہ آب آتش ز آمد و شد عجی گفت سستی دل شد فزون و خواب ہم نہ
 سوزش چشم و دل پر درد و غم نہ شربت دارو نہ و اسباب او نہ از طبیبان نہ بخت کیسہ آب رو نہ سر کنگبین
 ہی کنگبین ہوا سستے کہ سرک بالکسر مرکہ و انجبین معرب کنگبین اطلاق روانی و روان ہونا گفت بالفتح ایک قسم
 روغن ایجاد کردہ حکما کہ زمین پر ڈالنے سے آگ لگ اٹھتی ہو آب بر کچن کسی کو بے آبرو کرنا ان اشعار میں
 اکثر اشعار سے مخالفت اثر علاج کی نکالی ہو جیسے کنگبین سے صغرا کا طرحت روغن بادام سے خشکی کا ہونا

تہلیلہ سے قبض آب سے مدد آگ کی باقی معنی صاف ہیں غرض شربت اور دوا لین اور جو اسباب مرض کے طبیبیون نے
 آئین سوچے سب نے انکی آبرو ہی بیٹی کسی سے آبرو انکی نہ بڑھی الخلاف شاہ فارسی بحر علوم ہیں اگر معنی معرفت کے
 ڈوبے پیدار مثل قح دریا کے نہ ہوں تو بات ہی کسب الحق کر امت بفصل است و ریت لبدر پہ
 عاجز ہونا طبیبیون کا علان کنیز سے اور ظاہر ہونا پادشاہ پر اور رجوع ہونا پادشاہ کا درگاہ و خداوند
 تعالیٰ لین

قولہ شہ چو غر آن طیبیان را بیدید پا برہنہ جانب مسجد و دیدہ رفت در مسجد سے محراب شد ہا مسجد گاہ از اشک شہ پر آب شد
 چون بخویش آمد غرقاب فنا خوش زبان بکشا در مدح و ثنا ہا کالے کیسہ بخششت ملک جہان ہا من چلویم چون
 تو سیدانی نہان ہا حال ما دین طیبیان سرسبز ہا پیش لطف عام تو یا شد ہر ہا پر آب شد یعنی ایسا رو یا کعبہ کا
 میں اس کے اشک سے پانی بھر گیا غرقاب فنا ای آب بقیق فنا یعنی ایسا خداوند کریم کے دھیان میں ڈوب گیا کہ
 گویا فنا ہو گیا مکینہ بخشش ای او نے بخشش ہر بختیقین ضائع اور ناپ چھڑ ہونا زیادہ اس سے حاجت بیان کی نہیں
 قولہ ای ہمیشہ حاجت مار اپنا ہا ہا دیگر مغلط کر دیم را ہا لیک گفتی گر چہ میدانم سرت ہا زود ہم پیدا کنش ظاہر ہا
 بادشاہ کہتا ہا ای میرے حاجت پناہ ہمیشہ تو نے میری حاجت روا کیا ان کین با وصف اس علم و دید کے میں
 پھر راہ مہک گیا کہ تجھ سے حاجت روا کو چھوڑ کے طبیبیون سے رجوع کیا اب پھر تیرے سامنے اپنا بھید عرض
 کرتا ہوں گو تجھے نہان نہیں سب عیان ہو لیکن میں بوجہ تیرے علم کے جو زبان سے بھی کہنے کو ہر عرض کرتا ہوں
 قولہ چون بر آورد از میان جان حسد و خوش ہا اندر آمد بحر بخشا نش بوجھش ہا در میان گریہ و خواہش در بود ہا و دید ہا
 خوابا د کہ پیری رونو ہا گفت ای شہ مرثوہ حاجت رواست ہا گر غریبی آیدت فردا زماست یعنی جب کہ بادشاہ اپنے
 طلب جان سے یہ شور مچا یا دریا رحمت انکی کا خوش بین آیا کہ اسی گریہ کے حال میں اسکو نیند آگئی اور خواب میں ایک
 بوڑھے کو دیکھا اُس نے کہا کہ نے تمکو بشارت ہو تیری حاجتیں روا ہوئیں گی کو جو کوئی غیب مسافر تیرے پاس آوے
 اسکو ہار ہی بچھا ہو اچھو قولہ چونکہ آیداد حکم حاذق ست ہا صادقش دان امین صادقست ہا در علاجش سمیر مطلق را
 بین ہا در مزاجش قدرت حق را بین ہا صادق بین بھی وال کو ذال کر لینا مقابل حاذق کے جائز ہو موافق
 اُس قاعدے کے جو ذال ذال میں فرق حروف دے کا رکھا ہے کہ ان کے بعد ذال آئے ذال ہو جاتا ہے حاذق
 نزدیک و دانا دہی بوڑھا جو خواب میں نظر آیا ہا کہتا ہے کہ وہ غیب مسافر جو آئے گا طبیب حاذق ہے اسکو سچا جان ہما را
 سچا مانت و اہر جسوقت وہ علاج کرے گا تو دیکھے گا اور کہے گا کہ علاج ہو یا جاو دہی اور جاو دہی بلا قید آور خود تمکو
 اُس کے مزاج میں قدرت حق نظر آئے گی کہ ملک مارنے میں کیسے کیا ہو جاتا ہے قولہ خفت بود آ خواب دید گاہ شہ
 کشتہ ملک کنیز گشاہ شد ہا چون رسیدن وعدہ گاہ دروز شد ہا آفتاب از شرق بخرسود شد ہا بود اندر رستہ بخرسود شد ہا

تاج بنید انجیم نمودند سر بہ خفستہ سے مراد غافل ملوک غلام سر نمودن کسی پسینہ کا سر دکھا دینا خفستہ آگاہ تملوک کنیزک شاہ متضاد و مراعات ایسے ہی گاہ روز آفتاب مشرق آخر سب باہم مناسب آخر سوزی جاتا رہتا ستاروں کا منظرہ منظر جنت اشتقاق و نیز منظر مناسب بشہ و سر یعنی بادشاہ خفستہ اور غافل تھا وہ خواب دیکھ کے آگاہ اور ہوشیار ہو گیا اور یا تو ملوک کشتہ اور غلام کنیزک کا تھا شاہ ہو گیا مطلب یہ کہ کنیزک کی بیماری میں آپ سے باہر تھا پھر آپ میں آگیا آخر جب دن وعدہ کا پہنچا اور آفتاب طلوع ہو کے آخر سوز ہوا جیسے کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے پادشاہ اپنے منظرہ میں منظر تھا کہ کل جبکہ سر اٹکو دکھا دیا ہر اسکو پورا پورا دیکھوں قولہ دید شخصے کالے پر مایہ ہا آفتابے در میان سایہ ہا میر سدا زور مانند ہلال ہا نیست بود و ہست بر شکل خیال ہا نیست و ش باشد خیال اندر جہان ہا تو جہانے برخیاے بین روان ہا برخیاں صلح شان و جنگ شان ہا برخیاں نام شان و رنگ شان ہا مایہ اصل و مادہ و معتد ار شرح میں میر سدا کی جگہ میر سدا لکھا ہر خیال گمان اور وہ صورت جو خواب میں دیکھیں یا بیداری میں تصور کی جاے اور وہ صورت جو آب و آئینہ میں نظر آتی ہو المعنی یعنی بادشاہ منظرہ میں منظر تو بیٹھا ہی تھا اسنے دیکھا کہ ایک شخص کامل مایہ دار یعنی ہر در و کا در مان گو یا سایہ میں آفتاب یعنی اندھیرے کا آجالا دور سے مثل ہلال کے چلا آتا ہر اور خیال کی طرح کبھی نیست ہوتا ہر کبھی ہست یعنی بوجہ بعد ووری یا لاغری و نزاری کے کبھی خیال میں جتنا ہر کبھی نہیں لہیسنہ وہ حال ہر جیسے ہلال دیکھنے کے وقت اکثر ہلال نظر کے سامنے جتے ملتے ہیں ایسے ہی وہ کبھی کبھی نظر میں ملتا کبھی پیدا ہوتا تھا اب بتقریب ذکر خیال کے مابعد کے شعرا کے بیان میں لکھے ہیں اور وہ یہ کہ جیسے اس کامل کا خیال بادشاہ کے سامنے نیست ہست ہوتا تھا ایسے ہی جملہ خیال جہان کے نیست و ش ہیں کبھی پیدا ہو گئے کبھی ٹٹکے اور انہی نیست و ش پر کارخانہ اسکا جاری ہو اگر صلح و محبت کے خیال پیدا ہو گئے صلح و محبت ہو گئی اور جو جنگ و خصومت کے ہوے جنگ و خصومت ہوئی ایسے ہی نام و رنگ کا حال ہر شارح فارسی بے فنا و بقا کے قلم نہیں اٹھائے آفتاب و سایہ اور ہلال برعایت یکدگر اور شکل و خیال کی مناسبت سے نیست و ہست صلح و جنگ و نام و رنگ باہم متضاد قولہ آن خیالاتے کہ دام اولیاست ہا عکس مہر و یان بستان خداست ہا آن خیالاتے را کہ شدہ در خواب دیدہ ہا در حق همان رہی آمد پدید ہا فرماتے ہیں کہ جہان کا کارخانہ تو خیالات نیست و ش پر ہواں ہر اور جاری اور جو خیالات کہ دام اولیا کے ہیں جن میں یہ کھینچے ہوئے ہیں وہ عکس مہر و یان بستان خدا کے ہیں کہ اقسام و اردات و تجلیات الوداعی سے ہیں جن کی طرح آئینہ دل اہل اللہ میں مرنی ہوتے ہیں اور بہت و پائیدہ چنانچہ حضرت پادشاہ نے اپنے جہان کو دیکھا وہی خیالات جو خواب میں دیکھے تھے ہوئے ہوئے اسکی صورت سے ظاہر ہو پدید ہوتے تھے شرح کمال علیہم السلام میں جو اے ہر گون اور قول و کلمات انکے بہت سے لکھے ہیں یہ کیا سن پایا ہو کہ یہ فتویٰ تصوف میں ہر لہذا ہے کہ پیدا ہوا مشورا زور و پندارم تو فی ہا کمال ہر قولہ نوری ظاہر بود اندر دہے ہا نیک میں با نئی اگر اہل دلی ہا اولیٰ حق جو پیدا شدہ زور و پندار با نئی ہی میر غایت نور ہا

شہ بجائے حاجبان در پیش رفت نہ پیش آن همان غیب خویش رفت نہ نیک بین باشی یعنی بخوبی اس نور حق کو دیکھ لے گا مگر جبکہ تو اہل دل سے ہو حاجب و ربان و پردہ دار یعنی بظرف عظیم مہمان خود و حاجب بنا قہمان غیب بدین وجہ کہ بشارت اس کے آمد کی غیب سے پائی تھی قولہ ضیف غیبہ راجہ استقبال کر دہ چون فکر گوئی کہ پڑوست اولورد ہا ہر دو بحر آشنا آموختہ ہا ہر دو جان بے دوختن بردوختہ ہا آن یکے چون تشنہ دان و دیگر چو آب نہ آن یکے محمور دان و دیگر شراب نہ یعنی پادشاہ بعد استقبال اس سے ایسا ملگیا جیسے شکر گلاب سے اور شکر گلاب ہل کے گلقد ہوتا ہے جو نفع خفقان ہے اور یہ بیان موافقہ کا ہے چہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں مہمان و میزبان و دور یا مہمنی کے تھے اور دونوں آشنا آموختہ پس ایک دوسرے کے باطن کو پہر گئے اور دونوں ایک جان کہ بے سئے سئے ہوئے اور بدون گانٹھے گٹھے ہوئے تھے لیکن ان میں دینا فرق تھا کہ ایک پیاسا تھا دوسرا پچو آب میر دریا کر بنے والا یا ایک محمور دوسرا شراب خمار کھونے والا نشان خمار سی ایسے فنا فی اللہ بقا باللہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اصل معنی شعر کی کچھ پروا نہیں قولہ اے مرا تو مصطفیٰ امن چہ عسر و اذہر براے خدمت بندم مگر با عمار حضرت عمرؓ کہ بستان مستعد ہونا یہ قول پادشاہ کا ہے کمالت موافقہ کہتا ہے کہ اے فلاں تو میرے حق میں ایسا ہے جیسے عمر کے حق میں مصطفیٰ ہے بس تو مثل مصطفیٰ کے ہے اور میں مثل عمر کے اب میں تیری خدمت کو مستعد ہوں اور آمادہ اور توجہ تشبیہ مصطفیٰ و عمر کی یہ کہ مصطفیٰ نے عمر کے حق میں دعا اسلام کی کی تھی جس سے عمر مسلمان ہوئے تھے ایسے ہی اس پادشاہ کے لیے یہ دعا کو آیا ہے حضرت بحر العلوم نے لکھا ہے ظاہر ہے کہ پادشاہ نے کہا ہو کہ تو متبوع میرا ہے اور میں فرمانبردار تیرا اور میرے حکم کا مجھ سے و متثل اور مولانا نے منتظر اطاعت و فرمانبرداری عمر کے جو آنحضرت کی خدمت میں رکھتے تھے پادشاہ کی تعبیر عمر سے کی ہے اور بعد ازاں مقامات تحریر تصوف یہ غلط لکھا ہے کہ قطب ہو میں تیرا دستور یا راستہ غضب ہو ایسے مرجع الانام اپنا کلام جانے کو خلاف منشاء مصعب کے تمہید باندھیں کہ پادشاہ نے کہا ہو گا کہ تو متبوع ہو میں تابع اور جو کچھ خلاصہ معنی میں لکھا ہے وہ لکھا خوب وجہ عمر ہونے پادشاہ کی تحسیر کی ہے قابل غور ہے اور میرے معنی کو بھی منتظر انصاف و عدل شعر دے نا مذ کہ دیگر شکست بردار و خدا کند کہ زمین عشق دست بردار و

توفیق ادب کی خدا تعالیٰ سے مانگنا اور بیان برائی بے ہونی کا

قولہ از خدا خواہم توفیق ادب ہے ادب محروم ماند از لطفت رب ہے ادب منہا خود را داشت بعد بلکہ آتش در جہد ز فاق دوزخ توفیق مدد کرنا کسی کی کسی کام میں ادب لغزش حدیث کی نئے رہنا آتش دوزخ آگ مانگنا ہو کہ انور تھے ہیں کہ ہر وقت ہماری دعا و تمنّا خدا تعالیٰ سے یہی ہے کہ ہو توفیق ادب کی دے انہو سستے کہ بے ادب ہو کہ بے ادب ہے محروم رہتا ہے اور اگر فقہاری ہو کہ وہی محروم رہے تو رہے بلا سے تو یہ تمہیں بلکہ اسکی بے ادبی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب محل حسد کی گیسوں کے پیچھے گھن ہیں جانتے ہیں کہ

حیران ہوں کہ مولانا تو ہر بات کو خود بیان کرتے ہیں پھر انکو اپنی طرف سے بلا طول تقریر کیے قرار نہیں پڑتا کیا وہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اہم مقصود جو بیان معنی نفس شعرا کی فوت ہوتا کہ قولہ مائدہ از آسمان در میر سید ہے بے شر او بیج ہے گفت و شنید ہے در میان قوم موسے چند کس ہے بی ادب گفتگو کو سیر و حدس ہے منقطع شد خوان و نان از آسمان ہے مانند بیج نزع و بیل و آسمان ہے مائدہ خوان پر طعام نثار و بیج دو لون کے معنی خرید و فروخت کے ہیں سیر لسن قدس مسور تر زرع بالفتح کھیتی تیل بیا ہے بھول ہندی بچا و ٹوہ واس در اتنی مان مرخم مانند بس متلوب ہے مانند داس و کھو اسی ہے ادب کی دنا لک کا یہ بیان کیا یا نہیں پھر فضول کی کیا حاجت ساری کتاب میں حدیث تفسیر وغیرہ کی ایک کتاب میں بلا ضرورت بھروسے سے کیا نتیجہ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ اچھا خاصہ بے کلفت پکا پکا کھانا آتا تھا بے خرید و فروخت نہ کسی سے کھانا نہ سنا اور وہ من و سلوی تھا جیسا کہ قرآن میں ہے وانزلنا علیکم المن والسلوی کہ یہ بھی طعام ہی تھا آخر حصن سرت موسیٰ کی قوم سے چند شخص بے ادب کہ اٹھے کہ ہم سے یہ ایک کھانا نہیں کھایا جاتا اور اسن مسور وغیرہ کی درخواست کی اور کہا من بقلبا و قنا و قنا و قوما و عدما و لصلبا پس اس بے ادبی سے خوان و نان کا آنا آسمان سے موقوف ہو گیا اور یہ کھچر کھیتی اور بچا و ٹوہ ہنسبہ کا سر پر پڑا قولہ باز عیسے چون شفاعت کر دتی ہے خوان فرستاد و شمیم بر طبق ہے مائدہ از آسمان شد عائدہ ہے چونکہ گفت انزل علیہا مائدہ ہے باز گستاخان ادب بگذاشتند ہے چون گدایان ز کہا بدو شتمند ہے کرو عیسیٰ لا بایشان را کہ این ہوا لم ست و کم نکرد از زمین ہے بدگمانی کروں و حرص آوری ہے کہ کفر با شد نزد خوان ہستی ہے زبان گدا رویان ناویدہ ز آزد ہے آن در رحمت برایشان شد فراز ہے نان و خوان از آسمان شد منقطع ہے بعد اذان زبان خوان نشد کس منتفع ہے انقض او پر کی کیفیت موسے علیہ السلام کے وقت کی تھی بعد حضرت موسے کے حضرت عیسیٰ نے حسب درخواست حواریوں کے سفارش کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے مفت کا طوان پر طبق ان کو بھیجا جس میں روٹیاں اور گوشت و شکمبہ بیان اور مچلی شہد سر کہ نمکس پرچ لپسا ہوا ایک ابر کے لوزی ٹنگے میں رکھا ہوا اور ایک ٹنگے سے چھپا ہوا لے لگا تو وہی خوان ان پر عائد ہوا اور لوٹا جب حضرت عیسے نے کہا رہتا انول علیہا مائدہ لینے اچھا ہمارے پروردگار ہر پر خوان نازل کر پھر گستاخان بے ادبوں نے ادب چھوڑا اور فقروں کی طرح دوسرے وقت کے لیے رکھنے لگے اور اسکی ممانعت تھی جب انھوں نے رکھنا شروع کیا حضرت عیسیٰ نے لاپہ کیا یعنی غر و خوشامد کہ ایسا مت کرو یہ خوان ہمیشہ ہمیں زمین سے کم نہوگا یہ خوان لٹا ہے اکی ہو اس پر بدگمانی بند ہونے کی کرنا اور جریں بنتا کفر ہے کوئی کسی سردار کے خوان پر بھی ایسی بدگمانی نہیں کرتا نہ کہ خوان خوان لٹا ہے اکی ہوا حکم ہے کہ انہیں گناہ و نیکو کی حرص سے وہ دروازہ رحمت کا جو ان پر کھلا تھا بند ہو گیا اور وہ روٹی و خوان آنا آسمان سے ایسا قطع ہو گیا کہ پھر کوئی اس سے عائدہ نہ نہوا قولہ ابرنا بد از بے منع ز کوۃ ہے و زنا شد و با مائدہ جات ہے ہر چہ ہر چہ ہر چہ از غلامت ہم نام آں ز بیابانی گستاخت ہم ہے ہر کہ گستاخی کند براہ و دوست ہے رہن حروان شد و ہر کو گستاخت

فتح باز رکھنا زکوٰۃ معروف گو بود مجهول کا و مولانا فرمانے ہیں و کھو زکوٰۃ ندینا یا زنا کرنا کسی گستاخی دے اپنی ہر حالانکہ سبھی زانی اور صاحب نصاب نہیں ہوتے بلکہ شہر کجترین و قدرے قلیل مگر جب زکوٰۃ نہ دینے کے وبال سے قحط پڑتا ہو تو انہیں قدر قلیل کی بدولت تمام شہر واسے آفت جوع میں گرفتار ہو جاتے ہیں ایسے ہی زنا کے عذاب سے و بامیں آنحاصل جو کچھ تجھ پر نعم کے اندھیرا ہوں سے آوے وہ تیری ہی بیباکی اور گستاخی سے ہو کہ جس جو کوئی گستاخی راہ دوست میں کرے لیکن جو راہ دوست کی نکالی ہوئی ہو اس کے خلاف چلے وہ راہ مار مردوں کا ہو کہ اسکی دیکھا دیکھی اور بد راہ ہو جاتے ہیں اور وہ نامرد بیل ہو کہ اچھے بڑے کو نہیں پہچانتا شرح فارسی میں بجائے گو کے اوکھا ہو قولہ از ادب پر نور کشتہ است این فلک و از ادب معصوم و پاک آمد ملک و بد ز گستاخی کسوف آفتاب و شد عواذیل و جبرأت رو بآب و ہر کہ گستاخی کند اندر طریق و گرد و اندر در طہ حیرت خوئی و حال شاہ و میمان ہر کو تمام و زنا کہ پائیانی مدار دین کلام پہلا شہر صفت ادب میں ہو فرماتے ہیں ادب جو حد شہر کی نگاہ رکھتا ہو ایسی چہر ہو کہ اسی کی برکت سے فلک روشن ہو رہا ہو لیکن جیسا حکم گردش کا مالک نے دیا ہو ہمیشہ اسی گردش پر چلا جاتا ہو سب موقوف نہیں کرتا اسی بدولت پر نور ہو چنانچہ دن کو آفتاب سے رات کو ستاروں اور ماہتاب سے اور اسی ادب کی بدولت فرشتے معصوم و پاک ہوے کہ جو فرمان مالک کا انکو ہو اسکی بجاء وری میں کیسے مصروف و مشغول ہیں کہ بدون مرضی پلک نہیں ہلاتے اور گستاخی کہ شہر دے اپنی کو کہتے ہیں ایسی بری شہر ہو کہ اس سے آفتاب بیسی روشن چیز سیاہ و تاریک ہوئی جیسا کہ بعد قتل حضرت امام حسین علیہ السلام کے بسبب شہر قاتلون کے تین دن کسوف رہا اور اسی گستاخی کی وجہ سے عواذیل بحر لعنت میں ڈوب گیا کہ بعد حکم مسجد حضرت آدم کے اسنے دلیرانہ کہا انا غیر منہ خلقی من نار و خلقہ من طین لیکن میں آدم سے بہتر ہوں ملک تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے اور حکم حاکم کا مانا پس جو کوئی طریق خدا اور اسکی راہ نکالی ہوئی میں گستاخی کر رہا ہو ہمیشہ در طہ حیرت میں ڈوب رہتا ہو اب اگر ہر طرف قصہ کینز کے چنانچہ فرمایا کہ اس کلام کی جو ہم کہہ رہے ہیں کچھ حد و انتہا نہیں شاہ اور اس کے حمان کا حال کنا چاہیے اختلاف شرح فارسی میں و ادوی حیرت بجائے در طہ حیرت کے لکھا ہو غرق کی نسبت تو وادی سے نہیں ہو سکتی مگر در طہ سے

اطلاعات بادشاہ باطلیب آگہی کہ جسکے آنے کی خواب میں بشارت پائی تھی

قولہ شہر چو پیش میمان خوئی رقت و شاہ بود و لیک بس درویش رقت و دست بکشا و کنار آتش گرفت و ہرچہ عشق اندر دل و جانفش گرفت و دست و پیشانی پوشیدن گرفت و از مقام و راہ پر سیدن گرفت و پرسان پرسان می کشیدن تا بصدر و گفت گنجے یا فتم اما بصبر و صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت و میدہ مشینین و نہر نفوت و در سیرت مصرع کے معنی اگر یہ شاہ تھا لیکن حمان کے پاس نہایت ہی نفیر بن کے گیا لیکن طہ غر و انشا ہے کہ حمان میں بہت خون زندہ مثل جباران کے دو تہر مصرع کناران و آئے شعر کا کیسا اسطہ ہو

اور کسی تشبیہ عشق کے ساتھ ہر فتنہ حق صدر سند یعنی راہ وغیرہ سے بوجھتا جاتا تھا اور مسند کی طرف ایسے جاتا تھا اور خوش
خوش کتا تھا کہ میں نے صبر سے آخر خزانہ پایا سچ کہا ہے کہ صبر اگر چہ تلخ چیز ہے مگر آخر کو میوہ شیرین پر منفعت دیتا ہے تو کہہ گفست
اور توحی دفع حرج ہا معنی الصبر فتح الفرج ہا یعنی تقا سے تو جواب ہر سوال ہے مشکل از تو حل شدہ ہے قبل وقال ہا ترجمانی
ہر چہ مارا در دست ہا دستگیری ہر کہ پائش دو گشت ہا المعنی حرج بفتحین تنگی یعنی فرج کشائش و آسائش تقا کبسر صورت
قیل وقال گفتگو ترجمان وہ کہ دو آدمیوں ہا ہم مختلف اللسان کو ایک دوسرے کی بات سمجھانے یا در گل کچھ طر کا اندھا میر سب
مقولات بادشاہ کے ہیں معان کے ساتھ کہ اہم حق کے نور افشنگی یعنی کے اور معنی محرم حدیث مذکور کے یعنی صبر کبھی
کشتو کی ہے اور اہم میرے معان تیری صورت جواب ہر سوال کی ہے یعنی سوال کی نوبت معین پہنچتی صورت دیکھتے ہی آرزو
پوری ہو جاتی ہے اور مشکل تجھ سے بعد کھسنے حل ہوتی ہے یا کسی کو کلام ہوے حل مشکلات ہونے میں سو ہمیں ہے جو بات
ہمارے دل میں آتی ہے تو اسکا بیان کر دینے والا ہے بدون کہے اور جو کوئی سچ دالم میں اندھا ہو اسکا تومہ دگار و دستگیری
الخلافت شمر فارسی میں ترجمان دو سنگیر بدن یا باضافت لکھا ہے بھلا اصناف کیسی حضرت شارح نے بھی توبہ نہ منہ مائی
قولہ مرعبا یا مجتبا یا مخر لٹھے ہا ابن ثعلب جاء القضاء ضائق القضاء ہا انت مؤن القوم من لای شتہ ہا قدر وے
گلائین لم یشتہ ہا یا و شاہ کتا ہے مرحبا کیا ہی خوب تو آیا اہم چیدہ برگزیدہ اگر نہ آتا تو میری قضا آج کی تھی اور فضا یعنی صحن
زمین و آسمان کا تنگ ہو جانے میں کچھ باقی نہیں رہا تھا تو سردار قوم کا ہے اور جو بد بخت کہ تیرا سردار ہونا نہ چاہے بیشک
مردود ہر حقا کہ اگر وہ باز نہ آئے گا تو مصداق لقیہ آیت کا ہو گا جو لیسفعا بالناصیۃ ناصیۃ یعنی اسکی پیشانی کے بال پکڑ کے
کھینچتے دوزخ میں لے جائینگے

ایمان بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار یاس

قولہ چون گذشت آن مجلس بخوان کرم ہا دست او گرفت و بردا ندر حرم ہا قصہ رنجور و رنجورے بخواند ہا بعد از ان در پیش
رنجور ش مظاہدہ رنگ رو نبض و قاورہ بید ہا ہم علامتش ہم اسبابش شنید ہا گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اندہ آنہا رت
نیست ویران کردہ اندہ بخبر بودند از حال درون ہا استعید اللہ ما یفرون ہا مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجلس اور
خوان کرم جس سے خواہد لطف و کرم ہی مراد ہو یا آب و طعام ہو چکا تو بادشاہ معان کا ہاتھ پکڑ کے گھر میں لیگیا جس کو حرم کہا
ہے کہ مجھے سراسر ایک فاعل کے ہے جو تو حقہ رنجور و رنجوری کا کہ فلان سبب سے یہ مرض پیدا ہوا بیان کیا من بعد میں نے
سائنے اسکو تجاہد یا طبیب غیبی نے سائنے و علاجہ رنگ و قاورہ نبض و قاورہ کا کیا اور اسباب و علامات مرض کے دریافت
کیے تہا ب علامات ایک کتاب بھی ہے جس میں سبب و علامتیں جملہ امراض کی گئی ہیں تعبد ہا اور سی جملہ مراتب کے
کہا کہ اسکو طبیبین نے جو دروا کی کی ہے وہ یا دوی ہیں کی نہیں ہے بلکہ دیرانی ہیں کی کہ دروا کی کے حال درون
سے محض بخبر رہے کہ میں نے نہیں جانا کہ یہ مرض کیا ہے میں نے نہایت دیر تک اسکو نہ دیکھا تھا

کہ جو وہ سمجھے اور جاناد راصل نہیں ہر قولہ دیدار رخ و کشت شد بر مے نہفت ہ یک پہنان کرد و با سلطان گفت ہ
 بخش از سودا و از صفت نمود با بوسے ہر ہیزیم پدید آید ز رو و دیا زار زارش کو زار و دست ہ چل تو شست و او گرفتار دست ہ
 عاشقی پیدا است از زاری دل ہ نیست بیماری جو بیماری دل ہ علت عاشق ز علتہا جدا است ہ عشق اصطراب سرخداست ہ
 المعنی ہیزیم مخفف ہیزوم بلغت گردستانی بمعنی نعمت اصطراب بالکسر و ضم طائر ازوے آفتاب ہندی طبری جس سے
 ارتفاع و انحطاط سیارہ کا معلوم کرتے ہیں اور طبری ساعت کا حساب کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس طبیب غیبی پر
 اسکے مدخل دیکھتے ہی اصلی حال کھل گیا کہ اسکوٹخ و بیماری نہیں ہر لیکن اصل مرض کو بادشاہ سے نہیں کہا چھپایا کہ وہ مرض صغیر
 سودا سے نہ تھا ایسے کہ ہر شے کے اپنے اپنے نشان ہیں جیسے ہر نعمت کی بواہر کی بجائے سے معلوم ہوتی ہر پس اسکی آہ و زاری
 دیکھ کر جان لیا کہ یہ بیمار دل کی ہر جمانی کوئی مرض نہیں جسم اچھا خاصہ ہر اس کے عشق کو خود زاری دل کی جباری ہر ایسے
 کہ کوئی بیماری مقابل بیماری دل کے نہیں ہر عاشق کی علت و آزار ساری علتوں سے جدا و نرالی ہیں عشق اصطراب اصطراب
 خدا کی ہر چنانچہ اور علتین تو سودا و صغیر اور مرض و آزار کو بتاتی ہیں اور یہ علت عشق کی راز و اسرار خدا کو جانتی ہر اور عشق
 ایک آہ ہر اسرار خدا کا اور مرض سبب ہر اہلاک و فنا کا الخلاف شرح فارسی میں بجائے ہیزیم بمعنی نعمت کے ہیزیم لکھا ہر
 نہ معلوم معنی کیا رکھے لکھے ہیں نہیں اور ظاہر کہ بوسے ہر ہیزیم کی لکڑی سے کب معلوم ہوتی ہر ہر ہر کہان پہچانی جاتی ہر یہ کلیہ
 نہیں ہر سکتا البتہ نعمت کی بوجھ سے پہچانی جاتی ہر قولہ عاشقی گرزین سر و گرزین سرست ہ عاقبت مار ابدان
 سر ہر سرست ہ ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان ہ چون عشق ایم تحمل باغم اذان ہ اگرچہ تفسیر زبان رشنگرست ہ
 لیک عشق بے زبان روشن ترست ہ چون قلم اندر نوشتن میثافت ہ چون عشق آمد قلم بر خود شکافت ہ تینے
 عاشقی چاہے اس سر سے ہو کہ وہ عشق مجازی ہو چاہے اس سر سے کہ وہ عشق حقیقی ہو انجام کاریہ مجازی بھی ہم کو اسی سر
 لینے حقیقی کی طرف را ہر ہوتی ہر اور یہ عشق عجب ایک ذات مستغنی الصفات ہر کہ چاہے جتنی شرح اور بسط اسکی کی جاتی ہو
 کہ اس میں پڑیں اور داخل ہو میں لینے عاشق ہوں تو اپنے کے ہوے سے شرمندہ ہی ہوں کہ ہم نے کیا کیا اور
 یہ کیا چیز ہوئے مطلق نہیں جانا پس فرماتے ہیں کہ اگرچہ تفسیر زبان کی طبری روشن کر کسی ہی اطمینان لگائی بات ہو سب کو
 روشن و ظاہر کر دے گا ہر کچھ ہر ہر ہر نہیں رہتا لیکن عشق ایسی شے ہر کہ با وصف بے زبانی کے زبان سے روشن تر ہر کہ زبان
 سے کچھ کہتا نہیں اور کیسا عاشق و بر ملا طشت از بام ہوتا ہر ایسے ہی قلم بھی اپنی شریں میں ہر اوان ہر اوان ہر اور
 بڑے بڑے نکات و غوامض اس سے عیان اور ظاہر ہوتے ہیں مگر جب عشق کے بیان پر آئے تو یہ بھی
 رنگے اور شق ہو گئے کچھ بیان نہیں کر سکے غرض یہ عشق ایسی چیز کہ تقریر و تحریر زبان و قلم و ذوق و ذوق نہیں
 سنا تا کہ شریں و بیان کا محتاج الخلاف شارح فارسی کے معنی صاف صاف سمجھ میں نہیں آتے شاید
 گفتار معلوم ہے کہ ہر ہر صفا کی معنی کی صفا کی سمجھ میں نہ پڑی ہو جو کچھ سے لکھا گیا ہے

نہیں چھوڑے گا قولہ چون سخن در وصف ایجات رسید ہم قلم شکست دیم ہم کا غزدرید ہم عقل و کلام حش جو نرود
گل بخت ہم شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت ہم المعنی دوسرے شعر میں ہم تخصیص کا یہ نہ عطف کا لینے مثل قلم کے
جب سخن اس حالت یعنی عشق کے وصف میں پہونچا اور سخن نے وصف اختیار کیا تو اسکا بھی قلم ٹوٹ گیا اور کاغذ پھٹ گیا
لینے سامان بگڑ گیا اور عقل کا تو مس کے سامنے یہ حال جیسے گدھا کچرا کا اندھا پس ہر گاہ زبان اور قلم اور سخن اور عقل
چاروں عشق کے شرح و بیان میں عاجز ہوئے تو مجبور عشق و عاشقی کی شرح و بیان خود عشق ہی نے لکھی الخلاف
شارح فارسی کے بڑے نصیب تاج ہیں مین تو یہی اچھا جاننا ہوں کہ معنی ملوث اور موافق الفاظ شعر کے ہوں نہ یہ کہ الفاظ شعر کے
معنی کا پتہ ہی نہ لگے قولہ آفتاب آمد دلیل آفتاب ہم گردلیلت باید از دوسرے رومتاب ہم از دوسرے سایہ نقائے سید ہم
شمس ہر دم نور جانے می دہ ہم المعنی فرماتے ہیں کہ عشق و عاشقی کی شرح تو محال ہے اسکو تو خود عشق ہی بیان
کرے لیکن تمثیل اور نظیر ہم بیان کرتے ہیں کہ ایک آفتاب تو یہی ظاہری حسن چارم والا ہے اور ایک آفتاب عشق کا
ہر جبکہ مقام عرض دل مومن کا ہے اور یہ آفتاب کچھ اُس آفتاب کا دلیل و رہنما ہے کہ جو کیفیت حد و حرارت اور نور و فروغ
مین اسکے ہو وہی اُسکے ہو پس اگر تجھ کو کوئی راہنما آفتاب عشق کا پاس ہے تو اسی کی طرف رجوع کر یہ تیری اُس تک پہونچتی رہنائی کریگا
چنانچہ کامین کو اسکے تصور وغیرہ سے بھی بہت فیض و فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اُس سے اگرچہ تجھ کو سایہ ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ شب ہے مگر شمس کہ وہ عشق ہے ہر دم نازہ نور جان کا بشتا ہے اُس مین سایہ و تاریکی مطلق نہیں ہے الخلاف یہ سمجھتے تو
مین نے اپنی سمجھ کے موافق لکھے اب آگے شارحین کی بڑی بڑی باتیں ہیں مولانا رحمان نے بجائے شمس کے عشق کچھا
آخر شمس سے بھی تو عشق ہی مراد ہے اور غیر موزون بھی نہ تھا لیکن شعر آمیزہ مین جو لفظ شمس کا ہے اُس کا مغائر ہو جاتا ہے
قولہ سایہ خواب آر در ترا بچو سج سرہ چون بر آید شمس انشق القمر ہم خود غیب در جهان چون شمس نیست ہم شمس
جان باقی ست کو را امن نیست ہم شمس در خارج اگرچہ ست فرد ہم مثل او ہم میتوان تصویر کرد ہم ایک آن شمسی کہ شمش
شد شیر ہم بودش و روزہن و در خارج نظیر ہم در تصورات اور مست گو ہم تا دور آید در صورت مثل او ہم شمس تیزی کہ نور
مطلق است ہم آفتاب ست و زواجر حق ست ہم المعنی انشق القمر ہم شمس شمس تعبیر خواب کی سحر سے باعتبار شدت خواب کے
ہم جیسا کہ کہا ہے خواب در وقت سحر گاہ گر ان میگردد ہم اور مناسب سایہ اور خواب اور شمس و قمر کے غریب مسافر و ناوار
آئیں روز گذشتہ فرو تنہا دیگا نہ تصویر صورت کرنا اقیر عالی و بلند اور فلک و کرہ نار کہ سب عناصر مین پہونچے شمس تبریز نام
ولی اللہ کا ہے بتائیں شعور بالا کے فرماتے ہیں کہ اس آفتاب سے جو سایہ لگا ہوا ہے خواب آور اور غفلت انگیز ہے مثل سحر کے
کہ اسوقت نیند شدت ہوتی ہے مگر شمس عشق ایسا جاہ و جلالت والا ہے کہ بحر طلوع اسکے قرع عشق و معدوم ہو جاتا ہے جو دراصل
بارہ خواب کا ہے جیسا کہ مولانا نظامی نے فرمایا ہے رخ بہم داؤگوارہ خواب رہد لب فراموشی مین کہ خیال کرد دنیا مین جیسا کہ
شمس نے ایسی کوئی چیز عجیب و غریب نہیں بظاہر اپنے نور و ظہور مین بھی اور سیاہی مین بعض فوائد مخلوقاست مین بھی

خلوت چاہنا عجیب کا بادشاہ سے واسطے دریافت مرض کنیزک کے

قولہ چون حکیم از این سخن آگاہ شد بہ و زور و ن ہمدان شاہ شد بہ گفت اگر شہر خلوتے کن خانہ را بہ دور کن ہم پیش
 و ہم بیگانہ را بہ کس ندارد و گوش در و ہلیز ہا بہ تا بہر سہم از کینک چیز ہا بہ یعنی حکیم جب اس بات سے خبردار ہوا کہ
 مرض نہیں ہی تہ اسکے ورون کا بادشاہ سے ذکر کیا تو کھے مصرع میں خویش کا لفظ کیسا طبعیت ہو کہ ذات بادشاہ
 اور یگانوں کو بھی شامل ہی قولہ خانہ خالی کرو شاہ و شد برون بہ تا بہر سہم از کینک افسون بہ کہ کس نے تجھ افسون
 کیا ہو بہ خانہ خالی کر دو یک یاد نہ بہ خبر طبیب و خبر جان بیمار نہ بہ و تیار بانج و تشدید یا مروان خانہ بہ نرم نرمک گفت
 شہر تو کجاست بہ کہ علاج اہل ہر شہر ہے جداست بہ و لدان شہر از قرابت کیستت بہ خویشی و پیوستگی با حیستت بہ بہت
 بنو قبیلہ نہا سو یک چاہ بہ یا ز می پرسید از جو ر فلک بہ یعنی گردش آسمانی سے تجھ کیا کیا مصیبتیں پڑیں قولہ چون
 کسے را خاور پاش خلد بہ پاسے نور را بہر سر خانہ زند بہ و ز سر سوزن ہمجو یہ سرش بہ و ر تباہی کند باب ترشش بہ
 خاور و پاشد جنین و مشوہ رباب بہ خاور و دل چون بود و ازہ جواب بہ خاور و دل گر بیدی ہر خے بہ کے خانہ را
 و صفت بڑی جس کے ہا خانہ میں غنائک زادہ بن و احوال زادہ ہی وہ امر المعنی معنی سب کے یہ کہ ہر کسی کے ہا خون
 میں بہا بہت ہو تو کہتا ہوں کہ زور و ن ہمدان کے سہر سے اس کے سر کو دھو دھو دھو اور زمین بہ تا جو
 صحت ہو کہ زمین کے خالی ہا بہر بہت ہیں کروہ میں طبع کی وقت کو کہ وہاں تاول ہوا وہاں نہ

جیسا خون خالص صیاد نے نکالا کچھ کتا تھا کہ وہ رو بہ صحرائیں میں ہی ہوں کہ تاک لگات لگا کر بوسستین کی خاطر میرا سر کاٹا ہو پھر کتا تھا کہ وہ پل جسکو پلیمان نے ہڈی دانت کیلئے زخمی کیا کہ جس سے خاص مقصود اسکا مار ڈالنا ہوتا ہو میں ہی ہوں یہ مثالیں اپنی کو کینز اور بادشاہ کی نسبت کی ہیں اور جس نے کہ مجھ کو مسیرے غمیر کے واسطے مارا ہو کیا نہیں جاننا کہ خون میرا چین سے نہیں سو رہے گا ضرور اپنا رنگ دکھائے گا آج مجھ پر ہر گل اس پر ہو مجھ جیسے بیگناہ کا خون ضائع کب ہو گا دیکھو دیوار اگرچہ ہنگام طلوع آفتاب کے سایہ دراز ڈالتی ہو لیکن آپ سے بہت دور جیسا کہ صبح کو سایہ لمبا ہوتا ہو لیکن وہی سایہ لوٹ کر دیوار کے پاس آتا ہو حاصل یہ کہ اپنا کیا ہوا کیسا ہی دور دو پھینکو لوٹ کے اپنے ہی گلے کا پھندا ہوتا ہو پھر اسی پر نظیر ہو کہ یہ جہان ایسا ہو جیسے کوہ اور فعل ہمارے ایسے جیسے ندائیں وہ ند اہاری ہوا کی طرح ضرور ہماری طرف کو لوٹے گی جیسا کہ کہا ہو کر دنیٰ خویش آمدنی پیش آنحضرت یہ سب باتیں زرگر کے زیر خاک گیا یعنی مراد چھو کر کی جو رنج و درد تھا وہ اس سے پاک و صاف ہو گئی مطلق پروا اسکی اسکو نہ رہی نہ وہ عشق رہا نہ محبت شام نے اس شعر میں کجیاں کر جگ سب کچھ ڈالے ہیں مگر سب کجیاں سود و کمیت پہلے ہی ہو چکا تھا اس سبب سے محروم رہا قولہ زان کہ عشق مردگان پائند نیست ہ زان کہ مردہ سوئے نا آئند نیست ہ عشق زندہ اور روان و در بصر نہ ہر دے باشد ز غنیمت تازہ تر ہا عشق آن زندہ گزین کو باقیست ہ و ز شراب جانفزایت ساقیست ہا المعنی یعنی وہ کینز جو درد عشق زرگر سے پاک ہو گئی یہ وہی کہ مردے کا عشق ہمیشہ نہیں ایسے کہ وہ ہمارے پاس پھر نہیں آتا جو بار بار اسکو دیکھتے ہیں اور عشق تازہ ہوتا رہے جہاں وہ مرا بچندے وہ عشق بھی مر گیا اور جان لیا کہ اب اسکا کمال حال ابستہ زندہ کا عشق ہر دم چشم و جان میں غنیمت کی طرح تازہ ہوتا رہتا ہو بلکہ غنیمت سے زیادہ تر تشبیہ غنیمت سے بدین وجہ کہ غنیمت میں لستگی ہو اور عشق میں بھی پوشیدگی غنیمت کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہو کہ آج کچھ ہر گل کچھ ہو ہر وقت ترقی میں ہو ایسے ہی یہ عشق زندہ کہ کہ دمہ دم بڑھتا ہو جب مستحق کو دیکھتا ہو اور یہ کیفیت ہو جاتی ہو آب فرماتے ہیں کہ جب عشق اس زندہ لینے انسان کا انسان پر ایسا ہر دم غنیمت سان تازہ تر ہوتا ہو تو تو اس زندہ کا عشق کیون نہ آخستہ بار کر جو ہمیشہ اور باقی ہو اور کچھ شراب جانفزا پلانے والا جس سے تیری جان بھی دائم و قائم رہے اور نیز طاعت عشق کا بھی پائندہ ہو اور وہ جو زندہ ہو گو زندہ لیکن آخر مردہ اور وہ جسکی صفت ہو موی لایموت اختلاف شام آمد و سنے پہلے ہی شعر میں وہ بات شروع کر دی جو تیسرے شعر میں چاہیے تھی لینے ابھی سے کہ چلے کہ عشق کے واسطے ذہن ترقی کی لائق ہو اور اسی میل کی اور باتیں شام شام جو الفاظ شعر سے خارج و زیادہ ہیں یہ شعر تو علت ہو اس کینز کے عشق جانتے رہنے کی اور صریح و دونوں مصرعون میں نظر نہ اندک موجود جو دلیل علت کی ہو اور دوسرے شعر میں نہ صرف احوال ہی سے لیکر اس میں خوب باتیں بتائی ہیں تعجب ہو اعیان داغی و طاری ہو جانے

کیا ہر چھپا شاعر متغیر ہے جو مجھے مصرع پر کہ خدا تعالیٰ سے امر و اہام کیوں ہوا سپر نفیر اس طرک کی لکھی استہلال
 اور یہ دوسری دلیل ہے کہ وہ شخص کہ کسی کو جان بخشے اور وہی اسکو مارے تو کیا روا نہیں ہے اسی کی دی ہوئی توحی
 اور جبکہ ہاتھ سے یہ قتل و خون ہو وہ اسکا نائب ہو اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہر اختلاف سبب راجع اردو و فارسی دونوں
 نے ان اشعار میں بہت کچھ لکھا ہے مگر محلو بکری منظور نہیں ہے میر سے نزدیک سبب بکار آمد اینست کا یہ بکار ہر قولہ
 ہرچہ اسماعیل پیش سر بندہ شاد و خندان پیش تیغش جان بدہ تا با ماند جانان خندان تا بدہ ہرچہ جان پاک احمد با احدی
 عاشقان جان فرح انگہ کشند کہ بدست خویش خوبان شان کشند ہر المعنی تیغ و خنجر و چھری و تلوار احمد محمود کی
 تفصیل واسطے مفعول کے بھی ہوتی ہے جیسے اشغل من ذات الغنیمین اخیر شعر کے پہلے مصرع میں کشند بفتح کاف
 ہے دوسرے میں بصنم کاف یعنی ہر گاہ کہ جان اسکی بخشی ہوئی ہے اگر وہ پسنا چاہے تو جگو لازم ہے کہ حضرت
 اسمعیل کی طرح سلمے اس کے سر جھکا دے اور اسکی چھری کے تلے شاد و خندان جان دیدے اس میں بھی
 مثل قصہ موسیٰ و خضر کی تلخ ہے کہ حضرت ابراہیم نے متواتر تین رات خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو راہ خدا میں
 قربان کر رہا ہوں حضرت اسمعیل سے کہا کہ جگو قربان کرنا چاہتا ہوں یہ خوش خوش ان کے ساتھ ہوئے
 اور موقع پر پہونچ کر حضرت ابراہیم نے حسب صواب ابراہیم کے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور انھوں پر پٹی جب
 چھری پھیری فوراً حضرت جبریل نے اسمعیل کو انکی چھری کے نیچے سے لکال لیا اور بجائے انکے دہ جنت سے
 لاکر والد یا کہ وہ زندہ ہو گیا انتہے پس جب تو اسکی چھری کے تلے جان دیدے گا تو تیری جان تا بد خرم و خندان
 رہے گی جیسے جان پاک جو احمد ہے اگر مستودہ ترین احد کے ساتھ رہتی ہے یعنی مقرب احد کی ہوتی ہے چنانچہ فرمایا
 یٰ ابنِ ابراہیم عند ربکم ہر زقون فرحین کا اتمہ البدن فصلہ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ جو عاشق اس کے ہن جاننا زوہ جام فرح
 بھر بھر کے اسی وقت پیتے ہن اور شاد و باہر اچھی ہوتے ہن کہ مشوق ان کا ان کو اپنے ہی ہاتھ سے مارے
 اختلاف شارح ابود کا ترجمہ دوسرے مصرع کا جیسے جان احمد کی اللہ کے ساتھ ہے اور یہی معنی کہ جیسے آن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان رضاے الہی میں دکر رتبہ محبوبیت کا پایا تھا انھوں نے احمد کے معنی آنحضرت کے
 لکھے میں نے یعنی محمود تر صفت ثانی جان کی برعایت احد کیوں نہ لکھوں رع شناسم مگر مشک را ز جگر بدہ مثل ان کے
 کہ ہماری تو گون پر شکر تری خبر نہیں اور پہلے شعر میں لکھا کہ حضرت اسمعیل کو نظر شہرت لکھنا ہے ورنہ صحیح ہرچہ سے
 مستند فوج ہونے پر ہونا حضرت حق کا ثابت ہے لیکن ایک حدیث بھی ہے کہ ان کا نام ان کے دو سے ایک
 حضرت اسمعیل اور ایک آپ کے والد ماجد عبداللہ ہیں جگو ان کے آپ نے فرمایا کہ میں نے کی نذر مانی تھا اور بعد ازاں
 وہ جس طرح انسانی اور انون پر نام ہوئی اس کے ہوا کہ حضرت احمد کی بھی اولاد نہیں پھر ان کا نام ان کے
 ٹھیک ہے کہ ان کے ہونا مستند ہونا کسی نام کسی امر پر اولاد ہونا ان کی ہونا اس امر کا کسی امر پر اولاد ہونا مستند ہونا

ترجمہ کہ بدست خویش ادا کہ اپنے ہاتھ سے مشوق اہلکو پلاوے قیمتی اگر اس مصرع کے صحیح ہیں تو ساری کتاب صحیح ہو تو قولہ
 شاہ آن خون از پے شہوت نکرده تور ہاکن بدگمانی و نہر دہا تو گمان کردی کہ کرد آلودگی ہا و صفا غش کے ہلہ پاؤدگی ہا
 بگذر از ظن خطا و بدگمان ہا ان بعض اطلاق ائمہ را بخوان ہا المعنی تہر دہ فتح جنگ و جدال و قتال صفا بیغش و بے
 کدورت غش بافتح آمیزش کرنا چاندی سونے مشک و شراب میں شکر کم قیمت کا اور خیانت اور دلی بات کے خلاف
 ظاہر کرنا ہلہ ہلین کہسرتین سے چھوڑ دینا پاؤدگی پاؤدوں سے صاف کرنا مولانا راجہ ان اشعار میں بریت پاؤشاہ
 کی قتل زرگر سے فرماتے ہیں جیسے کہ اوپر حکیم کی فرمائی چنانچہ فرمایا پاؤشاہ نے بھی یہ خون از راہ شہوت نفسانی و
 خیالات شیطانی کے نہیں کیا تو اسکی طرف سے بدگمانی و لڑائی مت کر ای بحث و حجت تجلو گمان ہوگا کہ اس نے
 آلودگی کی بیغش و امن اپنا آلودہ عصیان کیا نہیں اسی مرد و شبی کی بلے سے کیا جو کچھ کیا اسلئے کہ اس کا باطن صاف و
 پاؤدہ تھا پاؤدگی نے اس میں غش کو چھوڑا ہی نہ تھا پھر آلودگی کا کیا خیال اور کیا گزر لکند اسر بدگمان سے خطاب
 فرماتے ہیں کہ تو اپنے گمان بد سے باز رہ اور اس بات کو جو فرمائی ہو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں پڑھتا رہ اور یاد رکھ
 الحلاف شارحین اردو فارسی نے بہت ویلین تقریریں لکھی ہیں مولانا راجہ کے فرمائے ہوئے پر ان کو بس
 نہیں نہ اکثر ان کے شعر کے معنی کا اس ع مغز ما برد و خلق خود بد رید ہا میں پتہ چلتا ہا اب دیکھیے شارح اردو کا
 ترجمہ جو تھے مصرع کا صفا پانی میں تلچٹ کب بیچ سکتی ہو اس مصرع کی نظموں سے یہی معنی نکلتے ہیں قولہ ہر گشت
 ابن ریاضت دین جفا ہا تا بر آرد کورہ از فقرہ جفا ہا پہر آنست امتحان نیک و بد ہا تا بجوشد سر بر آرد زر ز بند ہا
 گرنہ بودی کارش الامام کہ ہا او سگے بودی و را بندہ نہ شاہ ہا پاک بود از شہوت حرص و ہوا ہا نیک کرد و ادیک نیک
 بد نہا ہا المعنی جفا یعنی بے ہزہ تم و بطور مدح نے چاندی کا میل اور کوٹہ کورہ ہندی کھٹی آہنگروں وغیرہ کی تہ بند
 بلعین گفت آب و شیر اور کھت زدویم یعنی میل ذرا بندہ در آمدن سے آواز کرنا جس وغیرہ کا المعنی مولانا فرماتے
 ہیں کہ بدگمانی اس سبب سے گناہ ہو کہ اہل باطن ریاضتوں اور ہر گونہ زہد جفاؤں سے اپنے باطن کو ایک کھٹی کر رکھتے
 ہیں تا جو ان کے باطن میں پڑے خالص فقرہ میل چھٹا ہوا ہی نکلے پس جو کام اسکے ہوتے ہیں خاص اور خالص ہی
 ہوتے ہیں پھر بدگمانی کہ الامام سے نہیں تھا خواہش نفسانی سے تھا اسکا کیا کام دیکھو زر کو بھی نیک و بد کے امتحان
 کے لیے بھی میں رہ سکتے ہیں تا بچل کے تاؤ کھائے اور میل اوپر لے آئے اگر بادشاہ کا کام الامام الہی سے
 شہوتانہ و ایک گناہ بھونکنے والا ہوتا نہ بادشاہ یعنی وہ بادشاہ ہی کب ٹھہرتا کٹا ٹھہرتا اور اسکو ایسی دو بیہصاف
 بد مشوقی و شہوت برنجی کے ساتھ کب ہوتی پس بادشاہ حرص و ہوا اور شہوت سے پاک تھا جو کچھ کہنے کیا ایک
 بدگمانی کہ بدگمانی نہ تھا اپنے باطن میں ہوا الحلاف شارح اردو میں بجائے از فقرہ زر فقرہ اور در اتہ
 بدگمانی کہ بدگمانی نہ تھا اپنے باطن میں ہوا الحلاف شارح اردو میں بجائے از فقرہ زر فقرہ اور در اتہ

گناہ صغیرہ کی ہوتی ہو گویا تکلیف کو رہ گناہ غاشاک استغفرے دوسرے شعر کے معنی شعر شامل ہر امتحان اہل ظاہر و باطن دونوں کو تا اپنے جیسے میں امتیاز ہو جائے اور لائق رحم و عتاب کے جھٹ جائیں اور در اندہ بمعنی بھاڑ نیوٹے کے استغفرے بمعنی جو دونوں شعروں کے لکھے ہیں اور در اندہ بمعنی بھاڑنے والے کے اگر معنی مربوط مناسب محل کے ہیں بہتر ہر ناظرین غور فرمائیں اور در اندہ بمعنی درندہ کے ہو تو کیا مضائقہ مگر محکمہ تو مثل شگوفہ بے رقت کے معلوم ہوتے ہیں کہ میوہ نتیجہ کا پریشان ہو جائے قولہ کہ خضر در بحر شتی را شکست ہر صد درستی و شکست خضر ہست ہا ہم مہر ہا ہمہ زور و ہنر ہا شد از ان محبوب توبے پر مہر ہا آن گل سرخست تو خوشنخو آن ہا مست عقلست تو مجنونش مخوان ہا گر بدی غنن مسلمان کام او ہا کا فرم گر بردے من نام او ہا سے بلرز عرش از مدح شتی ہا بد گمان گردوز مدحش شتی ہا المعنی تفریح سابق فرماتے ہیں کہ یہ جو کہا کیا کام نیک کیا لیکن تھا بد نما اسی کی مثال حضرت خضر کا دریا میں کشتی کا شکست کرنا ہر جسکی شکست میں سیکڑوں درستیوں اور بھلائیوں تھیں غلام ہر بیٹوں نے ہر اجاتا یہ بھی اول واقعہ سفر باہمی خضر موسیٰ کا ہر ہنگام سفر با خود ہا تفصیل اسکی یہ کہ ایک کشتی کچھ وجہ معاش مسکینوں کی دریا میں تھی اور بادشاہ وہاں کا ظالم تھا کشتیاں بیگار پکڑتا تھا خضر نے اس کشتی کو توڑ کے معیوب کر دیا تا اسکی بیگار سے بچی رہے اس شکست میں یہ درست تھی اور کسی نے نہ جانتا یہاں تک کہ وہم حضرت موسیٰ کا باوصف اس نور معرفت اور ہنر نبوت کے اس بعبید سے محبوب تھا تو جب خضر سے دریافت کیا اور وہ ناخوش ہوئے ان کے پوچھنے سے اور حال آن کہ خضر نبی اور موسیٰ نبی مرسل اولو العزم خضر واقف تھے موسیٰ ناواقف تھے پھر کیسے توبے پر و ن اڑتا ہر اور بد گمانی کرتا ہر وہ تو بیٹے پادشاہ ایک گلاب کا پھول ہر صاحب رنگ و بو اور لطیف و لطیف تو اسکو خون کیسے کہتا ہر جو حرام و نجس ہر اور وہ مست عقل کا ہر یعنی عقل میں جو رو مخمور تو اسکو دیوانہ اور مجنون کیسے بناتا ہر اب فرماتے ہیں اگر وہ پادشاہ ظالم اور مسلمان کا خونریز ہوتا تو میں ایسا کیا تھا جو اس کے مقدمہ میں ایسی بریت کرتا بقسم کہتا ہوں کا فری ہوتا جو اسکا بھی نام بھی دیتا کیا میں نہیں جانتا کہ شتی کی مدح سے عرش اعظم کا پتا ہر اور متقی اسکی مدح سے بد گمان ہوتا ہر کہ یہ بھی ایسا ہی ہو گا پھر کیسا بظراف نقصان ہر قولہ شاہ بود و شاہ ہا آگاہ بود ہر خاصہ بود و خاصہ الہ بود ہا آن کسے را کش چنین شاہی کشد ہا سوے تخت و بہترین جلسے کشد ہر نیم جان بتاند و صد جان و ہد ہا اچھ و در ہمت ناید آن و ہد ہا بمعنی خاصہ تشدید اصطلاح منطقی میں وہ چیز جو اور میں نہ پائی جائے جیسے ضحک انسان میں نہ ہوتا مگر حیوان کے و تحفہ بمعنی چیز بہتر کہ لائق خاص آدمیوں کے ہو اور اسی وجہ سے نام ایک کپڑے کا ہر فرماتے ہیں وہ شاہ تھا تو شاہ لیکن تھا بڑا دل آگاہ و تامل و بدراہ اور خاص تھا اہل عالم کے واسطے اور خاص ہندہ خدا کا بھی تھا ایں اس شخص کو حکم ایسا شاہ اپنے خدا تائے اپنی طرف کیجئے گا مگر ہر کمال و تخت و بہتیری ہر مہر ہر کی طرف کیجئے گا کیونکہ ہر مہر ہر کی جانب چہرہ و نہایت قلیل سے چھ لپک لپک کے مقابلے میں سیکڑوں جانبین و وسیعہ کا

اور ایسی چیز عطا کرے گا جو تیرے وہم و گمان میں بھی نہ گذرے اور کھینچتا ہی اپنی طرف بلا لینا قولہ گر نذیری سودا دار
 قہر وہم کے نشی آن لطف مطلق قہر جو ہر طفل میلرز و زینش انجام ہر مادر مشفق و رآن غم شاد کام ہر توفیق اس
 از خویش میگہری و لیک ہر دور و درافتادہ ہنگر و لیک ہر پیشتر آبا تو گویم قصہ ہر بوکہ یا بی از بیانم حصہ ہر المعنی
 انجام پچھنے مارنا بآخفت بود بمعنی شاید یہ پھر قول سابق کی تائید ہر کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے فائدے اپنے قہر
 میں دیکھتا ہو تو اسکو بظاہر قہر میں ڈالتا ہو اور اگر فائدے اسکے اپنے قہر میں نہ دیکھے تو بظاہر قہر جو کیسے بنے اس سے
 کہ وہ تو لطف مطلق ہو اور خبر محض و کیونچہ کو نشتر انجام انجام سے کیسا ڈرتا ہو اور کانپتا اور مان مشفق اسکی اس غم میں
 شاد کام رہتی ہو جانتی ہو کہ یہ نہیں جانتا فائدے کو کھتا ہو تو اپنی ذات پر اسکو قیاس کرتا ہو اور جانتا ہو کہ جیسے میں کسی
 پر قہر و غصہ کرتا ہوں تو سوا سے رخ و ضرر اس مبغوض کے کوئی فائدہ اور آرام اسکا ملو نہ میں ہوتا ہی حال خدا تعالیٰ
 کا ہر سو یہ بات ہر گز نہیں اسکے قہر میں سیکڑوں فائدے منظر ہوتے ہیں ہر قہر نہیں ہوتا بلکہ سامان حصول ان فوائد کا
 ہوتا ہو بھی وجہ ہو کہ تو اسے دور دور بے نہایت دور پڑتا ہو یہ شعر تمہید ہر واسطے تطبیق قصہ بقال و طوطی کے
 کہ طوطی نے ایک گنے کو اپنے اوپر قیاس کیا تھا جس میں شارح اردو نے لکھا ہو کہ تو ایسا جھگڑا جو حکو دنیا میں سختی
 ہوتی ہو اسکو عقوبت میں بھی پیش آتی ہو اور ایسے ہی اور بہت مثل ہر جہ بقامت کہتر بقیمت بہتر کے اور دنیا کی
 سختی اور عقوبت کی تودل سے جوڑے اور اس شعر سے یعنی ان کسے راکش از گر نذیری سودا ہر تک نہ دیکھا کہ میسان دنیا
 و عقبی کی سختی مراد ہو یا پھر اور اب شعر آئندہ گریز ہو چنانچہ فرمایا ہے آ تو تجھ سے ایک قصہ کہوں شاید میرے بیان سے
 تو کچھ بہرہ پائے ان اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مقصود مولانا کا یہ بھی ہو کہ گو بظاہر زرگر خدا کے قہر میں مبتلا ہو کر
 قتل ہوا لیکن یہ بھی ہو کہ پوشیدہ اس میں جانے کیسے کیسے تے پائے ہون گے چنانچہ اشعار مذکور میں اشعار ان

امورات سے ہو

حکایت بقال اور رغن بٹونے طوطی کی

قولہ بود بقلے موا و یا طوطی ہر خوش نوا و سیر و گویا طوطی ہر بردکان بودے نگہبان دکان ہر نکست گفتی با ہر سودا گر گن
 ہر خطاب آدمی ناطق بدی نہ در نوا سے طوطیان صادق بدے ہر خواہر روز سے سوے تھانہ رغنہ بود ہر بردکان
 طوطی نگہبانی نمود ہر گز نہ بوجہ ناگہ از دکان ہر بہر موصی طوطیک از ہم جان ہر جہت از عدد دکان سوے گزشت ہر
 شیشہا سے رغن با دام رغن ہر المعنی یہ سب اشعار عات ہیں اور جو کچھ امر ضروری العرض ہر عرض ہر طوطی میں یا وحدت
 کی ہر سودا گر اگر اچھے روز کے سودا لینے واسطے ناطق بدی یعنی باتیں کرتی تھی صاف حق بدی تھے جسے طوطیوں
 میں بھی ہر حکمت کی ہوتی تھی طوطیک میں کات نصیر ترجمہ کا ہر سوے اسے ایک ہر شب الحاح و
 قہر ہر سودا گر اگر اچھے روز کے سودا لینے واسطے ناطق بدی یعنی باتیں کرتی تھی صاف حق بدی تھے جسے طوطیوں

و فتنی دونوں ہیں کہ خالی بلاغت سے نہیں اور وکان کا لفظ ہر جگہ مع واو لکھا ہے خیر اور جو کچھ ہو وہ ہر مگر نیلا تھو تھا تو نیلا
 دایع لگائے بغیر چھوڑے گا نہیں قولہ از سوے خانہ بیا مد خواجہ اش ہر دکان نبشست و فارغ شد و خوش ہ
 دید پر روغن وکاش چرب ہر سرش ز دگشت طوطی کل ز ضرب ہر کل ہندی گنجائے سر ہر طوطی کے مارا کہ
 وہ گنجی ہوئی قولہ روز کے چند این سخن کوتاہ کرد ہر دکان بقال از دامت آہ کرد و ریش برمی کند و می گفت اے درخت ہر دکان ب
 نفتم شد زیر میخ ہر دست من اشکستہ بودی آن زمان ہر چون ز دم من بر سر آئین خوش زبان ہر یہ ہا سے واو
 ہر درویش را چلتا بیا ہر لفظ مرغ خویش را ہر بعد سے روز و سہ شب حیران و زار ہر دکان بہ نشستہ بد زو سید و وار ہ
 با ہر اران غصہ و غم گشت جھٹ ہر کاسے غیب این مرغ کے آید گفت ہر مینمود آن مرغ را ہر دم گفت ہر دکان ب
 لب بدندان میگرفت ہر دم بزم میگفت اندر دین ہر تاکہ باشد کاندرا دید سخن ہر امید آنکہ مرغ آید گفت ہر چشم اورا با صور
 میکرد جھٹ ہر المعنی یہ سب اشعار صاف ہیں ضروری گزارش کروں کہ روز کے میں کاف تصغیر پر اسے تحقیر و تعظیم دونوں کے ہو سکتا ہے
 سخن کوتاہ کرد یعنی طوطی نے بون چھوڑ دیا ریش بر میگند یعنی ڈاڑھی کھسوتا تھا آشکستہ شکستہ ایک ہی ہر طوطے
 افسوس سے کہتا ہے کاش وقت مارنے کے میرا ہاتھ ٹوٹا ہوا ہوتا جو مار نہ سکتا ہر ہیا اے نذرین نیازین شگفت بکسر تین
 شعر عجیب و دمدم میگفت یعنی دمدم ہر قسم کی بات کہتا تھا تابول آٹھے اور تصویر سے اسکی آنکھ کو جھٹ کرتا تھا
 اختلاف شرح اوروں میں نظر نہ بکاسے نہ درانہ غلط ہو تینمود آن مرغ را اس کے معنی دیکھتا تھا اس جڑ یا کواڑ ہر در سخن کا
 ترجمہ ہر کھڑکی سے جاتی پھرے میں کتنی کھڑکیاں ہوتی ہیں بلکہ ہر کھڑکی کا قہر و قہر ہر ہا بھی اشعار بالاسے معلوم نہیں ہوتا
 اور بیچے چشم اور اس کے معنی اسکی آنکھوں کو اپنی صورت میں لگانا تھا چہ ہر تصویر ہر بھی صورت کے معنی میں حاصل
 جملہ وجود سے سبب منفعت لا جرم ہر قولہ ناگمانی جو شے ہی گذشت ہر با سربے موبسان
 طاس و شت ہر طوطی اندر گفت آمد و زمان ہر با لگ بروے ز دگشت در عیان ہر کز چہ اے کل با کلانی معنی ہ
 تو مگر از سیشہ روغن ریتی ہر از قیاسش خندہ ہر مطلق را ہر کہ جو خود پنداشت صاحب دلق را المعنی جو فتنی
 بالفتح و لام مفتوح و کسر قاف فقیر زند پوش و قلندر شہید پوش گل ہندی گنجائے با لگ برزدن لاکارتان اشعار کو ربط ہر اس
 شعر سے جو فرمایا ہر بعد سے روز و سہ شب ۱۶ اور اس کے بعد جو اشعار میں بطور جملہ مختصر مع ان کو الف کے جو اشعار میں مذکور
 ہیں تینے تین رات دن کے بعد زو سید کی طرح دکان پر بیٹھا تھا کہ ناگمان ایک رند گذری پوشش جاتا تھا گھٹن کا سر
 بے موطاس و شت سامان تھا اسکو دیکھ کر فوراً طوطی بولی اور بر ملا چلا کے کہا کہ اے گنجے تو کیسے خون میں
 شامل ہوا شاید تو نے بھی زوغن شیشہ سے پیو یا ہر اس قیاس ہر طوطی کی مخلوق تنہا پڑی اور کہا آخر اس نے
 اسٹی ہی ہو چکا اسکی اختلاف طراز میں ہر دو شعر شعر کا ترجمہ کس سے ہے اے گنجے تو گنوں میں ملا کیسا عجیب ترجمہ
 ہر بیان لاجی سے ہر ہا قولہ کار پا کان د قیاس از خود گیر ہر ہا باشد و نہ مستن شہر ہر ہا جملہ عالم زین سبب گراہ شد

کم کسے ز ابدال حق آگاہ شدہ مہسری با انبیا برداشتند با او یار و یار خود پنداشتند و گفته اینک ما بشر ایشان بشیر و ما
 و ایشان لبثہ نوایم و خور و المعنی ابدال بالغ ایک گروہ و او لیا کاجن کے سبب سے عالم قائم ہو اور وہ شتر آدمی ہیں
 چالیس شام میں اور تیس اور جگہوں میں اگر اسے کوئی مر جاتا ہو دوسرا اسکی جگہ مقرر ہوتا ہو یہ اشعار بھی صاف ہیں شارح
 اُردو نے ورق کے ورق انکے معنی میں مثل الفیل حقیقیہ کیے ہیں میں بطور اشارة لطیفہ کے خاص مطلب و وسطر
 میں لکھوں فرماتے ہیں کہ پاکون کے کار و معاملہ کو اپنے اوپر قیاس مت کر جیسے وہ ہیں ویسے ہی ہم ہیں اگرچہ کھٹے میں
 شیر بصورت شیر لکھا جاتا ہو لیکن خواص و صفات تو اپنے اپنے ہیں اور اسی سبب سے تمام جہان بہک گیا ہو بہت
 کم لوگ ہوے جو ابدال حق سے واقف ہوے حالانکہ وہ انھیں میں طے رہتے ہیں انبیا سے ہمہری کا دعویٰ
 کیا او یا کو مثل اپنے جانا اور مکا کہ یہ بھی بشر ہیں ہم بھی بشر جیسے ہم کھاتے سوتے ہیں یہ بھی کھاتے سوتے ہیں
 جیسا کہ قرآن میں آیا ہو گوون کا کہا ہو نسبت تنبیر دن کے ما اتم الا بشر مثلاً فیہ نمبین ہو تم مگر بشر ہماری طرح
 اور دوسری جگہ آیا ہو ما لندا الرسول یا کل الطم ویشی نے الاسواق کیا ہو اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہو
 اور بازار میں پھرتا ہو قولہ ابن ندائستہ ایشان از عمار ہست فرقہ در میان بے فتنہ ہر دو گون ز بنو خور و ز انیک
 محل و ایک شد زان نیش و زان دیگر محل و ہر دو گون آہو گیا خوردند و آپد زین یکے نہر گین شدہ زان مشکب و
 ہر دو نے خوردند و ایک آبخور و ان کے عالی و آن پر از شکر و اس کے معنی بھی مثل اشعار بالا کے ہیں صدر ان
 این چنین اشباہ ہیں و فرق شان ہفتاد و سالہ راہ ہیں و المعنی نے فتنہ کوری و کور ہونا گون رنگ و
 قسم اشباہ و جج شبہ یعنی تشبیہ فرماتے ہیں کہ یہ اند سے برابر ہی دعوے کو مستند ہیں یہ خوب سوچتا ہو اور یہ
 نمبین سوچتا کہ ہم میں ان میں فرق بے انتہا ہو یہ نمبین دیکھتے کہ تین دو رنگ کی ہوتی ہیں اور ایک ہی محل
 دونوں کے خورد و نوش کا پھر کیا ہو کہ ایک سے نوش ہوتا ہو اور ایک کے نیش اور لو دو قسم کے آہو ہونے ہیں
 ایک صورت کے اور ایک ہی چراکی جگہ پھر کیوں ایک سے گوہر ہوتا ہو اور ایک سے مشک
 خالص ایسی ہی لاکھوں مثالیں ہیں جیسے انہیں با ہم فرق ستر برس کی راہ کا تنجو معلوم ہوگا کمتر سے مراد کثرت ہو نہ
 عدد معین الخلاف شارح اُردو نے معلوم ہوتا ہو کہ آبخور کو بمعنی آبخورہ کے لیا ہو جب تو برتن لکھا ہو حالانکہ
 آبخور آبخور و آشخور جگہ پانی مردم و بہائم کے معنی میں ہو اور نیز جسکی ہندی دانتہ پانی ہو یہ وہ مثل ہو کسی نے
 چھپکلی کی فارسی بنائی نہان پکی قولہ این خورد گرد و پلیدے نہ و جدا و ان خورد گرد و ہسم نور خدا و
 این خورد زاید ہمہ کل و حسد و ان خورد زاید ہمہ نور احد و این زمین پاک و ان شورست و بد و این فرشتہ
 پاک و کن دیوست و د و ہر دو صورت گریم مانند و است و آب تلخ و آب شیرین را صفاست و آخر کہ صاحب
 الحق کہنے لگا ہے اب ہر دو شتا سے آب نوش از شورہ آب و چونکہ صاحب ذوق کہ شتا معلوم نہ شد نا خوردہ کر داند ہم

الطعنی تکیف ہی ایک چیز ہوتی ہے جسکو اہل دنیا کھاتے ہیں ان سے پلیدی پیدا ہوتی ہے اور پاک لوگ کھاتے ہیں بالکل خدا کا نور ہو جاتی ہے تجھ مکر فرماتے ہیں وہی شہر اہل دنیا کے کھانے سے بخل و حسد ظاہر کرتی ہے اور پاکوں کے کھانے سے نور احد کا اور ظاہر ہے جیسی زمین ہوتی ہے اسکی ایسی ہی روئیدگی ہوتی ہے پس پاک لوگ مانند زمین پاک کے ہیں نور احد ان سے ظاہر ہوتا ہے اور اہل دنیا جیسے زمین شور لا بخرج مسنہ الا نکدا اور وہ مثل فرشتہ کے پاک و معصوم ہیں اور دنیا واسے مانند دیو و دندون کے مذموم لیکن اس فرشتہ اور دیو و دندون کی صورت باہم مشابہہ اور ایک ہی ہے جیسے آب تلخ و آب شیرین کہ دونوں میں صفا ہوتی ہے لاجرم دونوں میں سے تلخ و شیرین کو سوا سے مزہ پہچاننے واسے اور اہل ذوق کے اور کون پہچانے مطلب یہ کہ اہل دنیا میں سے انکو سوا سے ارباب ذوق یعنی حال موتی کے اور کون پہچانے سوا سے کہ جس میں قوت ذاتی کی ہے اور مزہ ہر شے کا چکھا ہو وہی تو شہد اور موم کو پہچانے گا ورنہ کیا جانے شہد کیا ہے اور موم کیا ہے قولہ سحر ابامعجزہ کردہ میاس ہ ہر دور ابامکر ہما وہ اساس ہ ساحران باموسی کہ ستیزا ہ ہر گرفتہ چون عصا سے او عصا ہ زین عصا تا آن عصا فرقت ثروت ہ زین عمل تا آن عمل راہ شکر ہ ہفتہ اللہ این عمل را در قفا ہ رمتہ اللہ آن عمل را در وفا ہ المعنی معجزہ بالنعیم و کسر جیم عابز کنند یعنی وہ بات جو حق سے صادر ہو اور اسکو مخلوق میں سے کوئی نہ کر سکے اور جو ولی سے صادر ہو وہ کرامت ہے و ثروت بالفتح غنیق شکر ہ مکر زہیا و بزرگ و قاعد و وعدہ بجالا تا یہ اشعار بھی مؤید کلام سابق کے ہیں کہ جس نے شہد نہیں کھایا وہ شہد کو موم سے کیا جانے مغلہ ان کے وہ بے تمیز تھے جنھوں نے سحر و معجزہ کو ایک جانا اور دونوں کی بنا مکر پر رکھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے معجزہ دید یعنی اور عصا کا فرعون کو دکھایا تو ہاتھ مثل آفتاب کے نبل میں سننے کل کے چمکا اور عصا ایک اژدہا بزرگ ہو گیا فرعون کی قوم نے کہا ان ہذا ساحر علیہم اور سرعون نے کہا ان ہذا المکر مکر تم وہ نے اللہ نیتہ چہ ساحرون بنے جو دکھا کہ موسیٰ کا عصا اژدہا عظیم بن جاتا ہے تو خصوصت اور لطائی کے وقت میں عصا کی طرح خود بھی عصا اختیار کیے جو جادو کے زور سے رینگتے نظر میں آئے اور یہ نہ جانا کہ ہمارے اور موسیٰ کے عصا سے بڑا کمر فرق ہے اور ہمارے عمل سے اُنکے عمل تک ایک راہ بزرگ ہے اس عمل کے پیچھے نیت خدا کی لگی ہوئی ہے اور اس عمل کے پورا اور درست کرنے میں رحمت خدا کی مصروف ہے و الخلاف تخرج اردو میں پہلے مصرع کا ترجمہ لکھا ہے سحر کو جادو پر قیاس کرتا ہے حالانکہ معجزہ کردہ بصیغہ ماضی ہے نہ حال ایسے ہی تہادہ دوسرے شعر کے ترجمہ میں لکھا مخالفت کی راہ سے بنایا عصا مثل عصا موسیٰ کے اس ترجمہ محل سے صحت نہیں معلوم ہوتا کہ یہ عصا ٹیک کے چلنے کا بنایا یا لطائی کا جن کی نسبت قرآن میں ہے فاقوا خبالم و عصیم اور اسکے سوا وہی طول فضول اُنکا جو مقام آیت کے آیت کا ہے قولہ کافران اندر مر سے بو زمینہ طبع ہ آیت کے بعد دونوں سینہ طبع ہ ہر چہ مردم میکند بو زمینہ ہم ہ ان کہ کز عروہ بنید و خیم ہ او گمان ہر وہ کہ من کردم چو او ہ فرق را کے بنید ان آیت ہر جو ہ ان کہ اندر و

آن بہرستیز بہ بر سر استیزہ رویان خاک ریز بہ المعنی مری بروزن غنی وہ شہر بصورت آنت کے حسین ہو کے آب و طعام معدہ میں جاتا ہے بوزینہ ہندی بندر فرماتے ہیں کہ کافر سے حرص کے اپنی مری میں بوزینہ طبع میں لینے جیسے بوزینہ کہ جلدی جلدی کھاتا بھی جاتا ہے اور گالوں میں بھی بھرتا جاتا ہے اور مٹھ بھی بہت جلدی جلدی چلاتا ہے اس سبب کہ ان کے سینہ میں خانی الکائنات نے بکاسے طبع کے ایک آفت بھردی ہے طبع نہیں ہے اور دیکھو بندر کو جو آدمی کرتے ہیں وہی وہ بھی کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ جو کچھ آدمی نے کیا اسکی طرح میں نے بھی کر لیا مگر جو کچھ کہ اس کے کام میں آدمی کے کام سے فرق ہوتا ہے اسکو وہ کب دیکھتا ہے اس واسطے کہ اسکی عادت ستیزہ جونی کی ہے اور فرق یہ ہے کہ یہ تو امر آئی سے کرتا ہے اور کافر ستیز سے پس تو جملہ ستیزہ رویوں کے سر پر خاک ڈال اختلاف شارح اردو کا ترجمہ پہلے شو کا کافرون کو اندر سیر معدہ بندر کے مانند طبیعت کی آفت پیدا ہوئی درمیان سینہ طبیعت کے دوسرے شو کا ترجمہ جو کچھ آدمی کا کرتا ہے وہی بندر بھی کرتا ہے اور ایسا کرتا ہے کہ آدمی دیکھتا ہے بار بار شو کا ترجمہ یہ کرتا ہے جو جوان سے لڑائی لڑائی کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال اور تقریر لکھ ان ترجمہ جوں کو ہی دیکھ کر قیاس کر لیں ع چون دیدی کار و دور کار گرا رہے ہیں تو اس آدمی دیکھتا ہے بار بار دیکھ رہا تھا کہ اور شو کا ترجمہ سامنے آیا جو شو کا ترجمہ میں امر دان بمعنی نوجوانان لکھا ہے سبحان اللہ وہ تو از امر اور آن ہے جسکو امر دان سمجھے کیا کہتا ہے بھلا مثل انکس کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے قولہ آن منافق با موافق در نماز ہے از پے استیزہ آید بے نیاز ہے در نماز و روزہ و حج و زکات ہے با منافق مومنان و برود و مات ہے مومنان را برد با شد عاقبت ہے با منافق مات اندر آخرت ہے اگر چہ ہر دو ہر سر نکلیا ز نید ہے لیک با ہم مرغی و راز نید ہے ہر یکے سے مقام خود رود ہے ہر یکے بروقی نام خود رود ہے المعنی فرماتے ہیں اس منافق کو جو موافق کے ساتھ نماز میں ہوتا ہے خیالات کر دہ نماز کے بیٹے کہ حضور میں خدا سے قتالے کے بجائے نہیں آتا ہے بلکہ لڑائی و خصومت کے واسطے آتا ہے کہ وہ نفاق ہے اور دونوں ہوتے ہیں بندگی میں خواہ حج ہو خواہ زکوٰۃ خواہ روزہ لیکن مومن اس منافق کے ساتھ برود و مات ہیں ہوتا ہے اور یہ کہ مومن کی عاقبت میں برود ہے یعنی جیت اور منافق کو آخرت میں مات ہے یا اور طرف یہ کہ دونوں ایک ہی بازی کے اس کنارے اس کنارے بیٹھے ہوتے ہیں کہ وہ کسی قسم طاعت مذکور سے نہیں ہیں آپ آپ کو مختلف مثلاً ایک مرغی ہے اور ایک رازی ای فسوب یہ رازی جو اشارہ امام فخر الدین رازی سے ہے جسے علم کلام ہے پیش اسی نام و مقام کی طرف ہر ایک کی ایک راہ پیش ہے کہ وہ اس راہ سے اپنے اسی نام و مقام کو داخل ہو گا مثلاً منافق جب کا مقام ہے الذکرکب الاسفل مومن ان را اور مومن جسکی جگہ ہے اسے علیین اختلاف شارح اردو نے رازی کو مسوب براہ نام شہر کے معنی میں لکھا ہے لغت میں تو راز شہر کا نام ہی نہیں بلکہ رے ہے نہ سمجھ اس میں ٹپھاکے رازی کیا ہے قولہ مؤمنش خوانند جانفش خوش شود ہے و منافق تند بر آتش شود ہے نام آن محبوب از ذات و سست ہے

نام ابن ابی بنوفس زافات و نیست با میم و داؤ و میم و لون تشریف نیست با لفظا مومن جز پے تعریف نیست با گر مسافق
 خوانیش ابن نام دون با ہجو کثردم میخلد در اندرون با گرنہ این نام اشتقاق دوزخ ست با پس چرا درو سے مذاق
 دوزخ ست با زستی ابن نام با از حرف نیست با تلخی آن آب بجز از طرف نیست با حرف ظرافت آمد درو معنی چو آب با بحر معنی
 عندہ اتم الکتاب با المعنی بر آتش شدن بچین و مقرر ہونا تشریف بمعنی خلعت تعریف پہنچو انا اور مومنہ کرنا جو علم ہی
 اتم الکتاب الحمد و قرآن مجید و لوح محفوظ و قرسب و حدت بقرآن کلام سابق فرماتے ہیں کہ اگر مومن کو مومن کو تو کیسی جان
 اسکی خوش ہوتی ہو گی یا ایک بچول کھلگیا اور اگر منافق کو منافق کو تو کس قدر بے چین ہو جاتا ہو گی یا آگ پر بٹھا دیا اور جو سہر
 اسکی یہ ہو کہ مومن کا نام محبوب اپنی ذات سے ہو یعنی یہ لفظ ہی ایسا ہو جو محبوب ہو اور منافق کا نام کہ اس کے ساتھ
 آفتیں لگی ہیں انھیں آفتوں سے مبنوفس ہو سنتے ہی بغض پیدا ہوتا ہو و لون فی نفس اپنی اپنی عفت کے ساتھ
 ہیں اور یہ تماشا دیکھو کہ مومن میں میم و داؤ و میم لون کچھ خلعت اس نام کا نہیں ہو کہ جس سے مومن کا نام خوب تر
 اور خوشتر ہو گیا ہو بلکہ وہی علیمت اور تعریف مقصود تھی سو ہو اور اگر منافق کے نام دون سے کوئی اسکو لینے
 مومن کو پکارے تو معلوم ہو گا کہ گویا کثردم نے اس کے درون میں ڈنک مارا تو اب اس سے پایا گیا کہ منافق کا نام
 دوزخ کے درخت کی کوئل ہو جو اس سے پھوٹی ہو جب تو ایمین مذاق دوزخ کا ہو یہ نہ جانو کہ زشتی اس نام بد کی اسکے
 حرفون سے ہو نہ اس بحر کے آب کی تلخی و شوریت اسکے طرف سے اس واسطے کہ حرف تو بمنزلہ ظرف کے ہیں اب
 معانی آنکے اور دریا اس آب معانی کا ام الکتاب یعنی قرآن مجید و لوح محفوظ جس میں سب کچھ لکھا ہو اور اسی کا
 آب سب میں بھرا ہو الخلاف شارح اردو نے لکھا کہ دریا کے معنی لینے آئے عندہ اتم الکتاب ظاہر تو اس سے
 یہ معلوم ہوتا ہو کہ ام الکتاب انکے نزدیک آہ عندہ ام الکتاب ہو اور کیا لکھوں سوائے اس کے کہ میر ملکوت کو
 چلے گئے اور اب بڑی بڑی نبی سیرین ہیں رخ و کھیلے لائین کب تلک تشریف با قولہ بحر تلخ و بحر شیرین ہمنان با
 در میان شان برزخ لائینیان با و آنکہ این ہر دوزیک اصلی روان با در گزرین ہر دو نام سے آن با المعنی تہنات
 وہ دوسرا جو باگ سے باگ باکر چلین ترجمہ عربی کا ایک پردہ ہو جس سے وہ ایک دوسرے پر غالب
 نہیں ہو سکتے یہ دونوں متفرق بحر سے متفرع فرماتے ہیں اور بحر دو ہیں ایک تلخ جو ماد کفر سے ہو دوسرا شیرین
 جو عبارت ایمان سے ہو اور دونوں برابر باگ سے باگ ملائے عالم میں روان ہیں اور انکے در میان میں پردہ ہدایت
 و ضلالت کا واقع کہ مثل آن دو دریا تلخ و شیرین اب کے ایک دوسرے پر غلبہ نہیں کر سکتے اور ہیں روان دونوں
 ایک ہی اصل سے کہ وہ لوح محفوظ ہی جیسے تقدیر ہر کسی کا مبیحا جو مقرر کیا لیکن تو ان دونوں کو چھوڑ تلخ و شیرین کسی کا
 مقیدیت ہو ہوا دونوں کے جو معنی اصل ہو اس طرف کو چل اور رجوع ہو کہ اصل اصل ہو اور تسرع تسرع
 الخلاف شارح اردو کا ترجمہ اس سبب سے کہ وہ دونوں ایک چیز سے پیدا ہیں ان دونوں کے معنی تک اور

اسکے معنی خارجی جیسا کہ ترجمہ خوبصورت ہو ویسے ہی چار ورق پر لکھے ہیں قولہ زر قلب و زرنیکو در عیار ہا ہے محک ہرگز ندانی
 ز اعتبار ہا ہر کردار جان خدا بند محک ہا ہر یقین را باز داند از شک المعنی قلب کو نسا عیار کبر چاشنی زر و سیم ہندی بانگی
 محک کسوٹی فرماتے ہیں اے مخاطب میں ہوں چاہے تو ہو معمول سب کا یہی ہو کہ زر خواہ کھوٹا ہو خواہ کھرا اتنا وقت سیکہ کسوٹی
 پر نہیں کسا جاتا اور بانگی چاشنی نہیں لیجاتی پائے اعتبار سے ساقط ہوتا ہے ایسے ہی ہر عمل و فعل آدمی کا جانچا پرکھا
 جائے گا کہ خالص و باخلاص ہو یا مغشوش غیر خالص اور قبل اس جانچ پر کہ سے خدا سے تعلق ہے ہر مومن کے دل
 میں ایک محک اسکی رکھ دی ہو کہ وہ عقل ہو جسکو حکم ایک فرشتہ بتاتے ہیں داعی اے الخیر و مانع عن اشر یا ایمان جس سے
 یہ اپنے عقائد کو جانچا پرکھتا رہے پس جسکو توفیق اس جانچ پر کہ کی ملی ہو وہ اپنے شک کو بھی جاننا سمجھتا ہو اور یقین کو بھی
 اور اصلا غش و آلودگی کو نہیں آنے دیتا پس وہی باخلاص و بااختصاص ہو قولہ انچہ گفت استفت قلبک مصطفیٰ ہے
 آن کسی داند کہ پر بود از وفا و در دہان زندہ خاشاک از بندہ آنکہ آرا مدکہ بیرونش نمد ہے و در ہزاران رقمہ یک خاشاک خرد
 چون در آمدس زندہ ہے بر دہا حس دنیا نرد بان ابن جہان ہے جس عقبہ نرد بان آسمان ہے صحت این جس بگوید از طبیب
 صحت آن جس بگوید از طبیب صحت آن جس ز کموری تن ہے صحت ابن جس ز غریب بدن ہے المعنی یہ اشعار بھی یہ تطبیق
 شعر سابق کے ہیں جیسا کہ کما تھا جسکی جان میں محک رکھی ہے ایسی ہی فرمایا کہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہوا استفت
 قلبک اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لینے جب امور مشکوک پیش آئیں اور شبہات پیدا ہوں تو اپنے دل سے فتوے پوچھ
 اور موافق اسکے عمل میں لا اور اس بات کو کہ وہ شخص جانتا ہو جو وفا سے بھرا ہو چاہتا ہو کہ حکم مالک کو پورا پورا بلا نقصان
 ادا کروں جیسا کہ خاقانی رہنے فرمایا ہے شعر دل بر صد گاہ دہر بیش مہا گوہر لیست ہے دخل ابد عشر آن فیض ازل کاں اوبہ
 اب تمہید افرماتے ہیں کہ زندہ کے منہ میں جو تنکا پڑ جاتا جس سے فحشا گوارا مرغوب مقصود ہو تو جھٹک اُسکو نکال نہیں ڈالتا
 جین نہیں لیتا خیال تو کرتا تھا کہ وہ ہزاروں لقموں میں ایک خاشاک خرد تھا ملا ہوا جس وقت زندہ کے پاس آیا اُسکے
 حس نے اُسکا ہڈ لگا بسا پس یہی سمجھ لے اور اپنے حس عقلی کو صاف کر کہ جس دنیا کی نرد بان اس جہان کی ہو جس قدر
 حس دنیا کی ہوتی ہو ترقی مدارج دنیا کی ہوتی ہو جس کی نرد بان ہو اور جس قدر حس عقبہ کی ہوتی ہو وہ سب طہری
 آسمان کی بنتی ہو دنیا کی حس میں اگر علت پیدا ہو تو اُسکی صحت طبیب سے ڈھونڈنا چاہیے وہ اُسکو صحیح کر دیا
 اور جس عقبہ کی صحت کا خواستگار طبیب سے ہو دنیا کی حس کی صحت آبادی و کموری تن سے جتنا تن فرہ ہوگا
 حس بھی بہ درہ ہوگی اور جس قدر غریب بدن کی ہوگی اولاً غوافہ زدہ رہا صحت کشتہ ویسے ہی جس عقبہ کی صحیح سالم
 ہوگی قولہ شاہ جان مرجم را سہراں کند ہے بعد و پرانیش آبادان کند ہے اے خنک جانے کہ ہر عشق حال ہے بدل کردا
 خاتمان و ملک و مال ہے کہ دویرن خانہ بہر گنج و زر ہے و زہان بخش کند صورت تر ہے آب را برید جو را پاک کرد و بعد از آن
 در جوہر ان کرد و بجز وہ پوشت را بشفافیت پیکان را کشید ہے پوشت تازہ جہانیش در مدیدہ قلندہ یران کرد و بجز وہ پوشت

بعد ازان برسا خشت صبر برج و سد بالمعنی آنچہ در انصیب و قسمت و تالاب و رودخانه جہان آدمی اور بہائم پانی پسین و مہد یعنی جاوہر جو کما ہر کہ صحت اس جس کی تخریب بدن سے ہر اسی واسطے فرمایا کہ جان جو پادشاہ جسم کی ہر اول تو اس جسم کو ویران و خراب کرتی ہو یعنی مقام موت تو اقبل ان موت تو کو پہونچانی ہو بعد ویرانی کے پھر آباد کرتی ہو اور نو معرفت و عرفان سے بھر دیتی ہو آخر فاطب کیسی ٹھنڈی اور خوش وہ جان ہر جس نے اپنا خانان اور ملک و مال عشق و حال کے مقابلہ میں دیدیا اور عشق کو بطوع و رغبت خرید لیا اور گنج زر کے واسطے اپنا گھر اجاڑا اور پھر اسی گنج سے اسکو مہمور و آباد کیا کہ اگلی مہموری سے یہ مہموری بہت زیادہ ہو اور ایسا کیا جیسے مدت کا پانی ہڑا سڑا یا کسی نہر میں بند تھا اسکو کاٹ کے نہر سے نکال دیا اور نہر کو پاک کر لیا اور دوسری قسم کا پانی طاہر مہر نہر میں جاری کیا یا جیسے کسی نے پیکان کھایا اور پوست چیر کے پیکان نکال ڈالا اور بے ٹکٹے ہو گیا اور اس زخم کے اوپر تازہ چمڑہ دوڑایا یا قلعہ کہ مثل جسم کے یہ بھی ہو پٹن سے جو نفس امارہ ہو چھین لیا اور ویران کر کے سیکڑوں برج اور سیدین بنا کین اور زینت و مصنوعی بخشی ان سب اشعار میں قلعہ و نہر وغیرہ سب سے مراد وجود ہو اور پاک کرنا ویران کرنا مہم تمام فنا اور آباد و مہمور کرنا مہم بقا سے ہر اختلاف شارح اور دو نے شاہ جان سے بمعنی حاکم جان مراد اللہ تعالیٰ سے لی ہو میری سمجھ میں شاہ جان باصاف بیانی جان کہ حضرت رب العزت نے عشق و معرہ کا اس سے خلق رکھا ہو نہ خود اسکی ذات پاک قبولہ کار بچون را کہ کیفیت نہد ہر این کہ گفتیم ہم ضرورت می دہد ہر گم چہین بناید و گم صداین ہر جز کہ حیرانی نباشد کار دین ہر کا ملان کمر تحقیق آگہ اند ہر بخود و حیران و مست و والدہ اند ہر نے چہین حیران کہ لپشت سوسے دست ہر بل چہین حیران کہ غرق و مست و دست ہر المصنی بچون وہ کہ چہین کیف و کم کو دخل نہمو کہ وہ ذات پاک باری عزاسمہ کی ہو یعنی وہ بچون کہ جو کیسا اور کتنا اور کیونکر ان سب عوارض سے پاک و منزہ ہو اسکی کیفیت کوئی کیا بیان کر سکے کہ وہ کیفیت ہی نہیں رکھتا اور یہ جوین کہ رہا ہوں کہ وہ بچون یہ بھی بنظر ایک ضرورت کے ہو اسواسطے کہ ہمیں بھی ایک قید ہو اور وہ مطلق بے قید جیسا کہ جامی نے فرمایا ہے یکے ماند آنہم از قید یکے پاک ہر کبھی تو بنظر ذات ایسا معلوم ہوتا ہو کہ بچون و بچگون ہر نہ کیفیت رکھتا ہو نہ کیفیت اور کبھی بنظر صفات اسکی ضد سمجھ میں آتا ہو کہ اسی کی صفات سے سارے چون و چند موجود ہوئے ہین اور اپنی اپنی صفات رکھتے ہین اور صفات خود کیفیت ہو جیسا مولانا جامی نے کہا شعر حقیقت را بہر دوری تلور سے مست ہر ز آئینش در جہان افتادہ شور سے مست ہر بھر دین کے مویٹے میں ہو اسے حیرانی کے اور کیا ہو کس ہر کوئی عقیدت گرین ہو اور کامل ہو گستر یہ بھید تحقیق کا کھلا ہو آئینا یہ حال کہ وہ بخود او مست و دروہا بنے ہو رہے ہین کچھ بیان نہیں کرتے ایسے استغراق میں غرق ہین کلمہ میں عرف رب فقہ کل لسانہ شعر اخیر دفع ہر اس دخل کا کہ جب وہ خود حیران و بخود ہین تو اس سے واقعہ و آگاہ کیا ہون گے لہذا فرمایا ایسے بہت نہیں کہ لپشت آئنی اسکی طرہ ہو بندہ و دروہا ہر کے جو غافل ہوئے کے پس لپشت چھینکا ہو بلکہ ایسے حیران کہ اسی کی صورت کے

حیران و مست اور اسی کے خیال اور دھیان میں غرق شعر شب و روز بندہ سودا و سودا نہ انداز شغلی شب و روز بد
الخلافت شارح فارسی اور گاردو و نوون نے پہلے شعر اور دوسرے شعر کے معنی لکھے ہیں اور میں نے بھی اب ناظرین شرحوں
سے دیکھیں ایسے ہی دوسرے شعر کے اور تیسرے شعر شرح فارسی میں نہیں ہے مگر نہ ناظر اور چاہیے اور جو تھے شعر کے بھی معنی ملاحظہ
فرمائیں اور آخر مصرع دونوں شرحوں میں سب بل حسین حیران و مست و غرق و مست بل کھا پر میری دانست میں پس
حیران کے کاف ہونا چاہیے تا مفسر مصرع کے تمام ہوں و نہ تمام ہیں چنانچہ شرح اُردو میں ایک نسخہ ماسٹ پر لکھا ہے سب
بل حسین حیران کہ رود و روے اوست بل جگو ہی نسخہ پسند ہے اگر سبیل سے اصرار کر لیا تو اپنی کتاب کے متن میں ہی کو
لکھتا اور سب سے اغراض کرتا کہ بت لکھت ہے اور باصنعت قولہ آن کیے را روے اوست و سوے دوست یا دین کیے
را روے او خود روے اوست یا روے ہر یک مینگر میدار پاس بلو کہ گردی تو ز خدمت پوشناس بلو کہ بدن وانا عباد
این بود پس فتح ابواب سعادت این بود بلو کہ المعنی و آخر یہ کہ تمام اہل اسلام دوست سے موصوف ہیں ایک
بصفت عقیدت ہمہ از دوست کہ یہ اہل شریعت ہیں دوم بصفت ہمہ از دوست کہ یہ ارباب عشق ہیں پس مولانا رہنما عبادت
انکے فرماتے ہیں کہ ایک تو وہ ہیں جنکا روزا کی طرف سے لےنے متوجہ دوسرے وہ کہ وہ خود ہی ہیں جیسے منصرف جنہوں نے
انما الحق کیا یا با نیرید تسلطی جکا قول پر شہجانی نا اعظم شانی یا حضرت جنید بغدادی جو یسین فی حبیبہ سوسے اللہ
کہتے تھے اب جگو چاہیے کہ مجھ پر ہوا دونوں کا مجھ تک اور پاس انفس میں مشغول رہنا میدان کی خدمت کی طفیل و
برکت سے تو بھی پوشناس شیر مردوں کا ہو جائے اور یہ جان لے کہ مردوں کا دیکھت عبادت ہے جیسا کہ کہا ہے زیارت
مردان کفارت گناہ اور بھی دیکھنا انکا فتوح و کشود ابواب سعادت کا ہے نیے اس شخص کے سامنے دروازے سعادت
کے کھل جاتے ہیں جو انکو دیکھتا ہے وہی الحمد للہ مَن زار عالمًا فَقَدْ زَارَنِي وَمَن زَارَنِي فَقَدْ زَارَ اللہ وانا سے مراد
عالم و نیز عاشق کہ یہ دیوانے ہو گیا ہوتے ہیں اور جو مولانا نے عبادت میں اور رسالت میں لکھ کر اشارہ کیا کہ جو ہم
اشارہ پر مقدم کیا ہے حصر منظور ہے کہ عبادت و سعادت خاص میں ہے اختلاف شارح اُردو کا ترجمہ اس ایک کا کٹھ دوست
کی طرف ہے اور اس ایک کا کٹھ پنے کٹھ کی طرف ہے اس کے معنی طور ماطیل الذیل جن کی خوبی ترجمہ ہی بتا رہا ہے

بیان فرق درمیان محقق و مدعی و مطبل و محق

قولہ چون بسے ابلیس آدم و سوسے بہت بل پس بہر دستے لشاید او دوست بلو کہ صیا و او در بانگ صغیر بلو کہ مافزید
مرغ را آن مرغ گیر بلو کہ بشنود آن مرغ بانگ جنس خویش بلو کہ ہوا آید بیا بدام پیش بلو کہ حوت درویشان بندہ و مردوں بلو کہ
تا بخواند بر سبھی زبان فسون بلو کہ مردان روشنی و گرمیست بلو کہ کار و نمان حیلہ و بتر عبت بلو کہ المعنی فقر طے میں بلو کہ مطلب
ہو شاید ہو جائے اور گوش و آن سے سن رکھ کہ عالم میں بہت ابلیس آدم صورت ہیں کہ صورت انسانی میں کام ابلیس کا کرتے
ہیں بلو کہ عین کا ہر چیز میں ہر کسی کے اندر میں ہا مل و دینا اور عبت کرتا ہمیں چاہیے کہ ہجرے را ہی نکلا دیکھا

حاصل ہوگا خیال کر دیکھ تو صیاد مرغ پھانسنے کے واسطے کیسی آواز لگاتا ہے کہ ہو ہو وہی مرغ ہوتا ہو جسکے اجناس کو
 پکڑا چاہتا ہے کہ وہ آواز اپنے تجھنس کی سمجھ کر بے تامل آ پھنستا ہے عجیب بات ہے کہ وہ مرغ تو اپنے تجھنس کی بانگ سنکر
 ہوا سے اترتا ہے اور یہاں جال اسکو پیش آجاتا ہے یہ ابلیس بھی کالون کی سی آواز کر کے کہ کبھی نعرے مارنے لگے
 کبھی آہیں کبھی ٹھنڈی سانسین لینے لگے ان صورتوں سے لوگوں کو دام فریب میں پھانستے ہیں اور فقیروں کی
 باتیں پرستے ہیں تاکسی بچارے سیدھے سادے سلیم المزاج پران باتوں کا افسون پھونکیں اور دیوانہ اپنا
 بتائیں یہ سب مکر و فریب کی باتیں ہیں اور ان کا جو اس راہ کے مرد ہیں یہ کام ہے کہ ان سے قلب میں روشنی و
 گرمی پیدا ہوتی ہے اور ان ناچیزوں سے بجز مکر و حیلہ اور بے شرمی کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا سلیم کے لیے افسون
 کیا لطف ہے کہ ناگزیر یہ کوکھی کتے ہیں قولہ شیر نشین از براے گد کند پو سیلم راقب احمد کند پو سیلم راقب
 کذاب ماند پو محمد زاولو الاباب ماند پو آن شراب حق ختامش مشکناں پو بادہ راحتمش بود گند و عذاب پو اگھمنے
 گد یعنی گد یہ بھیک مانگنا پو سیلم اور پو سیلم نام ایک شخص کا ہے جس نے مجھوٹا دعویٰ نبوت کا زمان آنحضرت
 میں کیا اور تصغیران تینوں لفظوں میں تحقیر کی ہے اور ایسے ہی تانیث احمد نام مبارک آنحضرت صلم کذاب بقایت دروغون
 آو لوالاباب صاحبان عقل اس واسطے کہ او کو یعنی صاحبان اور الاباب حج لب یعنی عقل و خرد ختام کبر موم بالاکھ
 جس پر ہر لگا کے بند کرین گند پوے بد اور ہندی میں مہاسے مخطوطا التلظ مطلق پو اسی سبب سے عطار کو گندھی
 کتے ہیں مہاتے شعر میں تفسیر حیلہ اور بے شرمی کی ہے کہ وہی ابلیس آدم رفاں سلیم کو شیر نشین لینے کل کا باگھ بناتا
 ہے بھیک مانگنے کو اور درحقیقت ہے پو سیلم اوڑا سا نام احمد رکھتا ہے بیٹھے مثل احمد کے دعویٰ نبوت کا کرتا ہے لیکن کیا
 ہوتا ہے پو سیلم کاتب آخر کذاب ہی رہا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب اولوالاباب آو لوالاباب میں دونوں لفظ جمع کے
 بنظر غایت در غایت عقل و فطانت آنحضرت کے ہیں اور سیلم میں تصغیر و تانیث بنابر مبالغہ تحقیر حضرت محمد ایک شراب حق
 ہیں جس شراب کا ختامہ مشک کا ہے کچھ خیال کر دے اس شراب کی پوسے خوش کو اور واقعی جب سے اس شراب کا ختام کھولا
 گیا ہے سارا عالم اسکی خوشبو سے معطر و مطیب ہے اور ایسے ہی ابد تک رہے گا اور سیلم کی شراب کی مہر گند و عذاب جسے وہ کھولی
 گئی تمام جہان اسکی بد پوسے گند و عذاب میں پڑا اور سب ناک بھون سمیٹے رہے وراثتک میٹھتے ہیں

داستان پادشاہ موسایون کی کہ بسبب تعصب مذہب کے عیسائیوں کو مارتا تھا و حکایت
 آمین استاد و شاگرد کی

قولہ پادشاہ ہے در جہود ان ظلم ساز و دشمن عیسے و نصرانی گداز و عہد عیسے بود و نبوت آن او پد جان موسیٰ او موسے
 جان او پد شاہ ۱۰ حول کر و در راہ خدا پد آن دو دلساز خدا ہے ز اجداد المعنی جہود و مفسر یہود قوم ہی نصرانی عیسائی
 اسواسطے کہ حضرت عیسیٰ کے ناموں سے ایک نام انکا نام صریحی ہے اس لیے کہ ناصر نام قریہ کا ہے جو ان کا مولد تھا

آن وقت احوال بالفتح و دین مولانا فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن مین ایک بادشاہ عالم تھا دشمن عیسائیوں کا اور انکا شان و کرامت
 آوروہ زمانہ حضرت عیسیٰ کا تھا اور اُنکے وقت کی باری تھی اور واقعی تھا یہ کہ موسیٰ عیسیٰ کی جان اور عیسیٰ موسیٰ کی جان
 دونوں نبی برحق اس کجبت نے کہ خدا کی راہ میں احوال تھا اُنکو جدا جدا سمجھ رکھا تھا وہ دونوں دمساز خدا کے تھے
 قولہ گفت استاد احوالے را کا ندرا با رو بروں آرا و ذائق آن شیشہ را چون درون خانہ احوال رفت زود ہا شیشہ پیش
 چشم او و نمود ہا گفت احوال زان دو شیشہ انکدام ہا پیش تو آرم کن شرعے تمام ہا المعنی ذائق بضم و کسر و فتح خانہ و کسر
 یہ حکایت تمثیل اُس بادشاہ کی احوالیت پر ایراد فرمائی ہر جیسا کہ کہتے ہیں ایک استاد نے ایک احوال سے کہا کہ
 یہاں آ اور گھر میں سے وہ شیشہ آ وہ فوراً گھر کے اندر گیا اور ایک شیشہ کے اُسکو د معلوم ہوئے تب احوال
 نے استاد سے کہاں دونوں سے کونسا لون کچھ بتا بھی تو دے قولہ گفت استاد آن دو شیشہ نیست رو ہا احوالی بگزارد
 افروزن میں مشو ہا گفت احوال اسامہ الممنہ مرن ہا گفت استازان دو یک را بر شگن ہا چون یکے شکست ہر دو شند چشم ہا
 مرد احوال گرد و از میلان چشم ہا شیشہ یک بود و شیشہ دوم نمود ہا چون شکست او شیشہ را دیگر نمود ہا الممنہ استاد
 بالضم مخففت استاد میلان جھکنا اور خواہش طبیعت اپنے استاد نے کہا کہ وہ دو شیشہ نہیں ہیں جا ڈھیر اپن چھوڑ ایک
 کو دوست دیکھ وہ بولا ای استاد مجھے طعنہ مت کہ استاد نے کہا دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال جا اُس نے
 ایک کو توڑا دونوں آنکھ کے ملنے نہیں رہے دوسرا مصرع قول مولانا کاہر کہ آدمی خواہش طبیعت اور غصہ سے
 بھی احوال ہو جاتا کہ اپنے عادات و اعمال میں افزونی پاتا ہا جیسے شیشہ ایک تھا اُسکی آنکھ میں وہ معلوم ہوا
 جب توڑ دیا پھر کچھ نہیں تھا اختلاف شرح اردو میں استماع و ادب و اذاعت اور بجائے روا و غلط ہوا ایسے ہی احوال
 گرد کی جگہ احوال کو جسکو نسخہ کی طرح لکھا ہوا ہے مال ہر غلط متن صحیح نسخہ اور شعر آخر کے معنی اٹھا رہ صفوں پر
 گویا ایک چھوٹا سا سالہ عمر معلوم نے کچھ مختصر مختصر کے قولہ ختم و شہوت مرد احوال کند ہا زار استقامت روح لا
 مبدل کند ہا چون غرض آمد ہنر پیشیدہ شد ہا صد جاب از دل بسوے دیدہ شد ہا چون دہد قاضی بدل ثبوت قرار ہا
 کہ شناسد ظالم از مظلوم نار ہا المعنی غرض یقین و ضد و معبہ ہر دن و نشاندہ و مطلب و مقصود و حاجت او پر جو نسب و ریا
 ہر مرد احوال گرد و احوال اسی کے موافق فرماتے ہیں کہ ختم و شہوت جو خواہش نفسانی ہر آدمی کو احوال کر دیتی ہر جب
 انکا غلبہ ہو تا ہر دور پر افزونی و طینانی کے ہو جاتے ہیں اور روح کو استقامت و راستی سے بدل دیتے ہیں بحال
 خود نہیں چھوڑتے ایسا ہی حال غرض یعنی مطلب و حاجت کا ہر جب یہ کسی قسم کی پیدا ہوتی ہر سارے ہنر و حیل طبعی
 ہیں جتنی باتیں عقل و شرع کی ہیں سب ہنر میں سب کی طرف سے سیکرٹوں پر دے دل کے آنکھوں پر پرچہ
 ہیں جسکا قاضی کو جب دل میں رہتوت ٹھان سے پھر ظالم اور مظلوم زار سے کب پہچانے او کیسے
 جاسکے ایسا ہی حال اہل غرض کے دل کا ہوتا ہر کہ حصول غرض میں دیوانہ بن جا تا ہر قولہ شاہ از

اور مخففت مشہد کا مہنی تلخ لینے مہنی دلب بشارت در حکم تلخ اتھی بیغامہ توجہیون کا نتیجہ کیا اور مہنی تلخ مہنی تلخ کی
 ہر فارسی میں مر کے معنی عربی کی طرح کب ہو سکیں گے بائیکہ لفظ حکم بھی موجود ہو تو کہ چون شوندا ان قوم ازین دین پذیر نہ
 کار ایشان سر بسر شوریدہ گیر نہ در میان شان فتہ بنور انکلم نہ کا ہرمن حیران کا ندور فہم نہ انچہ خواہم کرد انصرانیان نہ ان
 لی آید کنون اندر بیان نہ چون شمار ندیم امین و رازدان نہ و ام دیگر گون نم در پیش شان نہ و حیل بفر ہم ایشان را ہم نہ
 و نذر ایشان انکلم صد و مرہ نہ تا بدست خویش خون خویشتن نہ بزمین ریزند کہ شد سخن نہ المعنی لینے مین ان میں اس
 حالت سے جاؤں اور انکو دین سکھاؤں جب میرے دین کو انھوں نے مان لیا تو جان لے کہ ان کا کام سر اسطر
 اور پریشان ہو گیا مین ان میں ایسے فتنے اور شور ڈال دوں گا کہ شیطان بھی جسے حیران رہ جائے گا کہ یہ فن مجھ کو بھی
 نہیں آتے غرض جو کچھ مین نصرانیوں کے ساتھ کروں گا اس وقت وہ بیان نہیں کر سکتا جس وقت یہ اپنا امین و
 رازدان مجھ کو جان لین گے تو اور طرح کا ایک جال ان کے سامنے لگاؤں گا اور کیسے کیسے جیلوں سے ان کو
 بالکل دھوکے فریب دوں گا اور کیسے فریب و دیرے سبکڑوں نہیں ڈال دوں گا تو یہ اپنے ہی ہاتھ سے خون اپنا زمین پر
 بہاؤں گے پس اب زیادہ اس سے کیا کمون

اکر سوچنا وزیر کا نصاری کے ساتھ اور مکر اسکا

قولہ پس بلویم من سپر نصرانیم نہ ام خدا سے رازدان میدانیم نہ شاہ وقت گشت از ایمان من نہ و در تعصب کر قصد
 جان من نہ خواستم تا دین ز شہ پہنان کم نہ انچہ دین دوست ظاہر ان کم نہ شاہ بویے بردار اسرار من نہ تہم
 شد پیش شہ گفتار من نہ المعنی سپر نصرانیم نہ نصرانی سپر مقید انیم یعنی میدانے نور تعصب حمایت کرنا نہ دینا
 مقہم بصیغہ مفعول تمت کردہ شدہ دہی وزیر گتا ہو میں ان سے کہوں گا کہ مین نصرانی کا لڑکا ہوں اس بات کو خدا سے
 رازدان خوب جاننا ہی پادشاہ مہرے ایمان سے واقف ہو گیا اور حمایت دین موسائیون سے میرے خون کا قصد
 کیا میں نے یہ بھی چاہا کہ دین اپنا پادشاہ سے چھپاؤں اور جو دین اسکا بڑوہ ظاہر کروں اتفاقاً سکو شہ میرے اس
 اسرار سے معلوم ہو گیا اور ساری باتیں میری اس کے نزدیک مقہم ہو گئیں اختلاف شائع بحر العلوم لکھتے ہیں نصرانیم
 بیان سپر کا یہ لینے منہ سپر نصرانیم اور بقول بعض سپر نام اس وزیر کا اور صحیح نہیں کہ کہ اضافت سپر کی نصرانی
 کی طرف ہوا سو اسلئے کہ اس صورت میں فک اضافت لازم آتا ہے اتھی میری سجد میں جو یادہ من نے بھی لکھا ہے کہ قولہ گفت
 گفت جو زمان در روغن ست نہ از دل من تا دل تو روزن ست نہ من از ان روزن بدیدم حال تو نہ حال دیدم کے
 نہ ختم حال تو نہ اگر بنودی جان عیسی چاہہ ام نہ او جو دانہ بکری پارہ ام نہ بہر عیسی جان سپارم سر دہم نہ صد
 ہر لغات منتفی ہر جان نہم نہ جان در غیم نیست از عیسی اولیک نہ واقفم بر علم و دانش نیک نیک نہ صحبت نے کید
 ہر کان توین نہ میان ہر زبان گرد ہر لکب نہ شکر یزدان را عیسی را کہ ما نہ گشتہ ایم دین حق را از ہر

دز جو دان از جو دی رستہ ایم ہا تا بز نارین میان را بستہ ایم ہا دور دور عیسیٰ ست از مردمان ہا بشنوید اسرار کشید
 بجان ہا چون شمارند امین و مقتدا ہا سر نہند جملہ جویندا ہمتدا ہا المعنی دوسرا گفت حاصل مصدر ہر بمعنی گفتار
 نان و دغون چکنی چڑی باتین نیک نیک از نہایت خوب آئین امانت دار مقتدا پیشوا ہمتدا ہدایت یافتن یا اشعار
 بھی تہمہ متولات وزیر سے ہن پیش پادشاہ یعنی عیسائیوں میں جا کر یہ کہوں گا کہ جو کچھ میں نے کہا سب میں بادشاہ نے
 مجھ کو مستم کیا اور کہا کہ تیری باتیں روغن کی نان ہیں نہایت چکنی چڑی انکو میں نہیں سنتا ماننا میرے دل سے
 تیرے دل تک ایک روزن ہو اس روزن سے میں خود تیرے دل ہی کا حال دیکھتا ہوں اور جب حال دیکھتا ہوں
 تو قال کیوں سنون حال کے سامنے قال کی کیا اصل ہر اور بڑی بات تو یہ ہوتی کہ جان جیسے سپری چارہ گر ہوئی
 اس نے مجھ کو بتایا ورنہ جو دو دن کی طرح مجھ کو بادشاہ پارہ پارہ کرنا مگر میں بھی عیسیٰ پر خدا ہوں ان کے لیے جان بھی
 کھوتا سر بھی دیتا باوصف اسکے احسان اسکا اپنی جان پر رکھتا کہ میری شجوب خوش کنی تھی کہ ان کے پیچھے جان
 دی اور سر کھویا مجھ کو عیسیٰ کے پیچھے جان دینا کچھ دریغ نہیں لیکن میں ان کے علم و دین سے بہت ہی بہت وقعت
 ہوں اسکا حیف آتا ہوں کہ یہ دین پاک دین ہے رجا بیگا اور جاہلون میں پڑ کے تباہ ہو جائیگا اور میں اس بات میں
 کہ اس دین حق کا رہنما ہوا ہوں اور یہ خدمت مجھ کو عطا ہوئی ہے نزدان کا بھی مشکور گزار ہوں اور عیسیٰ کا بھی اور
 جو دو دن سے بذریعہ جو دی اپنے جو دین کے چھوٹا ہوں جب سے زار میں نے اس مکر پر باندھا ہوں مگر دور دور
 عیسیٰ کا ہوا تو گو عیسیٰ کے دین کی باتیں جان و دل سے سنو اب کہتا ہوں کہ جب میں یہ باتیں ان سے کروں گا تو وہ
 مجھ کو بنا امین و مقتدا جانینگے اور سب میرے سامنے سر جھکا میں گے اور طالب ہدایت کے ہونگے الخلاف پہلے شروع میں
 حضرت بحر العلوم لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ سخن تیرا بظاہر مثل نان کے ہو اور باطن مثل سوزن تیری تلے کی
 سانس تلے اوپر کی اوپر رہی اور حیرت میں ڈوب گیا کہ بحر العلوم اور بکاے گریہ سپیوں کے کیرے کمان ہیں
 جو بادب دریافت کرتا کہ اگر حضرت ذرا بظاہر مثل نان اور باطن مثل سوزن کے مجھ کو معنی تو بجا دو اور دوسرے
 مصرع کے معنی بادشاہ وزیر و دونوں کافر تھے و دونوں میں مناسبت باطنی تھی پس وزیر کے دل سے بادشاہ کے
 دل تک روزن کہ شیطا طین الانس وحی کرتے ہیں اپنے دوستوں کو مثل شیطا طین جن کے یہ معنی بھی مجھ کو ایسے ہی معلوم
 ہوتے ہیں جیسے کہ خشتین و شمشین معاویہ کی دولہا کیوں کے نام تھے اور مصرع بزبان حال گو یا ع زمین معنی لایعنی درمن
 اثر سے نیست ہا قولہ راندا اور اجانب انرا نیان ہا کرد و دعوت شروع بعد از ان ہا چون چنان و پند ترسیان
 زار ہا میشدند اندر ہم اداس شکار ہا حال عالم انجینین ست از سپر ہا از حد میخیزد اینا سر بسر ہا المعنی دعوت کی کو واسطے
 ہدایت مذہب یا تناول طعام کے بلاتا فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے وزیر کی راے پر عمل کر کے اسکو نصرا ہوں
 کی طرف نکال دیا اسنے نکال دیتے ہی دعوت شروع کی جب ترسیا ہوں نے اسکا ایسا حال زار و بدو کیا تو اسکو

غم میں اشکبار ہوتے تھے اور ترس کھاتے تھے مابعد کا شعر مقلد مولانا رکھ کر کہ اگر سپر ذرا غور و خیال تو کر ایسا حال جہاں کا ہو اور
حد سے بالکل سب باتیں پیدا ہوتی ہیں دیکھ تو اس وزیر نے کیسا بد حال اپنا کر یا بالکل اصل اسکی حد تھا

جمع ہونا نصرانیوں کا وزیر کے پاس اور بھید کتنا اُسکا اُسے

قولہ صدر ہزاران مرد ترسا سوے اوہ اندک اندک جمع شد در کوے اوہ او بیان میگرد با ایشان براز پر سر انگلیوں
وزنار و نمازہ او بیان میگرد با ایشان فصیح پد اگماز اقوال و افعال مسیح پد او بظاہر و اعظا احکام بود پد یک در باطن
صفیر و دام بود پد المعنی انگلیوں بالفصح و کاف فارسی مفتوح و واد معرفت انجیل کتاب عیسی علیہ السلام یعنی جب اسے
دعوت شروع کی کہ لاکھوں عیسائی اسکی طرف رجوع ہوے اور تھوڑے تھوڑے کر کے اسکی گلی میں جمع ہوے
یہ ان سے بھید اور باریکیاں انجیل وزنار و نماز کی بیان کرتا تھا اور فیضاحت زبان حضرت مسیح کے اقوال و افعال کا ہمیشہ
مداح و ثنا خوان رہتا دیکھو بظاہر تو یہ واعظ احکام کا تھا اور باطن میں وہ سب فصاحت و امان اور کتاب صفیر و دام
تھا قولہ ہر این معنی صحابہ از رسول پد ملتس بودند مگر نفس غول پد کوچہ آمیز ذرا غرض نہان پد در عبادت و نماز و در
اخلاص جان پد فضل ظاہر را بختندی ازو پد عیب باطن را بختندی ازو پد مویبو و ذرہ ذرہ مگر نفس پد
میشا سید ندبوسے گل کرفس پد المعنی ملتس التماس سے پوچھنا عربی میں دونوں مساوی کے سوال کو التماس
کہتے ہیں فارسی میں ادنیٰ کے سوال کو اعلیٰ کے ساتھ غول پد او معرفت دیو یا جن بیابانی کہ آدمیوں کو بہکا تا بھٹکانا
اگر کرفس لختجین و سکون فاجہود و ولایتی کہ ناخوش و تیز لو ہوتا ہو تا یہ اشعار مولانا رکھ کر کے مقولات سے ہیں یعنی ایسے ہی
دھوکوں فریبوں پر خیال کر کے حضرات صحابہ آنحضرت سے پوچھتے رہتے تھے مگر اور دھوکے نفس غول کے کہ وہ
کیا غرض نہان سے ہیں جو عبادتوں اور اخلاص جان میں یہ غول ملا کے خراب کر دیتا ہو اور عادت پسندیدہ
صحابہ کی ہمیشہ میں تھی کہ فضل اعمال ظاہری کی طلب تلاش اُن سے نہیں کرتے تھے باطن کے حبیبوں کی بہت
ڈھونڈھ ڈھانڈھ رکھتے تھے اس سبب سے بال بال اور ذرہ ذرہ مگر نفس کو بچاتے تھے مثل پوسے گل اور کرفس
کے یعنی اخلاص اور مگر نفس کو خوب جانتے تھے اختلاف بحر العلوم میں ہر عیشا سید ند چون گل اند کرفس پد
اور بختند بختند کے اثبات و نفی کا جھگڑا اور فضل و عیب کا بہت سا اختلاف لکھا ہے جن نے توجہ ملحوظ اچھا معلوم
ہوا اپنی کتاب میں لکھ دیا میں مقلد کسی کا نہیں ہوں قولہ گفت زان فیضی خلیفہ با حسن پد تابدان شد و عطا و تذکرش حسن پد
موشگان صحابہ جلیہ شان پد خیرہ گشتندی در ان و عطا و بیان پد المعنی خلیفہ بضم حاء فتح ذال ہر وزن خدیجہ
نام صحابی کہ واقع اسرار رسول مقبول کے تھے حسن لختجین خوب و نیکو و نام امام ابن علی رضی اللہ عنہ و نیز حسن بصری
تذکرہ یاد دلانا مطلب ان دونوں شعروں کا یہ ہو کہ وہ جو عیب نفس کے ڈھونڈھتے تھے انہیں سے ایک خلیفہ
تھے کہ ہمیشہ آنحضرت سے نفس کے عیب ہی دریافت کرتے تھے اور کچھ خیر و برکت اسطورہ فیصل کتاب کے لیے لکھی ہے

پایا تھا کہ انکا وعظ و بیان حسن ہو گیا تھا اگر خوب و نیکو اور آسا خوب و نیکو کہ بڑے بڑے صحابہ موشگاف ان کے وعظ و بیان سے خیر ان و متوجہ ہوتے تھے اب میں کہتا ہوں کہ میں نے جو پہلے مصرع میں بخت بندے بصیغہ منفی اور دوسرے میں بخت بندے بصیغہ مثبت لکھا یا ہر انشاء اللہ یہی ٹھیک پڑے گا اور یہی سیاق کلام سے مربوط ہو گا حضرت بحر العلوم جو یا ہین و گھین

مناہوت نصاریٰ کی وزیرِ جہود کے ساتھ

قولہ دل بردارندہ تسلان تمام ہر خود چہ باشد قوت تقلید عام ہر در درون سینہ ہر ش کا شتند ہر نائب عیش و شے پنداشتند ہر او سپرد حال بیک چشم لعین ہر اے خدا فریاد رس نعم المعین ہر صدر ہر ان دام و دانہ است ای خدا ہر ماچور خان حریص بنوا ہر دمیدم پالستہ دام تویم ہر ہر یکے گر باز و سیر غے شویم ہر میر ہانی ہر دے مارا و باز ہر سوے داسے سر ویم اے بے نیاز ہر بعضی دل وادون دلیر کرنا تقلید کسی کی پیروی بلا تحقیق کرنا اتم المعین اچھا و گار افرض فرماتے ہیں کہ دیکھو اس تقلید عام کی قوت کہ تمام تر سالیوں کو تھوڑے ہی دنوں میں رجوع کر لائے کوئی نہیں پہچانتا تھا کہ یہ کون ہے اور ہر بار ہر دے چلے جانے تھے اور سب نے دنوں میں اسکی محبت کا بیج بویا اور نائب عیسیٰ اسکو جانا حالانکہ یہ وصال بیک چشم لعین کا کچھ تھا نائب عیسیٰ کا کب تھا آپس مولانا یہ امر عجیب دیکھ کر دعا کرتے ہیں کہ ای خدا ہماری فریاد رس کر کہ اگر اچھا و گار ہے اور ایسے فریبوں سے ہلکا بچا کر خدا یا لاکھون دام و دانے لینے معاملات وہاں دنیاوی ایسے ہیں جو ہمارے پھنس جانے کی صورت ہیں اور خود ہم بھی ایسے جیسے مرغ حریص اور باوجود حرص بنوا پھر پھنس جانے میں کوئی کسی دمیدم مقید ایک تھے دام کے ہیں چاہے مجھے جلد جدا باز سیر غے ہی کیون نہو جائے اور تو ہی ہم کو ہر دم اس دام سے چھڑاتا ہے اور ہم پھر اسی کی طرف دوڑ دوڑ کے جاتے ہیں اختلاف بحر العلوم تقلید عام کی نسبت لکھتے ہیں کہ اسکا کچھ اعتبار نہیں کہ تقلید عام بے بصیرت ہے اسنے اس معنی میں تو میں ان کی بھی تقلید کرتا ہوں اور اپنے معنی بھی میرے نہیں جانتا مگر اس مصرع غ دمیدم پالستہ دام تویم ہر ہر یکے تویم تویم بنوں کو صحیح جانتا ہوں گو انکی شرح میں ضافت توایم لکھا ہے اسواسطے کہ اوپر مصرع میں حریص بنوا ہر اس کے مطابق یہ ہر اور متضاد بھی نہیں ہوتا کہ پالستگی اس کے دام کی بھی اور حرص و بنوانی کی شکایت بھی کہ ماورین ابن نان گندم میگنیم ہر گندم جمع آمدہ گم میگنیم ہر سے نیندیشیم آفرنا مہوش ہر کین خلل در گندمست از کرموش ہر موش تا ابنان ماضہ ز پوست ہر از نقش ابنان ماورین شدست ہر اول ايجان منع سر موش کن ہر وانگہ اندر جمع گندم جوش کن ہر از معنی آبنان پوست و باغبنت کردہ و زنبیل و مشکبہ حمرہ سوراخ و خاک خلل کشادگی و رخصت تھا ہی کار فن بخت بندہ و اوستی یہ اشعار بھی تھیں مبین مقالات صدر عیوب نہائی نفس میں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مثلاً ہمتو بدانت خود اپنے ابنان دل میں گندم مجھ سے ہیں جو مراد اعمال صالحہ سے ہے ہر اور وہ شامت نفس شوم سے خالی اخلاص حضور سے ہیں

تو گویا حج کرنا کیا مٹنے انکا گم کرنا اور کھونا ہر سپ حج آمدہ کب ہین گم کردہ ہین جیسا کہ سعدی رہنے بھی فرمایا ہر شعر
عبادت باخلاص نیت نکوست ہا و گرنہ چہ آید ز ہجر نکوست ہا اور حال یہ کہ ہم سوچے نہیں کہ ہمارے گندم مین خوابی
و تباہی کیوں ہر آخرب ہوش سے غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہا کہ یہ خلل مکر موش نفس سے ہوا سننے خفیہ خفیہ ہر سنگ
ہمارے ابنان تک لگائی ہوا اسکے داؤد حج سے وہ تباہ و ویران ہوا ہر پس اگر جان غافل میری اول تو اس غوش
کے شر کو دفع کرے پھر گندم حج کرنے کا جوش و ولولہ دل مین پیدا کرتب تیرا حج آمدہ محفوظ رہے گا اور ہامن و امان
تجلی گاہ مین لیل شقال ذرۃ خیزا ہرہ الخلاف شہر بحر العلوم مین ان اشعار کو معراج چھوڑا ہوا اور پہلے شعر
مین ابنا ربجائے ابنان اور تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین پھر ابنا را اور اسی شعر کے پہلے مصرع مین ابنان میری
دانست مین سب جگہ ابنان ہونا چاہیے تا مطابقت کبھی ہو اور مناسبت موش و ابنان اور حفرہ کی کبھی ہو قولہ لشیون
از اخبار آن صدر صدور ہا لصلوۃ تم الایا لضور ہا گرنہ شے دزدور ابنان ماست ہا گندم اعمال چل سالہ کجاست ہا
ربزہ ربزہ صدق ہر روزہ چرا حج می ناید درین ابنان ما ہا پس ستارہ آتش از آہن جہید ہا دین دل شہید
پذرفت و کشید ہا لیک در ظلمت یکے دزد نہان ہا مے مند انگشت برا ستارگان ہا مے کشد ستارگان را
یک بیک ہا تا میفرزد چراغے بر فلک ہا چون عنایات شود با ما مقیم ہا کے بودیجے ازان دزد لیم ہا گر
ہزاران دام باشد ہر قدم ہا چون تو با مائی نباشد بیچ نم ہا المعنی اخبار حج خبر بخنے حدیث صدر صدور بالانشین
بالانشینان دوسرے مصرع کے معنی نماز تمام نہیں ہوتی ہر مگر ساتھ حضور کے ساتھ شہ قہارے رنگین کہ ستوف
منازل پر بندے ہین ستارگان مین العزائد ہا یہ اشعار کبھی ٹوید اسی بات کے ہین کہ بے خلاص و بے حضور
کوئی طاعت و عبادت کامل نہیں ہوتی چنانچہ فرمایا حضرت صدر صدور علیہ السلام نے کہ نماز کامل نہیں
ہوتی مگر حضور قلب سے ورا اس حدیث بر توکان لگا اور گوش دل سے شن مولانا راج نے قلب بیاس قافیہ
و حفظ وزن کے مذکور نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ یہی موش نفس چوری ہمارے ابنان کی کر رہا ہوا ہر ہم کو بے غلامی
و بے حضوری مین ڈال کے اپنا کام کرتا ہوا ورنہ گندم اعمال چالیس برس کے کمان ہین جو کہ مین نظر مین آنے
اگر بہرچہ اتنا نہیں تو کیا سبب ہو کہ ربزہ ربزہ صدق کا کبھی ہر روزہ ہمارے ابنان مین حج نہیں ہوتا ستارہ کا لفظ
جنس ہا تسلیل و کثیر سب کو مشامل یعنی بجد ستارے آتش کے ہمارے آہن دل سے مڑے جیسا کہ معلوم
ہا کہ جب لوہا بھٹی سے سج ہو کے نکلتا ہا اس سے چنگاریاں مثل تارون کے اڑتی ہین کہ مراد اس سے
ریاضات مشاققہ ہوا و در دل شوریدہ نے قبول کر لیں اور مٹھا لیں لیکن کیا ہوتا ہا اس سبب سے کہ ظلمت درون
مین یہ وزہ نہان نفس کا جو دغا ہوا ہین ستارون پر لگی رکھ رکھ کے ایک ایک کو بجلا رہا ہر مثل چو کے کہ جب
چوری ہو گشت ہو چھین چلتا ہوا تو لگی رکھ کے بجلا دیتا ہوا ایسے ہی یہ کبھی بجلا رہا ہوا تو کوئی چور نہ نکلتا

دل پر جو عرش اعظم کھلاتا ہو روشن نمونے پائے ہاں اگر عنایتیں تیری ہمارے ساتھ مقیم ہوں تو ہم کو اس دزدلیم کا
اصلاً خوف و خطر نہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ اگر قدم قدم پر ہمارے یہ ہزاروں ہی جال اور پھندے لگانے جب تو
ہمارے ساتھ ہو تو ہمو کیا غم ہو یہ ہمارا کیا کر سکتا ہو اختلاف بحر العلوم میں فقط تحقیق و بحث پہلے شعر کی لکھی ہو کہ چند
مشکل نہیں اور شعروں کی نسبت کچھ نہیں لکھا جو لکھنے کے تھے تیسرے شعر میں بجائے ابناں کے پھر انبار
اور بجائے براستارگان دراستارگان کہ موقع استعلا کا ہو نہ ظرف کا اور تانیف روز کی جگہ تاکہ نفس روز
کہ کاف محض بیکار ہو لکھا ہو

تمثیل عارف اور اس کے حال میں

تو کہ ہر شبے از دام تن ارواح را بہ میر مانی می کنی الواح را بہ میر ہند ارواح ہر شب زین قفس بہ فارغان نے
حاکم و محکوم کس بہ شب زندان بہ بجز زندانیان بہ شب زدوت بے خبر سلطانیاں ہننے غم و اندیشہ سو
وزیان پائے خیال ابن فلان و آن فلان بہ حال عارف ابن بود بخواب ہم بہ گفت یزدان ہم رتو زین مرم بہ
خفتہ از احوال دنیا روز و شب بہ چون تسلیم در پنجہ تقلیب رب بہ آنکہ او پنجہ نہ بنید در رقم بہ فعل پسندار و نجیبش
از تسلیم بہ المعنی از ارواح جمع روح الواح کج لوح اہم رتو دودہ سوئے واسلے ہن مرم بصیغۃ منہی رسیدن سے
تقلیب بدل دینا اور لوٹ دینا او پر جو فرمایا ہو کہ ہر قدم پر اگر ہزاروں دام ہوں تو تیرے ہوتے کیا غم ہو موافق
اسی کے فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ارواحین ہمارے دام تن میں مقید ہیں اور تو ان کو ہر شب اس دام سے رہا کرتا
ہو کہ وہ عالم رویا ہو اور جملہ الواح قوی و حواس کے ہنسے نکال لیتا ہو اور یہ سب خوشحال فارغ البال اس بیخبر سے
آزاد و شاد و پھرتے ہیں اسوقت میں یہ ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی کسی کا حاکم نہ ہو نہ وہ کسی کا محکوم ہو اور رات بھر
ایسے جیسے زندان سے بیخبر زندانی اور دولت سے بیخبر دولت والے یعنی زندان موجود ہو مگر زندانی بیخبر اور
دولت رکھی ہو لیکن دولت والے اس سے غافل نہ کچھ غم و اندیشہ سو و وزیان کا نہ خیال ایس بات کا کہ یہ فلان
ہو وہ فلان یہ سب صفات ظلی الموم ارواح کی حالت خواب میں ہیں اب با پنجون شعر میں تلخیص ہو اس آیت کریمہ
تقصیر اصحاب کف سے جو نتیجہ اشعار صدر کا ہو و بحسب القافا وہم رتو دینے تو جانے کہ وہ جاگتے ہیں اسلئے
کہ انہیں آنکی کھلی ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں پس حال عارف کا بھی بیداری و تجو ابی میں ایسا ہی ہوتا ہو جیسے حال
اصحاب کف کا کہ دیکھنے والا سمجھتا ہو جاگتے ہیں اور مقید زندان تن کے ہیں اور وہ سوتے ہیں اور زندان
تن سے آزاد و جیسے عالم خواب میں عام لوگ ایسے ہی خدا سے تھالے لائے فرمایا ہو اس سے گریز مت کرادہی کی
تائید میں فرمایا کہ وہ عارف احوال دنیا سے شب و روز خفتہ ہو ای غافل از ظلم کی طرح پنجہ تقلیب رب میں ہو وہی
کہ سکوٹ پوٹ کر تار ہتا ہو جیسے اصحاب کف کی نسبت فرمایا و نظم ذات انہیں و ذواب الشال یعنی کڑوا

لواتے ہیں ہم انکو داہنی طرف اور بائیں طرف اس عارف نختہ و پنجر کی لوٹ پوٹ اور گردش و حرکت بھی جملہ اُسی کی طرف سے ہیں ورنہ اسکا تو یہ حال بقول سعدی رحمہ اللہ شعر شب و روز در بند سودا و سوز نہ انداز آشتی شب و روز نہ اور جو پنجہ تعلیق رب کہا ہو اسکی توضیح شعر مابعد میں فرمائی ہو اور امتیاز ظاہر بین اور حقیقت بین کا بیان کیا ہو کہ ظاہر بین تو ہنگام تحریر قلم کو دیکھتا ہو کہ اسکی جنبش سے یہ فعل ظہور میں آیا اور حقیقت بین پنجہ کو کہ اسکی حرکت سے یہ رقم ظاہر ہوئی تعلیق اور تعلیم میں صنعت اشتقاق ہو اور اقتباس بھی ایسے ہی وہم و قود میں اقتباس الخلاف بحر العلوم کے اپنے معنی میں میرے میری سمجھ کے لایق اپنے

تمثیل مرد عارف و تفسیر

قولہ شمع از حال عارف و انمودہ خلق را ہم خواب سے در بودہ رفت در صحرا ہے چون جان شان و روح شان آسودہ و ابدان شان و فارغان از حرص و اکباب حصص و مرغ و ار از دام جستہ و ز قفس پر ترک روز آخر چو با زرین سپر و ہندوے شب را پہ تیغ انگند سر و میل ہر جانے بسوے تن بودہ ہر تنے از روح آبستن بودہ از صفیرے باز دام اندر کشد جملہ را در دام در آوے کشد چونکہ نور صبح دم سر بر زندہ کر گس زرین گردون پر زندہ فائق الاصلح اسرافیل وارہ جملہ را در صورت آرد زان دیار و روحاے منبسط راتن کند ہر تنے را باز آبستن کند اسب جانہ را کند عاری زرین و سر النوم خ الموت ست این و المعنی جسے بالکسر و سین بملہ مشد و منسوب بحس کسی چیز کو کسی حواس سے معلوم کرنا ابدان بالفتح جمع بدن اکباب بالکسر نگون فتادون و نگون انگندن حصص بفتح تین دوڑنا فائق الاصلح پھاڑنے والا سپیدہ صبح کا سیاہی شب سے کہ وہ خدا تعالیٰ ہو منبسط بالضم و سین مہملہ کسور کشادہ شونده و گسترده شونده مجازاً مسرور و خوشحال عاری برہنہ النوم خ الموت نیند بجانئ موت کی ہوتیئے عارف کا حال تو قابل بیان کے نہیں اس لیے کہ حواس اس کے اور اک سے عاجز ہیں مگر ایک شمع اس کے حال سے خدا تعالیٰ نے مخلوق پر بھی ظاہر کیا ہو کہ وہ خواب حسی ہو یعنی جب کو انکے حواس دریافت کر سکیں انپر طاری کی جو یہ خود و پنجر کر دیتی ہو اور حال کا تو کچھ کھنسا ہی نہیں پس اسوقت میں جان انکی صحرا ہے چون میں جان نہ کوئی مواخذہ ہو نہ محاسبہ نہ کوئی غم نہ اندیشہ پہلی جاتی ہو اور وہاں وہ بھی آسودہ ہوتی ہو اور بدن بھی آسودہ چنانچہ عالم خواب سے یہ بات ظاہر اسوقت میں نہ حصص ہوتی ہو نہ سر نگون کرنا نہ دوڑنا ان سب باتوں سے بالکلیہ فارغ یعنی یہ حال کہ جیسے کوئی پرند جال اور پنجرہ سے نکل کے فارغ البال ہو جاتا ہو آخر جب ترک روز کا کہ استعارہ آفتاب سے ہو اور طلوع اسکا نیم شب سے اعتبار کیا گیا بہر حال صبح کا ذب سپر زرین باندھ کر کہ وہ جرم آفتاب کا ہو بلحاظ تغایر فرضی میان آفتاب و جرم آفتاب ہندوے شب کا تیغ شعلے سے سرگردا دیتا ہو میل ہر جان کا تن

کی طرف اور ہر تن روح سے حاملہ ہوتا ہے اور مثل میاد کے کہ صفر کر کے پرندوں کو دام میں بلا لیتا ہے وہ بھی سب کو دام در آد اور میں جوتن جو مایہ ہر در درونج اور اسی سے متعلق بھرتا ہے اور ضرور ہے کہ اس وقت سونا باگنا شروع ہو جاتا ہے کہ کبھی سو جاتا ہے کبھی جاگ جاتا ہے پھر جب نور محمد کا ظاہر ہوتا ہے جہاں نورانی بھیلی اور گرگس گردون کہ یہ بھی استعارہ آفتاب سے ہے اڑنے لگا جو مراد اسکے طلوع و نمود سے ہے فائق الاصلح یعنی خداوند تعالیٰ کہ نکالنے والا سپیدہ صبح کا شب سے ہے سب کو اسرافیل کی طرح اُس ملک سے جسکو محراب ہے چون کہا ہے عالم صورت میں لاتا ہے ایسا جیسے کہ اسرافیل کے دوبارہ صور بھونکنے سے سب زندہ ہو جائینگے اور زمین جو بھیلی بکھری کھلے بندون ہوتی ہیں انگو تن کر دیتا ہے کہ تن کھلانے لگتی ہیں اور ہر نیک و بد سے تن حاملہ ہو جاتا ہے جو اس سے ظہور میں آتا ہے پھر گھوڑے جانوں کے جورات بھر زین بستہ ہوتے ہیں زین سے عاری و برہنہ ہو جاتے ہیں بس ہی بھید النوم رخ الموت کا جو اختلاف پہلے شعر میں خلق را ہم متعلق پہلے مصرع سے ہے صاحب بحر العلوم نے کچھ اپنے ہی سمجھ لینے کو لکھ دیا ہے بجائے وز نقص کے در نقص اور دآم اندر کشد کے کشی اس واسطے کہ ان اشعار میں جملہ افعال غیبت میں نہ خطاب پھر یہ خطاب کیسے ہو سکے گا وراثت کا محل نہیں اور دآم و در آو کی جگہ دآم و در وہ سب غلط لکھا ہے ایسے ہی بجائے عاری برائے مملہ غازی بغین و زائے معجمہ اور مجملہ ان اشعار کے پہلے اور تیسرے اور چوتھے اور پانچویں اور چھٹے شعر کے کچھ معنی لغت کے کچھ شعر کے لکھے ہیں باقی معرا قولہ لیک ہر آنکہ روز آید بازہ بر بند برائے شان بند درازہ تاکہ روزش واکشد زان مرغزارہ در چراگاہ آورد در زیر بارہ کاش چون اصحاب کف از روح راہ حفظ کر دے یا چو کشتی نوح راہ تا ازین طوفان بیداری و ہوشہ دار رسیدی این ضمیر و چشم و گوشہ ای بسا اصحاب کف اندر جہان پہلو تو پیش توست این زمانہ خار با تو یار با تو در سرودہ مہر چشمست و برگشت چہ سودہ باز دان کر چیست این رو پوشماہ ختم حق بر شہما و گوشماہ المعنی مرغزار بافتح سبزہ زار چہ مرغ یعنی سبزہ و زار حرف کثرت پہلو بمعنی برابر سرود بضم اول و دوم معروف راگ و ساز ختم بافتح مہر لیک کلمہ استدراک کا ہے واسطے دفع اُس تو ہم کے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے اور بیان یہ تو ہم ہے کہ زین سے انگو عاری تو کرتا ہے لیکن نظر باین معنی کہ دن میں لوٹ آوین ایک قید لینی رسی کی طرح اُنکے پاؤں میں لگا دیتا ہے تو دن انگو اُس مرغزار سے جسکو صحرا ہے چون اوپر کہا ہے کینچ کر چراگاہ خاص میں جوتن ہو لائے اور پوجہ کے نیچے کھینچے یعنی ہر قسم کا کام لے مثال اسکی خارج میں یہ سمجھنا چاہیے کہ مثلاً ایک گھوڑے کو کسی مرغزار میں کھوٹا گاڑ کے لینی رسی ہے یا نہر میں ہر طرف پھرتا ہے اور جب ٹھکانے پر لانا چاہا رسی کھینچی اور ٹھکانے پر کر لیا اور کام لینا شروع کیا تب تک کے خاص مقولات مولانا صاحب کے وہ فرماتے ہیں کہ کیا ہوا ہوتا ہے اس روح کی کہ شب کو خلق انسان میں جوتن ہو لائے اصحاب کف کے غفلت کی وجہ سے

اور صد ہا بلا اور آفتوں میں ڈالتی ہر ہمارے دل اور چشم و گوش محفوظ تو رہتے اور بلا میں نہ پڑتے پھر فرماتے ہیں کہ
 اصحاب کف کو کیا یاد کرتا ہے اور افسوس کھاتا ہے اگلو تو ایک زمانہ گزرا تیرے تو خود اس وقت میں برابر اور دروہرو
 اصحاب کف جہان میں موجود ہیں لیکن ہر بوجب ختم السعد علی قلوبہم و علی ابصارہم کے تیرے چشم و گوش پر
 نہر لگی ہے وہ جگو کیسے سوچیں اور تو انکی بات کیسے سنے پھر کیا فائدہ ہاں اگر یہ ہر اٹھ جائے تو یار اور غار دونوں کو اپنے ہی ساتھ
 دیکھے کہ وہ جان و تن میں اور وجد و سرود بھی اپنے ہی بیچ میں پائے کہ وہ مستی عشق ہے جیسا کہ سعدی نے فرمایا شعر
 جہان پر سماع ست وستی و شور و لیکن چہ بیند در آئینہ کورہ آب فرماتے ہیں یہ بھی جانا کہ یہ روپوشیاں اور چشم و گوش پر
 نہر حق کا ہونا کس سبب سے ہے چنانچہ وہ مثال آئینہ میں آتا ہے اختلاف بحر العلوم کے متن میں ع غار یا تو یار یا تو دروہرو
 اور شرح میں دونوں جگہ با و لکھا ہے اور معنی غار یا و یار است و غار یا و دروہرو دست لیکن کسے سر وادیشان نمی شنود

سوال کرنا خلیفہ کا لیلی سے اور جواب اسکا

قوله گفت لیلی را خلیفہ کان توئی کہ کر تو مجنون شد پریشان و غوی بہ از در خوابان تو افزون نیستی بہ گفت غامض
 چون تو مجنون نیستی بہ دیدہ مجنون اگر بودی ترا بہ ہر دو عالم بیخطر بودے ترا بہ با خودی تو لیک مجنون بیخودست بہ
 در طریق عشق بیداری بدست بہ المعنی غوی مگر ابھی خطر بفتحتین باہ و آفت و اندیشہ ضرر و بزرگی یعنی خلیفہ نے
 لیلی سے کہا کیا عہ تو ہی ہے کہ تیرے حبیب سے مجنون پریشان و غمراہ ہوا تو تو اور حسینیوں سے کچھ بڑے کے نہیں ہے
 کہا چہ رہ جب تو مجنون نہیں ہے تو کیوں پوچھتا ہے پہلے مجنون بن پھر جگو پوچھ تیری آنکھیں مجنون کی سی نہیں ہیں
 اگر ہو تین تو دونوں جہان کی میرے مقابلہ میں تیرے سامنے قدر و بزرگی نہوتی تو تو با خود ہی بیٹے ہو شیار و عاقل
 کہ او تو کا فرق کرتا ہے تو کیا جانے لیکن مجنون بیخود ہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں البتہ وہ اس بات کو
 جانتا ہے کہ طریق عشق میں ہو شیاری و بیداری سے بدتر کوئی چیز نہیں قولہ ہر کہ بیدار است او در خواب تر بہ ہست
 بیداریش از خوابش تر بہ ہر کہ در خواب است بیداریش بہ ہست غفلت عین ہشیاریش بہ ہست چون بحق بیدار نبود
 جان ما بہ ہست بیداری چو در بندان ماہ جان ہمہ روزانکہ کوب خیال بہ در زبان و سود و از خوف نوال بہ
 نے صفا سیلندش نے صفت و غرہ نے بسوے آسمان راہ سفرہ المعنی در بندان میں الف و نون زادہ ہے اور در بند
 نام قلعہ پھر بتائید اسکے کہ بیداری عشق میں بد ہے فرماتے ہیں کہ جسکا دل بیدار اور چشم و غواب ہے کہ صفت عاشق حقیقی
 کی ہے اسکا خواب بیداری سے زیادہ ہے اور بیداری خواب سے بڑا سو اسطے کہ یہ خواب میں محبت حقیقی کے
 خیال پاکیزہ سے ہے اور اس میں ڈوبا ہوا بیداری میں کہ خرچہ نہ کچھ منتظر ہوتا ہے اور وہ بے غلبہ ہے اور جسے دل خستہ ہے
 بیدار ہی اسکی بہت غفلت ہے اسکی ہوشیاری ہر ملل میں ہشیاری کو بے ہوشی ہے اور غافل ہے کہ
 جب غفلت میں ہے تو بیداری نہوتی بیداری ایک لمحہ میں غفلت میں نہوتی غفلت میں نہوتی

خیال کی لت کھوندن میں رہتی ہو کبھی خیال سود و زیان اور کبھی خوف زوال جان لاجرم ایسی جان بے صفات ہوتی ہو نہ پاکیزہ اور زینا نہ اُسکو آسمان کی طرف راہ سفر کی نہ صورت گذر کی اختلاف شرح بحر العلوم میں گفت لیلیٰ الخ سے یہاں تک فقط در بند کے معنی لکھے ہیں اور سب پر فاتحہ خیر پڑھ دی قولہ خفتہ آن باشد کہ او از ہر خیال و دارد امید و کند با او مقال ہونے چنانکہ از خیال آید بحال و آن خیال گرد و ادا و اصد و بال و دیو را چون حور بنید او بخواب و پس ز شہوت ریزد او با دیو آب و چونکہ تخم نسل در شورہ بر تخت و او بخویش آمد خیال از وہ گرفت و صفت سر بنید از ان و تن پلید و آہ از ان نقش پدید و ناپدید و المعنی خیال وہ صورت جو خواب یا آئینہ یا پانی میں نظر آئے اور بیداری میں خیال کجائے آب سے مراد آب مٹی ہو تخم نسل نطفہ شورہ کھاری زمین جہاں کچھ نہ جسے آب فرماتے ہیں کہ خفتہ وہ شخص ہو جو خیال سے امید رکھتا ہو اور گفتگو کرتا ہو کہ وہ بھی مخلوق ہو جو کہ خیال کا لفظ عام تھا حقیقی و غیر حقیقی دونوں کو شامل لہذا واسطے استنباط حقیقی کے فرمایا کہ اس خفتہ کا خیال ایسا نہیں کہ جس سے حال و وجد میں آئے جسکی کیفیت اہل حال جانتے ہیں بلکہ وہ خیال اُسکے واسطے سیکڑون طرح کا وبال ہو جاتا ہو یہ شخص خفتہ شیطان کو حور کی طرح خواب میں دیکھتا ہو اور بمقتضی شہوت اُسی شیطان کے ساتھ آب شہوت بہاتا ہو اور محکم ہوتا ہو پھر جیسا تخم نسل کو کہ زمین طیب میں بکھیرنے کا تھا زمین شورہ میں بکھیر چکتا ہو ہوش میں آجاتا ہو اور خیال اُسکے پاس سے دور بھاگ جاتا ہو یہ صفت دماغ اور بدن پلیدے رہ جاتا ہو پس ایسے نفس پدید و ناپدید سے مقام آہ و افسوس کا ہو کہ کبھی ظاہر ہوا کبھی ناپدید اور اسکو وبال و خرابی میں ڈال گیا کہ ہر قسم کی دقت و تکلیف طہارت میں پڑے گی اور تا حالت جنابت خد سے دور رہیگا اختلاف شرح بحر العلوم میں وہی پہلے ایک شعر کے ساتھ کچھ معنی لکھے ہیں قولہ مرغ بر بال پران و سایہ اش و مید و دیر خاک پران مرغ و ش و ابے سیا و آن سایہ شود و مید و دچند آنکہ بے یایہ شود و دینجر کان عکس آن مرغ ہو است و دینجر کہ اصل آن سایہ کجاست و تیر انداز دسوسے سایہ او و ترکش خالی شود و دچتو و ترکش عمرش تھی شد معرفت و از ویدن در شکار سایہ تفت و سایہ نردوان ہو باشد دایہ اش و وارہاند از خیال و سایہ اش و المعنی تفت بافتح گرم و سوختہ و غضبناک مجازاً مفلس یہ اشعار بھی تمثیل اشعار صدر میں ہیں فرماتے ہیں کہ یہ خفتہ خیال مثل اس احمق کے ہو کہ مرغ تو او پر اڑ رہا ہو اور سایہ اُسکا مثل مرغ کے خاک پر اڑتا ہو پھر تہو اور کوئی احمق شکاری اُس سایہ کا ہووے اور سایہ کے پیچھے اتنا دوڑے کہ بے یایہ ہو جائے یعنی ساری طاقت اپنی صرف کر کے شک جالے اور اسکی خبر نہیں کہ یہ سایہ اور عکس اُس مرغ کا ہو جو ہوا پر ہونہ یہ خبر کہ اس سایہ کی اصل کہاں ہو آب یہ تو تیر اُس سایہ پر لگا رہا ہو اور اُس مرغ کے خیال میں جو یہاں تک کہ اسی جستجو میں ترکش اسکا خالی ہو گیا اور ترکش کیا عمر ہو یعنی ساری عمر اُسی سایہ کے شکار میں کھوئی اور بیہودگی میں خراب کی کہ اُس شکار کے پیچھے دوڑتے دوڑتے بھن گیا اور سوختہ ہوا

خواب ہر باز شای از حسد گرد خواب ہر گرسد خانہ جسد باشد و لیک ہر آن جسد را پاک کرد اللہ نیکسہ ہر یافت پاک
از جناب کبریا ہر جسم ہر از کبر و پر حق دوریا ہر المعنی حسد کسی کا زوال نعمت چاہتا عقبہ راہ دشوار در کوہ و مراد از امر سخت و
عظیم نیز جسد بفتحین جسم حقد بالکسر کہنہ و غنا و غلو بفتحین مجرم اور حد سے گزر جانا ان اشعار سے صاف ظاہر ہر کہ راہ خدا
مین حسد سے زیادہ کوئی بری چیز نہیں ہر سو اسکی راہ تو ضیاء الحق تیرے گلہ پر روک دے گا کیا مقدور جو کوئی بات
حسد کی گلو سے نکلنے پائے اور دیکھ ابلیس کو حسد میں طر غلو تھا یعنی نہایت ہی حد سے نکلا ہوا مگر کیسا راندہ گیا اور وہی
حسد ہر جسکے سبب سے اب تک اسکو آدم سے تنگ اور سعادت سے جنگ ہر اور کوئی امر سخت و دشوار اس راہ میں
حسد سے زیادہ نہیں پس کیا اچھا وہ شخص ہر جسکے ساتھ حسد نہیں ہر اور بے حسد ہر او مخاطب یہ جسد خانہ حسد کلام ہر اس
سبب سے کہ اسی جسد خاکی پر تو شیطان نے حسد کیا تھا تا خدا ان اس سے گرد برد ہو جائیں اور دیکھو خانان اسی
ویران ہو ہی جاتے ہیں اور باز شای خواب بجاتے ہیں یعنی قدر والے نا چیز و بقدر ہو جاتے ہیں پھر فرماتے
ہیں اگرچہ یہ جسد خانہ حسد کا ہر لیکن اسی کو اللہ تعالیٰ نیک پاک کر دیتا ہر اور یہی جسم جو کبر و ریا اور حقد و حسد سے بھرا ہوا
ہر جناب کبریا سے پاکی و طہارت پا جاتا ہر اختلاف مجاہد اس مصرع کے معنی جسد را پاک کرد اللہ نیک ہر
اتنے ٹکڑے میں کر د اللہ نیک بڑا شک ہر یہ کلام مولانا مہمکان میں معلوم ہوتا اسکی فارسی نہایت سست معلوم ہوتی ہر
اور کیا عجب کہ دراصل گرد و اندنیک ہو کہ کر د اللہ کی اور اسکی صورت میں بہت ہی حقو طر افرق ہر مگر کیا کر دن کہ سو
بحر معلوم کہ جہنم یہ لکھا ہر دوسری کتاب میرے پاس نہیں معنی یہ کہ نیک اس جسد کو حسد سے پاک کرتے ہیں
اور شعر مابعد مؤید اسکا کہ جناب کبریا کے فضل سے پاک بھی ہو جاتا ہر اور پھر اسکی تائید میں اشعار مابعد میں اور
غلطیان تو اصل کتاب کی دیکھتا ہی چلا آتا ہوں پھر کیسے وثوق ہو مگر معنی مجبوری میں نے موافق تحریر متن کے لکھ دیے
مع کیا کروں بیڈ صعب بھنسا ہوں دام میں صیار کے ہر اور اتنے شعرون میں ایک شعر کے معنی شارح صاحب نے
زیب رقم فرمائے ہیں قولہ طہر بیتی بیان پاکست ہر گنج نورست از طمش خاکست ہر چون کنی با جمید مکر حسد ہر
زان حسد دل را سیاہی ہارسد ہر خاک شور مردان حق را زیر پا ہر خاک بر سر کن حسد را ہجو ما ہر ان سے طہر بیتی
اقتباس ہر آیت کریمہ ان طہرا بیتی بطا بطن سے یعنی پاک کر د میرے گھر کو تم دونوں واسطے طواف کرنے والوں
کے یعنی یہی جسد ہر جسکی پاکی کی صفت میں ان طہرا بیتی فرمایا ہر اور بموجب حدیث قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ
کے نسبت بیت کی اپنے طرف کی ہر پس اسی جسد میں گنج نور بھرا ہوا ہر اور یہ اسکا ظلم اگرچہ خاکی ہر جو اس ظلم کا تو طہر بیتی
میں وہ گنج پاتے ہیں شعر مابعد بطور ہند و ارشاد کے ہیں کہ اگر تو جمید کے ساتھ مکر حسد کر گا اسکا کچھ نہیں بگاڑے گا
میرے ہی دلی کوتاہ کیاں گھیریں گی اور سیاہ کر دیگی اب تجکو لازم ہر کہ جو مرد خدا کے ہیں انکے پاؤں تلے خاک ہو جا
نبا تو ہماری طرح جمید کے سر پر خاک ڈالے گا اختلاف شارح نے پہلے شعر کے معنی میں آیت کے معنی لکھے ہیں معرفت

وزیر کے حسد کا بیان جہود کے ساتھ

قولہ آن وزیر کا از حسد پوش نژاد ہوتا باطل گوش و بینی باد واد ہا بر امید آنکہ انیش حسد ہا زہر اور جان سکینان رسد ہا
 ہر کسے گو از حسد پیتی کند ہا خوشی را بے گوش و بے بینی کند ہا المعنی وزیر کا من کاٹ تصفیہ و تحقیر کو قطع کاف و کات و سی
 ہندی گڑھا کند مضارع ہر کندن سے متولانا ہر نے پھر جوع اصل قصہ کی طرف فرمایا کہ اس وزیر حقیر را پیر نے جسکی اصل و
 بنیاد حسد پر تھی اپنے ناک کان اس امید پر کھوئے کہ میرے نیش حسد کا زہر سکینون کی جان میں پہونچے فرماتے ہیں اٹھی
 ہر بھی یہ بات کہ جو کوئی حسد بینی سے گڑھا کھوتا ہر وہ اپنے ناک کان پہلے کھوتا ہر الحلافت صاحب بحر العلوم نے
 ایسا معلوم ہوتا ہر کہ گو لو کات تازی سمجھا ہر اور بینی کندن جسکے ساتھ بینی زدن کو لگایا ہر جو اصطلاح و اتھی ہر بیغنے
 انکار کروں استے ہو گے لیکن جب ہی تو کہ یہ لفظ بھی ہون والا بگم آن شعر کہ چند مقالات آن باد سنج ہا کہ نے ملک
 وارد نہ فرمان نہ گنج ہا کیا فائدہ خیال کیا جاسے کہ یہی معنی تو ہون گے جو کوئی کہ وہ حسد سے انکار کرے اب آگے کیا
 بنزاسکے کہ آگے آیت قولہ بینی آن باشد کہ اولوے برد ہا بولے اورا جانب کوئے برد ہا ہر کہ پوش نیست بے بینی بود ہا
 بولے آن پوش نیست کو دینی بود ہا چونکہ بولے برد و شکر آن نکر و ہا کفر نعمت آمدہ بے نیش خورد ہا شکر کن مرشا کران را
 بندہ باش ہا پیش ایشان مردہ شو ہا بندہ باش ہا المعنی دوسرے مصرع میں بولے کی یا اضافت کی نہیں ہو
 ایسے ہی جیسے گو اور کوئے تیرے مصرع میں پوش نیست یعنی میں نے تو خدا کے اس لیے بنائی ہر کہ وہ بولوا حاصل کرے
 اور بولاسکو کسی گلی کی طرف لیجائے اور جسکو پوش نیست یعنی شتم وہ بے بینی ہر اور بول بھی دراصل وہ بوجود دینی ہو بس ہر گاہ بول
 حاصل ہوئی اور اسکا شکر جو اسپر عمل کرنا ہر نہ کیا تو ہی کفران نعمت آیا اور بینی کہا کیا تیس ہو شیار ہو اور شکر نعمت بجا لاؤ
 شا کروں گا ایسا بندہ بن کہ اعلیٰ خدمت مرث تا دوام و پابندگی خلیج روزی ہو الحلافت وہی حسب عادت ایک
 کے کچھ معنے باقی سب مقرر

سمجھ جانا ہوشیاران نصاریٰ کا طر وزیر کو

قولہ چون وزیر از رہرنے مایہ ساز ہا خلق را تو ہر میا وراز نماز ہا ناصر دین گشتہ آن کا فر وزیر ہا کرد و از مکر و روزینہ
 سیر ہا ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او ہا لذتے میدید و تلخی حفت او ہا نکتہ ہا میگفت او آویختہ ہا در جلاب وقت
 زہرے ریختہ ہا ہاں مشوم و رزان گفت نکو ہا زانکہ وارد و صد بدی و زریاد ہا روح ہا باشد زشت گفتش زشت دان ہا
 ہر چہ گوید مردہ آن را نیست جان ہا گفت انسان پارہ انسان بود ہا پارہ از نان عتین دان نان بود ہا المعنی
 تیر و روزینہ کردن کسی کی شادی میں نعم و الناجلاب ایک قسم غربت کہ گلاب کے پھول غربت میں چو ش کر کے شیشون
 میں بھر رکھے ہیں پہلا شعر بطور ہندوار شاد کہے ہر کہ اس وزیر را ہرن کی طرح مایہ زہری کا مت درست کر
 اور مخلوق کو ناز سے غلط مت کرے جو سیدھی راہ چلے جاتے ہیں ان کو طیر صحرایہ مت چلا دیکھو یہ الٹی بات ہر کہ

یہ وزیر خود تو کافر اور دین کا ناصح بنا اور کچھ سے لوزیہ میں سیر ملایا یعنی عیسائیوں کو کہ اپنے طریقہ میں شاد تھے دوسرے وہاں میں ڈالاجوگ کہ صاحب ذوق تھے میٹھے کڑوے کا مزہ جاننے والے وہ اسکی گفتگو میں لذت کے ساتھ تھے ابھی جفت پاتے تھے یہ انکے سامنے کئے گئے کڑکٹا تھا اور جلاب و قندہ میں زہر چھڑکتا تھا پھر بطور نصیحت فرماتے ہیں کہ خبردار تو چکنی چٹری باتوں اور کسی کی حسن گفتگو پر دھوکہ مت کھا کہ یہ حسن کلام ایک بڑی آڑ ہے اسکے نیچے جو سیکڑوں برائیاں چھپی ہوئی ہیں انھیں کو بائین بتا بنائے چھپا رہا ہے اور تیکو ایک بات بتاؤں جسکی صورت بری ہو اسکی گفتگو کو بھی برا جان جو کچھ وہ کہے اسکا کلام مردہ ہو اس میں جان نہیں جیسا کہ کہا اظہار غلو ان الباطن پھر اس گوش و بینی پر یہ ہستے زیادہ بد صورت کون ہو گا ظاہر ہے کہ کلام انسان کا پارہ انسان کا ہر زشت کا زشت خوب کا خوب جیسے روٹی کا ٹکڑا بقیہ روٹی کا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجا ہے روچو با شد زشت کے اوچو با شد غلط ہے اور آخر شعر کے دوسرے مصرع میں بعد لفظ یقین کے دان نہیں ہے جس کے بدون مصرع ناموزون ہوتا ہے اور صرف اس مصرع کے معنی جملہ اشعار میں ہر گز مردہ آنرا نیست جان ہے یہ لکھے کہ مردہ سے مراد وہ شخص جسکا قلب مردہ ہو اور تار یک گشتہ اوصاف مذلیہ قلبیہ سے جیسے کفر و نفاق وغیرہ لینے اس مردہ کا قول بھی مردہ ہے بے تاخیر اتنے کیا کہتا ہے اس معنی کا سیاق و سباق اور مناسب محل و الفاظ یہی تو ہیں مگر یوں اللہ تعالیٰ و بعد قہ روح پر فتوح حضرت مولانا نے اپنا بھی چال ہے شعر کڑا ہے محکم عاشق کا نہ اٹھتا ہے نہ ہلا ہے نہ خدا کا فضل ہے اس پر نہ کڑی ہے نہ جالا ہے نہ قولہ زان علی فرمود نقل جابلان ہے بر مرزابل محو سبزیست اگر فلان ہے بر چنان سبزه ہر آنگوہ زشت ہے بر کجاست بیشکے نیست شستہ است ہا بایزش خود را بشستن از صحت ہے تا نماز فرض او نبود عبث ہا ظاہر ہر ش میگفت در رجسٹ شوبہ و زائر میگفت جان راست شوبہ ظاہر نقرہ گراسپیست و نوہ دست و جامہ نے سیر گردا دو ہا آتش ارچہ سر خرویت از شر رہا تو ز فعل او سید کارے نگرہ برق اگر چہ نور ہے در نظر ہے بیک ہست از خاصیت درو یصر ہے ہر کہ جز کا گاہ و صاحب ذوق بودہ گفت اور گردن او طوق بودہ مدت شش سال در حیران شاہ شد وزیر اتباع علیے راتباہ ہا دین و دل را کل بد و سپر و خلق ہا پیش امر و نئی اوی مرد خلق ہا المعنی مزابل جمع قرینہ با نفع نخب اور گو بڑا سنے کی جگہ اتباع بالفتح پیردان یہ اشعار بھی بتائید اشعار صدر میں تمثیل فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اسی سبب سے جاہلون کی نقل میں فرمایا ہے کہ انکی بانیں ایسی ہیں جیسے گھورے کا سبزہ ہیں ایسے سبزہ پر جو کوئی بیٹھا بیشک بجا نیست پر بیٹھا ہے اسکو اس بجا سے پاک ہونا چاہیے تا نماز فرض اسکی عبث نہ ہے فائدہ نہ ہو کس واسطے کہ تا زمانہ تین اوں کپڑے اور جگہ کی طہارت شرط ہو مطلب یہ کہ جاہلون کی نفس پلید باتوں سے احتراز کرے اور بجا رہے پھر رجوع فرمایا وزیر کے ذکر کی جانب کہ ظاہر ہو اسکی گفتگو یہ کتنی تھی کہ اس راہ میں صحت ہو جا ایسے گڑھ گڑھ کے کہنا تھا اور اثر کے زشتے جان کو کتنی تھی کہ مست ہو جائیگی خبر اور زہیوش نہ سن کہ سبب اب اشعار آئندہ اسی کی نظر میں لیجئے و کچھ نصیحت کو

نما ہر سا کیسا سپید و تازہ ہوتا ہو لیکن کپڑوں اور ہاتھوں کو سیاہ ہی کرتا ہو آگ اپنے انگاروں کے رو سے کیسی
سرخ و ہر گز تو اسکی سیہ کاری کو دیکھو کہ جسپر پہنچتی ہو اکام کو سیاہ ہی کرتی ہو برق اگرچہ نور کی طرح نظر میں آتی ہو
پر اپنی خاصیت میں درلبر کہ بھر کو تاریک کرتی ہو غرض یہ کہ جھوٹی باتیں کسی ہی بنا بنا کے کہو فاما اثر اسکا بدی ہوتا ہو
القسم جو لوگ کہ سوائے اہل خیرت و ذوق کے تھے اسکی گفتگو ان سب کی گردن کی طوق ہو گئی اور انکو امیر اپنا گونیا
چنانچہ چھ برس تک بادشاہ سے جدا ہو کر بیروان عیسیٰ کی تباہی میں رہا سب نے دل و دین کل اسکے حوالے کر دیا
اور ساری مخلوق اسکی امر و منی پر مرقی اور جان دیتی تھی الخلفاء آخر شریفین صاحب بحر العلوم نے بجائے میرد کے
میرد غلط لکھا ہو اور قول حضرت علی شیر خدا میں بجائے نعم الجاہل کے نعم الجاہل جسکا ترجمہ کیا کہ قول بھی جملہ نعم سے
ہو شعر عجب صورت عجب سیرت عجب شاہ و پڑھون سلسلوات بس اللہ اللہ
اور معنی ایک شعر کے نہیں

پوشیدہ پیغام بادشاہ جانب وزیر پر تزییر

قولہ در میان شاہ و ادبیا ما بادشاہ را پہنان بدو آراھا و آخر الامر از بر دے آن مراد و تا وہ چون خاک ایشان را
باد و پیش او نوشت شہ کاے مقبل و وقت آمد و دو فاسٹ کن و لم و زانتظار میں دیدہ و دل بر رست و زمین غم آزاد
کن گرد وقت ہست و گفت کانیک اندران کارم شاہ کا فکرم و دین عیسے افتخار قوم عیسے را بداند و از دیگر حاکمان
شان وہ امیر و دو امیر ہر فریقے مرا میرے راتج و بندہ گشتہ میر خود را از طبع و آن وہ و آن دو امیر و
قوم شان و گشتہ بندہ آن وزیر بد نشان و اعتماد و جملہ برگشتہ را و اقتدارے حملہ بر رخا را و پیش او در وقت
ساعت ہر امیر و جان بدادی گرد و گفتی کہ میر و چون زبون کرد آن جہودک حملہ را و فتنہ انگیزتہ از مکر و دہا طعنے
مقبل قبول کنندہ فرمان تیج پر و اقتدار پیروی دہا با تیج زیر کی وجودت فکر فرماتے ہن کہ شاہ کے اور اسکے
در میان میں پہنان پیغام رستہ تھے کہ بادشاہ کو ان سے آرام ملتا تھا آخر کار واسطے حصول اسی مراد کے کہ ان کو
خاک کی طرح اڑا دے بادشاہ نے اسکو لکھا کہ امیر میرے مقبل وقت تو آگیا یعنی سب عیسائی تیرے مطیع و منقاد ہو گئے اب
جلدی مجھ کو اس غم سے بچت کیون نہیں کرتا اسی انتظار میں میرے دیدہ و دل راہ تک رستہ ہن اگر وقت بچتا ہو تو
ابن غم سے جلد آزاد کر کما آئی بادشاہ و جنگ میں اسی کام میں ہوں کہ دین عیسے میں فتنے پیدا کر دوں آگے دوسری بات
کا بیان ہو یعنی کیفیت یہ تھی کہ قوم عیسائی میں بارہ امیر و ان کی حکومت تھی اور بارہ حاکم تھے حاکمان شان میں
نکاح و صافیت اس سبب سے کہ ماقبل ان کے حرف مدہ ہو جائز ہو اور ہر مسلمان ہر امیر کا تابع اور سبب
طیع و نیکانہ تھے امیر کا خاتم اور یہ باضون امیر و ان کی قوم اس وزیر بد نشان کے بندہ تھے ہو گئے تھے
مست کو اسکی گفتگو و از سب کو اسکی بر خاری اقتدار تھی اسکے سامنے ہر گزنی ہر ساعت ہر امیر حاضر ہوتا

اگر یہ اس سے کہتا کہ جان دیدے تو فوراً دیدیتا جب اس جہودک ناچیز نے اُن سب کو بخوبی دبا لیا تو پھر زیر کی وجوہات
نکر سے ایک فتنہ اُٹھا یا

خلط ملط کرنا وزیر کا احکام انجیل میں اور اُس کے ملکر کا بیان

قولہ ساخت طومارے برائے ہر یکے ہر نقش ہر طومار و دیگر مسئلے ہر حکماے ہر یکے نوع و گر ہا این خلاف اُن زبان
تا بھر ہر یکے راہ ریاضت را وجوہ ہر رکن توبہ کردہ شرط رجوع ہر یکے گفتہ ریاضت سوز نیست ہر اندرین مخلصی ہر موجود ہر
در یکے گفتہ کہ جوع وجود تو ہر شرک باشد از تو تا محمود تو ہر جز توکل جز کہ تسلیم تمام ہر در غم و راحت ہمہ مکرست و دام ہر در یکے گفتہ
کہ واجب خدمت سبت ہر ورنہ اندیشہ توکل قہمت سبت ہر در یکے گفتہ کہ امر و نہی ہاست ہر بہر کون نیست شرح بحر ہاست ہر
حاکم بحر خود بہ بنیم اندران ہر قدرت حق را بدانیم از زمان ہر المعنی طومار بالضم ناموسہ صحیفہ مسلک راہ تجوع گر سنگی او پر جو کہا ہر
کہ ایک فتنہ اس نے اُٹھایا وہ یہ ہر کہ ہر ایک کیواسطے ایک کتاب و صحیفہ بنایا اور ہر کتاب دوسری راہ پر ہر ایک کے
حکم دوسری قسم کے ایک دوسرے کے خلاف اول سے آخر تک اب یہاں سے بیان خلاف ایک دوسرے کا ہر مسئلہ
ایک میں تو ریاضت اور بکھونک کو رکن توبہ کا ٹھہرایا اور شرط رجوع الی اللہ کہ یہ بات یعنی توبہ اور رجوع بدون اُسکے حال نہیں ہوتی
اور ایک میں کہدیا کہ ریاضت بے سود شہر ہر اس راہ میں چھٹکارا سواسے جود کے نہیں ہر ایک میں کہدیا جود و جوع تیرے
دونوں شرک ہیں در میان تیرے اور تیرے مہبود کے اصل تسلیم توکل ہر ہر غم و راحت میں اسکے سوا سب مکر و دام
ایک میں کہا کہ خدمت واجب ہر بیٹے بندگی اگر بندگی نہ ہو تو اندیشہ توکل کا قہمت ہر ای بدگمانی ایک میں کہدیا
کہ جتنے امر و نہی ہیں یہ کرنے کے نہیں ہیں یہ ہمارے بحر کی شرح ہر تا ہم اسکی بجا آوری میں عاجز ہوں اور اپنا بحر دیکھیں اور
اسوقت قدرت حق کو جانیں کہ ہم عاجز ہیں اور وہ حاکم ہر الخلاف بحر العلوم میں بجائے کردن کے گردون غلط لکھا ہر
قولہ در یکے گفتہ کہ بحر خود میں ہر کفر نعمت کر دست اُن بحر میں ہر قدرت خود میں کہ این قدرت اوست ہر قدرت خود
نعمت اودان کہ ہوسٹ ہر در یکے گفتہ کہ زمین دودر گذر ہر بت بود ہر چہ بکجہ در نظر ہر در یکے گفتہ کہ بحر قدرت ہر
بگذر دوسرے ہر چہ اندر قدرت ہر از ہواسے خویش در ہر ملے ہر گشتہ ہر قوے اسیر زلے ہر در یکے گفتہ مکش این
شمع را ہر کاین نظر چون شمع آمد جمع ما ہر از نظر چون بگذری و از خیال ہر گشتہ با شمی نیم شب شمع وصال ہر
در یکے گفتہ کہش با کے مار ہر تا عوض بینی کے را صد ہزار ہر کہ زکشتن شمع جان استنہون شود ہر پلیت از صبر چون
بمون شود ہر ترک دنیا ہر کہ کرد از نہد خویش ہر پیش آمد پیش او دنیا و پیش ہر استعنے ہیں بالکسر کلمہ تنسیہ
لیجے ہر دار اور کلمہ زیر یعنی بگنار ہوا اسم ذات باری تعالیٰ بننے دی ہر ہوا بالتحضر آرزو و اشتیاق ایک میں اسکے
بر خلاف کہا کہ خیر دار اپنے بحر پر نظر مت کر اور عاجز نیست بن اس واسطے کہ عاجز بننا کفران نعمت ہر تو اپنی قدرت
پر غافل نہ کہ تجھ پر فعل کی قدرت دی ہر اور اسی کی دی ہوئی اور یہ ایک بڑی نعمت اُس کی ہر کہ وہی

وہ ہر پس اگر عاجز نہ گاہ فرست کھڑے ایک مین کما کہ بخیر و قدرت و دونوں کو چھوڑ نہ آپ کو عاجز جان نہ قاصد و سمجھ نہ دونوں سے جو خیال تیری نظر میں مجھے گاہی بت ہی یعنی غیر خدا کا اور جب تو اس خیال کا معتقد ہوا تو گویا بت پرست ہی اس کے بعد جو وہ شعر میں اپنے دریکے گفتا کہ بخیر و قدرت ہمع شعر مابعد بحر العلوم میں لکھا ہے کہ یہ دونوں الحاقی ہیں باتفاق شراح اور واقعی انکا مضمون اشعار صدر سے مقرون ہے اس واسطے میں نے بھی چھوڑ دیے ایک میں کما کہ اس شمع کو مت بجھا اور شمع سے مراد نظر جو مصروف ثانی میں ہے اور خیال کہ یہ دونوں شمع اس جمع کی ہیں جسے تو ناشا قدرت کا دلچسپ رہا اور گویا وصال میں جس جب تو خیال و نظر سے گزر جائیگا اور ترک کر دے گا تو گویا ہم شب میں شمع وصال کی تجھادی اہلین تاریکی میں کہ نیم شب اسکے کمال کا وقت ہے طر گیا اور اسی کی ضد ایک میں کہدیا کہ بجھا دے ذرا مت ڈرے کہ اس ایک کے عوض میں لاکھوں پائیگا کس واسطے کہ اس شمع کے بجھانے سے تیری جان کو ترقی ہوگی اور جب تو ترک خیالات کر کے بیلی پر جو مطلوب ہے صبر کر لیگا تو خود وہ لیلی تیری بخون ہو جائے گی جیسے تارک دنیا جب اپنے زہر پر صبر کرتا ہے تو بیشک دنیا اسکے سامنے آتی ہے اور بڑے افراط و کثرت کے ساتھ تکرار پیش کی تاکید کے واسطے ہے اور پیش و پیش تجنیس و لہر در یکے گفتہ کہ بخت و اجتناب تو شیرین کرد و رابکا حق ہے برآسان کرد و خوش آن را بگرہ با خوشن را در مفیق در زحیر ہے در یکے گفتہ کہ بگذر آن خود بہ کان قبول طبع تو دوست و بد بہ را ہما سے مختلف آسان شدہ ہے ہر یکے راضی چون جان چلہ ہے گر میر کردن حق رہ بدی ہے ہر جہود و گبر از او گہ بدی ہے در یکے گفتہ میر آن بود کہ حیات دل غذا سے جان بود ہر صبر ذوق طبع باشد چون گذشت ہے ہر نیار و ہر شورہ رطع و کشت ہے جز پشیمانی نباشد رطع او ہے جز خسارت پیش نار رطع او ہے آن میر نبود اندر عاقبت ہے نام او باشد معر عاقبت ہے تو معسر از میر باز دان ہے عاقبت بنگر جمال این و آن ہے المعنی زحیر نام مرض جسکو بچش کہتے ہیں مجازاً ناخوشی و آزر دگی تیسرے بالضم میم آسان کردہ شدہ ہے لفتح میم غلط طبع لفتح افزونی مزدوعات و محصول زراعت تیسرے بالضم میم تنگ دست و محتاج کبیر سین و لفتح سین و شور ایک میں کما کہ جو بکھر خدا نے تلو دیا ہے اور اپنے ایجاد میں تجھ شیرین کیا ہے کہ وہ بکھر شیرین اور گوارا معلوم ہوتا ہے وہ بکھر پر آسان و خوش کر دیا ہے تو اسکو اختیار کر اور آپ کو بچش و ناخوشی میں مت ڈال گویا وہ تیرے ہی واسطے اور تیری ہی ملک ہے لہذا و ناموا کے لحاظ سے اپنے مطبوع و مرغوب کو مست چھوڑ برعکس اسکے ایک میں کہدیا کہ ہر مطبوع کو ملک اپنی مت جان اس خیال کو ترک کر کس واسطے کہ جو مقبول تیری طبع کا ہے وہ رو بہ ہے جیسے کہ فرمایا ہے الانسان حریص مما منع آب راہین مختلف جن میں اپنی اپنی راہیں تھیں آسان ہو گئیں اور ہر ایک کو ایک ملت مثل جان کے عزیز ہو گئی مگر نہ امانی اپنی طرف سے کرتی ہے نہ غذا سے اگر یہ آسان کرنا حق کی راہ ہوتا تو سب کے واسطے ہوتا ہر جہود و تلاش پرست اس سے واقف ہوتا ایک میں کما کہ آسان کیا ہوا وہ ہوتا ہے جس سے دل کو حیات اور حیات کو خدا حاصل ہو لینے جان و دل اس سے قوت و قوت پائین کس واسطے کہ جو کچھ ذوق طبع ہے

نیچے جس سے طبیعت لطیف و مہرہ پائے ہو وہ جاتا رہا تو شخص البسار گیا جیسے زمین شور جس میں نہ کچھ حاصل ہو نہ کشت ہو جو مایہ حصول ہر بلکہ سوائے پشیمانی کے کچھ حاصل ہوتا ہی نہیں کہ مفت غم کھوئی اور زندگی خراب کی اور ایسی شے کے فروخت کرنے میں خسارہ ہی خسارہ پیش آتا ہے آخر وہ میر میر نہیں ہوتا اور عاقبت نام اس میر کا معسر جوتا ہو اور سخت و دشوار ہر تجلویز چاہیے کہ میر و معسر جانے اور ہر ایک کے جمال و خوبی کو دیکھے کہ کس میں زیادہ ہے اختلاف بحر العلوم میں لفظ غدا بہ زاسے ہو ز اور ہر چہ ذوق طبع کی جگہ ہر کہ غلط لکھا ہے قولہ در یکے گفتہ کہ استاد سے مطلب ہے عاقبت بینی نیابی در حسب ہے عاقبت دید ہر گون استے ہے لاجرم گشتند اسیر زلزلے ہے عاقبت دیدن نباشد دست بافت ہے ورنہ کے بودی زدینا اختلاف ہے در یکے گفتہ کہ استہام کوئی ہزاران کہ استہارا شناسا ہم کوئی ہے مرد باش و سخرہ مردان مشو ہے رومہ خود گیر و سرگردان مشو ہے در یکے گفتہ کہ این جملہ کوئی ہے سے نہ بخند در میان مادی ہے در یکے گفتہ کہ این جملہ یکے ست ہے ہر کہ اود و بنید احوال مرد کیست ہے المعنی حسب بفتختین اندازہ و شمار و شرف و بزرگی از مال و جاہ و دین گون ہوا و معروف رنگ زلت بالفتح ہے گمانا دست بان کنا یہ از آسان استہم مخففت استاد سخرہ و خوش طبعی و سخرہ و کار بے مزد یعنی بیگا و دوئی میں و می ضمیر غائب و یا مصدری ہے ایک میں کہدیا کہ کوئی استاد دھوڑے جس سے راہ عاقبت بینی کی پاس ہے اور حسب پر جو شرف اور بزرگی مال و جاہ کی ہے بھر و سامت کہ اس سے عاقبت بینی نہیں حاصل کرے گا ہر امت نے ہر رنگ پر ہے استاد کے عاقبت کو دیکھا لاجرم لغزش میں گرفتار ہوئی راہ مستقیم پر نہ پہنچی عاقبت کا دیکھنا اور راست درست اس میں ہونا آسان نہیں ہے اگر آسان ہوتا تو دنوں میں اختلاف کیوں پڑتا ہے استاد ہی باتین یقین آخر ٹھیک نہیں پڑیں اور ایک میں کہدیا کہ استاد بھی تو ہی ہے استاد کیوں ڈھونڈے اس لیے کہ استاد کا بچانے والا تو ہی ہے بقول مشہور ولی کو دلی بچا خا ہے کچھ تجکو کیا حاجت ہے تو خود مردن اور بیگاری و سخرہ مردن کا مت ہو اور جا ہے خیال پر کسی کے واسطے سرگردان مت ہو ایک میں کہدیا کہ یہ جملہ جو کچھ موجود ہے تو ہی ہے اس میں مائی اور وئی نہیں ساتی یعنی یہ کہا جائے کہ ہم ہیں اور وہ ہی نہیں تو ہی ہے ایک میں کہاکہ یہ سب ایک ہے اس میں جو دو جہتی کرے وہ مردک احوال ہے و وئی کا کچھ کام نہیں ہے قولہ در یکے گفتہ کہ یک صد چون بود ہے این کہ اندیشہ مگر مجذوب بود ہے ہر یکے قولہ است صد یک دگر ہے چون یکے باشند گوزہر و شکر ہے در معانی اختلاف و در صورت ہے روز و شب میں خار و گل سنگ و گہر ہے تازہر و اند شکر در نگذری ہے کے تو از گزارد وحدت بوبری ہے وحدت اندر وحدت است این شہنوی ہے از سبک رو تا سبک ای شہنوی ہے المعنی کہ اندیشہ بہ کاف ہر کہ کے معنی میں ہے مگر میان واسطے تحقیق کے کے پھر تک لاری کہ زیر زمین ہے تاک کہ نام ستارہ ہر فلک ہے شمس اور یہ دو ستارے ہیں سبک راج اور سبک احوال ایک میں کہاکہ این عمل یکے ست دوسرے میں دسکی ہنر کہ جملہ سوا ایک کیسے ہو سکتا ہے جو شخص

سوکو ایک تجویز کرے بیشک وہ مجنون و دیوانہ تہہ دونوں لینے سواد ایک ضد ایک دوسرے کی بین پھر ایک کہے ہو سکتے ہیں سے تو ہی تاکہ نہ ہر و شکر ایک بین کچھ فرماتے ہیں کہ تورات دن فارو گل اور سنگ و گوہر کو دیکھتا رہتا ہر جنگی صورتیں بھی مختلف اور معانی بھی مختلف یہ ایک کیسے ہو جائیں گے اب فرمایا کہ اصل اصول یہی کہ جب تک زہر و شکر سے نہ گذر جائے گا اور اس فرق و امتیاز کو نہ چھوڑے گا گزرا نہ حدت کی بوسے ہرگز بہرہ نہ پائے گا یہ ثنوی میری وحدت اعدا وحدت پر پئے وحدت و توحید سے بھری ہوئی ہو مٹنے والا اگر طالب معنی کا ہو تو رسی کی تائید سے سمک لینے زیر زمین سے جو غایت درجہ بستی کا ہر سماک تک پہنچے گا جو اعلیٰ درجہ خلک کا ہو

در بیان آنکہ اختلاف صورت روشن میں ہر نہ حقیقت میں

قولہ زین منظرین نوع و طوار و درود و بر نوشت آن دین عیسیٰ را عدد و اوز و مکرنگی عیسیٰ بونداشت و در مزاج خم عیسیٰ خونداشت و جامہ صد رنگ از ان خم صفا و سادہ و یک رنگ شتی چون ضیا و قضا و تقنین روشش و دستور و پردہ سرود و چوتھے مصرع میں تلخیص ہر مجزہ حضرت عیسیٰ سے کہ ایک روز یہ ایک رنگ نیر کے گھر میں پڑھ رہے تھے اسکے پاس لوگوں کے کپڑے رنگنے کو آتے اور جدا جدا رنگ کے انھوں نے وہ سب ایک خم میں ڈال دیے رنگ نہ رہا ہوا کہ میں ان کے مالکوں کو کیا جواب دوں گا آپ نے کہا تو نام ایک ایک کا لیکر اسی خم سے نکال جب رنگ نیر نے ایسا کیا ہر کپڑا اپنے رنگ کا اس خم سے نکلا رنگ نیر نے جو یہ مجزہ دیکھا ایمان لایا ضیا روشنی فرماتے ہیں کہ اسی طرح اور اسی قسم کی بات کہتا ہیں رنگ رنگ باہم متضاد اس دشمن دین عیسیٰ نے کہ بظاہر عیسیٰ بنی تھا کہیں حالانکہ عیسیٰ کی یک رنگی سے اس نے جو بھی نہیں پائی تھی کہ ان میں دورنگی کا ٹھکانا ہی کب تھا عیسیٰ اور وہ سے دونوں ایک تھے اور نہ خم عیسیٰ کے مزاج کی ایمین فوٹھی کہ اس خم صفا سے سادہ اور یک رنگ کپڑے سونگ ہو کے نکلے مثل ضیا کے کہ جس رنگ کی چیز پر چڑھتی ہو اسی رنگ میں جھلکتی ہو چاہے سرخ ہو چاہے سبز چاہے زرد اصل ہر وہی ضیا چاہے جس پر تو میں ہو غرض کہ اصل اصول جمیع انبیاء کی ایک ہر اور مصدق ایک دوسرے کی مگر رنگ اپنا اپنا کہ وہ چال و چلن ہر جس سے مراد شریعت ہے یہ وزیر مکار کہ اس خوب سے بہرہ نہیں رکھتا تھا کہ تفریق بجا کر کے مصداق اس آیت کریمہ کا ہوا ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعماست منہم فی شے انما یرجم الی الدنم منہم سکا کا تو یفعلون اختلاف صاحب بحر العلوم نے شعر اخیر میں توفیق لکھی ہے اور نیز ترکیب و تاملین کی ہیں اور یہ بھی لکھا کہ اشارہ اس مجزہ کی طرف کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے شاید ایسے ہی ہو مگر میں تفسیر ہی بات جانتا ہوں کہ اس خم صفا سے سادہ اور یک رنگ جائے صد رنگ ہو گئے اور اردو میں شعر کے معنی ہر طرف سے یہ جاتے ہیں اور کچھ تفسیریں ہر غور کرنے سے سب الفاظ حسن ترکیب سے باہر نہیں اور جو پہلے ہی سے سمجھ چکے ہیں کہ جامہ صد رنگ سادہ ہر رنگ ہو گئے اسکا علان کیا اور مجزہ اگر ضروری نہیں تو مولانا نے اس پر او کیوں منبر مایا خود طبع شریک کیا ہے شاعرین شہدہ رنگوبانی نزن و دم و سخن را خم کن عاشق اعظم قولہ

فیست کیرنگی کر دیند و ملاں پہل مثال ماہی و آب زلال پہ گر چہ در خشکی ہزاران رنگااست نہ ماہیان را با یوست جگہااست نہ
کیست ماہی چست نہ یاد مثل پہ تا بدان ماند خداے عزوجل پہ صد ہزاران بحر و ماہی در وجود پہ سجدہ آر دیش آن دریا سے
جو و چند باران عطا باران بدہ پہ تا بدان آن بحر در افشان شدہ پہ چند خورشید کرم افزوختہ پہ تاکہ ابرو بحر جو دم خوشتر پہ
پہنہ خورشید کرم تیان بدہ پہ تا بدان آن ذرہ سرگردان شدہ پہ المعنی بنے رنگ کیرنگی تو سرمایہ سیکڑون و بال و ملاں کی چٹاچٹ
ظاہر البتہ کیرنگی کہ اس سے کوئی ملاں پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ کیرنگی مثل ماہی و آب زلال کے ہر کہ پانی سوا سے ایک رنگ
کے اور رنگ نہیں رکھتا اور ماہی اس میں خوش ہر چند کہ خشکی میں ہزارون رنگ ہیں لیکن ماہیوں کو خشکی سے لڑائیاں
ہیں یعنی انکی اور خشکی کی جتنی ہی نہیں جو کہ کیرنگی صفت حضرت باری عز و مہ سے ہر اور اسکو ماہی و دریا سے مشبہ کیا ہر لہذا
اعراضا فرمایا کہ ماہی کون ہر اور دریا کیا چیز جبکہ مشابہ خداے عزوجل ہو اور اس سے مثال دیکھاے بلکہ ہر کہ لاکھون
دریا و ماہی جو عالم وجود میں ہیں اس دریا سے جو کہ کے سامنے سب سجدہ کرتے ہیں جانے کتنے باران اس کے عطا کے بحر
پر بر سے ہیں جب بحر در افشان ہو اہر اور کتنے خورشید اس کے کرم کے در پر چکے ہیں تو ابرو بحر نے جو دیکھا ہر اور کتنے خورشید
کرم کے آفتاب پر چکے تب اسے یہ نور فرغ پایا ہر کہ ذرہ اسپر سرگردان ہو اہر اور سرگردانی ذرہ کی اسطو پر ہر کہ ذرہ ریت میں ہوتا ہر
اور ریت روان بھی ہوتا ہر بس جایا جانو ذرہ کا ثابت الخلاف بحر العلوم لہذا اشار کے معنی کچھ نہیں لکھے اور باتیں بہت سی
ہیں قولہ پر تو ذاتش شد و بر ما وطن پہ تا شدہ وادہ پذیرندہ زمین پہ خاک این و ہر چہ درو سے کا شتی پہ بے نیانت
جنس آن ہر و اشقی با این امانت زوان عنایت یافتہ است پہ کا کتاب عدل برو سے تافہ است پہ المعنی ما وطن و
آب و گل فرماتے ہیں کہ منجملہ ان اشیاء کے جو او پر مذکور ہو زمین آب و گل ہر چہ پر تو اسکی ذات کا چمکا ہر جس سے زمین دانہ
پذیرندہ ہوئی اور این بنی کہ جو کچھ اسمیں بر آبے خیانت اس سے لہذا ذرہ صفت امانت کی اس میں اسی کے آفتاب
عدل سے پیدا ہوئی ہر جو مدتوں اسپر چکا ہر الخلاف آن اشار کے معنی تو بحر العلوم میں لکھے ہیں جو چندان مشکل نہیں
قولہ تانفان حق نیابد تو بہار پہ خاک سر ہر انسان سازد آشکارا پہ آن جلو سے کو جادی را بداد پہ این خبر ہا وین امانت میں سدا و
آن جواد لطیف چون جان میشود نہ ہر ہر از قہر نہان میشود پہ آن جادی گشت از فضل لطیف پہ کل شی من طریق ہر غریب
ہر جادی را کند فضل خیر پہ ~~اس کے معنی~~ نشان فرمان تہ تخفیف بھید جواد بخشنده جواد با لطف
ہر چیز بجان و زمین سخت اور وہ زمین جہاں پانی نہ ہو کچھ تہد اتفق راستی و درستی قہر پر با لطف سرو سے سخت ظرافت
غریب و نادار و نوزادہ ظرافت زیرک و خوش سبب ضرر نہاں ہر ہار و لا عواد و مغلہ اس کے نو بہار ہر کہ جبکہ
نشان اسے سرمان حق کا نہیں باقی خاک کے بھید جو روئیدگی وغیرہ ہر ظاہر نہیں کرتی اور وہ مہا
جواد کہ ~~اس کے معنی~~ جادی کو جو زمین ہر اور بجان ایسی چیزیں کہ وہ گل و سبزہ ہر اور امانت کہ وہ جو ب و غیوہ میں اور سخی
درستی ہر چہ کہ اس کے نتائج سے ظاہر ہو اور سخی زمین مردہ مثل جان کے ہر حساباتی ہر عز و ہر دہائی

خانہ آن ماکرمہ
قہر و غریب

جسوقت اپنی بہار پر ہوتی ہے اور زمر پر جو ہر ما و خزان ہر اسکے خوف سے کیسا چھپ جاتا ہے اور بعد مہرما کے بہار ہوتی ہے پس
جمادی کہ کثیف شہر ہے جسکے گرد سے لوگ گھبراتے ہیں اسکے فصل سے کسی لطیف ہو جاتی ہے اور کیسے لطیف نہ ہو جو شکر کہ ناور
اور غریب سے ہو وہ بھی ناور و غریب کیوں نہ ہو مگر غیب یہ کہ جمادی تو اسکے فصل سے خیر ہو جائے کہ خبر دینا اس کا وہی
اسکی رویدگی ہے جو ظاہر ہو رہی ہے اور غافل فیصے کے فیصے ہی اسکے قدر سے اندھے ہیں وہ ان باریکیوں اور بھیدوں
کی طرف کیسے نظر کریں انخلاط تجر العلوم میں نشان کے معنی میں لکھا ہے تاحسن حق در زمین ظاہر نشود اور میں نے نشان کے
معنی زمان لکھے ہیں دوسرے آکھوین مصرع میں ظاہر ظاہر بظاہر مجھے لکھا ہے اور میں نے بظاہر مہملہ لکھا ہے اور شرح
سے ایک یہ کیا کہ پانچون شعر میں سے کسی کے معنی بھی نہیں لکھے جو جانا جائے کہ مختار شارح کیا ہے قولہ جان و دل راضی
این جوش نیست با کہ گویم در جهان این گوش نیست با ہر کجا گوشی بدار و سے چشم گشت با ہر کجا گشتے بدار و سے چشم
گشت با کیما سازیت چه بود کیما با معجزہ بخشیت چه بود کیما با این ثنا گفتن زمین ترک فناست با کاین دلیل
ہستی دستی خطاست با پیش ہست او بیا ید نیست بود با ہست ہستی پیش او کو رو کو بود با گر بودی کو راز و بگدختی با
گر می خورشید را بشناختی با ورنہ بودی او کو راز تو فریت با کے فردی بچرخ این ناحت با المعنی لیشم با بفتح معرب
ایشب نام سنگ قیمتی سبز رنگ سیمیا با لکسر علم طلسم جس سے روح دوسرے بدن میں نقل کر لین اور چاہے جس شکل میں ہو جائیں
اور موہوم باتیں دکھائیں جسکی کچھ اصل نہ ہو ناحت کہ ہر حاکم نہ ملک و طرے از ولایت یعنی او پر جو لکھا گیا کہ دریا و ابر و آفتاب
و نہ بہار و غیرہ جو اس سے فیضیاب ہیں یہ بھی ایک حمد ثنا ہے یہ تو میں نے جو کی وہ کی مگر وہ جوش جو میر سے دل میں
بھرا ہے کس سے کہوں نہ تو کسی کے جان و دل میں اس جوش کے تحمل کی طاقت ہے نہ کسی کے ایسے کان جو اسکو سنیں
ہاں جہاں کہیں کان تھے لینے اسکے سننے والے وہ تو چشم جو مراد سو جھ بوجھ کامل سے ہر ہو گئے اور جو تجربتے وہ
یشم از قیمتی جوا ہر رنگیے یہ جوش کیا ایک کیما ہے جو قلب ماہیت کر دیتا ہے یا سیمیا کہ بے بود کو نمود کرتا ہے پھر فرمایا کہ سیمیا
کیا چیز ہے یہ خود کیما ساز ہے اور سیمیا کی کیا اصل کہ وہ ایک طلسم بے بنیاد ہے یہ تو معجزہ بخش ہو جو انبیاء نے خدا سے پائے
ہیں چنانچہ مشہور معروف ہیں اور اہل من الشمس اور یہ جو میں ثنا اسکی کرتا ہوں ثنا نہیں ترک ثنا ہے اس واسطے کہ جب
آب کو مہت سمجھتا ہے تو بنا بر مخالفت کے ثنا کی اور دوسرے کہ اس میں مہت ہو جائے تو پھر کون کس کی ثنا کرے پس
چاہیے کہ اسکی ہستی کے سامنے مضیت ہو جائے اسلیے کہ ہماری ہستی چیز ہے کیا ہے جو کو رو کو رو کو رو بدین وجہ کہ اگر کو
نہوئے تو اسکی ہستی جو اہل ہستی ہے دیکھتے اور خود بخود اس آفتاب کی گرمی سے مثل رخ کے ٹپکے کے نیست و فنا ہو جاتے
اور ہر گاہ یہ بات نہیں تو کو رو نہیں اور کیا ہے اور کو رو اس سبب سے کہ اس آفتاب کی ہستی میں نیست نہیں ہو سے
اس تو میت و ماتم میں سے پوش کیا معنی خود کو رو ہی ہو رہی ہے تو ناحت میر سے دل کی بظہری ہوئی اور سرور
اگر اس آفتاب میں نیست ہو گئی ہوئی تو صبر و صبر و حرارت اسکی آہیں ہوتی کس واسطے اس آفتاب

کی شاعر بھی تو جہاں پڑتی ہے اسکو گرم کرتی ہے اختلاف شرح بحر العلوم کے آخر شعر میں بجا نے سردے کے مفردہ غلط لکھا ہے اور نہ معنی صاف صاف کی شعر کے لکھے دیکھ لیں ع باتھ لنگن کو آرسی کیا ہے

بیان خسارہ وزیر کا اس مکر و فریب میں

قولہ پچو شہ ناوان و غافل بد وزیر بد پیغمبر و باقدیم ناگزیر بد ناگزیر جلگان جی قدیر بد لایزال و لم یزل فرد و بصیر بد پیاچنا تا و خداے کر عدم بد صد جو عالم هست گرد اند بدم بد صد جو عالم در نظر پیدا کند بد چونکہ چشمست را بخود بینا کند بد کرہاں بیشیت بزرگ و بی شینست بد بیش قدرت ذرہ میدان کہ نیست بد اینجہاں خود جس جہاںہاں شہاست بد مین و وید آنسو کہ صحرای شہاست بد اینجہاں محدود و آن خود بیدرست بد نقش و صورت پیش آن معنی سدرست بد صد ہزاران نہیں نہ فرعون را بد در شکست آن موسیٰ بایک بھسا بد صد ہزاران طب جالینوس بود بد پیش عیسیٰ و دوش افسوس بود بد صد ہزاران دفتر اشعار بود بد بیش حرفت امی اش عار بود بد باچنان غالب خداوندی کسے بد چون نیرد گر نباشد ادھسے بد المعنی ناگزیر ناچار و لا اعلان جی زندہ قدیر قدرت والا لم یزل و لا یزال دونوں بمعنی ہمیشہ فرو تنہا بصیر بنیاتی بالفصح دون کرنا اور دوم ہونا خیس قید ہیں بالکسر کلمہ تنبیہ تسلیم و حاصل میان دو چیز امی وہ جو لکھا پڑھا ہو دے کہ لقب آنحضرت صلعم کا ہے تھارنگ و شرم لینے جیسا بادشاہ غافل تھا موسیٰ عیسیٰ میں فرق کرتا تھا ایسا ہی وزیر بھی غافل ناوان تھا پس ع وزیر سے چنن شہریار سے چنان بد پھر کیسے فتور نہ پھیلنا دونوں قدیم ناگزیر سے چم کرتے اور لڑتے تھے دوسرا شعر تفسیر ناگزیر کی ہے کہ وہ خدا تھا ہے جیسا کہ نظامی صاحب رہنے بھی فرما با ع خداے کر نیست کس راگزیر بد فرماتے ہیں کہ وہ ناگزیر سب کا ہے کسی کو اس سے چارہ نہیں نہ اس بغیر کسی کچھ نہ پڑتا ہے اور وہ زندہ ہے قدرت والا اور ہمیشہ ہمیشہ اورتنہا اور دنیا ہر وقت و ہر حال میں اور ان دونوں کو لڑائی ایسے خدا قدرت واسے سے تھی کہ جیسا یہاں ہے ایسے سیکڑوں جہاں اگر چاہے تو دم بھر میں عدم سے وجود میں لائے اور اگر چاہے کہ تیری شہم کو اپنی طاق بنا کرے اور سوچو بوجہ کشف تو دیکھتے دیکھتے ہی تیری نظریں سیکڑوں ایسے جیسا کہ عالم ہے پیدا کر دے دیر ہی نہ لگے اگرچہ یہ جہاں تیرے سامنے بہت بڑا اور لاشائی ہے مگر یہ جانے رہ کہ اسکی قدرت کے سامنے ایک ذرہ بھی نہیں ہے یہ جہاں تو رنگ و تار یک قید خانہ مختاری جانوں کا ہے خبر دار ہوا دھڑ دھڑ چلو تو اصل صحران تھا را ہے جہاں سے تم آئے ہو دیکھو کیسا وسیع مسطح ہے یہ جہاں تو محدود ہے اور وہ پھر اچھو و کنا ر اور معنی اس عالم کے جو نقش صورت ہیں جن کے خیال میں تو گرفت ہو کچھ میں اور اس معنی میں حاصل اور سد ہوتا ہے ہیں یہ پادشاہ وزیر کیا چسپن ہیں لاکھوں نیزے فرعون کے تھے جنگو ایک مروجے نے ایک عصا سے شکست دی یہ اسی کی قدرت تھی کہ ایسے سرکش مدعی دعویٰ کو ادنیٰ اثر سے بے اثر کر دیا کہ جب جالینوس کی تھی عیسیٰ کو وہ دم عطا فرمایا تھا جس کے سامنے وہ سب انسانوں مقبوس کہ انسانوں کو دم عطا فرمایا تھی کہ جس کے سامنے سب پہنچ پوچھ ہیں لاکھوں دفتر اشعار شہرے عرب کے تھے

اسکے امی کی بات کے سامنے کہ امی لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سب عار تھے یعنی اسے زشت و زبون ہو گئے کہ پھر ان کو ان سے
توڑنگ و عار ہوئی تھی یہ خبر منہجہ جملہ اشعار کا ہے کہ پھر ایسے مالک غالب کے مقابل کیسے نہ مرے یعنی آپ کو نیست با بود بجا
بشرطیکہ جس نمودار و خوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں وہ جو کرین اور جو کہیں تھوڑا ہی ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں جملگان اس سورت
پر لکھا ہے تاہم کان غلط ہے اس واسطے کہ بدل مبدل منہ جو ہے اور کاف ہے حج نہیں ہو سکتے اور یہ بھی نہیں کہ سکتا شاید
جملہ گان لگان تازی سمجھے ہوں مگر یہ ہے تو معنی نہ معلوم کیا سمجھے اگر معنی لکھتے تو اچھا ہی نہوتا یہ تو عادت ہی نہیں ہیں
جاننا تھا کہ سفر سے بڑی مدد پاؤں گا سو بخیر بقول حافظ رہ شعر احرام چہ بندیم کہ آن قبلہ نہ اینجا است و
در چارہ چہ کو شیم جو از مردہ مفارفت با اور اینجاں خود جس اسکو جس لکھد با ہر ایسے ہی لفظ امی امی کی شکل قولہ پس
دل چون کوہ را بخت او و مرغ زیرک باد یا آو بخت او و فہم و خاطر نیز کردن نیست راہ و خبر شکستہ می نہ گیر و فضل
شاہ و المعنی یعنی بہت دل جو پہاڑ جیسے سخت و مستقل تھے انکو اسنے اکٹھا کر دیا اور بہت مرغ دانہ اور عقیل انکو کدنا
پاؤں سے لٹکا دیا اور ایک مرغ ہوتا بھی ہے کہ رات کو اٹا دو نوں پاؤں سے لٹک کے کوئی توئی کہتا ہے پس خوب جان
کہ فہم اور خاطر کو تیر کرنا راہ نہیں ہے شکستگی اور بجز کا گذر ہر فضل شاہ کا اسی کو پسند کرتا ہے قولہ اور بسا گنج آنگنان گنج گاؤں و کان
نیال اندیش را شد ریش گاؤں و گاؤں کہ بود تا تو ریش او شوی و خاک چہ بود تا حشیش او شوی و زر و نشتہ چسیت
تا مفتون شوی و چسیت صورت تاجین مجنون شوی و این سرا و باغ تو زندان تست و ملک و مال تو بلا سے جان تست و
آن جماعت را کہ از رخ کرد و آیت تصویر شان را رخ کرد و چون ز نے از کار بد شد رو سے زد و مسخ کرد اور را
خدا و ہرہ کرد و عورتے راز ہر کردن مسخ بود و خاک گل گشتن چہ باشد اور عنود و المعنی گنج گاؤں و گنج جمشید کہ بہرام
کے وقت میں ایک کسان کو ملا تھا کہ وہ کھیتی کو پانی دیتا تھا کہ وہ گنج ایک عمارت کی عمارت تھا جو بہرام نے لٹا دیا تھا
ریش گاؤں و حق و عام طبع و مسخر حشیش بفتح و ہر دو شین کاہ خشک مسخ با نفع بدل دینا صورت کا دوسری صورت پر جو پہلے
سے بدتر ہو نفع با نفع و کرنا عنو و بضمین غلات حق کے کوئی کام کرنا و نفع ستیزندہ و گمراہ لینے جیسے اور لوگ گند
ہن جو مذکور ہوے فرعون سے مرغ زیرک تک ایسے ہی بہت سے گنج آکن پھلے جنہوں نے خزانے جمع کیے
گنج گاؤں جیسے کہ وہ جمشید تھا کہ یہ گنج گاؤں خیال اندیش کو ریش گاؤں ہوا لینے حق و مسخر کر اپنے بے جمی کیا تھا اور بہرام کو
نے مسکونایا تھا خیال تو کرو گا و کیا چیز ہے کہ تو انسان ہو کے اسکی ریش بنے اور خاک کیا ہے جسکی حشیش تو ہوے خاک
سے مراد ملک ہے لینے ملک و گنج دو نوں کچھ چیز نہیں اور زرد و نقرہ پر کیوں مفتون ہوتا ہے یہ کیا ہن اور کسی کی
صورت کا کیوں مجنون بناتا ہے کہ وہ کچھ پر نہ ہے کچھ ہر مکان و باغ بہت سے بناتا ہے یہ خود اپنے لیے آپ زندان بناتا
خود دیا ایک زندان تو میر یہ زندان مسلا وہ بران ملک و مال کی محبت میں لیون ہستلا ہے کہ تیری جان
کے واسطے بجز حیات اسکی حیات و خلافت و بان مواظہ اور محاسبہت اور دیکھ بدولت محبت مال کے

وہ جماعت تھی جو مسیح ہوئی کہ زکوٰۃ نہیں دیتی تھی چنانچہ فرمایا وحل منہم القروۃ والحقنا زیر کہ چھی آیت تصویر کی ان کی تھی لینے
اچھی صورت بموجب صورت فاسن صورت کم کے اس آیت کو مسیح سے لکھ کر کے بند روخوک بنا دیا وہ عورت جو بسبب
بدکاری کے درگاہ الہی سے زبردست ہوئی کہ وہ ہرہ ہر خدا نے اسکو صورت انسانی و صفت جانوری سے مسخ کر کے ستارہ
بنا دیا اور جانوری سے جدا کر دیا مختصر حال اسکا یہ ہے کہ ہاروت ماروت دو فرشتے بوعہ عبادت آسمان سے زمین پر آئے
اور یہ نہرہ ایک عورت لولی از بس تیلہ تھی یہ دونوں فرشتے اس پر فریفت ہو کر مصدر گناہ ہوئے اور چاہا بابل میں قید کیے گئے
نہرہ کو انھوں نے اسم اعظم بتا دیا تاہیہ اسکو بڑھ کے تیسرے آسمان تک پہنچی خدا نے اسکو وہیں بصورت ستارے کے
مسخ کر دیا تب مولانا رحمۃ اللہ علیہ بطور توحیح کے فرماتے ہیں کہ اسی عہد و گمراہ یہ تو نے جان لیا کہ ایک عورت کو زہرہ کر دینا
یہ مسخ ہوا اور اپنی خبر نہیں کہ خاک و گل ہو جاتا یہ کیا ہو اسکو کیا کہتے ہیں قولہ روح سے پر دوسوے چربخ برہن ہ
سے آب و گل شدی در اسفلین ہ خوشن مناسخ کردی زین سفول ہ زان وجود سے کو بدان رشک عقول ہ پس برترین
مسخ کروں چون بود ہمیش آن مسخ این بنا بیت دون بود ہ المعنی اسفلین نسوب با سفلی است ترو پائین تر وزیر تر
ستول یعنی تین پستی اور نیچے ہو جانا عقول مراد عقول عشرہ سے کہ وہ دس فرشتے ہیں دون ادنی و ناہیز یہ اشعار تفسیر شعر صدر کے
ہیں فرماتے ہیں کہ روح ایسی پاکیزہ شے ہے کہ آسمان پر اُڑتی ہو اور تو آب و گل کی طرف کہ عبارت تن سے ہر اسفلین کو
کیا جو سبب اور زیر ترین مقام ہر آب بتا تو نے اسکو مسخ کیا یا نہیں اس وجود سے کہ تیں پر عقول عشرہ کو رشک تھا کہ کاش
یہ وجود ہم کو دیا ہوتا تو نے اس پستی میں بڑے یہ خرابی کی پھر اس سے بر مسخ کیا ہو گا انصاف تو کہ یہ مسخ تو بہت ہی
ناہیز و ادنی ہر اختلاف حضرت بحر العلوم نے اسکی بیان کنان اس سے یہاں تک کہ تو گنج گاہ کے بیان میں
کچھ ہاروت ماروت کے قصہ میں ظاہر اصل معنی ایک شعر کے نہیں لکھے حالانکہ قابل لکھنے کے تھے الحق چون ندیدہ
حقیقت رہ افسانہ زوند ہ قولہ اس بہت سوسے آخر تاختی ہ آدم سجود را بشناختی ہ آخر آدم زادہ ای ناخلف ہ
چند پنداری تو پستی را شرف ہ چند گونی من بگیرم غاسے ہ این جہان را پر کم از خود ہے ہ گر جہان پر برفت گردد
سر بسر ہ تاب خورد بگذاردش از یک نظر ہ وز را و وزر چون اوصد ہزار ہ نیست گردانہ خدا از یک شرار ہ المعنی
آخر لضم خاسے مجہ مخفف آنور یعنی علت اسباب و جاسے علت نورون اسباب ہندی تھان اور گھاس گھوڑوں کے
کھانے کی اوجاہ پس ماندہ گھوڑوں کی جو خراب ہو جاتی ہو و آرمگاہ و نشین مطلق اگرچہ مطلق انسان کی ہو غلط یعنی تین
فرزند صلح و باسلون طلع یعنی تو تو روح کی طرف متوجہ ہی نہیں تو نے اپنے ارادہ کا گھوڑا آخر کی طرف دوڑا یا ہر
اور تن پروری میں مصروف تو نے یہ نہیں جانا کہ میں ہوں کس کی اولاد یعنی آدم جو سجود ملائک تھے ایسے پاکیزہ
اور مقدس ای ناخلف ہم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو آدم زادہ ہی یا نہیں اگر تو اس پستی و ناہیزی کو اپنا شرف
کب تک بگھے رہے گا اور کب تک یہ کہ گاہ کہ میں سارے جہان کو بیلون اور اپنے آپ سے جہان کو عبسہ دون

کہیں کسی کی گنجائش نہ چھوڑوں یہ نہیں دیکھتا کہ اگر جہان سرسبز ہوتے ہو جہاں سے پہاڑ بھر جاتے ہیں تو حشرات کفایت کی ایک نظر سے گلا دے تو اگر زمین بھر گیا تو کیا ہوا اختلاف بحر العلوم میں بجائے تاب خور کے غوطہ کھا ہر ایسے ہی شہزادہ کا پہلا مصرع اسی سبب سے بالفعل میں نے اس کے معنی نہیں لکھے لیکن بعد اسکے سمجھ میں آیا کہ پہلے مصرع میں وزیر یعنی بارگناہ قولہ عین آن تکبیل را حکمت کند ہا عین آن زہر آب را شربت کند ہا و خرابہ گنجا پہنمان کند ہا خار را گل جسمہا را جان کند ہا آن گمان انگیز را سازد یقین ہا ہر بار و یاد از اسباب کہیں ہا پروردگار آتش ابراہیم را ہا یعنی روح سازد و ہم را ہا المعنی عین ذات و چشم و آفتاب تکبیل خیال کرنا اور کسی کو خیال میں ڈالنا یعنی ہندی نہ ڈری یعنی ذات اسکی خیالات کو جو حقیقت عین و ذات نہیں حکمت عین بنا دے اور ذات اسکی زہر آب کو شربت کر دے یعنی بے فائدہ کو پر فائدہ اور مضر کو مفید بنا دے مخلوق خزانے اپنے کسی محفوظ جگہوں میں چھپاتے ہیں اور نگہداشت کرتے ہیں وہ ویرانوں میں چھپاتا ہے اور کانٹوں سے گل لگاتا ہے اور جسموں سے جو کثیف ہیں جانین لطیف پیدا کرتا ہے اور گمان انگیز کی باتوں کو جو ارباب حکمت ہیں یقین بنا دیتا ہے اور کینوں کے اسباب سے مجتنب پیدا کرتا ہے دیکھو ابراہیم کو کیسا آتش نمرود میں پالا اور جو بات روح کے حق میں خوف کی ہو اسکو ایمنی کر دیتا ہے قولہ از سبب سازش من سودا یم ہا و سبب سوزش من سوسطایم ہا و سبب سازش سرگردان شدم ہا و سبب سوزش ہم حیران شدم ہا المعنی سوسطائی ایک فرقہ ہے کہ نفی حقائق کی کہتے ہیں اور وہ تین قسم ہیں عقاید و عقذیہ لا اور یہ پہلے قائل حقائق اشیاء کے نہیں ہیں عالم کو وہم و خیال بتاتے ہیں عقذیہ منکر ثبوت اشیاء کے ہیں اور تعلق اپنے اعتقاد کے ہیں کہ جس شک و شبہ و خفا و غماز و دہی ہے چاہے عرض چاہے چہر چاہے قدیم چاہے حادث لا اور یہ منکر ہیں نہ ثبوت کے قائل نہ نفی کے مولانا رحمہ فرماتے ہیں کہ تیری سبب سازی کا میں دیوانہ ہوں کہ کسی ضد میں سے ضد کا سبب پیدا کرتا ہے جیسے زہر کا شربت کر دینا اور سبب سوزی کو خیال کر کے سوسطائی ہوں کہ دراصل نہ زہر کی کچھ حقیقت ہے نہ شربت کی جیسا تو چاہتا ہے ایک سبب کو جلا دوسرا پیدا کر دیتا ہے تین تو یہ سبب سازی اور سبب سوزی اسکی دیکھ دیکھ کے حیران و سرگردان ہوں کہ اسباب شمع کے موجود ہوتے ہیں اور وہ شمع نہیں ہوتی اور وہ ہو جانی ہے جسکے سبب نہیں ہوتے اختلاف شرح بحر العلوم میں مطلب اشعار کا کہیں نہیں پاتا سوسے خارجی باتوں کے

ملک کرنا وزیر کا اور خلوت میں بیٹھنا اور شور و آواز قوم میں

قولہ چون وزیر ماکر بہ اعتقاد دین عیسیٰ را بدل نکرد از فساد و کرد گیران وزیر از خود بہست ہا و عطا را بگذشت و خلوت نشست ہا و وزیران در قلندر از شوق سوز ہا بود در خلوت چیل بچاہ روز ہا خلق دیوانہ شدند از شوق او ہا از فرقہ عالی و قال و قوی ہوئے لایہ و زادی ہوئے و اندوہ او ہا از ریاضت گشتہ در خلوت و تو ہا گفت ایشان بے تو را نیست و در باب حکمت چون بود جلال کرد و آواز سرگرم و از ہر خدا ہا پیش ازین خود کن مار حبس ہا ہا و غلطایم مارا دا یہ تو ہا

بر سر گستران آن سایہ تو پگفت جانم از جان دوز نیست : لیک بیرون آمدن دستور نیست : المعنی تا کہ مگر گنبدہ
 لایع با خوشامد و چاہوسی تو پو او مجہول پردہ و نہ یہ اشعار صاف ہیں لیکن کچھ معنی بطور اختصار حسب عادت اپنے کہ کوئی
 شعر چھوڑتا نہیں ہوں لکھوں یعنی جبہ وزیر کا رہا اعتقاد نے دین عیسے کو فساد سے بدل دیا تو پھر وہ مرا مگر اپنی طرف
 سے یہ پایا کہ وعظ چھڑکے خلوت میں بیٹھا اور مریدوں میں اپنے شوق سے سوز ڈال دیا چالیس بچاؤں خلوت نشین
 ہوا مخلوق دیوانہ ہو گئی اس کے شوق اور حال قبال کے ذوق میں سب خوشامد و زاری کرتے تھے اور یہ خلوت میں ریاضت
 کے بارے وہ راہو گیا یہ کہتے تھے کہ بے تیرے ہر کچھ سو جھٹا نہیں اندھے ہیں اور اندھے کا جب کوئی لاکھی پکڑے کے لیچے
 والا نہ تو خیال کر کیا حال ہو گا تو اپنی بزرگی اور کرم کی راہ سے اور خدا کی واسطے ہم کو آپ سے اب زیادہ جد امت رکھ
 ہم بچے ہیں اور تو وہ ہمارے سر پر دیسا ہی سایہ ڈال جیسا ڈالتا تھا آئے انکے جواب میں کہا کہ یہ سمجھو کہ جان میری
 تم سے دور ہر بلکہ وصل ہو لیکن کیا کروں نکلنے کا قاعدہ نہیں قولہ ان امیران در شقاوت آمدند : وان میدان در ضراعت
 آمدند : کان چہ بد بحقیقت مارا کریم : از دل و دین ماندہ ما بے تو یتیم : تو بہانہ میکنی و ما ز درو : میز نیم از سوز دل و غمے
 سر د : ما بگفتار خوشتر خورده ایم : ما ز شیر حکمت تو خورده ایم : الدالدہ این جفا با ما کن : لطف کن امر و زافر داکن :
 میدہ دل مرا تر کن بیدلان : بے تو گردند آفرینیا صلاں : جلد و خشکی جو ہا می تپند : آب را بکش از جو بردار بند : ایک
 چوتھو زمانہ نیست کس : اللہ اللہ غلغلہ را فریاد رس : المعنی امیر وہی کہ ان کے بارہ فرعون میں جو بارہ تھے شقاوت
 سفارش ضراعت عجز و زاری یعنی سب فرقتے بھی جمع ہوئے اور انکے امیر بھی سفارش کرتے تھے اور یہ سب بخیر و
 زاری کہ امیر کریم یہ کسی بڑی بد بختی ہاری کہ ہم بے تیرے دل و دین سے یتیم رہ گئے نہ دل رہا نہ دین رہا تو تو بہانے
 کرتا ہو ہم سوز دل سے ٹھنڈی سانسین لیتے ہیں ہماری تو تیری اچھی اچھی باتیں سننے کی عادت پڑی ہوئی ہو تو تیرے
 شیر حکمت کے پلے ہوئے ہیں الدالدہ ایسا ظلم ہم پر مت کر جگو تو آج لطف و مہربانی کرنا چاہیے تو فردا پر کیسے ٹالتا ہو
 کہ باہر نکلنے کا قاعدہ نہیں : مارا دل یہ کتا ہے تیرے معاملہ میں کہ یہ جتنے بیدل ہیں بے تیرے آفریب بے حاصل
 ہو جائیں گے سب ایسے ٹپ رہے ہیں جیسے مچلی خشکی میں اب تو پانی ہر کان پر کھول دے اور میٹھ توڑ دے آ تو وہ
 شخص ہو کہ تجھ سا زمانہ میں کوئی نہیں اللہ اللہ تیرا کیا کتا ہے تو ہماری فریاد رسی کہ اللہ اللہ تشریح بحر العلوم میں بجا ہے
 بردار بند کے بودار غلط لکھا ہے

دفع کرنا وزیر کا مریدوں اور اپنے اتباع کو

قولہ گفت بان ای سرخان گفتگو : وعظ و گفتار زبان گوش جو : پنہ اندر گوش حسن و دن گنبد : بدست از چشم خود بیرون
 گنبد : پنہ آن گوش سر گوش سرست : تا نگردان کران باطن کرست : المعنی کان کلمہ تنبیہ کا ہو سرخان نے خود بینی
 بیگا جس بالکسر و یا فاعل کسی چیز کا اس سے خواہ ظاہری ہوں خواہ باطنی اسے بھیجے تیرے معرفت کر ہستی

بہر اور نا شنوایہ سب اشعار مولانا نے خود بہ نفس نفیس پردہ زبان و زیر دگر مین فرمائے ہیں یعنی اسے گفتگو منسلک کہا کہ خبر دار ہو جاؤ یہ بیگار یو گفتگو کے اور غلط و گفتار اور زبان و گوش کے طوطی بننے والو کہ کوئی زبان سنجے ہم کو غلط کہے اور ہم کان سنجے سنیں اس حس نا چیز ظاہری کے کان مین تو روئی رکھ لو اور آنکھوں پر پتھر لٹھاری جو پردہ و بند جس کی ہر کہ ظاہر مین ہو رہے ہو اس بند کو آنکھوں سے نکال ڈالو اور روئی اس گوش بھید کی جس سے وہ بھید سنے جاتے ہیں یہی گوش ظاہری سر کے ہین جب تک یہ بہرے نہیں ہوتے وہ گوش باطن والے کہ ہین کوئی بھید ان سے سننے مین نہیں آئیگا اختلاف تشریح بحر العلوم مین این گران بجائے کر کے لکھا ہے اگرچہ معنی دونوں کے ایک ہین مگر تکرار کر کے اہم ہو اور فصیح قولہ ہمیں دے گوش و مفکرت شوید ہ تا خطاب ارجی را بشنوید ہ تا بگفت و گوے پندار اندری ہ تو ز گفت خوب کی بوسہ بری ہ سیر بر و نی ست فعل و قول ہ تا سیر باطن بہت بالا سے سادہ المعنی ارجی سے اشارہ ہوا ہے کہ میر یا ایتما انفس المطنئۃ از جہے ہائے لبک را ضیئۃ مشرق سے یعنی او نفس مطمئنہ رجوع کر اپنے رب کی طرف خوشی خوشی لینے پہلے جس اور بے گوش اور بے فکر ہو جاوے سنو کیسا خطاب ارجی کا خود بخود کان مین آتا ہے اور اپنے پروردگار کا بلانا اپنی طرف مستجاب اگرچہ اس آیت کی تفسیر مین یہ لکھا ہے کہ بندہ مومن کے پاس اگر فرشتہ موت کا یہ خطاب کرتا ہے اور وہ مردہ راضیہ غریبہ کاسن کے خوش بخوش متوجہ نقسے اکی کا ہوتا ہے لیکن یہ موقع اطلاق کا ہے لینے ہر وقت یہ خطاب سنو گے اور جب تک مفید گفتگو اور گمان کے ہو گفتگو خوب کی جو وہی خطاب فیہی ہو لو بھی نہ پاو گے سیر ظاہری تو یہی قول و فعل ظاہری ہین لینے احکام شریعت اور طریقت اور سیر باطن کی بالائے آسمان ہے جو حقیقت و معرفت ہے اختلاف صاحب بحر العلوم نے آیت یا ایتما انفس المطنئۃ کو فی خبیثۃ تکلم کے ایک صفہ اور اذہر کی باتوں سے سیاہ کیا ہے اور مین تو یہی جاننا ہوں ع فردند مرا عشق بیا موزد و بر ہیج ہ قولہ حس خشکی دیدگر خشکی نراد ہ موسے جان پاسے و رد یا نہاد ہ سیر جسم خشک بر خشکی فتاد ہ سیر جان پاہر دل و دریا نہاد ہ چونکہ عمر اندر وہ خشکی گذشت ہ کا کوہ و گاہ صحرا گاہ وشت ہ آب حیوان با کا خواہی تو یافت ہ موج دریا را کا خواہی شکانت ہ المعنی او پر جو سیر ظاہری و باطنی فرمائی ہو مطابق اسے فرماتے ہین کہ حس یعنی اہل حس نے تو خشکی تاکی اس سبب سے کہ انکی پیدائش خشکی سے ہو اور ظہر کسان انکی نژاد نہیں ہر خشکی مین پیدا ہوا ہے اور موسی جان نے قدم دریا مین رکھا جیسا کہ حضرت موسی کو پیدا ہوتے ہی دریا مین بہا دیا تھا لینے یہ روزا نزل سے دریا سے غمش کے ڈوبے ہوئے ہین اور وہ اس سے جان بچانے والے اور خشکی کے عادی ہین سیر جسم خشک کی خشکی پر پری اور جان کی سیر نے باتوں دل و دریا سے جوچہ نہاد دریا مین رکھا جیسا کہ حال عابدین اور عارفون کا ہے اور ہر گاہ کہ عمر انکی راہ خشکی مین گذری کبھی بہا نہ بھی سہرا کبھی وشت نہ کیے سبب مراد نشیب فرمایا جنات و مشاق سے ہر ایسے لوگ آکھوان کیسے پائین اور عمر ابدی خوش سے حاصل ہوتی ہے اگر کسی نے نہ یہ حال کہ مومن دریا کو چھو پائین جیسے حضرت موسی نے وقت تاقب فرمایا

اٹھانے والے یہ فریب ہو موت دے اور جفا کی باتیں ہم سے مت کر جب تو نے ہلکا ابتدا سے پذیرفتہ کیا ہے تو ایسی ہی رحمت انتہائیکے جا ہمارے صفت و عجز و فقر سے تو خوب واقف ہو اور ہمارے در کا علاج خوب جانتا ہے اب جو باتیں سخت مشکل ہم کو بتاتا ہے ہم میں ان کی سوچ بوجھ اور طاقت تاب و تحمل کی کمان ہو نکسا ہر ہو جو پابائے پرانتا ہی بوجھ لاوتے ہیں جو اٹھا سکے اور ضعیفوں سے ایسے کام لیتے ہیں جو کر سکیں مرغ کو وہی دانہ دیتے ہیں جو اندازہ اسکی خوراک کا ہو کس واسطے کہ ہر مرغ کی انجیر خوراک کب ہو بچہ کو اگر دو روہ کی جگہ روٹی دیدے گا تو اسکو مردہ سمجھ لے اور جب اسکے دانت نکل آئیں گے تو خود ہی دل اسکا روٹی کھوٹ دینے لگے گا جس مرغ کے پر نہیں نکلے ہیں اور وہ اُسے خود کھا جاوے نہ بیون کا بنے گا اور جب پر نکل آئیں گے بے تکلف بدون صغیر نیک و بد کے خود بخود اُسے گا تیری گفتگو و نفس کو خاموش کر دیتی ہے اور ہمارے کانوں کو جگادیتی ہے جب تو گویا ہوتا ہے کان ہمارے ہوش بچاتے ہیں اور مشکل ہماری ایک بجر ہو جب تک بچہ سادریا موجود ہے ہر گھو تیرے ساتھ میں خاک آسمان سے بہتر ہے ایسے کہ تجھ سے سماک سے سماک روشن اور منور ہے واضح ہو کہ ان شعرون میں چار پاسے صغیر نیک و بد تک اشعار مثالیہ ہیں اس بنا پر کہ تو نے اب جو باتیں ہم سے کیں انکی استعداد ہم میں کمان ہو اگر استعداد ہو جائے تو ہم قہر طریسے بہت کر سکتے ہیں اور اب تو ہم تیرے ہی محتاج اور عاجز اور ضعیف الخلاف تشریح بحر العلوم میں انداز کی جگہ اندازہ اور بجائے خیک خشک غلط ہے قولہ بے تو مارا بر فلک تاریکیست ہا باتو اسے مہدین زمین تاریکیست ہا با مہد رے تو شب تاریکیست ہا روز رابے نور تو تاریکیست ہا باتو بر فلک از فلک بردیم دست ہا با سما مابے تو چون خاکیم پست ہا صورت رفعت بود افلاک را ہا معنی رفعت روان پاک ہا صورت رفعت برائے جہیم است ہا جہیم در پیش معنی آسمانست ہا اللہ اللہ یک نظر بر ما فلک ہا لا تقظہ فقد طال الخزن ہا المعنی تاریکی رفعت تاریک معنی مصرع عربی نا امیدت کر ہو بیشک بچ بہت طول ہو گیا معنی اگر تو نہ ہو اور ہم آسمان پر حائین تو آسمان پر ہو اندھیرا نظر آئے اور تیرے ساتھ میں امی ماوز میں ہو گویا تیرہ مٹاک اسکو کہتے ہیں تاریک نہیں ہے بقول شخصے ول ما شاد و چشم مار دشن ہو ایسی ہی دوسرا شعر ہو کہ تیری چاندی صورت کے ہونے رات اندھیری کب ہو اور اگر وہ ہو اور تیرا نور نہیں تو اندھیری ہو ہم با وضعت اسکے کہ فلک پر ہیں لیکن جب تو ہم میں ہو تو ہمارا رتبہ آسمان سے غالب ہو اور اگر ہم آسمان پر ہیں اور تو نہیں تو فلک کی طرح پست و ذلیل ہیں رفعت جو ایک شے ہو اسکی صورت بھی ہے اور معنی یہی ہیں صورت تو افلاک کو دی گئی ہو کہ ظاہر بلند ہیں اور معنی جو رفعت کے ہیں یعنی اصل چیز وہ چان پاک کو دی ہو صورت رفعت کی جہیم کے واسطے ہو مثلاً افلاک وغیرہ کہ معنی کے ساتھ یہ جہیم نام ہی نام ہیں جیسے مسیح کے اے مردہ یعنی جیسے مردے کا جسم و اسم ہو تاہو کسی نہیں ہوتا جو مان ہو اللہ اللہ کیسے ہم شقاق و آرزو مند ہیں ایک بار تو نظر پہنچاں اور ہم کو نا امیدت کر کہ ہمارا رنج بہت ہی بڑھ گیا ہے

جواب کہنا وزیر کا کہ غلوت کو نہیں بگاڑونگا

قولہ گفت جہتہا سے خود کو تہ کنید ہا پند را در جان و در دل کہ کنید ہا گرامیم متہم نہو د امین ہا اگر گویم آسمان را من زمین ہا
 اگر کمال با کمال انکار صیت ہا در نیم این زحمت و آزار صیت ہا من نخواہم شد ازین خلوت برون ہا زانکہ مشغول باحوال
 درون ہا المعنی گما جہنم اپنی چھوڑ داو میری پند کو جان و دل میں را دو اگر محکوم امین جانتے ہو تو امین متہم نہیں ہوتا چاہا
 میں آسمان کو زمین کہہ دوں تم سچ جان لو اور عمل کرو اگر محکوم کمال جانتے ہو تو کمال سے انکار کیا ہو اور جو کمال نہیں ہوں
 تو نہ ہی کچھ زحمت و آزار کیا ہو میں اس خلوت سے ہرگز نہیں نکلوں گا اس لیے کہ اپنی باطن سے مشغول ہوں
 کب کسی کی پروا کرتا ہوں

اعتراض کرنا مریدوں کا خلوت و زریست دوسری بار

قولہ جملہ گفتند اور وزیر انکار نیست ہا گفت ما چون گفتہ اغیار نیست ہا اشک دیدست از فراق تو دو ان پادہ آہست
 از میان جان روان ہا طفل باو ایہ ہست و نو لیک ہا گر پدا و گر چہ نہ بد و اند نہ نیک ہا ما چو چنگیم تو زخمہ می زنی ہا زاری از
 مانی تو زاری میکنی ہا ما چونائیم و نو اور مازتست ہا ما چون کونیم و صلا و مازتست ہا ما چو شطرنجیم اندر برد و مات ہا برد و مات
 مازتست از خوش صفات ہا ما کہ باشیم ای تو ما را جان جان ہا تا کہ ما باشیم با تو در میان ہا المعنی پھر سب نے کہا کہ اے
 وزیر جو کچھ تو نے ہکو پنہ نصیحت کی اُس سے ہکو انکار نہیں ہر لکھ ہاری باتیں غیروں کی باتوں کی طرح نہیں ہیں
 بلکہ ہمارا یہ حال ہر کہ تیری جدائی میں اشک آنکھوں سے بہ رہے ہیں اور آہ ہی آہ درون جان سے نکل رہی ہے تو مجھے
 واسطے دایہ ہر اور ہم تیرے بچے سبچے بھلا دایہ سے لڑ سکتے ہیں البتہ روتے ہیں اس سبب سے کہ نیک بد میں سمجھتے
 ہم تو تجھ سے ایسے متحد ہو رہے ہیں کہ گویا ہم چنگ ہیں اور تو زخمہ بس یہ زاری ہماری ہے نہیں ہر تو ہی زاری کرتا ہے ہم
 ایسے ہیں جیسے تو اور تو ہم میں تجھ سے ہر ہم ایسے ہیں جیسے کوہ اور ہم میں صدا بچے سے ہر گویا تیرا ہی کنا ہے جو ہم کہہ رہے
 ہیں ہم ایک شطرنج ہیں جس میں برد و مات ہوتی ہے ہماری برد و مات یعنی ہار جیت اور مرنا جینا اس خوش صفات تجھ سے
 ہر ہم کیا چیز ہیں گویا کا عدم ہمارے جان کی جان تو ہے پھر کیسے ہم تیرے ہوتے ہا کہ کبھی کچھ شمار کرین الخلاف بحر العلوم
 میں قبل لفظ بد کے نہ نفی کا نہیں ہر نہ بدون اسکے مصرعہ موزون ہوتا ہے قولہ ما عد جائیم و ہستی ہاے ما ہا تو جو مطلق
 فانی نا ہا ما ہمہ شیران وے شیر علم ہا حملہ مان از باد با شد مبدم ہا حملہ مان پیدا و تا پیدا است باو ہا انکہ تا پیدا است
 ہرگز کم مباد ہا باو باو بود و اند و است ہا ہستی ما جملہ انرا یکا دست ہا لذت ہستی ہر تو ہی نیست را ہا عاشق خود کردہ بودی
 نیست را ہا لذت انعام خود روا لگیر ہا نقل و باوہ جام خود روا لگیر ہا در بگیری کیست جہت جو کند ہا نقش با نقش
 چون تیرو کند ہا ہنگر اندر ما کن و را قطر ہا اندر اکوم و خا سے خود لگیر ہا المعنی بکرو باو و معروف فوت و زور لینے ہم سب
 عدم ہیں اور ہماری ہستیاں بھی عدم ہیں لہذا جو بد میں ہمیں عدم کہا ہے ہفت ممکن کی بھی جو مخلوق ہے

یہی ہے کہ جو دوسکا دوسرے سے ہو اپنی ذات سے نہواور نہ اول میں ہو نہ آخرین رہے اور تو جو مطلق ہر امر بقید
کہ تیری ذات کجی سے ہر کہ اول میں کجی تو ہی تھا اور آخرین بھی تو ہی ہوگا اور فانی کو جو دیکھنے والا ہے اور یہی صفت و جب
کی ہر ہم سب شیر تو ہیں لیکن شیر علم کے جیسے قاعدہ ہر کہ علم اور نشان پر شیر یا اردو یا وغیرہ کی صورت بنا دیتے ہیں اور
حکمہ شیر علم کا ہوا سے ہوتا ہر نہ بذاتہ یعنی ہوا کی جنبش سے مدبدم ہر طرف جھپٹتا معلوم ہوتا ہر لا جرم حملہ تو ہمارا ظاہر ہوا اور
ہوا جسکے سبب سے وہ حملہ ہر پوشیدہ کہ خدا اسکو گم نہ کرے ہمیشہ رکھے یہ دعا ہر بظاہر ان مردود کی طرف سے
اُس وزیر کے حق میں گویا ہم محض ایک نقش و صورت ہیں ہمارسی باد و بود پیری ہی داد ہر لینے دی ہوئی اور ہستی ہم کی
تیری ہی ایجاد کی ہوئی تو تجی نے لذت ہستی کی نیست کو دکھائی کہ نیست سے بہت کیا یا تجھ میں نیست ہو گئے ہیں
اس نیستی میں مزہ ہستی کا چکھایا ہو اور نیست کو عاشق اپنا بنایا ہو اب جو یہ لذت ہستی کی چکھائی ہو اور ہم پر انعام کی ہر
اسکو جسے مت لیے لے اور سارے سامان اس ہستی کے مزے کے مثلث مثلاً نقل اور بادہ اور جام مت چھینے لے
اگر تو چھین لے گا تو کین ایسا ہر کہ جسم تو اور تلاش کر کے کہیں کسی سے پائے کھلا نقش بھی نقاش سے دور کر سکتا ہو
کہ اُسکے قبضہ قدرت میں ہر بس کو ہماری بدحوالی کو مت دیکھ نہ اسپر نظر کر تو اپنے اکرام و سخا کو دیکھ جیسا آج تک
کر تا آیا ہر بقول سعدی رح اصنع بنا ما انت ابرہ قولہ ما بودیم و تقاضا مان نبود ہر لطف تو ناگفتہ ما می شنود ہر نقش
باشد پیش نقاش و قلم ہر عاجز و بسته جو کودک در شکم ہر پیش قدرت خلق جملہ یار کہ ہر عاجز ان چون پیش سوزن کار کہ ہر
گاہ نقش دیو کہ آدم کند ہر گاہ نقش شادی و گم غم کند ہر دست نے تادست جیبا بدفع ہر لطف نے تاددم زند
ان ضرور نفع ہر تو زقرآن باز خوان تفسیر بیت ہر گفت ایند و مار میت اور میت ہر ماہر انیم شیران کے زماست ہر ماکمان
و تیر اندازش خداست ہر این بجز این معنی جباریت ہر ذکر جباری برے زاریست ہر زاری باشد دلیل خطر ارہ
خجالت باشد دلیل اختیار ہر گر نبودی اختیار این شرم صیبت ہر وین و ریا و خجالت آرزو صیبت ہر المعنی جبر بالغیبت
نبرد کسی کام پر کسی کو رکھنا آرزو شرم و صلح نرمی و محبت جبار بصیغہ مبالغہ بڑی عظمت و جلال والا یعنی اسوقت میں
کہ ہم نہ تھے ہمارا تقاضا لینے کوئی خواہش کہ فلان فلان شکر کی ہم کو ضرورت ہوگی تو نے سب درست کر دی تیر لطف
انکھا ہمارا سنتا تھا اُسے سب درست کر دیا اسی اکرام و سخا پر نظر رکھ ظاہر ہر کہ سامنے نقاش و قلم کے نقش محض عاجز و
بے بس ہر جیسے بچہ حکم میں نقاش کا قلم چاہے جیسا اسکو بنا دے اور جو چاہے وہ لکھ دے اسکی قدرت کے سامنے
ساری مخلوق اگر کسی کی مددگار ہو تو ایک نہایت ہی حقیر و ناچیز مددگار ہر جن سے کچھ نہو سکے اور جب اسکو اچھٹا ہر
کبھی نقش دیو کا بنا تا کہ بھی آدمی کا جو مرد اچھی بُری نیک و بد سے ہر اور کبھی نقش خوشی کا کبھی ہر کبھی غم کا ہر اس وقت ایسا
ہر تھکس کا جو ہرانی کی دفع پر ہے نہ لطف کہ اسے لطف ضرر سے دم مارے پس محض بے بس اور مجبور ہر اور جو تو ہماری بات
کو نہ مانے تو تھکس میں حیف کی قرآن سے ہر نہ چوچے جو ہر ایسا ہر و کما نیست اور نیست و کما نیست و کما نیست

تیر بھینکا تو نے صبروت کہ تیر بھینکا لیکن اللہ نے تیر بھینکا چنانچہ اسی کی توضیح میں شعر با بعد ہی لینے اگر ہم کسی حیرت تیر چھوڑیں تو وہ ہم سے کب ہو ہم تو ایک آتم تیر اندازی کے ہیں لینے کمان اہل تیر انداز تو خدا ہی جو کہ اس کلام میں نوے بوجہ کی تھی لہذا اسکی دفع میں فسر مایا کہ یہ نہ جانو کہ ہم جبر ثابت کرتے ہیں جبر نہیں ہو بلکہ معنی جباری کے ہیں کہ بڑی عظمت و جلال والا ہو پس ذکر جباری کا سن کے زاری کریں تا یہ زاری دلیل ہمارے اضطراب کی ہو کہ اسکی جباری کو سمجھتے ہیں جب تو مضطرب ہیں اور اسی اضطراب کے ضمن میں جو ایک قسم ندامت بدی کی ہو وہی دلیل ہمارے اختیار کی ہو کہ اسکو اپنی بدی سمجھتے تب تو نادم ہوئے اگر اپنی بدی اپنے اختیار سے نہ سمجھتے ہوتے تو یہ افسوس و تھجلیت اور نرمی کیون ہوئی کیا پروا تھی نہ ہم سے بدی ہوئی تھی نہ ہم نرا در سزا تھکے بیہوش رت میں جبر و اختیار متوسط ہیں جیسا کہ امام ہام حضرت جعفر صادق سے بھی بین بین منقول ہے اختلاف بحر معلوم میں تیرے شعر کے دونوں مصرعون کے آخر بارگم اور کارگم لکھا ہے اور معنی کسی شعر کے لکھتے نہیں جو معلوم ہوتا کہ کیا سمجھتے ہیں قولہ ز جزا ستادان بشاگردان چرت ہا خاطر از تدبیر باگردان چرت ہا و در تو گوی غافل ست از جبر او ہا ماہ حق پنهان شد اندر ابر او ہا ہست این را خوش جواب الرشیدی ہا گذری از کفر و بردن گمروی ہا حیرت و زاری کہ در بیمار لیست ہا وقت بیماری ہمہ بیداریست ہا آن زمان کہ میثوی بیمار تو ہا میکنی از جرم استغفار تو ہا میناید بر تو ز مستحق گنہ ہا میکنی نیت کہ با ذاکم برہ ہا عہد بیان میکنی کہ بعد ازین ہا جز کہ طاعت نمودم کارگزین ہا پس یقین گشت آنکہ بیماری ترا ہا می بخشد ہوش و بیداری تیرا پس بدان این را اصل جو ہا ہر کردار درست او بدست ہا ہر کہ او بیدار تر پردرد تر ہا ہر کہ او آگاہ تر ترخ زرد تر ہا المعنی ترجمہ کی و عتاب خاطر دل اور صحت اور وہ چیز جو دل میں گذرے تدبیر انجام کو دیکھنا گمروی گردیدین سے اختیار کرنا گزین پسندیدہ لینے زجر اور عتاب استادون کا شاگردون پر کیون ہو اور خاطر تدبیرون سے کیون بد بگانی ہو اگر تو اسکے جواب میں کہیگا کہ وہ جبر سے غافل ہو اور اسکی غفلت کے ابر میں ماہ حق کا چھپا ہوا ہو تو اسکا جواب بھی اگر تو سنے تو ہمارے پاس بہت اچھا ہے جس سے تو کفر چھوڑ دے اور دین پر گردیدہ ہو جاے ویکو تو حیرت و زاری کہ بیماری میں لاحق ہوتی ہو وہ بیماری کا وقت بالکل بیداری کا ہوتا ہو اسواسطے کہ جب تو بیمار ہوتا ہو تو کیسی تو بہ استغفار کرتا ہو ساری برائیاں گناہ کی بجائے سو سمجھنے لگتی ہیں اور خاص نیت کرتا ہو کہ اگر اچھا ہو گیا تو راہ راست پر ہو جاؤنگا سب برائی چھوڑ دوں گا اور کھد و ایمان کرتا ہو کہ اب آئندہ سو سے طاعت اور کام پسندیدہ کے کوئی کام نہیں کروں گا پس یقین بھلا سب بات کہ بیماری تجھ کو ہوش و بیداری بخشی ہو تو اگر اصل کا طالب ہو تو اس مسئلہ کو دریافت کرے کہ یہ حق درود پہونچنے کوئی بومستی کی نہیں حاصل کرتا ہو لہذا جو پردہ و زیادہ ہو بیدار زیادہ ہو اور جو آگاہ زیادہ ہو بومستی نہ زد زیادہ ہو لینے مہتا ہو کہ اسواسطے کہ الصغیرہ المولع کما ہو پس بھی حال زجر استادون کا شاگردون پر ہوا اختلاف بحر معلوم کے ساتھ میں شعر میں وقت بیماری کی جگہ وقت بیداری غلط ہو قولہ گرز جبرش آگئی زاریت کو ہا

جنہیں زنجیر جباریت کو بہ بستمہ در زنجیرادی چون کند بہ خوب اشکستہ عداوی چون کند ہس کے اسیرے جس آزادی کنندہ کے گرفتار بلا شادی کند بہ در توبہ بینی کہ پابستہ اند بہ بر تو سرہنگان شہ بنشتہ اند بہ پس تو سرہنگی کن بر عا جزان بہ زانکہ بنود طبع و خوے عاجز آن بہ چون تو جبر اومنی بینی گو بہ و ہی بینی نشان دید کو بہ المعنی را دفع سخن و بہادر تھلو کبیر ستون پانچون شعر کے پہلے مصرع میں عاجزان معج ہر دوسرے مصرع میں عاجز الگ آن الگ یہ دوسرا دہر اختیار جبر کا کہ اگر تو جانتا ہر کہ جبر جبر زبردستی یہ بات میرے ذمہ کر دی ہر اور میں زنجیر جباری میں مقید ہوں تو تیری زاری جو اس زنجیر کی جھنکا کر یہ وہ کمان ہر مجبور تو زاری سے خاموش نہیں ہوتے تو تو بڑی شوخیان گستاخان صرغ کر یہاں بتا تو زنجیر کا جھکڑا ہوا بجی کچھ سخاوت و بہادری کر سکتا ہر ٹوٹی لکڑی کسی کی حقونی بن سکتی ہر جو کوئی کسی قید میں قید ہر یا کسی بلا میں گرفتار تو وہ کسب آزادی و شادی کر سکتا ہر اور جب تو دیکھتا ہر کہ میرا یا لون بانددہ دیا ہر کسی طرف میرے جانے کی را نہیں ہر اور سپاہی پادشاہی چھپر نہیں ہر جو چاہیں گے وہ کرنا پڑے گا پھر تو ظلم و سرنگی عاجزون پر کیوں کرتا ہر اس واسطے کہ عاجز آدمی کی تو ایسی خود طبیعت نہیں ہوتی اب یہ بتا کہ تو اسی کی جبر کو کیا دیکھتا ہر اور تھکو وہ نظر آتا ہر اگر نظر نہیں آتا تو کچھ مت کہ جانے کیا بھید ہر اور جو دیکھتا ہر تو نشان اسکی دید کا ہر کھلی بنا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے راوی برائے محلہ کے زاوی بڑاے مجھ لکھا ہر اور شارح ایک شعر کے سوا سنی نہیں کہتے جو کچھ معلوم ہو خیر خدا کی مدد چاہتے

اللم اهدنا الی الصراط المستقیم قولہ درہر آن کاری کہ میل است بدان بہ قدرت خود را ہی یعنی عیان بہ درہر آن کاریکہ میل است

خوابست ہر اندران جبرے شوی کن از خدا است بہ انبیا در کار دنیا جبر بند بہ کافران در کار عقبہ جبر بند ہر انبیا را کار عقبہ اختیار ہر کافران را کار دنیا اختیار ہر زانکہ ہر مرتبے بسوے جنس خویش ہر میرود او در پس و جان پیش پیش بہ کافران چون جنس سچین آمدند بہ سچن دنیا را خوش آئین آمدند ہر انبیا چون جنس علیین بدند بہ سوے علیین بجان و دل شدند ہر ای خدا بنا تو جان را آن مقام بہ کا در و بھرت میر وید کلام بہ این سخن پایاں ندارد ولیک ما بہ باز گویم آن تھامی قصہ را بہ المعنی آتھو جو است یعنی خواہش سچین بالکسر و تشدیدیم زندان سخت و داوی در جہنم علیین کسر و تشدید ہام کسور و دو یاے سختانی فرماے بہشت جمع علیہ و خانماے بلند بہشت بے حرف ای بے نقد میر وید ای پیدا میشو و مولا نا ز فرماے

ہر کہ چھو یہ دیکھتے ہر کہ جن کام میں تھکو رغبت و خواہش ہر آئین تو ظاہر اپنی قدرت جانتا ہر اور جسکی تھکو رغبت و خواہش نہیں ہر اس میں جبری بناتا ہر کہ یہ خدا کی طرف سے ہر انبیا تو دنیا کے معاملات میں جبری ہر کہ حکم حاکم کا بجا لاتے ہر انہر نہ دنیا سے منظر ہر اور کافر عقبہ کے معاملہ میں جبری ہر بقول کسی کے شعر عاقبت کی خبر خدا جانے بہ اتھو ارام سے گذرتی ہر ہر انبیا نے تو عقبہ کو اختیار کیا اور بجان و دل اصرار تو یہ ہوے کافرون نے دنیا کو اختیار کیا اور جہول کئے اسکے خیر و بد چھو و درجہ پہلی یہ ہر کہ ہر جنس اپنے جنس کے پیچھے جاتا ہر اور اپنی رغبت سے کہ گو پیچھے ہر تا ہر مگر جان اسکی سب سے ہر گئے ہر ہر آئیے اکثر کیا گیا کہ پیچھے رہا ہر درجہ نہایت ہی اڑنے میں گو شمش کر تا ہر پس جو کافرون کا

حکم این طواریت شد حکم آن ۱۰ پیش ازین کردیم آن ضد را بیان ۱۰ المعنی یعنی بعد از نوید کردینے کے اُن امیرون سے جدا ہوا
اور تنہا ایک ایک کو بلایا اور تنہائی میں ہر ایک سے ایک بات کہی اور ہر ایک سے کہا کہ دین غیسوی میں تو نائب
حق کا اور میرا خلیفہ ہو تو اتیرے اور امیر سب تیرے تابع ہیں اور عیسے نے سب کو تیرا شیعہ یعنی امت کیا ہر تہجد سے
جو امیر گردنکشی کرے اسکو پکڑ چاہے مار ڈال چاہے اسکو قید رکھ لیکن میں جب تک زندہ ہوں یہ بات کسی سے
مت کہ نہ اس ریاست کی جستجو کرو اور جب تک میں مردن نہیں کسی سے ظاہر نہ کر نہ دعویٰ اپنی شاہی و غلبہ کا کہ یہ کتاب
اور احکام مسیح کے ہیں ان سے جدا جدا امت پر نفی صاحت پڑھو غرض ہر امیر سے اُس نے ایسے ہی جدا جدا کہا کہ
تیرے سوا دین خدا میں کوئی نائب نہیں ہو اور یہ کہ کھلے ہر ایک کو اپنے خیال میں غالب و عزیز کر دیا اور جو ایک سے
کہا وہی دوسرے سے کہا اور ہر ایک کو جو ایک کتاب دی دوسری اسکی ضد تھی جو اسکی مراد تھی کہ جملہ کتابیں مختلف ہیں
جیسے شکل الف باء کے حرفوں کی ہر مثلاً الف نقطہ سے خالی اور خط مستقیم اور بے کے نیچے ایک نقطہ اسکی ضد میں
تے کے اوپر دو نقطے ہیں غرض ایک کتاب کا حکم ضد دوسری کتاب کے حکم کا جیسا کہ اس سے پہلے ہم اس
ضد کو بیان کر چکے ہیں

مارٹو اتا وزیر کا آپ کو غلوت مین مریدون سے

[illegible]

او کچھ خلاف عقیدہ کہ اٹھے اس واسطے کہ وہ نکات جو بیان کرنا تھے اناس سے بھی نیر تر ہوں گے اور تیرے پاس انکی
سپر جو سوچ بوجھ معنوں کی نہ نہیں ہر تو جگہ ایسی تیغ سے بھاگنا چاہیے ایسی تیغ کے سامنے بے سپر ہر گز مت آ اسیلے
کہ تیغ کاٹنے میں شر تانی نہیں ہر اسی سبب سے میں نے تیغ اپنے میان میں کر لی تاکوئی کج خوان اس کے خلاف
دکھائیے جیسا کہ فرمایا ہے تلکھوا اناس علی قدر عقولہم یعنی لوگوں سے انکی عقلوں کے موافق باتیں کرو اور امرانہ نزل
اناس منا زلم یعنی ہم مامور کیے گئے ہیں کہ لوگوں کو وہ باتیں کہیں جو انکے ربوں کی ہوں لا جرم ہم اس بات پر پھر آئے
کہ اس داستان کو کام کرین اور وہ دوست جو اسکے معج ہوئے تھے انکی وفاداری کو بیان کریں کہ اس پیشوا کے بعد
مستعد ہوئے اور اسکی جگہ نائب اسکا جاتے تھے انخلافت شرح بحر العلوم میں ان منزل بصیفہ حاضہ بجائے
ان منزل بصیفہ مکمل ٹھیک نہیں ہر

جھگڑا کرنا امیروں کا آپس میں

قولہ یک امیر سے زمان امیران پیش رفت ہر پیش آن قوم وقائدیش رفت ہر گفت اینک نائب آن مردمن ہر
نائب عیسیٰ منم اندر زمن ہر اینک این طور برہان نیست ہر کان نیابت بعد از آن نیست ہر آن امیر دیگر آمد ازین ہر
دعویٰ اور خلافت بعد میں ہر اندر لعل اومیز طومار سے نمود ہر تادرا آمد ہر در احشم و ججو و ہر آن امیران دیگر ایک
قطار ہر بر کشیدہ تیغ سے آہدار ہر ہر یکے راتخ و طومار سے بدست ہر دہم افتادند چون پیلان مست ہر
ہر امیر سے داشت خیل بیکران ہر تیغ را بر کشیدند از زمان ہر صدر اران مرد ز ساکشتہ شد ہر تاز سر ہر سے ہمید ہر پشتہ شد ہر
خون روان شد ہر چو سیل از چپ و راست ہر کوہ کوہ اندر ہر ازین گردخواست ہر تنہا سے فتنہ ہر گوشتہ بود ہر آفت سر ہر ای
ایشان کشتہ بود ہر جو ز ہر با شکست و آن کو مغز داشت ہر بعد کشتن ریح پاک و لغز داشت ہر اسلحے جو ز ہر نصیبین
انکار کرنا فقر با نفع لطیف دہر کار خوب یعنی جب لوگوں نے نائب چاہا تو ایک اور امیر اس قوم وقائدیش کے
سامنے گیا اور کہا یہ لو میں نائب اس شخص کا اور نائب بیٹے کا ہوں زمانہ میں آوریہ دیکھو میرے پاس
میرے دعوتے کی برہان ہر کہ یہ نیابت میری ملک ہو اور وہ طومار پیش کیا اسکے بعد ایک اور امیر نے کہیں سے تلکھ
بھی دعوت خلافت کا پیش کیا اور نزل سے طومار نکال کے دکھایا میان تلکھ کہ دونوں میں فصدہ اور انکار ایک
دوسرے کو چھایا ہر اسے اور امیر وہ سب بھی صلیب باند سے تلکھ این آہد ارسینے موسے تھے اور ایک کے ہاتھ
میں طومار تیغ آتھو ہر اس کے تلکھ گڈ بند ہو گئے اور کٹنے لگے جو کہ ہر ایک کے ساتھ ایک گروہ بیکران حساب نے
تلکھ این کہنیں تھے کہ لاکھوں تھہ ہر اس کے آہد ارسینے کے سروں کے پٹتے ہو گئے اور دھوا دھو سے تلکھ
تلکھ این کہنیں تھے کہ لاکھوں تھہ ہر اس کے آہد ارسینے کے سروں کے پٹتے ہو گئے اور دھوا دھو سے تلکھ
تلکھ این کہنیں تھے کہ لاکھوں تھہ ہر اس کے آہد ارسینے کے سروں کے پٹتے ہو گئے اور دھوا دھو سے تلکھ

گو یا جو زوڑے گئے کہ جنین بے مغز بھی تھے اور مغز دار بھی پس جو مغز دار تھے بعد اسے جانے کے انکی روح ویسی ہی پاک و لطیف رہی الخلاف شرح بحر العلوم میں پاک نغز باصناف ہو میری سمجھ میں پاک و نغز بطرف مناسب ہو قولہ کشتن و مردن کہ برقیش تنست ہا چون انار و سیب را بشکستن است ہا انچہ شیرین است آن شد یا روانگ ہا و انچہ پوسیدہ است بنو غیر بانگ ہا انچہ پر مغز است چون مشک است پاک ہا و انچہ پوسیدہ است بنو غیر خاک ہا انچہ ہمینی است خود پیدا شود ہا انچہ بی معنی است خود رسوا شود ہا المعنی آوانگ شش رنی و حشہ و بخش نیز پوسیدہ بیا خارجی کہ مشہور بباب عربی ہی نگہا ہوا اور نہایت پرانی چیز جو قریب بگرجا جانے کے ہو لینے مارا جاتا اور مغز ناقش تن پر جاری ہا یہ ایسا ہے جسے سیب و انار کا توڑنا جو شیرین نکلا وہ تو باروانگ کا ہوا لینے قدر و قیمت پانی اور چہرانا اور گھنا ہا وہ سوائے بانگ کے کچھ نہیں پس ایک آواز ہی آواز ہی جو پر مغز ہو وہ مثل مشک کے پاک ہو اور جو گھنا گلا وہ ایسا ہی جیسے خاک جو معنی والا ہا اسکے معنی خود ظاہر ہوتے ہیں جھپتے نہیں جیسے عظمت نے کہا ہا ہر ع زفاکش چشمہ خورشید جو سفید ہا اور جو بے معنی ہا خود رسوا ہوتا ہا الخلاف شرح میں ہر جگہ بوسیدہ بیاے عربی لکھا ہا قولہ رویمینی کوش اے صورت پرست ہا زانکہ معنی برتن صورت پرست ہا ہمیشہ اہل معنی با شش تا ہا ہم عطایا بے دہم باشی فنا ہا جان بے معنی درین تن بے غلاف ہا ہست انچون تیغ جو بین در غلاف ہا تا غلاف اندر بود باقیمت است ہا چون برون شد بر خن را ہا نسبت ہا تیغ جو بین را بر سر در کارزار ہا ہنگر اول تا نگرد و کارزار ہا گر بود جو بین بر دو دیگر طلب ہا در بود الماس پیش آقا طرب ہا تیغ راز را دقانہ اولیاست ہا دیدن ایشان عثارا کیماست ہا جملہ دانایان ہمیں گفت ہمیں ہا ہست و انار رحمۃ للعالمین ہا المعنی نفع بفتح جو انور ذار ہمیں خوار و خراب الماس معنی پولاد تیز را و بمعنی زرہ گر زرا و خاتم سلج خانہ رحمۃ للعالمین اے رحمت برے تمامی عالم فرماتے ہیں اے صورت پرست کیا صورت میں اچھا ہوا ہا ہا معنی میں کو شمشیر کر اس سبب سے کہ معنی اس فن پر سوار ہو لینے فن مرکب ہو اور روح را کب اور رسوا اہل معنی کے کسی کے پاس مت بیٹھو کہ اسکے رفیق صحبت سے عطایا بھی پائے گا اور جو انور بھی بن جائیگا جسکو گما ہا طالب الہی مذکور ہا جان نے کہ جو جان بے معنی ہا اے معرفت ایسی ہی جیسے کاکڑ کی تلوار غلاف تن میں کہ ہمیں کسی کو غلاف ہی ہمیں پس جبکہ غلاف میں ہا باقیمت ہو ہر کسی کے سامنے اسی عزت و حرمت ہا اور جب غلاف تن سے نکلی ایک جلانے کی لکڑی ہو اسکے سوا کچھ نہیں بچ رہے ہا پس یہ کاکڑ کی تلوار ہو تو اسکو یکے لڑائی میں مت جا بلکہ پہلے دیکھو تو کام تیرا خوار و خراب نہوا اگر چہ میں معلوم ہوا تو جا اور سے

ورنہ نام احمد مستحیر و نسل ایشان نیز ہم بسیار شد و لوہا محمد ناصر آمد یار شد و ان گروہ دیگر انصرانیان نام
 احمد و مستند مستہان و مستہان و خوار گشتند از قفق و از وزیر شوم راے شوم فن و مستہان و خوار گشتند از قفق و
 گشتہ محروم از خود و شرط طریق و ہم بخط دین و شان و حکم شان و از پنے طوار ہائے کن بیان نام احمد چون چنین یاری کند
 تاکہ نورش چون مددگاری کند نام احمد چون حصار شد حصین نامہ باشد ذات آن روح الامین و بعد ازین
 خورنیر و مان تا پذیرد کا ندر افتاد از بلاے آن وزیر و الهی قزو بافتح جنگ دین مستحیر پناہ و پناہ دہندہ مستہان بالعم
 ذیل و خوار حصین بفتح مضبوطیہ ایک ذکر علیحدہ نمیمد اسی داستان کا کہ کہ انجیل میں نام مصطفیٰ کا جو سردار پیغمبروں
 کے اور دریا صفا کے ہیں داخل تھا اور ان کے حلیے اور شکل اور غزوات کا ذکر اور صوم و اکل کی کیفیت سب مذکور
 تھی ایک گروہ نصرانی بنظر صواب جب اس جنگ پر پہنچتے تھے نام شد لین کو جو م لیتے تھے اور آپ کے
 وصف پر کج عقیقت منہور کھیتے تھے کہ مقتصد ہفت ہزار اب جو یہ فتنہ ہوا جسکو ہم نے بیان کیا یہ لوگ اس فتنہ
 اور شکوہ سے امین رہے نہ انکو امیروں کی شہر ہو گئی نہ وزیر کی احمد کے نام کے پناہ میں محفوظ رہے اور انکی نسل بھی
 بہت طبعی اس واسطے کہ نورا نحضرت کا یار و مددگار رہا اور وہ جو وہ مستہار گروہ نصرانیوں کا تھا کہ آنحضرت کے نام کو
 ذیل و خوار جانتے تھے وہ ان تہذیب سے ذیل و خوار ہوئے جو وزیر شوم راے شوم فن سے برپا ہوئے تھے یہ قفق
 سب خوار و ذیل ہوئے اور محروم آپ سے اور شرط طریق سے بقی طریق راست میں جو شرط تھی وہ ان کو نصیب نہیں ہوئی
 گئی پھر رہے انکا دین بھی ضبط تھا اور انکے احکام بھی ضبط تھے اس کی بیان کے طرازوں سے کہ سب سے آب
 سخوات مولانا کے ہیں خیال کرو کہ جب نام احمد کا اسی مددگار کی کہ لوہا کتاہو و زہا کتاہو مددگاری کرتے گا نام احمد کا
 مثل ایک قلم مضبوط کے ہو تو اب موجودات اس روح الامین کی یہی ہوگی غرض امید اگر زمین ہو و دوسرے
 قصبہ کی طرح کہ بعد اس خونریزی سخت کے جسکی علاج تھی جو اس وزیر لاچر کے سب سے ہوئی اور ایک فساد

[illegible]

اسکی یہ کہ ان اصحاب الاخذ وود نے خندق کھود کے آگ بھڑکائی تھی اسپر بیچ کے مومنوں کو کفر و بت پرستی کی طرف رجوع کرتے تھے جو نہیں مانتے تھے انکو اس آگ کی خندقوں میں ڈال دیتے تھے یہ بادشاہ انھیں اصحاب الاخذ وود سے تھا اور وہ راہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوئی تھی اسی راہ پر اسے قدم رکھا قولہ ہر کہ او بنہا دنا خوش سنتے بد سوسے او نفرین رو دہر ساعے ہر نہ کہ ہر چہ ان کند زان گو ستم بد زاولین جو بد خدا بے بیش و کم بد نیکوان رفتند و ستمناہانند و زلیمان ظلم و لغت با نند تا قیامت ہر کہ جنس آن بدان بد و وجود آرد و بد و رولش بدان بد رگ رگ ست این آب شیرین و آب شور بد و خلایق میر و دتا نفع صور بد نیکوان راہ ست میراث از خوشاب بد انچہ میراث ست اور مشنا الکتاب بد المعنی نفرین بالکسر بد و عادت سنت بضم و تشدید یون مفتوح راہ و روش و عادت او جس کام کو پیغمبر اور صحابہ نے کیا ہوا اور جسکو کہ پیغمبر نے ہمیشہ کیا ہوا یا عمر بھر میں ایک دو دفعہ پہلے دونوں شعر موافق حدیث شریف کے ہیں مَن سَنَ سَنَہَ سَنَہَ فَلَهُ وُزْرًا دُوزَرًا مَن عَمِلَ بِنِہَالِی یَوْمَ اَلْاٰثِمِہِ مَن خِیرَ اَن یَّقِصَّ مَن اَوْ اَرَامَ شَیْءٌ یُّصِغْ جَسَدِی نے نکالی بری راہ جو مومنوں کو اس کے واسطے گناہ اس راہ کا ہو اور جو اس راہ پر چلے اسکا بھی قیامت تک اور یہ نہیں ہوگا جو اس راہ کے عاملوں کے گناہ سے کچھ اس راہ نکالے واپس پر گھٹ جائے اور ایسے ہی حال سنت حسنة کا ہر گروہ مانجن فیہ سے خارج تھاندا اسکو نہیں لکھا مطابق اسی کے مولانا رح فرماتے ہیں کہ جس نے راہ نافرمانی جو سوا یہ انداز کا ہو نکالی ہر ساعت اسکی لعنت اسپر پہونچتی ہو اور جو اس قسم کے ظلم و ستم کرے تو پہلے جسکے یہ ظلم و ستم نکالے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ اس سے بھی اسکا مواخذہ کرتا ہو برابر بے کم و کاست ایک لوگ گئے اور ان سے راہیں خوش رہیں اور انھیں سے ظلم و لعنتیں رہیں اب قیامت تک جو کوئی اس قسم کے امر سے کرے گا اور ظہور میں لائیگا وہ متوجہ ان انھیں کی طرف ضرور ہوگا جو بانی اس امر کے ہوے ہیں بدن پہلے مصرع میں جمع بد کو دوسرے میں لکھی بان آب شیرین یعنی سنت خوش و آب شور سنت بد بہ ہر ایک کی رگ میں ہو اور نفع صورت تک مخلوق میں چلا جائے نہ منقطع نہیں ہوتا جس جو لوگ نیک ہیں انکی میراث آب خوشش ہو کہ اس سے وہ فائدہ پاتے ہیں عیسے میراث سے میراث واپس نفع اٹھاتے ہیں یہ سنت خوش ان کی میراث ہو اور وہ جو ارثنا الکتاب سے ہو یہ اقتباس ہے آیت شریف سے ثم اور ثنا الکتاب الذین اصطفینا یعنی چھوڑا دیا کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو کہ برگزیدہ کیا ہم نے کہ وہ ابنیا علیہم السلام ہیں برگزیدہ صاحب کتاب سنت خوش نکالنے واپس قولہ شذنا رطلابان از بگری بد شعلہ باز گوہر پیغمبری بد شعلہ بابا گوہر گردان بود بد شعلہ آن جانب روم کان بود بد نور روزن گرد خانہ مہدود بد زانکہ خور بر سبجہ میرود بد ہر کہ را با ختر سے پیوستگی سنت بد مرد با ختر خود ہم تکی ست بد حامش گرز ہر ہر باشد و طرب بد میل کلی زاد و حش و طلب بد در بود ہر یکی و ہر غریزہ با جنگ و ہمتان و خصوصیت جوید او بد ا شعلہ با عصمہ خوش در بانہ انش میل کلی

بالفتح و ضم کان محل غایت بعد منقطع البروج و معدل النهار و رعبت تمام فرماتے ہیں کہ جو طالب خدا کے ہیں اگر غور کرے
تو شعلے گوہر پیغمبری کے ان کے شمار ہیں گوہر پیغمبری یعنی ذات پیغمبری کو کسی زمانے میں کسی پیغمبر پر ہون اور شعلے
انوار تجلیات یا آتش عشق کہ جملہ ماسوا کو جلا کے قابل قرب خدا کے کر دیتی ہو اور یہ شعلے انھیں گوہر ہون کے ساتھ
پکرتے رہے ہیں نوبت بہ نوبت آدم سے آنحضرت تک اور بعد آنحضرت ان کے تابعین پر کہ وہ صحابہ اور اولیاء ہیں
اور اسی طرف جاتے ہیں جہان انکی کان ہو یعنی جود کہ قابل ان کے ہیں زلی الموم حبیبہ لودوزن کا ہمیشہ ایک جگہ نہیں ہوتا
سارے گھر میں دوڑتا ہو اس واسطے کہ آفتاب جس سے کہ وہ لودوزن کا ہو ایک ہی جگہ قائم نہیں کبھی کسی برج سے
نکلتا ہو کبھی کسی برج سے ایسی ہی پیغمبری باری باری پہونچی ہو اور روز و نون سے نور پہونچ کر خانہ قلب ان کے
روشن ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں اب فرماتے ہیں جو کوئی جس اصل و نژاد پر پیدا ہوا ہو اس سے وہی اثر و نور میں
آتا ہو اسی سبب سے ان شعلوں سے ہر کوئی بطور عام فیضیاب نہیں مثلاً جس کو جس ستارے سے پہونچتی ہو وہ
اسی ستارہ کا ہم تنگ ہو اسی جال چلن پر چلتا ہو جیسے اگر کسی کا طالع زہرہ ہو تو اس کا بالکل میل طرب
کی طرف ہوتا ہو اور عشق و طلب کی کسو سٹے کہ سعد ہو اور مطربہ فلک کملاتی ہو آہد جو مکتی ہو اور خونریز ہو وہ جنگ و
بہتان و خصومت ڈھونڈھتا ہو کہ یہ بخش ہو اور جلا و فلک قولہ اختران اند انورا سے اختران ہے کا حراق و نخس ہو و اندران
سائران در آسمان ہلے و گرہ غیر ان ہفت آسمان شتمہہ را سخاں در تاب انوار خدا ہے نے ہم پیوستہ گئے
از ہم جدا ہا ہر کہ باشد طالع اوزان نجوم و نفس او کفار سوز و در رجوم و چشمہ مرینے نباشد خشم او و منقلب رو
غالب و مغلوب خود اخصی احتراق بالکسر جھپ جانا پانچ ستاروں سے کسی ایک ستارے کا سواے قر کے شفاع
مہرین بسبب حج ہونے کے بوج واحدین منقلب بضم میم و کسر لام برگردندہ اور نجومیون کی اصطلاح میں ایک
قسم ہو اقسام ثلاثہ بروج و مدار گانہ سے باعتبار سعادت و نحوست طالع کے اور برج منقلب میں کام راست
درست نہیں آتا مولانا رام فرماتے ہیں یہ ہفت اختر و ہفت فلک تو ہیں کہ ان میں سے زہرہ مریخ و دو کوہم نے
بطور نظیر لکھا ہے سوا اور اختر ہیں احتراق و نحوست کو کچھ دخل نہیں سب کے سب سعد و سعید اور احتراق سے
محفوظ ہمیشہ تابان اور درخشان اور سواے ان سات آسمانوں مشہور کے ان کے دور و میر کے اور آسمان ہیں کہ وہ
اصحاب ہیں جنگی نسبت ظاہر فرمایا ہو اصحابی کا نجوم فباہیم اقتدیم اہتدیم یعنی اصحاب میرے مثل نجوم کے ہیں سو
جسکی پیروی کر دے گم ہدایت پاو گے تم اور ان کے بعد ادیانہ کہ میر جب قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ کے انکا
میر عرش ہو اور یہ ثابت قدم ہیں حرارات انوار خدا میں اور تحمل اس کے جیسا کہ کہا ہے شعر سینہ میں قائم کو سے قطرہ کا
قطرہ رہا بل بے سمائی تری آفت سے سمندر کے چورہ اور نہ ظاہر میں پیوستہ اور یک جانہ بحقیقت متفرق
و جدا آج جو شخص ایسا ہو جسکا طالع ان نجوم سے ہو اسکا نفس کفار سوز ہو رجوم کے وقت جیسے شیطاں رجوم سے

جلجالتے ہیں اسکا ختم مرتجع اسکا ختم نہیں ہر کہ منقلب ہو اور زہرہ کے غلبہ سے باوجود غالب ہونے کے مغلوب ہو جائے جیسے مرتجع زہرہ سے مغلوب ہو جاتا ہے اس شعر میں صفت خشم و غضب اصحاب کی ہر نسبت بکفار کا قال اللہ تعالیٰ شانہ اَشْدُّ اَعْلٰی الْكَفَّارِ حَمًا وَاَمِیْمٌ قَوْلُهُ نَوْرًا غَالِبًا اَمِنْ اَزْكَفٍ وَّغُشَقٍ ۝ درمیان اصبغین نور حق ۝ حق فشا نہ آن نور را بر جانہما ۝ مقبلان برداشته داما نہما ۝ وان نثار نور ہر کو یافتہ ۝ روے از غیر خدا بر تافتہ ۝ ہر کرا دامن عشق نابدہ ۝ زان نثار نور بے بہرہ شدہ ۝ جز وہار او نہما سوے کل ست ۝ بلبلان را عشق باروے گشت ۝ گاور رنگ از بیرون و در را ۝ زردون جو رنگ سرخ و زرد را ۝ رنگاے نیک از خم صفاست ۝ رنگ زشتان از سیہ آہ جفاست ۝ صبغۃ اللہ نام آن رنگ لطیف ۝ لغتہ اللہ پوے این رنگ کثیف ۝ انچہ از دریا بدریا سے رود ۝ از ہما نجا کہ آہجائے رود ۝ از سر کہ سیلہاے تیز رود ۝ در تن ماجان عشق آمیز رود ۝ المعنی کسف بالفتح چھپ جانا ستارہ وغیرہ کا اور بد حال ہونا عشق تاریکی اول شب و تاریکی سخت آہنجے بالکسر و باے موحده مفتوح انگشت دست یا پاپا اصبغین جبر بدہ مخففت بودہ جتنا بامد غاشاک سیل و چرک زرد و نقرہ صبغہ بالکسر رنگ و ملت و دین سیہ آہ وہ جگہ جہان پانی خراب بد رنگ بدبو حج ہو تینے نور غالب خدا تاملے کا جبکہ سارے نور مغلوب ہیں کسف و غشوق سے جیسا کہ آفتاب کو ہر سال اور ہر روز عارض ہوتا ہے فارغ اور نہایت ہو اور اُسکی انگلیوں یعنی نور حق کے مشت میں ہر آنے اُس نور کو مٹھیاں بھر کر کے عاشقوں کی جانوں پر نثار کیا نثار کئے سے نہایت توقیر عاشقوں کی ظاہر کی ہر پس جو قبل تھے انھوں نے دامن بھر بھر بٹولا اور جس خوش قسمت کو یہ نور نصیب ہوا اُس نے غیر خدا سے منہ پھیر لیا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا موافق مصرع رخ آنکس کہ تر بایف جان را چہ کند ۝ اور جبکہ پاس دامن عشق کا نہ تھا وہ اس نثار سے بے نصیب رہا جتنے جز ہیں سب کا رخ کل کی طرف ہے مثلاً ایک جز گل ہے جسکی عاشق بلبل اسکا رخ بھی اُدھر ہی ہر آہستہ جو گائے بیل ہیں آنکا صرف رنگ ظاہری دیکھ اور جو مرد ہیں آنکا رنگ باطنی خواہ سرخ خواہ زرد و موندھ اس واسطے کہ جو اچھے رنگ ہیں وہ غم صفا سے ہیں یعنی انکی اصل و نژاد اچھی ہے اور رنگ بد سیہ آہ جفا سے یعنی ایسے جیسے میلہ پانی بدبو خراب کمین حج ہوتا ہے انکی مرشت اُس سے ہر بس یہ رنگ جو لطیف ہے اسکا نام صبغۃ اللہ اور رنگ خدا و دین خدا ہے کہ وہ مومن ہیں اور جو رنگ کثیف ہے اُسکی بدبو پر لغتہ اللہ ہے کہ وہ بدبو کفر و فسوق کی ہے دیکھو دریا کا پانی دریا ہی کو جاتا ہے جہان سے آتا ہے وہین کو لٹتا ہے یعنی اگر رنگ لطیف ہے لطیف جگہ خود کرتا ہے اور اگر کثیف کثیف جگہ جاتا ہے جیسے سر کوہ سے ایلچیز رو بہتے ہیں ہمارے تن میں جان عشق آمیز روان ہے اختلاف پہلے شعر میں بجائے آمین کے اپنے بیرون کی جگہ پر وزن اور بجائے درتن ماوزتن و غلا

آگ بھڑکانا پادشاہ کا اور برابر آگ کے بت قائم کرنا کہ جو اسکو مسجد کر گیا وہ آگے بچا رہیگا
قوله آن بہودسک بہ بن چہ را سے کر دے پہلوے آتش ہے برپا سے کر دے کا کہ این بت را بخود آرد بہرست ۝

و تیار و در دل آتش نشست ہ چون سراے این بت نفس او نداد ہ از بختش بہت دیگر نبرد ہ ما در تہا بہت
 نفس شماسست ہ زانکہ آن بت مار و این بت اثر دہاست ہ آہن و سنگ ست نفس و بت شرار ہ آن شرار
 از آب میگیر و قرار ہ سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود ہ آدمی با این دو کے آمین شود ہ سنگ و آہن در
 درون دارند ہ آب را بر نارشان بنود گذار ہ ز آب جو نار ہرون کشتہ شود ہ و ز درون سنگ و آہن کے رود ہ
 آہن و سنگ ست اصل نار و دود ہ فعل کفر ہر دو ترسا و ہود ہ بت سیہ آہست در کوزہ نہان ہ نفس در آب سیہ چشمہ دان ہ
 آن بت منقوت چون سیل سیاہ ہ نفس بگر چشمہ بر شاہراہ ہ بت درون کوزہ چون آب کدر ہ نفس شومت چشمہ آن
 ای مصر ہ المعنی آب سیاہ آب عمیق و آب بدرنگ منقوت ترا شمشیدہ کدر کبھروال تیرہ اور گامصر مصر اکستندہ
 یعنی دیکھو اس ہود سنگ کی بداصلی اسنے یہ فکر کی کہ آگ بھڑکائی اور آگ کے برابر ایک بت قائم کیا اور کہا کہ جو اس
 بت کو سجدہ کرے گا وہ تو خلاص ہوگا اور جو نہیں کرے گا آگ میں ڈالا جائیگا اور یہ خرابی اس سبب سے پیدا ہوئی کہ اسنے
 اپنے نفس کے بت کو سرا نہیں دی لہذا اس سے یہ دوسرا بت پیدا ہوا سب بتوں کی مان یہ بت نفس جو جس سے
 بت پیدا ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہ جو پیدا ہوتے ہیں یہ مار ہیں اور بت نفس اثر دہا ہر نفس تو مثل آہن و سنگ یعنی
 چتاق کے ہر اور بت اس چتاق کے شرار پھر فرماتے ہیں کہ شرار تو پانی سے دب جاتے ہیں لیکن چتاق پانی سے کب
 ساکن ہوتی ہر اس سے تو شرار نکلتے ہی رہتے ہیں پھر آدمی ان دو میں کیسے بخت جوئے سنگ و آہن کے تو درون
 میں آگ بھری ہر انکی آگ پر پانی کا کیسے گذر ہو ظاہر ہو کہ آج سے آگ ظاہر کی بجائی ہر اور جو سنگ و آہن کے درون
 میں ہر وہ کیسے بچ جاسے آہن و سنگ کی اصل نار و دود ہر اور یہ نار و دود فعل کفر انھیں ترسا و ہود کا ہر یعنی نار
 و دود اور فعل کفر میں ایسا اتحاد ہو بت تو ایسا ہر جیسے ایک ہر پانی کہ کوزے میں چھپا ہوا ہوتا ہر اور نفس کو آب سیاہ کا چشمہ
 جان یہ پانی اسی سے نکلتا ہر وہ بت جو ترا شمشیدہ ہر ایک سخت سیاہ اہلہ ہر اور یہ نفس بگر اسکی شاہراہ کا چشمہ بت ایسا
 جیسے کوزہ کے اندر گدلا پانی اور نفس شوم تیرا اس گدے پانی کا چشمہ اور بھگوا اس چشمے اور گدے پانی پر کیسا
 اصرار ہر اختلاف بحر العلوم میں پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں بجائے نام کے آئے لکھا ہر را رہ گئی ہر ایسے
 ہی چون سراے اس شعر میں بجائے این کے آن اور بت نفس کی جگہ بتے اور نفس کے بجائے نفسے اور کیا
 آب را بر نار ابرا بر فعل کفر کی جگہ فعل ہر دو کفر غلط لکھا ہر قولہ صد سبوز آتش کند یک بارہ سنگ ہر آب چشمہ
 می رہا ندبے در ملک ہر آب خم و کوزہ گر فانی شود ہر آب و چشمہ تازہ و باقی بود ہر بت شگستن سہل باشد نیک سہل ہر
 سہل دیدن نفس را چہل منت چہل ہر صورت نفس ار بجوئی اسے لیسر ہر قصہ و وزخ بخوان با ہفت در ہر نفس
 مکرے دہر مکرانان ہر غرق صد فرعون با فرعونیان ہر در خداے موسی و موسے گر نہ ہر آب ایمان راز فرعون
 مریز ہر دست را اندر اصد و احمد بن ہر ہر ہر اور وارہ از بو چہل تن ہر المعنی زمینہاں اہلنا اور بھگستا یعنی اوپر

جو بت کو کوزہ کہا ہو کہ مثل آب کدر و کوزہ کے ہر اسی کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ کوزہ کیا چیز ہے سیکڑوں سبوا یک چہر سے توڑ سکتا ہے لیکن چشمہ کا پانی تو برابر ابل رہا ہو اسکا کیا علاج اور چشمہ نفس ختم میں یا کوزے میں اگر پانی بھرا ہو تو وہ نظر جاتا ہے مگر چشمہ کا پانی تو ہر دم تازہ اور باقی ہو بت کا توڑ ڈالنا تو سہل اور بہت ہی آسان ہے لیکن نفس کو سہل دیکھنا بالکل جہل ہی جہل ہے اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ کو صورت نفس کی بتاؤں تو تو قصہ دوزخ کا مع ہفت درے کے جیسا کہ فرمایا **وَأَن تَبْتَغُواْ مَوَدَّةَ أَهْلِ الْبَلَدِ** ابواب پھر حد سے یہی صورت نفس کی ہے لینے کل دوزخ مع ساتوں بابوں کے نفس ہر دم اسکا ایک مکہ ہو اور مگر بھی وہ جسے سیکڑوں فرعون و فرعون کی ڈبوئے تجھ کو لازم ہے کہ موسیٰ کے خد اور موسیٰ کی طرف بھاگ اور پناہ لے اور ایمان کی رونق و اکبر و سرخون اپنے سے مت کھو جو کہ موسیٰ کی طرف بھاگنے میں نوع کج فہموں کے واسطے ہدایت دین موسیٰ کا شبیہ تھا لہذا اس شعر سے اسکو دفع فرمایا کہ تو تسک اصدا و راحہ پر کرتا دستا ویزجات کی تیرے ہاتھ آئے اور اس ابو جہل تن سے آپکو چھڑا اور بچائے رہا یہی جیسا کہ **تَن بَرُورِی جَانَتَا ہُو مِی نَفْس پَرُورِی ہُو**

لانا بادشاہ جہود کا ایک عورت کو مع بچہ کے اور ڈال دینا بچہ کو آگ میں اور باتین کرنا بچہ کا آگ میں سے

قرآن یک ٹٹی باطل اور دین جہود پیش آن بت و آتش اندر شعلہ بود گفت ای زن پیش این بت سجدہ کن چہ ورنہ در آتش بسوزی بے سخن چہ بود آن زن پاک دین و مومنہ بے سجدہ آن بت نکرد آن موقعہ چہ طفل از دست در آتش و رنگند زن تبر سید و دل از ایمان بکند خواست اوتا سجدہ آرد پیش بت چہ بانگ زد آن طفل کافی لم امت چہ اندر آباد کہ من اینجا خوشم چہ گر چہ در صورت میان آتش چہ چہم پندست آتش از ہر حسیب چہ رحمت ست این سر بر آوردہ ز حسیب چہ اندر آماد رہین برہان حق چہ تا بہ بی عشرت خاصان حق چہ اندر آو آب بین آتش مثال چہ از جہانے کائنات ست آتش مثال چہ اندر آسرا ابراہیم بین چہ کور آتش یافت و ردو یا سین چہ مرگ سیدیم کہ زادن ز تو بہ سخت خرم بود افتادن ز تو چہ چون بزدوم رسم زندان تنگ چہ در جہانے خوش سراے خوب رنگ المعنی مومنہ ایمان والی مومنہ یقین والی اتی اہمٹ لینے بیشک میں نہیں مرا ہوں عجیب اماں حجاب مثال کبر مشبیہ و تصویر و نظیر اور عالم مثال کہ وہ ایک عالم ہے فرد و تر عالم ارواح سے کہ جو چھار کس جہان میں ہو سب آسین موجود ہے در دغلاب ایک عورت بچہ والی کو دہ جہودی پادشاہ اس بت کے سامنے کہ آگ جہان بظرف کاٹی تھی لایا اور آگ اسوقت نہایت ہی شعلہ زن تھی اور کہا کہ اس بت کے سامنے سجدہ کر میں تو لاکلام آسین جلائی جائے گی کوئی بات اس کے سوا نہیں ہے وہ عورت پاک دین اور ایمان و یقین والی تھی اسے بت کو سجدہ نہ کیا جہود نے بچے کو آتش سے چھین کے آگ میں ڈال دیا اس حال سے عورت ڈوری

اور دل اسکا ایاں سے کھڑا چاہا کہ بت کو سجدہ کرے ناگمان بچے لے آگ میں سے آواز دی کہ میں نہیں مر رہا ہوں
ایم مادر تو بھی اس میں گھس پڑ کہ میں یہاں بہت ہی خوش ہوں اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں یہ آگ نہیں ہے ایک
چشم بند و نظر بند ہے حجاب کیو اسطے یہ تو رحمت ہے سرگریبان سے لکائے ہوئے ایم مادر اس آگ میں گھس آ
اور برہان حق کی لینے جو کتاب اللہ سے سنا کرتی تھی اسکو آنکھوں سے دیکھ لے کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاصوں
کو کیسی عشرت اور خوش عیشی عطا کی ہے تو اس آگ میں بیدار ہو کر چلی آ یہ پانی ہے شبیہ آگ کے اور یہ اس جہان کی آگ ہے
جہان آگ مثل پانی کے ہے کہ وہ عالم مثال ہے یعنی خواب میں دیکھا کہ آگ میں گر گئے اور جل گئے تو کچھ افسوس کا نہیں ہوا
دنیا خواب خیال ہے اور پیدا ہونا علم باقی کا اصلی جو مثل بیداری و خواب کے ہے ایم مادر تو اس میں داخل تو ہو پھر بھید ابراہیم
کے دیکھ کہ یہی آگ انہر گلاب اور حبیبی کے پھول ہو گئی تھی جن جو تجھ سے پیدا ہوا تھا تو ہر وقت جگنوخت اور کھٹکا درگ
کا تھا کا نظا سا کھٹکا رہتا تھا میرے حق میں تجھ سے جدا ہو کے اس آگ میں پڑنا بہت ہی خوب ہوا اس واسطے کہ اب میں
اس عالم میں پیدا ہوا جو ایک جہان خوش اور رگن خوش رنگ ہے نہ وہ جہان کہ ایک زندان تیرہ و تنگ تھا خدا نے
اس سے مجھ کو چھڑایا تو کہہ این جہانما چون رحم دیدم کنون ہ چون درین آتش بدیدم این سکون ہ اندرین آتش بدیدم
عالی ہ ذرہ ذرہ اندر و عیسے دے ہ یک جہانی نیست شکل و ہست ذات ہ دین جہانے ہست و شکل و بی ثبات ہ
اندر آما در بحق مادری ہ بین کہ این آذر نادر و آذری ہ اندر آما در کہ اقبال آمدست ہ اندر آما در مدہ دولت ز دست ہ
قدرت ان سگ بدیدی اندر آہ تا بہ بینی قدرت فضل خدا ہ من ز رحمت میکشایم پایہ تا کہ نہ طرب خود میستم ہ و اے توبہ
اندر آو دیگران را ہم بخوان ہ کا در آتش شاہ بہا دست خوان ہ المعنی رحم بکسر و فتح کا بچہ و ان عورت اندر آتش
اس جہان کو میں نے ایسا جانا جیسے رحم کہ ایک زمان موعود تک وہاں کار بہنا ہے پس این جہان اشارہ دنیا سے
اور اس آگ کو میں نے محل سکون پایا ایم قرار گاہ اور اس آگ میں میں نے ایسا ایک عالم دیکھا جہاں کا ذرہ ذرہ عیسے ہم
ہے جو یہاں آیا وہ زندہ ہو گیا یہ جان نیست شکل اور ہست ذات ہ نیست شکل اس سبب سے کہ دنیا میں یہاں کے
آئے و اے کو نیست جانتے ہیں حال آنکہ جو یہاں آیا بد تک ہست ہوا اور دنیا ایک ہست شکل تو ہر مگر محض بے ثبات
کچھ قیام نہیں کان لم یلتئم الا ساعۃ من النہار ایم مادر میں تجھ کو سمجھاتا ہوں اور مادری کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو چلی آ
دیکھ تو اس آگ میں آگ پن ہی نہیں ہے ایم مادر سو مت فیرا اقبال تیرے سامنے ہے ہرگز اسکو ہاتھ سے مت کھو
ایم مادر آئی ہوئی دولت کو کون پھر دیتا ہے تو نے اس جو وسگ کی تو قدرت دیکھ لی اب اس میں آ اور قدرت فضل خدا
کی دیکھ تجھ کو تیرے حال پر رحمت ہے اسلئے کہتا ہوں کہ قدم برطحا و درہ میں تو ایسا عیش و طرب میں ہوں کہ مجھ کو تیری
پر و اکب ہے پس تو بھی آ اور آرون کو بھی بلا لا کہ باو شاہ حقیقی نے آگ میں خوان نعمت لگایا ہے الخلاف شرح
بحر العلوم میں پہلے شعر میں سجا سے بدیدم ندیدم از نیست شکل باضافت ایسے ہی ہست شکل باضافت

غلط ہو کہ اندر آئید ایہم پر دانہ وارہ اندرین آتش کہ دارد صد ہمارہ اندر آئید ایہم مسلمانان ہمہ فی غیر غنہ باین عذاب
 است از ہمہ ہ اندر آئید وہر بیند این چنین ہ سرگشتہ آتش گرم نہیں ہ اندر آئید ایہم مست و خراب ہ اندر آئید
 ایہم عین عذاب ہ اندر آئید اندرین بحر عمیق ہ تاکہ گردور روح صافی و رستیق ہ مادرش انداخت خود را اندر وہ
 دست او گرفت طفل ہر خو ہ اندر آمد مادر آن طفل خرد ہ اندر آتش گوے دولت را برد ہ مادرش ہم زبان نسق
 گفتن گرفت ہ در وصف لطف حق سفتن گرفت ہ بانگ میزد در میان آن گروہ ہ پر ہمیشہ جان خلقان از شکوہ ہ
 نعرہ میزد خلق را کاسہ مروان ہ اندر آتش بنگرید این بوستان ہ المعنی عذاب بالفتح شیرین متین بزرگتر رقیق نرم
 و ملائم جازا اگر دافت و محبت آب خطاب عام اس بچہ کا ہ کہ ای لوگو پر دانہ کی طرح بے تامل اس آگ میں گھس پڑو
 جس میں سیکڑوں قسم کی بہار ہو اور ایہ مسلمانو جتنے ہو سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ اور دین کی شیرینی جو کچھ چکے ہو
 اس سے پھیکے مت ہو اس عذاب کے سوا جو کچھ ہر سب سے عذاب و وبال دیکھو گئے داخل ہو اس آگ میں اور دیکھو
 یہ ایسی بڑی آگ کیسی سرد و خشک ہو آخر مست و خراب لوگو اس آگ میں گھسوا اور ایہ بالکل عین عذاب اس سے
 ملت ڈرو ہر عذاب و عتاب سے بھڑک جاؤ گے یہ دریا عمیق ہو آگ نہیں ہو بھر تامل کیا ہو بے تکلف آہن کو دھڑو
 تار و تحاری شست و شو پاک کے صاف اور نرم و لطیف ہو جاے پس یہ باتیں سنکے اسکی مان نے آپ کو اس
 آگ میں ڈال دیا فوراً اس بچہ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں ٹکٹے دیکھو کیسے آگ میں گر کے گیند دولت کی بے گئے
 اور اس بچے کی طرح یہ بھی کہنے لگی اور گوہر وصف لطف حق کے پر وئے لگی اس آگ میں ایسی چلاتی تھی کہ اس گروہ
 میں جو مخلوق جمع تھی انکی جان شان و فکرو سے بھری جاتی تھی نرسے مار مار کے کہتی تھی ای لوگو آؤ اور اس آگ میں
 دیکھو جو بوستان کھل رہا ہو

گر نالو گون کا از خود آگ میں از روے ذوق کے

قولہ خلق خود را بہذا ن بے خوشیتن ہ میقلند نہ اندر آتش مردوزن ہ بے موکل بے کشش از عشق دوست ہ
 زانکہ شیرین کردن ہر تلخ از دوست ہ تا چنان شدگان عوانان خلق را ہ من میگردند آتش در میا ہ آن یہودی شد سیرود
 نخل ہ شد پشیمان زین سبب پیار دل ہ کا نہ آتش خلق عاشق تر شدند ہ در فناے ہم صادق تر شدند ہ مکر شیطان
 ہم دو چوپید مکر ہ دیوار ہم خود سیرود دید مکر ہ انج میا لید بر روے کسان ہ جمع شد در جہۃ ان ناکان ہ
 المعنی عوانان جمع عوان یعنی تشدید و سخت گیر نظام و زجر کنندہ و سر ہنگ ناکس نالائق سینے جب مخلوق نے کفایت
 اس طفل و مادر کی دیکھی تھی تو تمام مردوزن بے اختیار آپ کو اس آگ میں ڈالتے گئے نہ ان پر کوئی موکل تھا نہ ان کو
 کچھ بچھڑتی تھی خدا کے عشق سے از خود آہن گرتے تھے اس واسطے کہ کڑوے کا چٹھا کر دیتا یہی کی قدرت ہو دیکھو
 آگ کو کیا عزیز کہ پاب میان تک نوبت پہنچی کہ وہ ظالم سخت گیر خود من کرتے تھے کہ آگ میں مت آؤ پس وہ یہودی

اس سبب سے کیسا سیر و اور شرمندہ ہوا اور وہ بیمار دل کیسا نیشیمان تھا بیمار دل اسوجہ سے کہ ایک خدایتعالیٰ نے
کافروں کی نسبت فرمایا ہر فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا حیران تھا کہ اس آگ میں کیا ہر جو لوگ ایسے عاشق ہو گئے ہیں
اور اس قدر فتنے جسم میں صادق ہیں جو آپ کو بخوشی مٹائے دیتے ہیں ایسا بڑا عشق و صدق ان کو کیوں ہو گیا اب آمینہ
دونوں شعر متولات مولانا رام سے ہیں فرماتے ہیں ذرا غور تو کرو مگر شیطان نے کیسا اپنا کمر اس معاملہ میں پھیلا
چھپا یا تھا کہ ان یہودیوں کو سجدہ بت کا کرانے پر آمادہ کیا اور خدا نے بموجب واللہ خبر الما کرین کے یہ کیا کہ مکر اسکا
نہ چلا بلکہ خود مکر نے شیطان ہی کا منہ کالا دیکھا اور پشیمان پایا جو کچھ اسنے یہودیوں کے دل میں جمایا تھا اور سجدہ بت
سے آنکلی روسیا ہی سمجھے تھے وہ سب انھیں ناکسون یعنی یہودیوں کی صورت میں جج ہوئی اور اور لوگ اس
روسیا ہی سے بچ گئے بلکہ مغفور میر درہوئے اور یہ سب ظالم اور متہورا خلاف تشریح بجا العلوم مکر شیطان ہم دروہ
میں پیچیدہ شکر لکھا ہے اگر اسکو شکر بالغ کہیں یا شکر بالغم کو معنی درست نہیں ہوتے آئیے کہ غلہ لبکون کاف عربی
فرج کے معنی میں ہر اور شکر لغتین معنی شیر نبی ہونہیں سکتا نہ شکر لغتین و کاف فارسی جو لمینی بھونرے کے ہر نہ
شکر بالغم معنی سپاس کوئی لفظ معنی دہ نہیں ایسے ہی دو حصرے مصرع میں اور متن مطبوعہ میں بھی شکر ہی پایا گیا
میں نے تو خدا کا نام لیکر مکر لکھ دیا ہے میں بہت غلطیان دیکھتا چلا آتا ہوں اور وہ کو اختیار ہے اگر شکر میں کوئی اسچھ
معنی پیدا کریں تو خوب سوچ سمجھ کے بناؤں

طیر معارہ جانا منہ اس شخص کا جس نے نام نمبر کا منہ سے لیا

قولہ آنکہ میدرید جامہ علق چیست ہ شد دریدہ آن اوز ایشان درست ہ آن دہن کتر کہ وار شتر بخواند ہ نام احمد را
 و ہانش کرتہ باند ہ باز آمد کا سے محمد عفوکن ہ اسے ترا الطاف حلم من لدن ہ من ترا فسوس می کردم ز جہل ہ من بدم
 افسوس را فسوس اہل ہ چون خدا خواہد کہ پردہ کس در دہ میلش اندر طعنہ پاکان برد ہ در خدا خواہد کہ پوشد عیب
 کس ہ کم ز نرد و عیب میوبان نفس ہ چون خدا خواہد کہ مان یاری کند ہ میل ہ مارا جانب زاری کند ہ المعنی شتر
 بالفتح استہرا و شتر من لدن اشارہ ہر آیہ کریمہ و ہب لکامن لدنک رحمت سے لیے بخش تو اپنے پاس سے رحمت افسوس
 بالفتح و بالضم طرز بازی تو خود و در لعل اہل لائق و منہوار مولانا فرماتے ہیں وہ شخص کہ جامہ مخلوق کا چست اچھ بچھاڑا تھا
 لیے بخلات اُنکی حق و خوبی کے عیب و برائیاں لگاتا تھا جیسے یہ یہود کہ راہ راست والوں کو گمراہ جانتا تھا اور خود و
 رسوا کرنا چاہتا تھا آخر کار وہ جامہ دریدہ لینے رسوائی اور فضیحت کاری تو اسکی ملک سے ہوئی اور دوستی اسنے ملک
 میں آئی ایک شخص نے شتر سے منہ طیرھا کر کے نام احمد کا یا منہ اسکا ہی طیرھا رہ گیا جب یہ کیفیت ہوئی تو بلا آیا اور
 کہا کہ اچھ محافظ کرو اور اچھ محمد اللہ تعالیٰ نے تم کو الطاف حلم من لدن کا دیا ہر مجھ لطف و رحمت کرو میں تمھارا
 شتر اچھ نادانی سے کرتا تھا و حقیقت شتر کے لائق میں خود تھا اور مجھ کو شتر سے نہایت تنگی کسی محافظ مجھ سے

ہوئی ہر آب مقلات مولانا رکے ہیں کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کا پردہ بھاڑے اور سوا کرے تو اسکو غیبت نیکون کے طعنہ کی دلاتا ہے انعام کار نیک ہی ہیں انکا کچھ نہیں بگڑتا یہی خبیثیت ہوتا ہے سب کہتے ہیں یہ بہت بُرا آدمی ہے جو اچھون کو طعن شیع کرتا ہے اور اگر یہ چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کروں تو اسکو ایسی ہدایت کرتا ہے کہ وہ میوہوں کا بھی عیب نہیں کرتا اور جب وہ ہماری یاری و مدد گاری کرنا چاہتا ہے تو ہم کو عجز و ناری کی طرف جھکاتا ہے قولہ اور خنک چشمیکہ او گریان اوست ہا یوں دل کہ او بریان اوست ہا زپے ہر گریہ آخر خندہ الیست ہا مرد احسن برین مبارک بندہ الیست ہا ہر کجا آب روان سبزہ بود ہا ہر کجا اشک روان رحمت شود ہا باش چون دولاب نالان شیم نزد تاز صحن جانست برودید خضر ہا محبت نرمود سید غفور ہا چون زہرات تو بہ کردان رود ہا رحم خواہی رحم کن بر اشکبار ہا رحم خواہی بر ضعیفان رحمت آر ہا المعنی خضر الفحیقین سبزہ سید سردار مراد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روئے زرد مردود فرماتے ہیں اس مخاطب کیسی کھنڈک میں وہ آنکھیں ہیں کہ اُسکے خوف و شوق میں گریان ہیں اور کیسا مبارک وہ دل ہے کہ اُسکے عشق میں بریان ہے وہ گریہ ہے جسکے پیچھے خندہ لگا ہوا ہے لیکن وہ اُس مقام پر خندان ہو گا جہاں اوروں کے رونے کی جگہ ہے پس مرد آخر میں کیسا مبارک بندہ ہے جس کو دور کی سوچھتی ہر ظاہر ہے جہاں آب روان ہوتا ہے وہیں سبزہ چھتا ہے اور جسکے اشک روان ہوتے ہیں وہی سستی رحمت کا ہوتا ہے پس تو دولاب کے مثل نالان اور شیم ترہہ جیسے اُسکی آنکھیں پر آب و ترہیں گویا دی و دونوں ڈول وغیرہ اُسکی آنکھیں ہیں تو تیرے بھی صحن جان سے سبزہ جھے اور تو سر خود و سر سبز ہوے بعد کے شعر میں پھر رجوع طرف ذکر آن حضرت کے ہے کہ جب اُس زرد رونے اپنی جرات و گستاخی سے تو بہ کی تو آپ نے رحمت فرمائی اور قصور اسکا معاف کر دیا آخر آنکھیں کا تو قول ہے اور محو اتر محو اچھر کیون نہ غفور رحم ہوا اور اسی حدیث کا فحوی یہ شعر ہے کہ رحم چاہتا ہے کہ اشکبار پر رحم کر اور ضعیفان پر رحمت

عقاب کرنا جو دو کا آگ پر کہ کیون نہیں جلاتی ہے اور جواب اُس کا

قولہ رو بائش کر دشت کاے تند خو ہا آنجہاں سوز طبعی خوت کو ہا چون غمی سوزی چہ شد خاصیت ہا یا ز بخت ما در کشد بُیست ۔ مے نہ بختانی تو ہر آتش پرست ہا آنکہ ہر تند تر چون او برست ہا ہر گز ای آتش تو صابر نیستی ہا چون نسوزی چیست قادر نیستی ہا چشم بندست او عجب یا ہوش بند ہا چون نسوز اند چنین شعلہ سپند ہا جاوے کردت کسے یا سیمیا ست ہا بر خلاف طبع تو از بخت ماست ہا المعنی رو پچھڑے کر دن متوجہ او صحر ہونا سیمیا نمود ہے و جو د پھر رجوع فرمایا اسل قصہ کی طرف آئی وہ جو دیراہ عقاب آتش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ای تند خو میری وہ تند خوئی اور جہا نسوزی جو طبعی بخورانی تھی کیا ہوئی کیون نہیں انکو جلاتی میری خاصیت کیا ہوئی یا ہاری قسمت بگڑ گئی کہ تو ابھی بنیاد سے لگئی جو تیرا پیش کو شیم نہیں آہو تو رحم نہیں کرتی اور جو پیش نہیں کرتے انکو کبھی چھوڑ دیتی ہو تو جلا دیئے ہر گز صابر نہیں ہے

اب جو جلتی نہیں تو کیا سبب ہی آیا قادر نہیں ہر مین حیران ہوں کہ نہ جلانا تیرا کوئی چشم بندہ یا ہوش بند کہ ایسے لنبے لنبے تیرے
شعلے اور کسی کو جلا نہیں کیا کسی نے تجھ جادو کر دیا یا تو سمیا ہو یعنی خود سے وجود کہ برخلات تیری طبیعت کے کیوں
تجھ سے ظہور میں آتا ہے یا ہمارے نصیب کی خوبی قولہ گفت آتش من ہا لم آتشم ہ اندر آتا تو یعنی تابشم ہ طبع من
دیگر نہ گشت و غمضرم ہ تیغ حقم ہم بدستور سے برم ہ برور خرگہ سگان و ترکان ہ چا پلوسی کر دیش میمان ہ و بر خرگہ گزند
بیگانہ رو ہ حملہ بیند از سگان شیرانہ او ہ من ز سگ کم نیستم در بندگی ہ کم ز ترکی نیست حق در زندگی ہ آتشے طبیعت اگر
تعلیمین کند ہ سوزش از امر ملک دین کند ہ آتشے طبیعت اگر شادی دہہ ہ اندر و شادی ملک دین نہد ہ چونکہ غم یعنی
تو استغفار کن ہ غم با مرخاق آمد کار کن ہ چون بخوابد عین غم شادی شود ہ عین بند پائے آزادی شود ہ الممن
تابشم او تابش من خرگہ کہ خیمہ بزرگ ملک مالک و پادشاہ ترکان ایک قوم ہ ترکون سے بقول بعضے ترکون سے کہ نہیں
اسی واسطے ان کو ترکان کہتے ہیں ای ما فند ترک یعنی پادشاہ جوہ کے جواب میں آگ نے کہا کہ میں تو وہی آگ ہوں
تو ذرا گھس تو دیکھ تو مجھ میں تاب ہے یا نہیں میری طبیعت بدلی ہے نہ میرا عنصر وہی ننگی شمشیر ہوں حق کی مگر کاتی جب
ہی ہوں جب اجازت پاتی ہوں دیکھ تو تیرے خیمہ کے دروازے پر کتے اور ترکان رہتے ہیں یا نہیں جو ہمانوں کی
خاطر خوشامد کرتے ہیں اور اگر کوئی بیگانہ صورت خیمہ کی طرف گزرتا ہے تو کیسے حملہ شیرانہ ان کے دیکھتا ہے تو میں کیا ان
کتوں سے بھی گھٹ سکے ہوں اپنے مالک کی بندگی میں اور ان ترکون سے بھی اہی ہوں رعایت حق شناسی
میں دیکھ ایک آگ تودہ ہے جو میں جلانے سے تیری طبیعت تعلیم ہوتی ہے مگر یہ سمجھ لے کہ سوز اسکا بکلم مالک یوم الدین
کے ہر آدر ایک آگ وہ ہے کہ تجل و فرحت و شادی بخشی ہے جیسے ایام سرا برف کے ملکوں میں کہ آسمین بھی منہ رحمت
اسی مالک کی رکھی ہوئی ہے پس جب تو غم دیکھے تو خدا سے مغفرت کا خواستگار ہو کہ وہ غم عالم خالق کا ایک کارکن
اور کار بندہ ہے اور وہ خالق کہ اگر چاہے تو عین غم کو شادی کر دے اور خاص زنجیر و پٹری کو آزادی بنا دے
الخلافت شہرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں سلطان ترکان باصناف لکھا ہے میری دانست میں بجائے
اصناف و ادعا ظہر ہوا اس واسطے کہ من ز سگ کم الخ اس شعر میں سگ اور ترک دونوں کو جدا جدا بیان کیا ہے
اور اس شعر و بحر گزرا ہ دونوں مصرعون کے آخر رہے بلکہ آخر مصرع میں او ہونا ضرور ہے اور مرجع اسکا بیگانہ اور
آتش طبیعت دونوں شعر دونوں میں باصناف لکھا ہے محض محل بمعنی بلکہ آتش میں یا ہونا چاہیے باصناف بالکل ٹوٹا
اچھی نین اور اچھی شرح مع من ترا حاجی کیویم تو مرا حاجی بگو ہ قولہ باد و خاک و آب و آتش بندہ اند ہ با من و
تو مرزہ با حق زندہ اند ہ پیش حق آتش ہمیشہ در قیام ہ ہر جو عاشق مرد و شب بجان مدام ہ سنگ بر آہن ز نے
آتش جہد ہ ہم با حق قدم بیرون نہد ہ آہن و سنگ تنم بہم وزن ہ کین دومی زایند ہ چون مرد و زن ہ سنگ
و آہن خود سبب آمد و نیک ہ تو ببالا ترنگر ایسے مرد و نیک ہ کاین سبب را آن سبب آور دیش ہ جی سبب

کہ شد سبب ہرگز بخوشی : این سبب را آن سبب عامل کند : باز گاہے بے پروا عاقل کند : وان سببها کانیا را بہر
 سست : آن سببها زین سببها برترست : این سبب را محرم آمد عقل ما : وان سببها راست محرم انبیا : المعنی
 عاقل بیکار محرم واقفکار درازدار اب مقولات مولانا رحم کے ہیں یعنی باد و خاک اور آب آتش سبب اسکے بندے تابع
 فرمان ہیں میرے تیرے ساتھ تو مردہ اور حق کے ساتھ زندہ ہیں یہ آگ ہمیشہ خدا کے سامنے قیام میں ہے جیسے قیام نمازی
 کا باد کہ سوائے مقرر جگہ کے کسی طرف آنکھ نہیں بدل سکتا اور قیام اسکا یہی کہ چاہے کیسا ہی نیچے جھکاؤ جھکتی نہیں
 سیدھی ہی ہوتی ہے اور عاشق کی طرح رات دن مردہ اور بجان اگر رکھ میں دبا دہونی پڑی رہے گی یا جیسے پتھر میں
 رات دن دبی رہتی ہے ہمیشہ ہاں اگر پتھر پر لو ہا مارے گا تو ضرور آگ نکلے گی اسوقت بھی خدا کے حکم سے قدم باہر
 رکھے گی تو آہن جو قیرا دل ہے اور سنگ ستم کو مت لڑ کہ ان دونوں سے آگ پیدا ہوتی ہے جیسے مردوزن کے ہم
 ہونے سے بچہ کہ وہ آگ دوزخ ہے جو ستم کو لازم بقول سعدی ع کہ ظالم بدوزخ رود بے سخن : پتھر فرماتے
 ہیں یہ جو ہم نے سنگ و آہن کہا ہے یہ بھی ایک سبب ہیں تو ایمر دینک انکا عقید مت ہو اور بلند نظری کر اور اونچی
 فکر رکھ تو بچے سوچے کہ اس سبب کا بھی پیش لانے والا دوسرا سبب ہے ورنہ بے سبب کے آپ سے کوئی سبب
 کب ہو سکتا ہے تو سبب حقیقی کی طرف غور کر لیں وہی سبب ان سببوں کو عامل کر دیتا ہے جب چاہتا ہے اور جب چاہتا
 ہے بے پروا عاقل کر دیتا ہے جملہ کڑاؤں و قیام اسی سبب سے ہے اور بجائے سبب سبب کتنا کمال مبالغہ ہے مثل
 زید عدل کے اب فرماتے ہیں یہ سبب تو عام طور پر کہے گئے اور وہ سبب خاص جو انبیا کے رہبر ہیں وہ سبب
 ان سببوں سے بڑھ کر ہیں ان سببوں کی تو محرم ہماری عقل ہے اور ان سببوں کے محرم انبیا ہی ہیں وہی خوب جانتے ہیں
 الخلاف پتھر شمع اور تین دونوں میں باز گاہے کی جگہ بار گاہے لکھا ہے شاید کاتب کی غلطی ہو : قولہ بن سبب
 چہ بود تجازی کو رسن : اندرین چہ این رسن آمدن : گردش چہ این رسن را علت است : چرخ گردان مانند بدن
 زلت است : این رسنماے سبب را در جہان : مان و بان و بان زین چرخ سر گردان : مان : تانمانی صغرو سر گردان
 جو سپرین : تانوسوزی تو ز بیمغزی جو مرغ : باد و آتش می شوند ازام حق : ہر دوسرست آمدند از حرق :
 آب حلم و آتش خشم ای سپر : ہم ز حق بینی جو بکشانے نظر : گرنودی واقف از حق جان باد : فرق چون کروی
 میان قوم عاد : المعنی سبب بختین رسن فن نشو و تخفیف لون ہمزو داو کشتی و تبشید حال و گونہ و نوع ہر چیز
 قیج با نفع چوب آتش زنہ : ای حقیق عاد قوم ہو کہ طوفان باد سے ہلاک ہوئی : اوپر جو کسا : این سبب را
 محرم آمد الخ اسی کی یہ تمثیل و توضیح ہے کہ سبب عربی میں رسی کو کہتے ہیں اور چاہے مراد دنیا سے اور سبب
 اسم جنس ہو قلیل کثیر سبب کو شامل لینے سارے سبب کہ وہ بمنزلہ رسن کے ہیں ہر گونہ اور ہر نوع سے اس چاہ
 دنیا میں آنے ہیں اور علت اسکے آنے کی گردش چرخ ہے جیسے چاہ ظاہری میں گردش چرخ چاہ سے ہی

چاہ میں جاتی ہو اور اس سے پانی لگلا جاتا ہو ایسے ہی اس سی پر بھی تلیج مترتب ہوتے ہیں خواہ نیک خواہ بد اور یہ گردش چرخ کی بارادہ الہی ہو نہ خود بخود پس اس صدور اسباب میں چرخ گردان کی گردش کو نہ دیکھتا اور اپنی ذات کو سمجھتا کہ فلان سبب سے نیکی کے نفع فلان نتیجہ پیدا ہوا یہ ایک نفرت اور طر گنے کی بات ہو کس واسطے کہ گردش غلکی خود مشیت ایزدی ہو اور نیران رسیدوں کو سبب کی جو جہان میں ہیں خبردار خبردار خاص الخاص چرخ گردان سے بھی مت جان کہ یہ بھی باطل ہو اکثر ملک نے ایسا ہی سمجھا ہو اور فرقہ ضالہ سے کھڑے ہیں اگر چرخ سے نیکی کا تو چرخ ہی کی طرح صفر بنے گا اور خالی اور سرگردان رہے گا اور چوب چوق کی طرح ہمنغزی سے آتش دوزخ میں ہلیگا سرگردانی چرخ کی ظاہر اور خالی ہونا اسکا بھی اسکے جوت سے واضح باد آتش جو جہان میں ہیں خدا ہی کے حکم سے ہیں اور اسی کے مطیع فرمان اور اسی کی شراب محبت و طاعت میں سرمست طم جو مثل آب کے ہو اور خشم مثل آتش کے ہو پس اگر تو آنکھ کھول کے دیکھے گا تو اسی سے سمجھے گا خیال تو کہ قوم عاد کے مومن و کافر اور نیک و بد میں کیسا فرق کیا پھر کیسے کہا جائے کہ جان باد کی واقف حق سے نہیں ہو اختلاف شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں چرخ گردان لکھا ہو میری دانست میں گردان ہو گا غلطی کا تب کی ہو اور شرح میں تانانی سے بجائے تانانی بھی غلط ہو

قصہ ہلاک کرنا ہوا کا قوم ہود علیہ السلام کو

قولہ ہود گرد مومنان خطہ کشیدہ نرم ہمشہ باد کا بجا میرسید ہر کہ بیرون بود زان خط جملہ را ہ پارہ پارہ می شکست اندر ہوا ہ ہچنین شبیان را غی میکشیدہ گرد بر گرد مرہ خطہ پدید ہ چون بعبہ میشد وقت نماز ہ تانیا در گرگ آجاترک زید ہ بیچ گرگے در زرنف اندران ہ گو سپندے ہم نکشے زان نشان ہ باد حرص گرگ و حرص گو سپند ہ دائرہ مرد خدا را بود بند ہ المعنی شبیان نام ایک عادت باللہ کا ہو کہ شبانی کرتے تھے را غی شبان ترکتا ز ہندی دو طر جھپٹ حضرت ہود نے جو قوم عاد میں پیغمبر تھے جب ان لوگوں پر طوفان باد کا آیا تو مومنوں کے گرد خط کھینچ دیا تھا جو وقت ہوا وہاں پہونچتی تھی نرم و طام ہوجاتی تھی اور قبضے اس خط سے باہر تھے سب کو ہوا یعنی جوت فلک میں لپکا کے توڑتی تھی ایسے ہی حضرت شبیان کہ جردا ہے تھے اپنی بکریوں کے گٹے کے گرد ایک خط کھینچ دینے تھے اور شکر کو جمع کی نماز کو اسطے طے جاتے تھے تا بچڑیے کی ترکتا نہ سے محفوظ رہتے پس نہ کوئی بچڑیا اس دائرے کے اندر جاسکتا تھا نہ کوئی بکری اس نشان سے بچر سکتی تھی یہ دائرہ اس مرد خدا کا باد حرص گرگ اور گو سپند دونوں کے واسطے بند اور قید تھا اختلاف شرح بحر العلوم میں می شکست ہوا لکھا ہو قولہ ہچنین باد اہل باعارفان ہ نرم و خوش ہچون نسیم بوستان ہ آتش ابراہیم را دندان نزد ہ چون گزیدہ حق بود چونش گزد ہ آتش شہوت نسوز و اہل دین ہ باغبان را بر دقاقر زمین ہ مونج و دریا ہ چون باہر حق بتاخت ہ اہل موسی را ز قبطی و اشناخت ہ خاک قارون را چو فرمان در رسید ہ باز دوش بفر خود رسید ہ آب و گل چون از دم صیے چرید ہ

بال و پر بکشا دم سے شہریدہ ازدہانت چون برآمد حقیقہ پر مرغ جنت سازش رب اطلق پدہست تسبیحست بجاسے
 آب و گل پد مرغ جنت شد مرغ صدق دل پد کوہ طور از نور موسے شد برقص پد صوفی کامل شد درست اور نقص پد چہ
 عجب گر کوہ صوفی شد عزیز با جسم موسے از کلونی بو ذنیر پد المضحی گزیدہ چہا ہوا قمر حدائق ہر شہر قبط نام قوم فرعون تجرید
 امر دید جیسا کہ چریدن دار و بختی دیدن دارد کے پر خلق لغتیں سپیدہ صبح صادق نقص بالفتح کمی فرماتے ہیں جیسے ہوا
 طوفان کی قوم عاد کے مومنوں سے نرمی کرتی تھی ایسے ہی با دجل کی جان عارفوں کے واسطے نرم و خوش نسل نسیم بوستان
 کے ہو جاتی ہی آتش نے حضرت ابراہیم کو دانت نہ لگا یا گو اور جو کچھ سامنے پڑتا ہی درگزر نہیں کرتی اس واسطے کہ وہ گزندہ
 حق کے نیچے پھر گزیدہ کو کیسے گزیدہ کر سکے تو اہل دین ہیں انکو آتش شہوت کی نہیں جلا سکتی اور جو باغی ہیں انکو قہر زمین
 میں لجاتی ہر جان دوزخ ہو موت و ریائے نیل جو حکم حق کی تعمیل میں شتابان ہونی کیسا اہل موسے کو قبطیوں سے پھان بیا
 کہ وہ فحش گئے یہ غرق ہوئے خاک کو جو حکم حق کا قارون کے خست کا پہونچا جیسا کہ مسرما یا فحشقا بہ و بدارہ الارض
 لیکن دھنسا دیا ہم نے اسکو اسکے گھر سمیت زمین میں کیسے سج زوسیم کے اسکو اپنے قہر میں لیگی اور اس مرغ نے جو حضرت
 عیسیٰ سے آب و گل دیکھا اپنے آب و گل سے انھوں نے اسکو بنا یا کہ وہ چکا درخت جیسا کہ ستر آن مجید میں ہر از خلق
 من ایلین کہیتہ الطیر باؤ نے فصیح فیہ فیکون طیر باؤ ذنی سینے امر عیسیٰ جسوقت بنا یا تو نے مٹی سے مثل صورت پرورد کے
 موافق میرے حکم کے پھر پھونکتا تھا تو اسیں دم پس وہ طائر پرندہ ہو گیا میرے حکم سے حکم خدا سے طائر ہوا اور اڑنے لگا
 ایسا ان کے دم کو اثر بخشا تھا جسوقت تیرے منہ سے حمد حق نکلتی ہی پروردگار سپیدی صبح کا اسکو ایک مرغ جنت کا بناتا ہی
 حضرت عیسیٰ نے تو آب و گل سے بنا کر دم پھونکا تھا کہ وہ اڑ گیا اس مرغ کی جو تیری حمد سے بنتا ہی تیری تسبیح اسکے بجائے
 آب و گل کے ہی اور صدق دل سے پڑھنا بجائے دم کے ہی اور مرغ عیسیٰ کو مار کے خدا تعالیٰ نے دوسرا مرغ اسی شان کا
 اپنی قدرت سے پیدا کیا اور تیرے بنائے ہوئے تو بدستور سب زندہ اور بشمار کوہ طور کو تو دیکھ نور موسے سے کہ یہ مجاز فرمایا
 ہی اس وجہ سے کہ آخر تھا تو وہ انھیں کی استدعا سے قص میں آکر کیسا صوفی کامل ہوا اور نقص سے چھوٹ گیا لوگوں کی
 آنکھ کا سرمہ بنا صوفی بنظر اسکے وجہ و قص اور باعتبار اسکے کہ اکثر بہاؤ دن پر گھاس لیٹی ہوتی ہی جیسے صوفی صوفت
 میں لپٹا ہوتا ہی اور کہتے ہیں کیا تعجب جو کوہ صوفی ایسا عزیز ہوا کہ آنکھوں کا سرمہ بن گیا حالانکہ ایک جہاد تھا حضرت موسیٰ کا
 جسم بھی تو کلورخ سے تھا کما قال عروجل خلق الانسان من صلصال کافخر لینے پیدا کیا اسنے انسان کو جو عرواد آدم علیہ
 السلام سے پر خشک مٹی بوتی کھٹکتی سے کہ وہ بھی جہاد بھی

طرز و انکار کرتا یا دشاہ جہود کا اور نصیحت ناصحوں کی

قولہ این عجائب دید آن شاہ جہود با جزکہ طرز و انکارش نبود بنامحکم گفتند از حد مگذران و مرکب استغیرہ را
 چندین مران با گذر از کشتن مکن این فعل بد با بعد ازین آتش مرز در جان خود با تا صحن را دست بست و بند کرد با

نظم را پیوند در پیوند کرد و بانگ آمد کار چون انجار سید و پادار ای سگ کہ قہر مار سید و لمعنی تجر کہ مین و دون کاف زائدہ
ہن پادار جسکی ہندی ہر کھڑا رہ فرماتے ہن کہ اُس شاہ جہود نے یہ عجائبات سب دیکھے تا ہم سوسے طنز و انکار کے
کوئی بات نہ کی تاحیچ لوگوں نے تجھ یا کہ یہ فعل تیرا حد سے بڑھ گیا اب زیادہ تیزی مت کر اور اس قدر گھوڑا خصوصت کا
تیز مت ہانک یہ فعل بدھوڑ کیوں مخلوق کو مارے ڈالتا ہے اور اپنی جان میں آگ لگاتا ہے نہ سننا بلکہ ان کے ہاتھ بانہیے
اور قید کیا اور نظم کو پیوند در پیوند بنایا جب یہ نوبت پہنچی تو آواز اُن کی کہ کھڑا رہ ای گتے اب قہر ہمارا آیا الخلاف شرح
بحر العلوم میں بعد اسکے سرخی لکھی ہے اور سرخی میں لکھا ہے جبرئیل آتش چل کبر بجائے چل گز اور نسخہ متن میں سرخی
منین ہے اگرچہ یہ غلطی اور مثل اسکے کاتبوں کی ہے لیکن ہر جگہ صحت کا وثوق بھی تو نہیں ہو سکتا اسی سبب سے بنائیں
دلیری کی جاتی ہے قولہ بعد از ان آتش چل گز برفروخت و حلقہ گشت و آن جہودان را بسوخت و اصل ایشان بود آتش
ز ابتدا و سوسے اصل خویش رفتند انتہا و ہم ز آتش زاوہ بودند آن فریق و جزو ہمارا سوسے کل باشند طسریق و
ہم ز آتش زاوہ بودند آنخسان و حرف میرا نند از نار و دخان و آتشی بودند مومن سوز بس و سوخت خود را آتش
ایشان جو خس و آنکہ او بودست ام الماویہ و ہادیہ آمد مراد زاویہ و ہادیہ فرزند جویان و ولایت و اصل ہمارا فرعون
در پیست و آب اندر حوض گزند اہمیت و باد نشنش میکند کان کانیت و میر ہاندیدہ و تامل و نش و اندک اندک
تا بہ بنی بردنش و دین نفس جانہما مارا ہچان و اندک اندک و زود از جس جہان و لمعنی بعد اُس بانگ کے
چالیس گز اونچی آگ بھڑکی اور حلقہ کر کے اُن جہودوں کو جلا دیا جو کہ اصل میں ابتدا اُنکی آگ سے بھی لا جوم اپنی اصل کی طرف
گئے لہذا انتہا بھی اُنکی آگ ہی پہنچی بعد کا شعر مکرر ہے اوپر ہو چکا یہ شخص ناچیز سب آتش زاوہ تھے اسی سبب سے تودود
و آتش کی باتیں کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا جو آگ بھڑکائی تھی یہ ایک آگ مومن سوز تھی اُنکی آگ نے خود نصین کو مثل
خس کے جلا یا کسوڑے کے جو شخص کہ ام الماویہ یعنی مان اُنکی ہادیہ کہ اُس سے پیدا ہوا جیسا کہ فرمایا قاصد ہادیہ اسکا زاویہ
بھی ہادیہ ہی ہو گا یعنی گوشہ قبر جیسے مان اپنے فرزند کی جویان ہوتی ہے اور تاملی اصلین اپنی فرعون کی در پر ہوتی
ہن دیکھو پانی حوض کا اگرچہ زندانی ہے لیکن ہوا اسکو جذب کرتی اور پھینچتی ہے کس واسطے کہ کافی ہے بس اسکو اس فیست
بھڑاتی ہے اور اس کے مدد تک پہنچاتی ہے اور تھوڑا تھوڑا کر کے تا اُس کے بجائے کو کوئی نہ دیکھے جیسا کہ کہا ہے کل شے
یرجج اے اصلہ ایسے ہی جیسے ہوا پانی کو بجاتی ہے ہماری سانس بھی ہماری جان کو تھوڑا تھوڑا قید جہان سے بھڑاتی
پھڑاتی ہے اسلیئے کہ سالسون ہی کا شمار ہر جتنی یہ کم ہوتی ہن اتنا ہی یہ رہائی سے قریب ہوتا جاتا ہے الخلاف
شرح بحر العلوم میں ہم ز آتش زاوہ بجائے زاوہ اور بجائے میکند کان کانیت کا کافی غلط لکھا ہے ایسے ہی بجائے
جس جس شرح متن و دون مین قولہ ما یلہ یصعد اطناب الکلم و صاعد ہشتا الی حیث علم و ترقی انفاشا بالانفا و
متعنا منی الی دار بقا و تم یا یثنا مکافات المقاتل و صفت ذاک رحمۃ مین ذی الجلال و کرم یسینا اے اٹھنا

کے خیال انہیں تھانے ہا ہکذا تخرج وتفرل واما ہذا فلا زالت علیہ قائما ہا المعنی ترجمہ پہلے شعر کا حرف اُسکے صدور کرتے ہیں پاکیزہ گلے در انحالیکہ صدور کرنے والے ہیں ہمسے طرف جگہ معلوم کے دوسرے کا ترجمہ اوپر جاتے ہیں انھاس ہماری باقی و پرہیزگاری سے اُس حال میں کہ تنہہ بکھجے ہیں ہمسے طرف دار آخرت کے میسرے شعر کا پھر آتا ہی ہمارے واسطے بدلا ہماری باتوں کا دونوں کہ یہ رحمت ذوالجلال سے ہر چوتھے شعر کا بکھر مضطر کرتا ہی ہکو طرف امثال اُس انھاس کے تاپہوچے بندہ اُس چیز کو کہ پہونچا تھا اس سے پہلے اسکو پانچویں شعر کا ایسے ہی عودت کرتے ہیں اور نزول کرتے ہیں انھاس ہمیشہ یہ ہر جو کما گیا بس ہمیشہ انھاس اُس سپر قائم ہیں خلاصہ ان اشعار عربہ کا یہ ہر کہ پہلے شعر میں اقتباس ہی آیت کریمہ الیہ یصلوا لکم الطیب و الخلس اصلح یرفعہ سے منی یہ کہ طرف اُسکے صدور کرتے ہیں گلے طیب اور عمل صلح بلند ی کھڑتے ہیں لیکن جو گلے کہ طیب و پاکیزہ ہیں وہ ہمسے صدور کرتے ہیں مکان معلوم اسطے کی طرف اور ہماری پاکیزگی و پرہیزگاری سے وہ ترقی کرتے ہیں حسب قدر وہ پاکیزگی ہو اُسی قدر علو ہو اور ہماری جانب سے تنہہ دار آخرت کا بننے ہیں بھرا اللہ تعالیٰ ان کلمات کا دونوں بدلا اپنی رحمت سے ہکو دیتا ہی اور ہکو انکی امثال کی طرف جیسے وہ طیب و پاکیزہ تھے مضطر کرتا ہی تاہم اُسی بدلے کو پہونچیں جو پہلے ہیں پس اسطرح عود و نزول امر اُتار چڑھاؤ کلمات کا ہر جو طیب ہیں خود انکی نسبت فرمایا کلمۃ طیبۃ کثیرۃ طیبۃ اصلح ثابت و فرماتے السما لیفے گلے طیب مثل درخت طیب کے ہیں اصل اُسکی ثابت اور شاخیں اُسکی آسمان میں ہیں اور کلمات خبیثہ کی جانب ارشاد کیا کلمۃ خبیثۃ کثیرۃ خبیثۃ ان اجبثت من فوق الارض ما لما من قرار لینے کلمات خبیثہ ایسے جیسے درخت خبیثہ کہ فوق زمین سے نہیں اگستا نہ اُسکے لیے قرار ہر قولہ پارس گویم لینے این کشش ہا زان طرف آمد کہ آمد این پیشش پانچیم ہر قولے لبوس ماندہ است ہا کان طرف یکروز دو وقتے ماندہ است ہا ذوق جنس از جنس خود باشد یقین ہا ذوق جزا کل خود باشد ہمیں ہا تا مگر آن قابل جسے بود ہا چون بدو پیوست جنس او شود ہا ہچون آب و نان کہ جنس ما بنور ہا گشت جنس ما و اندر ما فرو نہ نقش جنسیت ندارد آب و نان ہا ز اعتبار آخر اور جنس دان ہا در غیر جنس باشد ذوق ما ہا آن مگر مانند باشد جنس را ہا آنکہ مانند است باشد عاریت ہا عاریت باقی مانند عاقبت ہا مرغ را گرد ذوق آید اصغیر ہا چونکہ جنس خود دنیا بد شد نفیر ہا تشنہ را گرد ذوق آید از شراب ہا چون رسد دروسے گریز و جوید آب ہا مفلسان گر خوش شوند از زرقب ہا لیکساں رسوا شود در دار ضرب ہا تازانہ دوست از رہہ نکلند ہا تا خیال کثر ترا چہ نکلند ہا از کلیلہ باز خوان این قصہ را ہا و ندران قصہ طلب کن حصہ را ہا المعنی پیش حاصل مصدر حشیدن سے آخر آب و دانہ قلب ہندی کھونٹا دار ضرب ٹکسال فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم نے عربی میں کہا ہی نظم بلحینا الی آخر ہا اب اسکو ہم پاری میں کہتے ہیں کہ یہ کشش کلمات طیبہ کی طرف اسی سبب سے ہکو ہوتی ہر کہ وہ چکی دوئے پے کی سننے پانی ہر لہذا اُسی طرف سے یہ کشش آتی ہر تمول ہر کہ اگر کوئی قوم کسی دن کسی طرف ذوق رانی کرنی ہو اور ضرور اٹھاتی ہو اُسکی آنکھیں اچھری کو لگی رہتی ہیں کہ پھر وہی مژدہ اٹھاؤن ظاہر ہر کہ جنس کو مژدہ

اپنی جنس سے ملتا ہو اور ہرگز کو ذوق اپنے کل کا ہوتا ہو کہ اُس میں جاملون اس واسطے جو کمالات طلیبات ہم سے صادر ہوتے ہیں سب اُدھر ہی کو اپنی جنس کی طرف صعود کرتے ہیں یا غیر جنس مگر وہ غیر جنس قابل کسی جنس کے ہو اور لیاقت جنسیت کی رکھتا ہو تو وہ بھی جب کسی جنس سے ملتا ہو اُسی جنس سے ہو جاتا ہو جیسے آب و نان کہ یہ ہماری جنس سے نہ تھا اب ہم میں جو افزون ہوا ہماری جنس سے ہو گیا ظاہر ہو کہ آب و نان میں نقش جنسیت کا نہیں ہے البتہ غذا و خوراک کے اعتبار سے کہ یہ لیاقت جنس ہر جانے کی اس میں ہر واسطے اس کو جنس جانتا چاہیے کہ مثل جنس کے ہر اسی سبب سے اب جو اس غیر جنس سے ہم نہ پاتے ہیں اور لطف اُٹھاتے ہیں تو اور کوئی بات نہیں مگر یہی کہ مانند جنس کے ہو لیکن جو چیز کہ مثل و مانند کسی چیز کے ہوتی ہو بجز اُس کل کے وہ عاریتی ہوتی ہو اور عاریتی انجام کار باقی نہیں رہتی زائل ہو جاتی ہو جیسے مرغ صفر سے بلاتے ہیں اور وہ ذوق میں اپنے آکر لوٹنے لگتا ہو مگر جب جاننا ہو کہ میرے جنس کی یہ آواز نہیں ہے تو نفرت کرتا ہو ایسے ہی پیاسے کو اگر وہ ذوق و فرہ شراب سے ملے مگر جب نوبت درد کی پہنچتی ہو جو خار کے وقت ہوتا ہو تو شراب سے بھگتا ہو اور پانی ہی ڈھونڈھتا ہو مفلس آدمی اگر چہ زر قلب سے جو بظاہر مثل کھرے کے ہوتا ہو خوش ہو جاتا ہو لیکن جب ٹکسال میں جاتا ہو تو نصیحت ہوتا ہو یہ تینوں شعر مثال اور بکے کلام کے تھے کہ مانند عاریت ہوتا ہو اب موافق ذکر کھرے کو نٹے کے نصیحت فرماتے ہیں کہ خبردار تو زرا ندودی کر کے اپنی راہ مت بگاڑ لو اور ضرر و اربالات ج سے آپ کو کنوین میں مت گراؤ اور اُسی پر حکایت آمیزہ شیر کی ہو جو عکس کو دوسرا شیر سمجھ کے کنوین میں گرا تھا

نقل فرمانی دہو صند

قصہ پُخرون کا اور بیان توکل اور ترک جہد کا

قولہ طائفہ پُخرون وادی خوش آبادستان با شیر دام نگش بے سکہ آن شیر از کین در سیر بود ہا آن چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود ہا جیلہ کردند آمدند ایشان بشر ہا کرد وظیفہ ماتر اور ایم سیر ہا جز وظیفہ در پے صیدے میا ب تلخ تا بر مانگد و این گیا ہا المعنی پُخرون شکار کرنا اور ہر چیز شکار کی شیر میں با قرب کی ہو آدمی نزدیک شیر تھے ایک جنگل سرسبز و شاداب میں ایک گروہ پُخرون کا تھا وہاں ایک شیر بھی رہتا تھا جس سے پُخرون دام نگش میں تھے اس سبب سے کہ شیر ناک گھات لگا کے ایک کو اُن میں سے اٹھایا تا تھا لہذا وہ چراگاہ اُن پر ناخوش ہو گیا تھا ناچار سب نے مل کے جیلہ کیا اور شیر کے پاس آئے کہ ہم تجھ کو تیرا رات روز رہو پناہ جائیگے بھونکا نہیں کہیں گے بس سو اُس رات بکے پھر کسی شکار کے پیچھے نہ آؤ تا یہ گیا وہ سبزہ ہم پر ناگوار نہو بغیر غمت چین اور طین پھیرین

جواب شیر کا پُخرون کو اور بیان صفت جہد

قولہ گفت آری گروہ ایم نہ کمر ہا بس دیدہ ام از زید و بکر ہا من ہا کب قول فعل مردم ہا من گزیدہ زخم مار و کز زخم ہا نفس ہر دم از در و نم و کین ہا از ہمہ مردم تہر و کرو کین ہا کوش من لایلدغ المؤمن شنیہ ہا قول پُخرون بجان و دل گزیدہ

المعنی لا یلدغ المؤمن سے اشارہ طرف حدیث لا یلدغ المؤمن من جحر ثمین یعنی مرد مومن عاقل ایک سوراخ سے دودھ نہ روئیش کا نہیں اٹھاتا پہلی ہی دھند میں ہوسٹیار ہو جاتا ہے اگر فرض شیر نے کہا اچھا بشرطے کہ تم اس بات کو پورا کرو نہ مکر و فریب تین نے لوگوں کے داؤ بیج بہت دیکھے ہیں میں تو لوگوں کے قول و فعل کا مارا ہوا ہوں اور بہت سنا ہے بچہ خود کا کاٹا ہوا درد الم کشیدہ محنت و سختی دیدہ میرا اپنا نفس جو میرے درون میں ہر ہر وقت تاک اٹھائے ہے ہر اور مکر و کینہ میں سب سے برتر میں نے حدیث لا یلدغ المؤمن سنی ہے اور قول بخیبر کا بجان و دل مانا ہے

اور اختصار کیا

پھر ترجمہ دینا پختہ شیر کا توکل کو ہمید پر

قولہ جملہ گفتہ امیر حکیم باختر: الخذر دغ لیس یعنی غن قدر: در خذر شوریدن شور و شریست: در توکل کن توکل بہتر است: یا قضا پنج مزن: او تند و خیر: تا نگیرد ہم قضا: یا تو ستیز: مرد باید بود پیش حکم حق: یا تانیذ رحمت از رب العلق: یا المعنی دوسرا مصرع: کلام پاک سے یعنی خذر جو پھنکسی چیز سے ہے اسکو چھڑک دیکہ حکم الہی سے بے پروا نہیں کر سکتا اور بجا نہیں سکتا: بچا و کتر: تو شور میں لانا شور و شر کا: یعنی شور و شر پیدا کرنا: توکل کر کہ توکل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور توکل نہ کرنا: یا قضا سے بچہ تند و تیز کرنا: اور جب اسپر بچہ تیز کر دیا تو وہ بھی تجھ سے لڑیگی بھر تجھ میں مجال اُس کے ساتھ لڑنے کی کہاں ہے تو تو مرد بن کے حکم حق کے سامنے آ اور بجا لاجو کچھ گرم و سرد پیش آ دے اسکو چھیل تو جگو زحمت پر در دگار مسیح سے نہ ہونے

پھر ترجمہ دینا شیر کا جہد کو توکل و تسلیم پر

قولہ گفت اے کر توکل رہبرست: این سبب ہم سنت پختہ: گفت پختہ: یا اولیاد: یا توکل زانو اشتہر بہ بند: رفرا کا سبب حبیب اللہ شنو: از توکل و سبب کامل مشو: در توکل کن تو با کسب غمو: جہدی کن کسب می کن مویو: جہد کن جلدی نماتا داری: در تو از جہدش بانی الہی: المعنی توکل خدا کے حوالہ کرو دینا اور اسباب بنیاد سے دل اٹھانا دوسرے شرکے دوسرے مصرع سے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے: اعقلنا و توکل: سئلہ اللہ پانچویں مصرع میں بھی تلخ جہدیت شریعت ہے چنانچہ کہا انکا سبب جنیب اللہ پہلی حدیث کا ترجمہ پانچوں باندھنا: اور اللہ پر بھروسہ کرنا: ایک اورابی اپنے اونٹ کو ویسے ہی چھوڑ دیتا تھا تو کلت علی اللہ آنحضرت نے فرمایا: اعقلنا و توکل: علی اللہ جہد بالنعیم و بالفتح طاقت و کوشش و روح و مشقت: غمو: گمراہی و خواری کسب بالفتح محنت حاصل کرنا مجازاً پیشہ و ہنر خلاصہ سب کا یہ کہ شیر نے کہا سچ ہے لیکن اگر توکل رہبر ہو تو سبب بھی سنت پختہ کی ہے جیسا کہ فرمایا: انکسب سنتہ کیسا با واد بلند بر ملا فرمایا ہے کہ با توکل اوٹ کا باندھ پھر خدا پر بھروسہ کر کیا بندھا ہوا نہیں گم ہو سکتا اور انکا سبب حبیب اللہ کے رمز سے واقف ہونا چاہیے پس نہ توکل اختیار کر کے سبب میں سستی نہیں کرنا چاہیے

کہ کابل سبب کا گویا عدو اللہ پر پتیس جاتوکل کسب کے ساتھ کربلا اس کے گمراہی پر اور انجام ہر کسب کا توکل ہر کسب
بال بھر جہد و کسب میں فرو گزاشت نہ کر مثلاً کھیت جو تنا بونا اور سامان اس کے درست کرنا کسب و جہد ہر جہاد و اندہ ہونا
یہ توکل ہر آدمی کے اختیار سے خارج ہر پتھر تا کیداً بتلکار فرمایا کہ جہد و جہد کہ تو تیغ و تکلیف سے خلاص پائیگا اگر تو
جہد نہیں کریگا اور توکل کے حیلہ سے جہد چھوڑ دگا تو تجھسا احمق کون ہے

پھر ترجیح دینا توکل کا پتھر کی جانب سے کسب و جہد پر

تو قولہ قوم گفتند شیخ کہ کسب از ضعف خلق ہے لقمہ تزدیر و دان بر قدر خلق ہے پس بدانکہ کسبہا از ضعف است و در
توکل تکیہ بر غیرے خطاست ہے نیست کہ از توکل خود تر ہے چیت از تسلیم خود محبوب تر ہے بس گر پند از بلا سوی بڑا
پس جہاد از مار سوسے اژدہا ہے حیلہ کرد انسان و حیلہ اشش دام بودہ آنکہ جان پنداشت خون آشام بودہ و رہبست
دشمن اندر خانہ بودہ حیلہ فرعون زین افساد بودہ صدر ہزاران طفل گشت آن کینہ کش و دانکہ تو نیست اندر خانہ اشش ہے
دیدہ ما چون بسطت دروست ہے و فنا کن دید خود در دید دوست ہے دید مار ایدار و نعم العوض ہے بہت اندر دیدار و کلی
غرض ہے طفل تا گیر و تاپو یا نبودہ مرکب جز گردن بابا نبودہ چون فضولی کرد و دست دیا نمودہ در غنا افتاد و در کور و کبودہ
جانہماے خلق پیش از دست و پا چہ می پریدند از وفا سوسے صفا ہے چون باہر مبطو اہندی شدند جس خشم و حرص و
خرسندی شدند و ماعیال حضرتیم و شیر خواہ ہے گفتہ خلق عیال لالہ ہے آنکہ اوزا آسمان باران دہدہ ہم توانو کہ ہر جنت نان
دہدہ المعنی اہمبطو اسے اقتباس اس آیت کا ہے قلنا اہمبطو بعضکم بعض عدو یہ قول اللہ تعالیٰ کا اس وقت صادر ہوا ہے
جو آدم و حوا وغیرہم کو آسمان سے زمین پر بھیجا ہے یعنی اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوا اور عیال لالہ یہ مقتبس
ہے حدیث شریف الخلق عیال اللہ فاحب الخلق اسے اللہ من احسن اسے عیال ہے یعنی خلاق اللہ کی عیال میں پس بڑا
دوست اللہ کا وہ ہے جو اس کی عیال سے احسان کرے خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ قوم نے جو مراد پتھر سے ہے کہنا کہ کسب ہے خلاق
کے ضعف سے ہے کہ یہ متعل توکل کی نبوی اور کسب لقمہ کبر و فریب کا ہے اس واسطے کہ اندازہ خلق سے زیادہ ہے کافی ہے وہی ہے
جو بقدر خلق کے ہے اور وہ ضرور ملیگا پس جان کہ کسب ضعف سے پیدا ہوا اس واسطے کہ توکل میں غیر پر بھروسہ کرنا خطا ہے
اور ایسا صبر کسی کو نہیں کوئی کسب توکل سے خوب نہیں ہے بھلا بتا تو تسلیم سے بڑھ کے اور کو کسی چیز پر خوب تر ہوگی اکثر
ایسے ہیں کہ بلا سے بلا کی طرف بھاگتے ہیں یعنی فتاحی سے توکل چھوڑ کے کسب کی طرف بھاگتے ہیں کہ یہ دوسری بلا ہے
گویا مار سے ڈرنا ہاکی جانب جانا دیکھ انسان حیلہ کرتا ہے وہ حیلہ اس کے حق میں دام ہو جاتا ہے یہ جسکو جان جاتا ہے وہ اسکا
خون پینے والا ہو جاتا ہے شعرا بعد اس کی تفسیر ہے کہ دروازہ تو بند کیا اور دشمن اپنے گھر میں تھا اسی قسم کا تو قصہ فرعون
کا تھا کہ اس کے اولاد تمہی یہ حیلہ کیا کہ حضرت موسیٰ کو فرزند اپنا بناؤں وہ اس کے حق میں دام ہوے اور خون آشام کیسا
اس حیلہ سے دلم میں لے کے پھنسا اور غرق ہوا لاکھوں بچے لوگوں کے مارے اور جس بچے سے ڈرتا تھا اور جسکو

تو صومٹا تھا وہ خود اسکے پاس موجود یعنی حضرت موسیٰ کو واسطے کہ کابنون نے اسکو خبر دی تھی کہ نبی اسرائیل سے ایک لڑکا ہوگا وہ تجکو مار لگا ایسے یہ نبی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا لڑکیوں کو چھوڑتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے
 یَذْرُؤُنَ اَبْنَاءَهُمْ وِیْتِهِنَّ نِساءً لِّمَنْ لِّیْکِنْ جَبَّ اَنْکَلِیْ مَا نَ حَامِلُهُ بُعِیْنُ قَدَرْتُ خَدَا سَے اول تو وہ حل چھپا رہا جب یہ پیدا ہوا
 انکی ماں نے ایک تابوت میں رکھ کے رود نیل میں بہا دیا فرعون نے نکلوایا اور حسب استدعا حضرت اسیہ کے جو اسکی
 زوجہ تھیں فرزند نری میں اختیار کیا اسی کو حضرت مولانا رحم نے فرمایا ہوا بچہ اور محبت اے اے پس وجہ استدلال نخر کی یہ کہ فرعون
 کے جیلوں کے سبھوں سے کیا نتیجہ نکلا جو ہونا تھا وہ ہوا ہماری آنکھ جبین بہت سی علت اور سبب تھے ہوئے
 ہیں کہ اس سبب سے یہ نفع ہوگا اُس سے یہ ضرر تو جاو اس دید کو دید دست میں فنا کر اور مٹا دے سوا اُس کے کسی
 علت کو دیکھ نہ کسی سبب کو دوست کی رضا پر راضی ہو ہماری دید کے عوض میں جو اسکی دید مل جائے تو اسکو نعم العوض
 یعنی بہت ہی اچھا عوض جان کہ ساری غرضیں اس سے حاصل ہوتی ہیں اور سب مقصود اسی میں ہیں دیکھ تو بچہ
 جب تک گرا و پو یا جو مراد چلنے پھرنے اور گرفت و گیر سے ہر چیز کو پکڑ کے کھڑا ہو جاتا ہو اور چلتا ہی نہ تھا تب تک گردن
 بابا کی اُسکا مرکب تھا اُسکی کندھیا چڑھتا رہا جب فضولی کی اور ہاتھ پاؤں اپنے ظاہر کیے کیسا سچ اور کور و کبودین
 پڑا ایسیا ہی قناری کی مین کہ عبارت خرابی سے ہو اور مخلوق کی جانیں جب عالم ارواح میں تھیں اور دست و پا کہ
 مراد جسم سے ہو نہ تھے کیسی وفادار صفائیں اُڑتی پھرتی تھیں یعنی الکالمیش جسمانی سے پاک اور عنایت ربی ہر فرخاک
 جب جسم ہنا کہ اشارت جسم آدم سے ہو جو سب سے سابق ہو اور بندی بندہ ہلوا کے ہوئے یعنی وہ بات کی
 جو سزاوار حکم ہسٹوا کے ہوئے جسکی بنیاد گیبون کھانا حضرت آدم کا ہو تو کیسے قید خشم و حرص و غمندی میں پڑے
 عالم ارواح میں کیسے نچنت تھے ہکو پڑا ہی کیا ہمتو بمنزلہ عیال کے ہیں اور عیال بھی حضرت مقدس باری غلام
 کے اور شیر خواہ پھر کیسے وہ ہماری پرورش نکر لگا خیال تو کر جو آسمان سے منہ برساتا ہو کیا اپنی رحمت سے روٹی
 نہیں دیکھتا کونسی دشوار اور محال بات ہو اختلاف شرح بحر العلوم میں در بہت کی جگہ بدست غلطی کاتب کی
 ہوا یہی ہی کیا جس خشم کے جس خشم

پھر ترجیح دینا شیر کا جس کو توکل پر

تو کہ گفت شیر آدمی ولے رب العبادہ نزد ہا نے پیش پاسے ماندا وہ پایہ پایہ رفت باید سوے بام بہت جبری
 بودن اینجا طبع خام و پاداری چون کنی خود را تو لنگ و دست دادی چون کنی نہان تو چنگ و خواہ چون بلی بدست
 بندہ وادہ بیزبان معلوم شد اور امرا و دست پرچون بیل اشارتہاے اوست و آخر اندیشی عمارتہاے اوست
 چون اشارتہاے رابر جان نہی و در وفاے آن اشارت جان دہی و بس اشارتہاے شہسار ت دہی
 یارب و در تو کار ت دہی و طالعی نمود گردانند ترا و قابل مقبول گردانند ترا و قابل امرونی قابل شوی و

وصل جوئے بعد از ان واصل شوی بہ سہی شکر نعمت قدرت بودہ جبر تو انکار آن نعمت بودہ شکر نعمت امتداد
 کندہ کفر نعمت از گفت بیرون کندہ جبر تو خفتن بودہ درہ خفتن بہ تانہ بینی اندر و در گہ خفتن بہ بان خفتن ای جبر
 بے اعتبار بہ جز بیزیر آن وخت میوہ دارہ تاکہ شاخ افشان کند ہر خطہ بادہ ہر سر خفتہ بریزد نقل و زادہ جبر
 خفتن در میان رہزنان بہ مرغ بے ہنگام کے یاد امانہ وراثت ارتماش را بینی زنی بہ مرد پنداری و چون بینی زنی
 آنقدر عقلے کداری گم شودہ سرکہ عقل ازوے پیر دم شودہ زانکہ بے شکری بود شوم و شنارہ میبرد بے شکر را و دفعہ
 نارہ گرتوکل جی کنی در کار کن کہ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن کہ المنی بیل بیاسے جمول ہندی پھاوڑہ حامل برادر اندوہ چکر
 بر خود جمول بار برداشتہ شدہ جبر بالفتح بزور کسی پر کوئی کام رکھنا جبری وہ فرقہ جو کہتے ہیں بندہ کو کام میں اختیار نہیں
 ہوا ایسے ہی جبرہ نقل بالضم گز کہ شراب زادو شہ شارب کسل شوم و نامبارک و تنگ و خرابی شیرنے کہا یہ تو سب
 سہی ہننے مانا لیکن رب العباد نے ایک سیر می ہاے سامنے لگا دی اگر بام پر جانا مقصود ہو تو اسی سیر می کے پایہ پایہ
 ہو کر جو اسباب علو سے ہیں جانا چاہیے ویسے کیونکر جاسکتے ہیں پھر بھی تو نہیں اگر ہوں تو وہ بھی اسباب سے
 ہیں پس اس جگہ جبری ہونا اور سیر می کے پایہ پایہ کو بچا نا خام طبعی ہر چنگی سے خارج یہ ایسا ہی جیسے پائون تو موجود
 ہیں زبردستی لنگوے بنے جاتے ہیں ہاتھ خدا نے دیے ہیں خواہی خواہی چنگل چھپاے لیتے ہیں مثلاً ایک بچہ اچھے
 جو بیل اپنے بندہ کے ہاتھ میں دیا تو بے زبان اور بے کسے اس سے معلوم ہوا کہ کسی ریاضت اور کسی کام کو واسطے
 دیا نہ بیکار وہ فائدہ پس تجکو جو ہاتھ بصورت بیل کے دیے کہ بچہ سے بازو ٹک بیل کی صورت میں یہ اسی بات کا اشارے
 ہیں کہ یہ بیکار نہیں ہیں اور ان سے آخر اندیشی کرنا یہی انکا بیان ہوا اسی بات کو جھٹاتے ہیں کہ اپنے امور دینی و دنیوی نے
 سنبھال اور جب ان اشاروں کو اسکی جان پر رکھے گا نیچے بھیگا اور پورا پورا وفا بھی کرے گا اور اسی میں مر جائیگا تب ان
 اشاروں کا بیدار عتبے میں تجکو کھلیگا کہ اس کسب و اسباب سے جو کچھ خیر تجکو حاصل ہوگی وہ تیری بار بردار نیکی اور تجکو
 کام دیگی مثلث مثلاً قربانی ہو کہ آج تو نے اپنے کسب خیر سے کل کی کوراہ حشر و راہ صراط میں تیری سواری دینی اور علی بن ابی
 جملہ کسب خیر کا فائدہ تجکو معلوم ہوگا اور یہ جو فرمایا کہ لَا تَقْلِبْ فِی صُفْحِ الْکِتَابِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَآتُوا بِأَشْأَاءَ لَیْسَ لَکُمْ
 نَفْعٌ مِّنْہَا وَبِئْسَ مَا تَعْمَلُونَ نے اپنے پاس کو دیکھ لیا بقول مفسرین اس مراد اعمال نیک و بد سے ہو جو اچھی بری صورت
 خوشنکاح و خوشنکاح کے وقت سامنے آتے ہیں اور گنہگار سے کہتے ہیں کہ دنیا میں تو ہم پر سوار ہا اب ہم تجھ پر
 سوار ہونگے اور نیک سے کہتے ہیں کہ دنیا میں ہم تجھ پر سوار رہے اب تو ہم پر سوار ہو بارام تمام ہم تجھ کو میدان قیامت اور
 راہ پل صراط کی جاکر آئیگے اسی کے مطابق شعرا بعد ہر کہ آج تو حامل ہر کل کو قبول بنجائیگا اور آج تو قابل لیختر حق کا
 قبول کرنا والا ہر کل کو مقبول ہو جائیگا ظاہر ہے جب تو اسکے حکم کا قبول کرنے والا ہو تو ضرور قابل اور لائق ہوگا اور یہی حکم
 قبول کرنا طالب اسکے وصل کا ہونا ہی پھر کیسے واصل ہوگا بقول سعدی رحم شعور متری و مقبول فرمان مست و ترک فرمان

دلیل حیران ست یہ فرماتے ہیں کسب خیر میں کوشش کرنا یہی شکر نعمت قدرت کا ہے جو اسے تجھ کو دی ہے اور جبر اختیار کرنا کہ ہلکے کچھ اختیار ہی نہیں یہی کفر نعمت ہے اور تیرا انکار نعمت قدرت سے جو اسکی عطیہ ہے پس اگر شکر نعمت کا کر لگا نعمت تیری بڑھے گی اور کفر نعمت سے نعمت تیرے ہاتھ سے کھجائیگی کما جاد فی القرآن العظیم لمن شکرتم لازینکم ولن کفرتم ان عذابا لشدید جیسا کہ قرآن عظیم میں آیا ہے اگر تم شکر نعمت کرو گے تمھاری نعمت بڑھائیگی اور اگر کفر ان نعمت کرو گے تو میرا عذاب نہایت سخت ہے پس جبر تیرا ایسا ہی جیسے راوکا سونا سونہیں سونا چاہیے اور جنت تک راہ میں کوئی مکان محفوظ مامون یکے لے ہرگز مت سونے اب فرماتے ہیں بتا کیلکہ کہ اسے جبری ہے اعتبار جبر دار ہرگز راہ میں مت سوا اور جب سونے تو اس نعمت کے سایہ میں سو جو میوہ دار ہو کہ وہ کسب ہی تا جو وقت کہ ہوا شاخ کو ہلائے تو اس حققتہ کے سر پر میوے اور تو شے راہ کو بٹوئے یعنی جب وقت خواب مرگ سے جاگے میوے اور تو شے سب سامان سفر آخرت کے موجود پائے جبر والا کہ ایسا ہی جیسے راہزنوں میں سوراہے اور ایک مرغ بے ہنگام ہے کہ کب تک اپنی خیر منائیگا اور جو اسکے اشاروں سے یعنی زنی یعنی انکار کر لگا تو تو آج کو اپنے گمان میں کیسا ہی حرو جانے اگر غور کر لگا تو زن ہی پائیگا اور جو کچھ تیری عقل ہے سب گم ہو جائیگی اور جب عقل سے اڑ گئی تو وہ سر کا ہے کوہی دم ہے اس سبب سے کہ بے شکری بڑی بداور محسوس ہے بے شکر کو قدر و نفع میں پہنچاتی ہے جیسے کہ ان عذابا لشدید اکی شان میں نازل ہے پس اصل کار یہی ہے کہ اگر تو کل کرتا ہے تو کام میں کوئی پھل پہلے کسب کر پھر بھروسہ جبار پر کر کسب کیا تو کل سے خالی ہے

پھر ترجیح دینا پھر کا جبر پر توکل کو

قول جملہ باوے بانگما برداشتندہ کان حریصان کین سببہا کا شتندہ صد ہزار اندر ہزار ان مردوزن ہا پس چر اخر روم مانند از من صد ہزار ان قرن زانغا ز جہان چہ بچہ اتر و را کشاود صدر بان چہ مکر با کردن آن داناکر وہ چہ کہ ز بن برکنندہ شدن ان مکر کوہ چہ کردہ مکر و جیلہ ان قوم خبیث چہ وزر با و درنداری این حدیث چہ کردہ وصف مکر شانرا و ذوالجلال چہ لتزل منہ اقلال باجبال چہ جز کہ ان قسمت کہ رفت اندر ازل چہ روے نمود از شکل و از عل چہ جملہ افتادند از تند ہیر کار چہ فائدہ کار و حکمائے کردگار چہ کسب جز نامی مدان ای نامدار چہ جند جزو ہی چند را لعیار چہ لتزل منہ انم اس سے تلیم ہے اس آیت کریمہ کی وقد کرؤا مکرکم و عندمکر ہم و امکان مکر ہم لتزل منہ باجبال یعنی تحقیق مکر کیا انھوں نے اور اللہ کے سامنے ہو مکر انکا ہر چند ایسا مکر تھا جس سے پہاڑ ڈگمگا جاتے ہیں شکل بکسر دست و پائے بند اسب و شتر و مکر و جیلہ عیار بکسر ہندی کھرا لے بچر و سننے گشتگوی شیر کے سب پھر اسپر چلا اٹھے کہ وہ حریص جنھوں نے ایسا بکسر کیجے بولے لاکھوں ہزاروں مردوزن میں انکو دیکھتا نہیں کیسے زمانہ سے محروم ہوے جو اسباب پیدا کیے تھے سب رہا نے چھین لیے اور یہیں رہ گئے جب سے جہان کی ابتداء ہو جسکو لاکھوں صدیاں تیر ہوئیں سب اڑ رہے کی طرح سیکڑوں تر بائیں کھولے رہے کتے ہیں اڑ رہے کے بہت زبانیں ہوتی ہیں ایک جھانکوا جھانکوا

اسکے منہ میں ہوتا ہو سانپ کے تو دو ہی زبانیں ہوتی ہیں آویہ بڑے بڑے دانا گروہ ہوئے جنہوں نے ایسے کرو
 چیلے کیے کہ پہاڑ بیچ بن سے گرا دیئے اگر انکے مکرو جیلوں کو بیان کروں تو جگہ یقین نہ ہوگا لے چھ سے ان جہنموں
 کے مکر کی یہ بات سن لے کہ تادرو ذوالجلال نے خود انکے مکر کا وصف کیا ہے اور توفل مذاہبال منہ مایا پس سوا
 اس معد کے کہ جو کچھ روز ازل میں انکا مقرر ہوا تھا کوئی بات مکرو جیلہ اور کار و عمل سے زیادہ طور میں نہیں آئی
 سب تدبیریں انکی بیکار و خراب ہوئیں رہا وہی جو فعل و حکم کرو گار کا تھا جسکی صفت ہو فعل الٰہی تیرید آب تو کسب
 کو ایسا جان لے کہ براے نام ہو دراصل کچھ نہیں اور جسد ایک وہم ہی وہم ہے اگر کھرا ورجید ہے تو اس
 بات کو خوب معتبر اور صحیح سمجھ لے آئندہ جو مثال ہو مرد سادہ اور غرائیل کی ہے وہ انھیں باتوں کی نظیر ہو

اشدلال مخیر کا شیر کے ساتھ اس حکایت مرد سادہ اور غرائیل پر

قولہ سادہ مرد چاشتگا ہی تیرید در سر اعداں سلیمان دیویدہ رویش از غم زرد و ہر دلب کبود پس سلیمان
 گفت ایخوابہ چہ بودہ گفت غرائیل در سن انچہین چہ یک نظر انداخت پر از خشم و کین گفت ہن اکنون
 حسبہ میخوابی بخوابہ گفت فرما بادراہجک پناہ تامرا نیز بجا بندستان بروہ بکہ بندہ کا نظر شد جان بروہ
 نمک ز درویشی گریز اند خلق و لقمہ حرص و اہل راند خلق و ترس درویشی مستال آن ہر اس و حرص و
 کوشش را تو ہندستان شناس المعنی سادہ مرد اہق و نادان سرا عدل مقلوب ہوا عدل سرا بہن کلہ ز جہنم
 بو مخفف بود یعنی شاید ایک مرد سیدھا سادہ و دہر کے اندر عدل سرا حضرت سلیمان میں بھاگ کے گیا
 اس حال میں کہ تمہارا خوف کے مارے نہ رہتا تھا اور دونوں ہونٹھ نیلے حضرت سلیمان نے پوچھا وخواہ کیا تھا
 کیون ایسا الزان ترسان ہو کتا جگو بڑی طرح کی نظر خشم و کین سے غرائیل نے دیکھا ہے جس سے میں نہایت ہی رہا ہوں
 کہ آنخبردار ہوا ہو تو کیا چاہتا ہو چاہ کما ایجان پناہ آپ ہوا کہ حکم دین تو جگو یہاں سے ہندوستان لیجائے
 شاید وہاں جانے سے میری جان بچ جائے اب بعد کے دونوں شعر توضیح مقصود میں ہیں کہ مخلوق کا معمول
 ہر محتاجی مفلسی سے گریزان ہوتی ہے اور لقمہ حرص و اہل کا ہنتی ہے مطلب یہ کہ خوف درویشی کا تو ایسا ہی جیسے اس
 مرد سادہ کو ہر اس جان کا غرائیل سے اور حرص و کوشش ایسی جیسے ہندوستان کہ اُس نے اپنی جان کی امان
 وہاں سمجھی تھی قولہ یادرا فرمود تا اور اشتاب ہر دوسوے خاک ہندستان برآب ہر روز دیگر وقت دیوان تھا
 شہ سلیمان گفت غرائیل را چہ کان مسلمان را بچشم از چہ سبب بنگریدی باز گواہ پیک رب ہا و عجب این
 کردہ باشی بہر کن چہ تا شود آوازہ آوازخان دمان چہ نقش ای شاہ جہان بیروال فہم کڑ گرو و نمود اور اخیال
 کہ مرا فرمود حق کا موز بان چہ جان اور تو ہندوستان ستان چہ دیدمش اینجا و بس چہ ان شدم و در تفکر فتنہ سرگردان
 شدم از عجب گفت گرو را صد پرست ہر و ہندوستان شدم و در اندر دست چہ چون با مرتضی ہندوستان شدم

دیدمش آنجا و جانش بستدم و تو ہم کار جهان را چنبن و کن قیاس و چشم بکشا و بین به از کہ بگزیم از حق این محال و از کہ بر تازییم از حق این وبال و تقابنی ملاقات بر آب ای بر کنار سمندر انقضی حضرت سلیمان نے ہوا کہ حکم دیا تو وہ جلد ہی سے مرد سادہ کو ہندوستان سمندر کنارہ لے گئی دوسرے دن وقت پکری ملاقات کے شاہ سلیمان نے غزرائیل سے پوچھا کہ اس مسلمان کو ایسا چشم غضب سے تھے کیوں دیکھا تھا ای پیک ربکہ بتاؤ تو عجب آتا ہی کیا اس سبب سے یہ نظر چشم کی تھی کہ وہ اپنے خان و مان سے آوارہ ہو جاے غزرائیل نے کہا ای پادشاہ جہان بیروال کے اسکی سچہ کثر تھی اور اسکے خیال میں دوسری بات جی کسواسطے کہ تجھ کو ایزد تعالیٰ نے حکم دیا کہ آج اسکی جان ہندوستان میں لے اور وہ یہاں تھا جب میں نے اسکو یہاں دیکھا حیران ہوا اور فکر میں سرگردان ہوا تو عجب ہو کے کہا کہ اگر اسکے سو پر ہو جائیں جب بھی تو اسے ہندوستان کا جانا دے دے کیسے وہاں پہنچے گا غرض موافق حکم حق کے میں جو ہندوستان گیا تو اسکو وہاں دیکھا اور جان اسکی لے لی اب تو جہان کے سارے کاموں کو اسی پر قیاس کر لے اور آنکھیں کھول کے دیکھ اس شخص نے اپنی جان بچانے کا جیلہ اور سبب پیدا کیا لیکن حکم الہی کے آگے مطلق نہ چل سکا چنانچہ مولانا تارہ نظر اپنی بے بسی اور غالبیت حکم الہی پر کر کے فرماتے ہیں کہ بتاؤ تو ہم کس سے بھاگیں حق سے سو یہ محال اور جب یہ وبال مرگ کا ہاے سر پر حق کی طرف سے ہو تو کس تدبیر سے ہم اسکو اپنے اوپر سے مال دین لا خالہ رضی برضا ہو ناہترہ اخلاص شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں اذکہ بگزیم از خود لکھا ہے میری دانست میں دونوں مصرعون میں از حق بہتر ہو دلک انجیا و

پھر ترجیح دینا شیر کا جہد کو تو کل پر اور فوائد جہد کے

قولہ شیر گفت آری ولیکن ہم بہین و جہد باے انبیا و مرسلین و سعی ابرار و جہاد مومنان و تابیدن ساعت ز آغا جہان حق تعالیٰ جہد شانرا راست کرد و انچہ دیدند از جہاد گرم سرد و حیلما شان جہاد حل آمد لطیف و کل شی من طریقت ہو طریقت و اما شان مرغ گردونے گرفت و نقصا نشان جہاد از فونی گرفت و جہد میکن تا توانی ایو کیا و در طریق انبیا و اولیا و باقضا پنجہ زون نبود جہاد و زانکہ این را ہم قضا برانہا و کا فر من گزریان کردست کس و درہ ایمان و طاعت میکنفس و سر شکستہ نیست این سرا مہند و یکدور روزے جہد کن باقی بخند و المعنی ابرار بالفتح نیکو کاران میکن امر استمراری ہو کیا بکسر اول پہلوان و خداوند و پاکیزہ چہر شیر نے کہا کہ جتنے یہ بات تمھاری مانی لیکن تم یہ بھی تو خیال کرو کہ انبیا و مرسلین نے کیسی کیسی کوششیں کی ہیں اور انکے بعد اور ابرار مومنین نے اقتداء سے اسوقت تک تو اصلاح اس جہان کی ہوئی ہو اور کیسی کیسی جفا کا دنا ہنہار کی انھوں نے سہی ہو اور کیسے کیسے گرم و سرد کاٹھائے ہیں اور حق تعالیٰ نے بھی انکی جہد کوشش کو راست کیا ہو اسواسطے کہ ان کے جتنے چلے تھے سب پاکیزہ تھے ظاہر ہو چو شو کسی پاکیزہ سے ہوتی ہو پاکیزہ ہی ہوتی ہے انکے جالوں نے بالکل مرغ گردونی پھانے سے جھوٹک کہہ غور سے آسمان پر اڑتے تھے انکو زیر کیا جیسے فرعون غرور و غیر ہم کہ دعویٰ سندائی کا کرنے تھے

اور بری بڑی تو تین رکھتے تھے جنکے سامنے یہ لوگ بیٹے ابراہیم و انبیا بالکل نقص دہی تھے کیسی انکی کمی نے بیشی پکڑی اور انکی بیشی نے کمی پس او پاکیزہ جہان تک لگن ہو انکی راہ میں جہد و سعی کرتا رہ کہ انبیا اولیا سے زیادہ برگزیدہ کون ہو شعرا بعد گویا جواب ہو سوال خدا کا کہ اگر تم کو اسباب پیدا کرنا قضا سے بچ کرنا ہی نہیں ہو اس سبب سے اسباب بھی تو قضا ہی نے ہم پر لگا دیے ہیں یہ بھی کبھی نہیں ہوتا کہ کسی نے راہ طاعت و دین میں دم بھر بھی کوشش کی ہو اور اسکو نقصان پہونچا ہو میں بقسم کتابدن پس اگر جہد و کوشش نہ ہو تو جہاد دین دنیا و عقبی سے متمتع کیوں ہوتے تھا تو وہ حال ہو کہ ستر و صحیح سالم ہو اور شکرستون کی طرح سر باندھ کے پڑ رہے یہ دنیا عالم اسباب ہو اور ایک روز و میان قیام امین جہد و کوشش کرنے پھر مزے سے ٹھٹھے مارا کر ابھی پڑ رہے کا وقت نہیں ہو قول پر خالی جست کو دنیا بخت ہو نیک حالی جست کو عقبی بخت ہو مگر با در کسب دنیا با دست ہو مگر با در ترک دنیا وار دست ہو مگر آن باشد کہ زندان حفرہ کردہ آنکہ حفرہ نیست آن مگر نیست سرہ انجیمان زندان و ما زندانیان بہ حفرہ کن زندان و خود را وارہان ہو چہیت دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و فقرہ و زندوزن ہو مال را اگر بہر دین باشی حمل ہو نعم مال صلاح گفتہ رسول ہو آب در کشتی ہلاک کشتی ست ہو آب در بیرون کشتی پستی ست ہو چونکہ مال و ملک از دل برانہ زندان سلیمان خوش جز مسکین نخواندہ کوزہ سر بستہ اندر آب رفت ہو از دل پر باد فوق آب رفت ہو باد و روشنی چو در باطن بودہ بر سر آب جہان ساکن بودہ آب تواند مرا در غوطہ دادہ کشت دل از فقرہ آئمی گشت شاد ہو گرچہ این جملہ جہان ملک و نیست ہو ملک در چشم دل اولاشو ست ہو پس وہان دول بہ بند و مہر کن ہو پرتش از باد گیر من لدن جہد حقست و دو حقت و در وہ منکر اندر نفی جہدش جہد کردہ کسب کن سیعے تا و جہد کن تا بادانی تر علم من لدن ہو گرچہ جلا پنجمان پر جہد شدہ جہد کے در کام جاہل شہد شدہ زین خط بسیار بہر بان گفت شیر ہو کہ جواب آن جہر بان گفتند سیرہ المعنی محال بفتح جائے حج محل حل زمان موجود حفرہ بالضم سوراخ و مفاک قشش بالضم مستاع حناہ نعم المال اشارہ ہو اس حدیث سے نعم المال الصالح للرجل الصالح با دیگر دریچہ اور روزن جو ہوا لینے کو مکان میں بناتے ہیں اور وہ مکان چہین چارہ طرف با دیگر ہون من لدن اقتباس ہو آیہ کریم من لدنک رحمۃ وہی لہما من امرنا رشدا سے شیرکتا ہو بان اتنی بات کسب و جہد میں ضرور ہو کہ بری جگہ نہ ڈھونڈے کہ وہ دینا ہی جسے دینا کو ڈھونڈھا بری جگہ ڈھونڈھی اور جسے عقبی کو ڈھونڈھا اسے نیک حالی ڈھونڈھی اس واسطے کہ جو مکر دنیا کے معاملات میں ہیں سرو تا خوش ہیں اور ترک دنیا کے معاملات میں تو خود را وہی ہیں مکر وہی ہے کہ اس زندان دنیا میں جسکو سچن المؤمنین کہا ہو خفیہ اندر ہی اندر سہ رنگ لگایا اور اس سے لنگایا اور جسے انکو کسی رخنہ اور سوراخ کو بند کیا یعنی کسی شکست کو درست کیا یہ مکر سرو بے مزہ ہو جیسے سہمی رہنے کہنا ہو رع چون برہنہ شستہ چو سر نہانوش ہو آب یہ تشریح اشعار مذکور کی فرماتے ہیں کہ یہ جہان زندان ہو اور ہم اس کے

زندانی پس چاہیے کہ اس میں سوراخ کرے اور آپکو اسکی قید سے چھڑائے یہ شعر اسکی تفسیر میں ہے کہ دنیا کیا چیز ہے
 فرماتے ہیں خدا سے غافل ہونا نہ متاع خانہ نہ نقرہ نہ ترانہ نہ فرزند اگر یہ اسباب مذکورہ کچھ نہیں ہیں اور خدا سے غافل
 ہو دنیا دار ہو اور شعر اگر مال و جاہ ست ذریعہ و تجارت ہو چودل با خدا نیست خلوت نشینی جو مال کو اگر دین کے
 واسطے جمع کیا ہو اور معرفت اس کا معاملات دین میں تو اس مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعم الممال
 الصالح فرمایا ہے اور مال واسلے کو نعم الرجل الصالح یعنی اچھا مال صالح ہے اور اچھا رجل صالح شعر بعد نظیر کشتی میں پانی
 ہونے سے کشتی ڈوب جاتی ہے اور کشتی سے باہر ہو تو کشتی کی مدد اور پشتی ہو مطلب یہ اگر مال کی جگہ مال واسلے
 کے دل میں ہو تو اس کے ڈوبنے کے بچھن ہیں اور اگر باہر دل کے تو دین و دنیا میں کار آمد جیسے حضرت سلیمان نے کہ
 ملک و مال کو اپنے دل سے نکال دیا تھا اسی سبب سے آپ کو مسکین کہتے تھے کہ جبکہ پاس ایک وقت کے لینے
 کا نہ ہو ورنہ ان کے سے اسباب کسی کے کب ہوے اشعار آئندہ دو سری تظہیر میں فرماتے ہیں مثلاً کوزہ سربستہ پانی
 میں گیا اور اس میں جو ہوا بھری ہوتی ہے اس سبب سے پانی کے اوپر رہتا ہے پانی ڈبو نہیں سکتا ایسے ہی بس کے
 دل میں ہو اور دلہی کی بھری ہے وہ بھی اس جہان کے پانی پر ساکن رہتا ہے اور آب جہان خود جہان باضافت
 بیانی اسکو کیا مقدور ہے اب جہان کا جو غوطہ دے سکے اس سبب سے کہ اسکا دل تو نفوذ الہی سے شاد و آباد ہو رہا
 ہے وہ اس جہان کو کیا کرتا ہے اور حقیقت ہے کہ یہ جہاں اسی کا ملک ہے مگر اسکی چشم دل میں یہ ملک لا شہ ہو اور
 کچھ چیز نہیں سمجھتا پس وہاں دل کو بند کر کے حیر لگائے پھر دیکھ یاد گیر من لدن یعنی رحمت الہی کی کھڑکی سے کیسا
 دل پر باد ہوتا ہے پھر شیر کتا ہے کہ درد بھی حق ہے کہ ضرر عقل و نیا سے ہے اور دوا بھی اور جہد بھی اور جو مست کرے وہ جہد کی
 نفی میں جہد کرتا ہے اور جہد سے انکار رکھتا ہے بس کسب کر اور کوشش دکھا اور جہد بجا لا تب تجکو بھیس علم
 من لدن کا ظاہر ہو گا دیکھے گا کیسی رحمت اسکی طرف سے نزول کرتی ہے پھر شیر کی طرف سے مندرمایا کہ
 یہ سارا جہان اگرچہ جہد سے بھرا ہوا ہے اور وہ شہد ہو رہی ہے مگر جاہل کا منہ تلخ ہے وہ شیون کام نہیں ہوتا الغرض
 اسی قسم کی بہت حجت و برہان شیر نے ایسی پیش کیں کہ وہ پتھر جہری ان سے سیر ہو گئے پھر کچھ بن نہ آیا

قرار پانا ترجمہ جہد کا توکل پر

قولہ روہ و فرغوش و آہ و شغال و جہر و بکلا شتند و قیل و قال و عہد باکردن با شیر تریان و کا ندرین بیعت
 یفتند و زریان و قسم بر و زرش بیاید بے ضرر و حاجتش نمود تقاضا و اگرچہ عہد چون بستند و قنداً زمان و سے
 مرے امین از شیر تریان و جہج ہشتند یکجا آن و جوش و اوفتادہ در میان جہد جوش و ہر کسے تہیرو
 راے تہیروی و ہر کسے دہول ہر یک میشدی و عاقبت شد اتفاق جہد رشان و تا بیاید قرعہ اندر میان و
 قرعہ ہر کوزہ و طہ است و بے سخن شیر تریان را القہ است و ہمہرین کہند آنجملہ قرار و قرعہ آمد سبب لہذا اختیار و

قرعہ برہر کو فتادے روز روزہ سوے آن شیرا و دودیری ہچو یوزہ المعنی نریا آن بکسر خشتناک قسم با لکسیرہ و بخش
بیعت عہد کرنا یعنی رو بہ و خرگوش اور آہوا و رخفال سب نے جبر چھوڑا اور قیل و قال سے منہ موڑا اور شیر
نریاں سے عہد کیے کہ ہم قریب سب مرید و تابع ہوے اب اس بیعت میں کچھ نقصان و زیان نہ پڑیگا حصہ اسکا
ہر روز بے ضرر اسکو پہونچے دوبارہ طلب تقاضا کی حاجت نہ پڑے جب یہ عہد سب نے آپس میں کر لیا تو پھر
اپنی چراگاہ کی طرف شیر سے نچنت ہو کے چلے گئے اور سب منشی جمع ہو کے ایک جگہ بیٹھے اور اب امین جو
پڑا ہر ایک تبریر و تجویز کرتے تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کے خون میں پرتا تھا وہ کہتا تھا تو جایہ کہتا تھا تو جا آخر سب
اتفاق قرعہ پر ہوا کہ قرعہ پڑ جایا کرے یعنی جس پر قرعہ پڑ وہی اسکا طعمہ بنے اور بے حجت و کلام اسکا لقمہ ٹھہرے
سب نے اسی بات کو ٹھہرایا اور اسی کو اختیار کیا پس اب ہر روز جس پر قرعہ پرتا تھا وہ شیر کے پاس چھتہ کی
طرح دوڑتا بھاگتا جلتا تھا تشبیہ چھتہ دوڑنے بھاگنے میں ہر کسی کی دوڑ چھتہ مشہور ہر اختلاف شرح بحر العلوم میں
جگہ در زیان کے در زمان اور جمع شستن و شستن غلط لکھا ہے

جواب خرگوش کا دیگر چسپیر کو

قولہ چون بحر گوش آمدین ساغر بدورہ بانگ و خرگوش کا خرچہ چورہ قوم گفتند شش کہ چندین گاہ ماہ جان
فدا کردیم و عہد وفا تو جو بدنامی ماہ عنودہ تازہ بند شیر رو تو زود و زودہ گفت اے یاران مرا حمت و ہیرہ تا بکرم
از بلا میں شوید چہ تا امان یا بذر مکرم جان تانہ ما ندان میراث فرزندان تانہ ہر میراث متان را در جان ہر بچہ تان
غلمی ہر اند شان کہ نہ فلک راہ بردن سودیدہ بودہ و نہ نظر چون مردک پیچیدہ بودہ مردش چون مردک ید نہ خودہ
در بزرگی مردک کس رہ نہرہ المعنی عنود و طاق حق کام کرنے والا برون سو ہندی اس پار یعنی اول تو یہ دو در خوب
چلتا رہا جب نوبت خرگوش کے ساغر کی آئی تو یہ چلا اٹھا کہ بظلم کب تک رہیگا آخر کچھ اسکی جد بھی ہو قوم نے کہا کہ ہم تھے
دونوں سے عہد و وفا میں جان فدا کرتے رہے ہیں تو ہماری بدنامی کے درپڑے اگر تاق کو جس جلدی جا جلدی
ایسا نہو شیر خفا ہو جائے خرگوش نے کہا اے یار و ملکہ حمت دو تو میرے مکر کے طفیل تم اس بلا سے بے غم ہو جاؤ اور
ایسے بے غم کہ میرے مکر سے تمہاری جان کی بھی امان ہو اور یہ جنگل تمہاری اولاد کے لیے بھی میراث ہو جائے ہر میراث میں
کی جان میں دعوت کرتے تھے اونا نگوارہ نجات و غلمی کی طرف بلاتے تھے میں بھی تمکو اس بلا سے چھڑانا چاہتا ہوں
کسو اسٹے کہ پیرون پر فلک سے راہ اس پار کی کھلی ہوئی تھی اور اُنکی نظر میں مردک کی طرح لپٹی ہوئی ایسے لوگوں
نے مردک کی طرح انکو خرد جانا اور اصل بزرگی میں مردک کے نظر نہ کی جن میں زمین آسمان چھاڑ پھاڑا چہ اندر سترج
سب سما جاتے ہیں تین بھی تمہاری نظر میں خرد و حقیر ہوں اور آسمان سے جو راہ چھپر کھلی ہو تم اس سے واقف نہیں
اختلاف شرح بحر العلوم و متن مطبوعہ دونوں میں برون شو بجائے برون سو کے غلط ہے

اعترافِ نخبہ کا خرگوش پر اور جوابِ خرگوش کا

قولہ قوم گفتندش کہ ای خرگوش دارہ خویش را اندازہ خرگوش دارہ بین چار لاف ست این کہ توار مہتران ہو دریا و دریا
 اندر خاطران و نتیجہ یا تو قضا اور بیت و ورنہ اندیم لائق چو تو کیست و گفت ای یاران حقیم الام دادہ و مرضی
 را قوی راے فتادہ و اینچہ حق آموخت مرزبور را جو آن نہا شد شیر را و گور را و خواہا سازد پراز خلوا تر بہ حق برو نام
 را بکشود و اینچہ حق آموخت کرم پیلہ را و پیچ پیچہ و اندر آنگون جیلہ را جو آدم خلایا زحق آموخت علم چو تا بغم آسمان
 افروخت علم چو نام و ناموس ملک را در شکست و کوری آنکس کہ با حق در شکست و المعنی سبب خوش آمدہ اور عجیب
 و خودی میں پرٹنے والا آدم یعنی دعویٰ خرگوش داشتن سننا و کھنا الام خبر غیب مرزبور را سے اشارت ہی اس کی کہ یہ ہے
 و ادنیٰ رکب اے النحل ان اتخذے من الجبال بیوتا و من البحر دما یعرشون یعنی وحی کی تیرے پروردگار نے طرفت پر
 عسل کے کہ اختیار کر تو بہاروں سے گہر اور درختوں سے جو چھتری دارین اور زحق آموخت علم سے ایسا اس آیت سے
 و علم آدم الا ساء کلہا اور سکھاے آدم کو نام ہر شے کے یعنی قوم نے خرگوش سے کہا کہ ای گدھے ہم جو کہتے ہیں سکھو گا
 لگا کے سن کہ جیسا تو خرگوش ہو ویسا ہی خرگوش رہ اپنے اندازہ سے باہر مت نکلا جا بنوراد یہ کسی شیخی ہو کہ تجھسا
 ناچیز کرے کہان تو کہان یہ شیخی بڑے بڑے متروک کی خاطر میں تو آتی ہی نہیں تو بڑا خود میں ہو یا ہماری قضا ہو
 جو خرگوش بنے ہائے پیچھے پڑا ہو ورنہ یہ دعویٰ تجھ سے حقیر کے لائق کب ہو کہا ای یارو حق فی جلا الام کیا ہو اور
 تجھ سے ضعیف کو ایک راے قوی سوچھائی ہو تو کیا نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو کیا کچھ سکھایا جو شیر و
 گونہیں جانتے کیسے خانے شہد تر کے بھرے ہوئے بناتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے کیا اس علم کا دروازہ اسی پر کھول دیا ہو
 اور دیکھ کرم پیلہ کو کیا کچھ سکھایا بناؤ تو کوئی باتھی بھی ایسا ریشم بنا سکھاے آدم خلایا کو خیال کرو کہ اسنے خدا تعالیٰ اسی
 علم سکھا اور فلک ہفتہ تک جو متنی اعمال و افعال ظانی ہو ایسا علم روشن کیا کہ نام ناموس فرشتوں کا بگاڑ واپس
 ساری کوری و بے بھری اُسکو ہو جو خدا تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتا ہو ان مثالوں سے مطلب خرگوش کا یہی ہو
 کہ تم جگو ضعیف سمجھے ہو ویکھو ان ضعیفوں کو حق تعالیٰ نے کیا کیا سکھایا کہ قوی جسم طبع عاجز و محروم ہیں اختلاف
 شرح بحر العلوم میں لکھا ہے کہ کورے آنکس است کہ با حق در جنگ است پس قافیہ بیت درست شد در شکست بمعنی جنگ
 بجا تو در شکست کے معنی جنگ کے کہیں نہیں ملے اگر یوں کہیں کہ در شکست تو کیا معنی نہونگے نہ قافیہ ہو گا قولہ
 ز اہد ششصد ہزاران سالہ را پوز بندی ساخت آن گوسالہ را چہ تا تماند شیر عالم آن کیشدہ تا مگر و در و آنقص میشدہ
 علماے اہل حس شد پوز بندہ تا نگید شیر زان علم بلندہ قطرہ مل را یکے گوہر فتادہ کان بگردہ نما و دریا بانادہ چہ چند
 صورت آخر ای صورت پرست و جان بے سعیت انصورت نہ رست و گر بصورت آدمی انسان پرست و
 احمد و بوجہل خود یکسان پرست و المعنی میشد کہ کردہ شد و حکم و استوار گوسالہ ہندی پھر آئیے ز اہد ششصد ہزار سالہ کو

کہ مراد شیطان سے ہے جس نے چار اگل زمین سجدہ سے نہیں چھوڑی اور مسلم المملکت تھا اور اسی کو گوبہ سالہ بھی کہا ہے
 بمطرحاقت کہ پورا بیل بھی نہ تھا بچہ تھا اس واسطے کہ حضرت آدم کے سجدہ کے وقت خدا تعالیٰ سے حجت کر کے
 مافرمائی کی اور انہیں منہ ظلعنی من نار و خلقہ من طین گمائیے میں آدم سے بہتر ہوں تو نے جگہ آگ سے پیدا کیا
 اور اسکو مٹی سے ایک پوز بند بنایا اور پوز بند کی ہندی منیرہ کو گوبہ سالہ وغیرہ کے منہ پر باندھ دینے سے وہ وہ نہیں
 بی سکتا ہے اور شیطان کا منیرہ شہاب ثاقب ہو کہ آسمان پر جا کے فرشتوں سے خدا تعالیٰ کا علم پڑا تھا
 جیسا کہ فرمایا فاسترق السمع فابتعد شہاب ثاقب یعنی پڑا تھا وہ سنا وہ فرشتوں کا سوا کے پیچھے شہاب ثاقب
 لگایا تا اس منیرہ کے سبب سے یہ بچہ شیر اس کے علم کا بپائی کے اور اس کے قصر مشرق کے پاس نہ پھٹنے پائے
 ایسے ہی جو اہل حس ہیں جن کا علم حواس ظاہری سے ہوا کے واسطے علم حسی ان کا پوز بند ہوتا اس کے علم بلند سے شیر
 نہ پاسکین ایک قطرہ اس کے علم کا صدف دل میں پڑا اور وہ گوہر ہوا کہ نہ ایسا گوہر آسمانوں کو دیا نہ دریاؤں کو گوبہ سالہ
 پر بے شمار گوہر ہیں اور نیز دریاؤں میں اب فرماتے ہیں کہ اس صورت پرست تو اور صورت پرستی یہ کتب تک
 رہے گی تیری جان بے معنی اس صورت سے نچھوٹے صورت سے انسان نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو خطاب
 احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل ایک ہوتے آخر صورت میں تو کیسا ہی تھے اختلاف شیخ بجا معلوم ہیں
 دریا بانہاد بجائے دریا بانہاد غلط لکھا ہے قولہ احمد ابو جہل درتجانہ رفت و رین شدن تا آن شدن فرقی ست
 رفت و رین و رید سرشدن راجحان و دان و راید سرشدن چنان امتان و نقش بردیوار مثل آدم ست و بنگر از
 صورت و چیز اور اکم ست و جان کم ست آن صورت بتیاب راہ و روجو آن گوہر نایاب راہ شد سرشیران عالم
 جملہ پست و چون سب اصحاب را داود دوست و چہ دریا نقش اذان نقش نفور و چونکہ جانش غرق شد در بحر نور و
 وصف صورت نیست اندر جامہ عالم و عادل بود در نامہ عالم و عادل ہمہ معنیست پس و کش نیابی در مکان
 و پیش و پس و نیز نہ برتن ز سوسہ لامکان و فی نگینہ در فلک نور شید جان و این سخن پایاں ندارد گوش دار و
 گوش سوسہ قصہ خرگوش دار و گوش خرگوش و دیگر گوش خرگوش کین سخن را و دنیا بد گوش خرگوش
 ز رفت بالفتح سطر و حکم نفور بفتح گریزہ در سندہ یعنی احمد ابو جہل دونوں تجانہ میں گئے لیکن احمر کے جانے
 اور ابو جہل کے جانے سے بڑا موٹا فرق ہوا احمد تجانہ میں آئے تبون نے ان کو سجدہ کیا ابو جہل آیا اُس نے بت کے
 سامنے امیتوں کی طرح سر رکھا تصویر جو دیوار پر آدمی کی ہوئی ہو مثل آدمی کے ہوئی ہو دیکھ تو اس میں صورت ہے
 کونسی چیز کم ہوا البتہ جان اس میں نہیں ہوا ایسے ہی جو بے معنی ہو کہ معنی معرفت الہی جو وہ بھی بیجان ہے پس تو اپنا
 کام کر اور اُس گوہر نایاب معنی کو ڈھونڈ دیکھ تو اصحاب کہف کو وہ قوت وہی جس کے مقابل میں جہان کے
 شیروں کے ہر چنگھے کے اب بتا اسکو اسکی صورت بد سے جسکو دیکھ کے لوگ بھاگیں کیا نقصان ہوا اس محال میں

کہ جان اُسکی دریا سے نور میں ڈوبی ہوئی ہو یہ کپڑے اچھے اچھے پہن لیے اور اچھے معلوم ہونے لگے یہ کچھ وصف نہیں ہے وصف وہ ہے جو کتابوں میں عالم عادل کر کے لکھے جائیں بس یہ عالم و عادل ہونا معنی ہے جسکو نہ کسی مکان میں رکھا جائیگا نہ اپنے آگے پیچھے پائیگا البتہ باطن میں پائیگا کہ یہ صفت وہی ہے وہ کسی یہ وصف تو لامکان کی طرف سے تن پر ہو چکا ہے جسکے عظمت و نور سے نور شد جان کا فلک میں نہیں تھا اب بطریق حصر فرماتے ہیں کہ خوب کان لگا کے سن لے ان باتوں کی تو کچھ انتہا نہیں پھر قصہ خرگوش کا سن مگر گوش خر کے توجہ دال اور دوسرے گوش خر پر ایسے کہ اس بات کو گوش خر نہیں پاسکتے اختلاف شرح بحر العلوم و متن دونوں میں نیز نہ برتن لکھا ہے مگر جن مناسبات کے ساتھ زدن متعل ہو تا ہے وہ شعر میں کوئی معلوم نہیں ہوتے لہذا میں نے تو اسکو میر سے بنادیا و لکھ اختیار

ذکر دانش خرگوش اور بیان فضیلت منافع کا

قولہ نور بہ بازی خرگوش میں ہے مگر و شیر اندازی خرگوش میں ہے خاتم ملک سلیمان ست علم و جملہ عالم صورت و جان ست علم آدمی رازین ہنر بیچارہ گشت و خلق دریا با و خلق کوہ و درشت و زو پلنگ و شیر ترسان ہنر پوش و زوشدہ نہان برشت و کہ و خوش و زو پری و دیو سا حلما گرفت و ہر یکے درجائے نہان جا گرفت و آدمی را دشمن نہان بے ست و آدمی با خذر عاقل کے ست و المعنی رز و بہ بازی مکاری و نیلہ لری علم عربی دانش کی ہے آدمی را اسین راقا تم مقام اضافت کے ہے خذر بفتح تین احتیاط و پرہیز فرماتے ہیں اب چل اور رو بہ بازی خرگوش کی اور اُسکا مکر و کید کیسی شیر اندازی کی اور ایسے بڑے جانور کو گرا دیا سب خوبی علم کی تھی کہ علم خاتم ملک سلیمان ہے تمام عالم صورت ہوا و ر علم جان ہے اسی علم کی مدولت ساری مخلوق دریا کون اور پہاڑوں کے آدمی سے بے بس اور بیچارہ ہوئی ہے اور پلنگ و شیر اس سے ایسے ترسان جیسے موشل در اسی سے پہاڑ و جنگل میں چھپے ہیں و تو و پری نے جو کتا سے سمندر کے اختیار کیے ہیں اور پوشیدہ جگہوں میں سکھ کر اٹے ہیں وہ بھی اسی کا سبب ہے اب فرماتے ہیں کہ آدمی کے چھپے دشمن بہت ہیں پس جو آدمی کہ با خذر اور احتیاط والا ہو بڑا عاقل شخص ہے قولہ خلق خوب درشت ہست از ما نہان و نیز نہ بدل بہر دم کو ب شان و بہر غسل و رو روی و در جو ببارہ بتو آ سیبے زند در آب خار و گرچ نہان خار و در آبست بست و چونکہ در تو میخلد وانی کہ ہست و خار خار حساد و سو بہ و از ہر امان کس بود نے یک کسہ و باش تا حسدے تو مبدل شود و تا بہ بینی شان و مشکل حل شود و ما سخناے کسان رو کرد و تا کسان را سرور و خود کرد و المعنی آد پر جو کتا ہے کہ آدمی کے چھپے دشمن بہت ہیں اسی کی توضیح میں فرمایا کہ بہت مخلوق اچھی بُری جیسے چھپی ہوئی ہے جسے دل پر ہر دم ایک چوٹ لگتی ہے مثلاً اگر نہر میں نہالے کو گھسے تو اس میں اکثر کتا چھپا ہوتا ہے وہ جب کہ صدمہ پہونچتا ہے اگرچہ خار ایک پست چیز پانی میں

چھپا ہوا ہے جب تیرے پیچھے جاتا ہے تب تو جانتا ہے کہ ہر اور سو اس کے وہ خارجہ و خاخصون اور وسوسوں کے ہیں کہ وہ ہزاروں آدمیوں سے ہوتے ہیں نہ ایک انہی سے یہ سب بھی چھپے دشمن ہیں اب تو ٹھہرا رہے تھیں تیری بلجائیں پھر تو ان دشمنوں کو دیکھے اور تیری مشککشتائی ہوئے تو نے تو جو رفیق شفیق ہیں انکی باتوں کو روکیا ہے اور ناکسوں کو جو وہی نفس اور وسوسے وغیرہ ہیں اپنا سر طار بنایا ہے اور انھیں کے کہنے میں چلتا ہے یہ سب شعاری بھی مناسب قصہ خرگوش کے ہیں قتال اختلاف شرح براجعلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں اخیر شعر کے دونوں مصرعون میں کسان اور ناکسان کو کیا ان اور ناکیان غلط لکھا ہے

دریافت کرنا پتھر کا اُس اندیشہ کو جو خرگوش نے سوچا تھا

قولہ بعد ازان گفتند کہ سے خرگوش چیست ؟ در میان نہ انچه در ادراک تست ؟ ایک یا شیر سے تو در پیچیدہ بازگو راے کہ اندیشہ ؟ مشورت ادراک و ہشیاری دہد ؟ عقلماء عقل رایاری دہد ؟ گفت پیغمبر ! مکن اُسے راے زن ؟ مشورت کا مستشار مومن ؟ قول پیغمبر بجان باید شنود ؟ باز گوتا چیست مقصود تو زود ؟ المعنی راے زن تجویز کنندہ بعد اس گفتگو کے پتھر نے پوچھا کہ ای خرگوش جلدی بتا کہ تیرے ادراک میں کیا ہے اور تو نے کیا سوچا ہے تو جو شیر سے بھڑکا ہے کہ تو تیری فکر و اندیشہ میں کیا گذرا ہے کیا مضائقہ ہے جو مجھے بھی مشورہ کرنے کے مشورے سے ادراک و ہشیاری حاصل ہوتی ہے اور ایک عقل کو بہت سی عقلوں سے خوب مدد ملتی ہے حضرت پیغمبر نے بھی تو فرمایا ہے کہ اگر کسی کام میں کوئی تجویز کرے تو مشورہ ضرور کرے مگر جس سے مشورہ چاہیے وہ امانت دار ہو جیسا کہ فرمایا ائتشار متومن پس تجکو بھی قول پیغمبر کا بجان و دل سننا ماننا چاہیے لہذا جلد بتا کہ مقصود تیرا کیا ہے ؟

چھپانا خرگوش کا بھید کو پتھر سے

قولہ گفت ہر انے نشاید باز گفت ؟ جفت طاق آید گے کہ طاق جفت ؟ از صفا کردم زرنے با آئنے ؟ تیرہ گردو زود با آئنے ؟ در بیان این سرم جنبان بست ؟ از ذباب و از ذہب و ز نر بہت ؟ کین سر را خصم بسیار عدد ؟ در کمینت ایستد چون داند او ؟ و ریزانے با کیے گواہ و اداع ؟ کل ستر جا و زالا شین شاع ؟ گردو سے پرندہ را بندے ہم ؟ بر زمین مانند مجوس از الم ؟ مشورت دارند سر پوشیدہ خوب ؟ در کمینت با غلط افکن شوب ؟ مشورت کردی پیغمبر سے مراد گفتہ ای شائش جواب و پیچیدہ در مشائے بستہ گفتی راے را ؟ تا نرا ند خصم سر از پاس را ؟ و جواب خویش بگرفتہ از او ؟ و ز سواش سے ہر دی غیر ہو ؟ این سخن پایان ندارد باز گردو ؟ سوے خرگوش دلاور تا پھر کرد ؟ المعنی ذباب بالفتح رفعت و گذشتن ذہب بفتحین در کل ستر الخ یعنی جو بھید و دوسے گذرا پس بھیدا بستہ سڑی سر بستہ یعنی خرگوش نے کہا کہ ہر از کو ظاہر کرنا نہیں چاہیے نہ معلوم

کیا ہوا اکثر طاق جفت کھیلنے والے جفت چاہتے ہیں طاق نکلتا ہو اور طاق چاہتے ہیں جفت آتا ہو کیسے ہی صفا کے ساتھ آئینہ سے دم مارنے لگو وہ تیرہ ہو جاتا ہو پس دم زنی اچھی نہیں ہوتی اور نیز ان میں چیزوں کے حق میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ذباب و ذب و اور مذہب کو چھپائے گا قال استر ذبابک و ذہبک مذہبک ذباب سے مراد سفر ہو اور قصد کہیں جانے کا اس واسطے کہ ان تین کے ضمن بہت ہیں ایسا نہ کوئی سن پائے اور تاک گھات میں کھڑا ہو ہے اور اگر کسی ایک کو اپنا دوست جانے لے کیسا تو یہ مت جان کہ وہ اسی تک ۔ ہا بلکہ پھیل گیا اور آئینہ مراد و لب سے ہیں ان دونوں شعروں میں احتیاط دوسرے امر کی ہی فرماتے ہیں کہ اگر دو تین پرندوں کو جو ہوا کو رہنے والے ہیں مجبوس کی طرح رکھ کے ایک ساتھ زمین پر ڈال دے تو وہ آپس میں سر پوشیدہ مشورت خوب رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی بات خوب جانتے ہیں مگر اور لوگ نہین سمجھتے پس ہی تو اشاروں کنایوں کی باتوں میں غلط افکن سے آمیزش مت کر کہ تو کچھ کہے وہ کچھ سمجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مشورت کرتے تھے وہ بھی سرستہ ہوتے تھے ایسا اشارہ و کنایہ اور مشیوں کو جواب بھی ایسا ہی دیتے جس سے کوئی خبر نہواپنی رائے کو کسی مثال و مثل میں باندھ کے کہتے تھے تا دشمن اس کے سر پانوں سے واقف نہ ہوئے پائے اور وہ جواب اپنا آنے لیتا تھا کہ اس کے سوال سے غیر بوجہی نہیں پاسکتا تھا اب شعر بعد کا متضمن کجھ کہ اس بات کا کچھ پایا نہیں ہی اب اس طرف سے لوٹ اور یہ بتا کہ اُس خرگوش دلاور نے کیا کیا اخلاص شیعہ بحر العلوم میں بجاے این سہ کم کے کس اور بجائے و برانے با یکے کے بدانے غلط لکھا ہے

قصہ مکر کرنے خرگوش کا شیر سے اور لہر لہیانا

قوله حاصل آن خرگوش رائے خود گفت : مکر اندیشہ با خود طاق و جفت : با و خوش از نیک و بد نکش و رازہ سز خود با جان خود میر اندازہ ساعتی مکر اندیشہ شدن : بعد ازان شدیش شیر پنج زن : زن سب کا نیک شدن و اماند ویرہ خاک را میکند و میغیر شیر : گفت میگفت کہ عہد انخان : خام باشد خام و زشت و نارسان : و درمہ ایشان مر از خرگندہ چند بفرید مرا این دہر چند المعنی و درمہ مکر و حیله از خر افکندن کسی کو مارڈالنا فرماتے ہیں حاصل یہ کہ اُس خرگوش نے رائے اپنی نہ بتائی اور اس کھیل کو آپ ہی کھیلتا تھا اگر طاق تھا تو آپ تھا اور جفت تھا تو آپ تھا و حشیون میں سے کسی سے نیک بد اس بھید کا ٹکھا اپنا بھید اپنی جان ہی کہتا تھا ایک ساعت شیر کے پاس جانے میں قصد ادیر کی پھر اُس فیہ زن کے پاس گیا شیر اس سبب سے کہ اسکے جانے میں دیر ہوئی تھی نہایت ہی خاک اڑا رہا تھا اور غوغا تھا اور کہتا تھا کہ میں تو جانتا تھا کہ یہ تاجیز ہیں ابکا عہد خام و زشت و نارسا ہوا انکے فریب نے تو بھگوارا اور ابکا کیا فریب ہو زمانہ کا ہو وہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہی قولہ سخت درمندا میر سست ریش : چون نہ پس بنید نہ پیش : از تحقیق : راہ ہوا رست و زیش : ز اجہ

تخط معنی در میان نامہاست بہ لفظہا و نامہا چون داحماست بہ لفظ شیرین ریگ آب عمر است بہ عمر چون نسبت
وقت اور اچو جو بہ خلق باطل ریگ جو بہ عمر تو بہ آن یکے ریگے کہ جو شد آب ازہ بہ سخت کیا نسبت رو از اچو جو
منع حکمت شود حکمت طلب بہ فارغ آمد اور تحصیل سبب بہ نسبت آن ریگ ای پسر مرد خدا کو بحق پیوست و از
تو شد خدا بہ آب عذب دین ہی جو شد ازہ طالبان راز و حیات و نہوہ غیر مرد حق جو ریگ خشک دان
کتاب عمرت رانور و ہر زمان بہ طالب حکمت شوازمرد حکیم بہ تازو گردی تو بنیاد علیم المعنی نسبت ریش
احق نمونہ عیش و تشدید بر حنا و نجفیت نیز آب یہاں سے مقولات مولانا رے کے مین حبال مقام یعنی وہ بادشاہ
و حاکم الحق از بس عاجز و در ماندہ ہو گا جو انہی حماقت سے آگے نہ پہنچے نہ دیکھے اور ہوشیاری نہ کرے اکثر ایسا ہو کہ
راہ ہموار و برابر ہر زور اسکے پیچھے چال ہو اور کیا عجب اس واسطے کہ نامون ہی مین قحط معنی کا ہوتا رہی یعنی نامور
تو بہت کہ فلان بُرے مشائخ ہین اور معنی بالکل نادر و بلکہ مکر کا جال خوب جان کے کہ لفظ یعنی باتین اور نام
و نہوہ ایسے ہین جیسے دہم اور باتین شیرین جوان دہم والون کی ہین یہ ہمارے آب عمر کے واسطے ریت ہین کہ اسکو
جذب کرتی ہو اور یہ مفتت برباد ہوتی ہو عمر تو تیری مثل آب کے ہے اور وقت مثل جو کے کہ یہ دونوں خود روان
اور گزران ہین اسپر طرہ انکا خلق باطل کہ تیری جو بہ عمر کاریت بنا جو اسکو پائے دیتا ہے پھر تفسیع عمر ہین کسی
کسر باقی رہی اور وہ ریت جو ایک قسم کا ہر جس سے پانی اُبلتا ہو وہ نہایت ہی کیا اب اور یہ ریت جو پانی جذب
کرنے والا ہو جو مرد مکار دن سے ہر ایک کو پیستے کے پیستے تو جا اس ریت کو دھوڑھ کہ وہ ریت چشمہ حکمت الہی
کا ہر کسی سے حکمت طلب کر کسو اسطے کہ وہ تحصیل سبب سے فارغ ہو عطایاے الہی سے بہتے سو وہ ریگ
ای پسر مرد خدا کے ہین جو خدا سے پیوستہ او آب سے جدا ہین اور آب شیرین دین کا اُٹنے بلبل رہا رہی
جس سے طالبون کو حیات و نمو حاصل ہو آہ جو سو او غیران مردان حق کے ہین انکو ایسا جان جیسے ریگ خشک
کہ تیرے آب عمر کو ہر وقت گھاڑ باہر تو طالب حکمت کا مرد حکیم سے ہو تو بنیاد علیم ہو جائیگا اور ان سے تو
جیسا تھا ویسا ہی نابینا و جاہل رہیگا اختلاف مشح بحرا العلوم اور متن مطبوعہ دونوں مین بجائے خلق باطل
خلق باطن اور تحصیل و سبب بعطفت اور بجائے آمد آید غلط ہو قولہ لوح حافظ لوح محفوظی شود روح اواز
روح محفوظی شود چون معلوم ہو عقلش زابتدا بعد ازان شد عقل شگردی در او عقل چون جبریل گوید احوال
گر کیے گاہے نرم سوزد مرا تو مرا بگزار زین پس پیش زان جہنم این بودا و سلطان جان ہر کہ ماندا نہ کمالی ہے
شکر و صبر و امید اند کہ گیر دپاے جبر ہر کہ جبر آورد خود رنجور گردہ تا ہر رنجور ریش و گور کردہ گفت پیغمبر
کہ رنجوری بلاغ رنج آرد تا ہمیر چون چرخ المعنی روح بالضم جان و بالفتح بوسے خوش پاگر فتن قیام
کر تا جبر آپکو بے اختیار جانا تلغ ہزل و ظرافت و خوش طبعی او پیر ہو گنا ہے حکمت کا طالب مرد حکیم سے ہو

تو لوح تیرے حافظ کی لوح محفوظ ہو جائے یعنی سارے اسرار لوح محفوظ کے حفظ ہو جائیں اور روح اس کی روح سے
بڑا حصہ پائے ضمیر و راجع بسوے حافظ جو پہلے سے عقل اس کی معلّم تھی اس واسطے کہ جمیع حواس تابع عقل کے ہیں یہ
سبکی افسر و ابی عقل ایک ادنیٰ شاگرد اس کی ہو کے اس میں بھی بغیر شین راجع بحافظ اور مثل جبریل کے کوہ بھی عقل
اول کملا تے ہیں کیلگی کا دی احمد یعنی محمود تراب میرا آگے گز نہیں ہو اگر ایک قدم آگے بڑھاؤں تو تجلیات الہی سے
جلجاؤں پس تو جگہ و سلطان جان یومین چھوڑ دے اور خود آگے جا میرا گزرا آگے نہیں ہو غرض یہ رتبہ اس کو
حاصل ہو گا جو عقل وہ ہم سے بڑھ کے ہو لیکن جو لوگ کابل ہیں اور کابل سے بے صبر و شکر رہے وہ پانوں جبر کا پکڑتے ہیں
اور جبر پر قیام کرتے ہیں کہ ہمارا کچھ اختیار نہیں خدا چاہے تو کچھ ہوا و سختی پر صبر اور اس کی نعمتوں کا شکر کہ سب سامان
آنے درست کر دیا ہو زمین کرتے یہی جان لیا کہ ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا ہم بے اختیار ہیں ناحق کے بیمار نہ رہتی جنگلے
جیسے بیمار نہیں ہوتا بس اسی بیماری سے گورین گھس جاتے ہیں چنانچہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو
کہ جو کوئی بیمار نہ بردستی بیہودگی سے بنیگا وہ بیمار ہی ہو جائیگا تھے کہ رفتہ رفتہ چراغ کی طرح بجھ جائے اختلاف
شرح بحر العلوم میں پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں محفوظی اور ہر کہ ماندا لہذا اس شعر کے پہلے مصرع میں بے صبر و شکر لکھا
بجائے بے شکر و صبر کے یہ نجانا چہ کے ساتھ اس کا قافیہ باختلاف حرکت حرف تا قبل حرف روی کیسے ہو گا قولہ جبر
چہ بود بستن اشکستہ را یا بپیوستن رگ بگستہ را چون درین رہ پائے خود بشکستہ و برکہ میخندی چو پارا
بستہ و دانکہ پایش در رہ کوشش شکستہ و در سید اور ابراق و برشتہ و حامل دین بود و محمول شدہ
قابل فرمان بردار و مقبول شدہ تا کنون فرمان پذیر تھی و شاہ و بعد از ان فرمان رساند ہر سپاہ و تا کنون اختر اثر کر دی و
بعد از ان باشد امیر اختر او کہ ترا اشکال آید در نظر پس تو شک داری و ان شق القمر تازہ کن ایمان نہ گفت
زبان و اے ہوا را تازہ کر وہ در همان و تا ہوا تازہ است ایمان تازہ نیست و چون ہوا جز فضل آن دروازہ نیست
کہ وہ تاویل حرف بکرا و خویش را تاویل کن نے فکر را و المعنی برشتہ او سوار شد شق القمر مجرّد اختر کہ مشہور
معروف ہو گئے ہیں ای جبری تو اصل سنی جبر کے جانتا ہو تیری ٹوٹی اور رگ ٹوٹی جوڑنا اور تو نے اس راہ میں اپنا
پانوں آپ توڑا ہو پھر کسی پر کیوں ہنستا ہو جب خود پابستہ بنا ہو اور کیسا جبری ہو کہ اس شکستہ کو نہیں جوڑتا آخر
احق کہ کا پانوں اس کوشش میں تو نا یعنی صبر و جبر کوشش بکالایا اسکے لیے بلاق آیا اور وہ اسپر سوار ہوا وہ دین
کا حامل تھا ای بجالانے والا محمول ہوا اور قابل اسکے حکم کا تھا مقبول ہوا ایک تو وہ فرمان پذیر شاہ کا تھا اب اس کے
سپاہ کا فرمانبردار ہوا ایک تو ساروں کی تاثیر اس میں اثر کرتی تھی اب وہ سب ستاروں کا امیر بناتیری نظر میں جب تک
اور اشکال سمائے رہینگے تب تک تجھ کو مجرّد شق القمر میں شک رہیگا جب وہ بر طرف ہو جائیگے تب تو اس پر
ایمان لائیگا تو اپنے ایمان کو تازہ کر دل سے دزدان سے اس نربانی ایمان سے کیا نتیجہ در حالیکہ باطن میں تیرے

معرفت کی آنکھ نہایت وسیع ہوا کی نظر میں یہ عالم بھواسے قل متاع الدنیا قلیل کے بہت ہی قلیل و خفیف ہے اور اہل دنیا کی آنکھ تنگ بقول سعدی بنوع گفت چشم تنگ دنیا دار راہ آنکی آنکھ میں نہایت وسیع و وسیع شعر بعد میں توضیح اس مشکل کی ہے کہ صاحب تاویل باطل مثل گس کے ہوا اور اس کا وہم ایسا جیسے بول نزار صورت خاص اب یہ گس اگر انبی راسے میں تاویل کرے اور بدل ڈالے تو ضرور ہے کہ ہوا ہو جائے اور اس کا نصیب یہ صفت اس کو بخشے اب فرماتے ہیں اگرچہ ہم نے اس کو گس کہا ہے مگر جس کو یہ غیرت ہو اور اس غیرت سے وہ آپ کو بدل ڈالے تو وہ گس نہیں ہے روح اس کی اور ہی کچھ ہے جو اس صورت کے لائق نہیں ہے اخلاص شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ نین کشتی دریا خواندہ ام لکھا ہے میں نے اس کو راندہ ام لکھا کہ خواندگی کی کوئی شے معلوم نہیں ہوتی اور شرح میں بجا ہے جبین چمن اور راست گو بجا ہے راست گو اور تاویل باطل کو چاہا بطل گس و نون میں لکھا ہے حالانکہ باطل صفت تاویل کی ہونا چاہیے

رنجیدہ ہونا شیر کا خرگوش کے دیر میں آنے سے

قولہ چو آن خرگوش کو بر شیر زندہ روح او کے بود اندر خود قد شیر میگفت از سر تیزی چشم بزد گشتم عدد و بر بست چشم بکر باے جبر یا تم بست کردہ تیغ چو بین شان تنم راختہ کردہ زین سپس من نشوم آن و در مدہ یا نگ دیوان ست و غولان آنمہ بردان ایدل تو ایشا نرما یست و پوست شان بر کن کہ شان جز پوست نیست و المعنی زندہ اسے حلقہ کر و غول ایک قسم جن سے ہے ہر طرح کی صورت بنا سکتا ہوا اور ایزادینے کے سوا آدمی کو بہکا تا بھٹکا تا بھی ہے چو بین میں حرف مدہ ہے ہذا فک خافت جائز فرماتے ہیں اور چو ہم نے کہا ہے کہ بعض روح لائق صورت کے نہیں ہوتی انکی تصدیق ظاہر کہ خرگوش نے جو شیر پر چڑھ کیا روح اس کی کب لائق اس کے قدر کے بھی جیسا اس کا ارادہ بڑا تھا ویسے ہی اس کی روح بڑی تھی یہاں شیر کہتا تھا بڑی تندی و غصہ سے کہ دشمن نے کان کی راہ سے میری آنکھیں بند کر دیں یعنی مکر فریب کی باتیں سنا کے عاقبت مینی سے باز رکھا انکی تیغ چو بین نے میرے تن کو چور چور کیا ان جبر یوں کے مکر میں بندہ کے بندہ و پا ہو گیا نیز چو ہوا وہ ہوا اب اس کے بعد مکر و جلا نکا ہرگز نہ سنو نکا کہ وہ سب آواز دیو اور غولوں کی ہے جو اپنی آواز سے آدمی کو بہکا بھٹکا دیتے ہیں اور خود غول بس آدمی کے قوت کی بات نہیں ہوا ان سب کو بھٹا و پیر ڈال اور انکا پوست او میر کہ جلد پوست ہی پوست ہیں قولہ پوست پر بود گفتماے رنگ رنگ و چون درہ بر آب کش بود و رنگ و این سخن چون پوست سے منظر آن و این سخن چون نقش سے بچ جان و پوست باشد مغر بردا عیب پوش و سوزنیکو از غیرت غیب پوش و چون قلم از باد بد و فر دآب و ہر چو بوسی فنا کردہ شباب و نقش آب ست از فنا خواہی باقیان و یاد گردی دستا بہ خود گزان و المعنی دست گردید انفس و حیرت کہا ما فرماتے ہیں کچھ جانتا ہو کہ پوست کیا ہے بائیں رنگین پر کھلتے ہیں کہ چرب و نرم نہ ہائی سے لوگوں کو بھٹاتی ہیں یا غلط زبان سے

ذکر حق کرتی ہیں سو یہ ایسا ہی جیسے پانی پڑ رہا ہو جسکو درنگ نہیں ہوا سے موج پیدا ہوئی ہو گئی ورنہ کچھ نہیں اصل
یہ ہر کہ سن مثل پوست کے ہر معنی اسکا منہ اور سخن ایک صورت ہو معنی اس میں ہر جان پس جو سخن چلے مغز و بجان ہو
محض بے اصل ہو بان یہ ضرور ہر کہ جس پوست میں مغز بدرجہ اپنے اصل اسکی بدرجہ یہ پوست جو ہاتھیں رنگ رنگ
پیر تکلت میں اسکی بدرجہ چھپائے ہوئے ہر لوگ اسکی باتوں پر لفظ کر کے اچھا جانتے ہیں اور جس پوست میں
منہ نیک ہو اور صاحب معنی اسکا بسبب غیرت کے غیب پوش ہر یعنی غیب بسبب غیرت کے چھپائے ہوئے ہر
کہ کسی پر ظاہر ہو گو یا اہل قال کو انکا حال چھپا ہے ہر سے ہر اہل حال کو خدا تعالیٰ کی غیرت لیکن ہر یہ کہ جب قلم
باز کا ہوا اور دفتر بان کا اسپر ہو گامیہ گامی فضا ہو جائیگا مطلب یہ ہر کہ اگر باد ہوائی بائیں اپنی آبرو کے واسطے
بے ایٹھ ہو و بزرگزاں ہمارے ہونگے ایٹھ کہ وہ سب نقش بانی پر بنائے ہیں پھر نقش بر آب سے جو فادھوٹوٹے
جائزہ گزبان کیا پائیگا آخر تاہم یہی کاشا اور افسوس کرتا تو نیرنگا گو دنیا میں چل بھی جائے اختلاف شرح ہر معلوم میں
بجائے غیب پوش کے غیب پوش کو بھی درست رکھا ہر بھلا فانیہ کیسے ہو گا اور بجائے نقش آبست کے نقل غلط
فلکھار قو لہ باد و مردم ہوا و آرزو ست ہر چون ہوا بگذاشتی پیغام ہو ست ہر خوش بود میا مہاے کردگار کو ز سر
آپا سے باشد پاندار ہر خطبہ شاہان برگردان کیا ہر جز کیا خطبہاے انبیا ہر نہ انکہ پوش بادشاہان از ہوا ست
باز نامہ انبیا باکبر یا ست ہر از در مہا نام شاہان برگزیدہ نام احمد تا قیامت میز تندہ نام احمد نام جلا انبیا ست
چونکہ صد آمد و ہم پیش ماست ہر امین سخن پایاں ندارد اور سپر ہر قصہ خبر گوش گو و شیر نرہ المعنی ہوا اسم ذات
خدا تعالیٰ جسکے معنی ہیں وہی ہر کیا یکسر پہلوان و خداوند و پاکیزہ پوش بالفتح کرد و خود نمائی باز نامہ بڑا ہے مجھ
اسباب و تخیل و منیت و ہر اسے حملہ خیز فرماتے ہیں تو نے جانا باد مردم میں کیا ہر ہوا و از در ہر جب یہ جاتی رہی تو پیغام
ہو کا ہر یعنی وہی وہ ہر اور اسی کے پیغام خوش تیرے ساتھ اب خیال تو کر پیغام کردگار کے کیسے خوش ہوتے ہیں
انبیاؤں کے سوا اور کسی پاس بھی آئے اور معجزا سے پاک ہر ہمیشہ اور پاندار بیزوال و بے انتقال اور ہی کیا
وہ لوگ جنکو پیغام ہو سے آتے ہیں خطبہ بادشاہوں کا ہوتے ہیں عہد کے بادشاہ لوگ اپنے خطبوں میں آپ کو
پر مواتے ہیں سواے پاکیزہ خطبوں انبیا کے کہ انبیا تو خطبوں میں پڑھے ہی جاتے ہیں انکا ذکر بھی کرتے ہیں
مثل انبیا کے اسواسطے کہ وہ فر بادشاہوں کا ہوا سے ہر اور انبیا کا اسباب و تخیل ہو یعنی جناب کبریا سے کہ بایزہ
اور مستدام ہر پادشاہوں کے نام تو مردم اور سکے لگائے جاتے ہیں ایسے کہ آج کوئی ہر کل کوئی اور نام دشکہ
احمد کا قیامت تک لگاتے رہینگے کہ ایسا نہ کوئی ہوا نہ کوئی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر نام احمد کا نام جملہ
انبیا کا ہر ایچھو ہر جمع صفات انبیا یعنی وہ صفیں جو فر و فرادہا میں تھیں مثلاً خلافت اوم اور شکر نوح اور
صبر ایوب و غیر ذلک سب انکی ذات و احد میں جمع تھیں جیسے صدر کہ اس میں نو ہر بھی موجود ہر گویا ذلت آنحضرت

کی صدی جیسے بعد کوئی عدد نہیں اور انبیاء و کواحد نام میں مثل عقود کے ہیں اور عقود نو دسے بڑھ کے نہیں پس ایک تو ذات واحد احد کی ہوا اور صد آپ کی در بیان میں جو عقود مثلت کے ہیں وہی انبیاء میں کو تھا تو قما گز سے ہیں سب اس صد میں جمع ہیں شعوبہ میں پھر گریز ہوا کہ اس پس اس سخن کی انتہا نہیں ہوا بسکو جانے سے شیر خرگوش کا قصہ کہ اختلاف شیعہ بجا علوم اور متن مطبوعہ دونوں میں جز کیا در خطبہا سے انم مطبوعہ لکھا ہوا جو عطف کے معنی کا کچھ پتا نہیں لگا لہذا میں نے کیا کو صفت مقدم خطبہا کی ٹھہرایا ہوا لیے ہی شرح میں بجائے پوش کے پوش اور حضرت شاریح نے باتیں تو بہت سی لکھی ہیں لیکن صد اور نو دس کی کچھ شرح نہیں لکھی ہوا ضروری تھی

بیان مکر خرگوش اور اسکے دیر کر کے جانے میں

قولہ در شدن خرگوش بس تاخیر کردہ مکر را با غولستن تقریر کردہ در رہ آمد بعد تاخیر در ازجہ تا بلگوش شیر گوید کیا ہوا زانچہ عالمہا ست در سوداے عقل و تاجہ با پہنا ست این دریاے عقل و بحر بے پایاں بود عقل بشرہ بحر اغواص باید ای پسہ صورت ما اندرین بحر عذاب و مید و چون کا سہا ہر روے آب و تافشد پر بر سر دریا جو طشت و چونکہ پر شد طشت دروے غرق گشت و عقل نہان ست و ظاہر عالمے و صورت ما موج یا دروے گئے و ہرچہ صورت بے ویست سازدوش و زان ویست بحر و رازدوش و تانہ بنید دل و ہندہ راز را و تانہ بنید نیز دور انداز را و المعنی اغواص عوط زن عذاب بفتح عذوبت و گواراے و سزاے عقل بدویست وسیلہ فرماتے ہیں کہ خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی اور ایک کرا اپنے دل میں قرار دیا پھر بعد تاخیر دراز کے چلے یا تادھا یک بھید شیر کو کان میں کے تو جانے کیسے کیسے عالم یعنی حال و کیفیتیں سودا می عقل میں ہیں اور کیسا چوٹے پاٹ والا دریا عقل کا ہی جس سے اسے اسکو چاہ میں ڈبو یا ای پس عقل بشر کی ایک بحر بے پایاں جو گلاس بحر کا غواص ہو تو گو بہر مقصود حاصل کرے حال یہ کہ صورتیں ہماری اس بحر خوشگوار ہیں ایسی ترقی ہیں جیسے پیالے روے آب پر جب تک صورت معنی سے نہیں بھرتی تب تک ایسی ہی جیسے طشت بر سر دریا در جب طشت کی طرح بھر گئی تو اسی میں غرق ہو گئی اور معنی ہی معنی ہو گئی عقل پوشیدہ ہوا اور عالم ظاہر ہوا در صورت ہماری اسی کے دریا سے موج ہو یا نم ہو جیسی جسکی حیثیت ہو کم و بیشی میں اب یہ صورت اگر ہو وسیلہ عقل کے اپنی طرف سے کوئی بات پیدا کر کے اسکو وسیلہ اپنا ٹھہرائے جیسے بد مذہبوں نے اپنے اپنے طریقے نکالے ہیں تو اس بد وسیلہ کے سبب سے بحر عقل کا اسکو اپنے بیچ میں سے دور نکال کے پھینک دیتا ہو جیسے اور دریا پانی کے اکثر اشیا باہر نکال کے ڈال دیتے ہیں اور اسکا کاسہ صورت آب عقل سے خالی رہتا ہو تا یہ دل و ہندہ یعنی زلیفہ اس بات کا جو بے وسیلہ عقل کے نکالی ہو راز عقل کے نہ دیکھنے پائے اور دور اندازہ نہ کہ جو بحر عقل ہی نیزہ دیکھنے پائے مطلب یہ کہ عقل سے محض بے بہرہ رہے اختلاف شیعہ بجا علوم و متن مطبوعہ دونوں میں بجائے نیز کے شیر لکھا ہوا کچھ معنی دیتا ہو نہ کوئی رعایت

معلوم ہوتی ہو قولہ اسپ خود پایا و دوانہ در ستیزہ میدواند اسپ خود را نیز تیرہ اسپ خود را یا وہ داند آن جواد و اسپ
 اور خود کشان کردہ چو بادہ و رفغان و جستجو آن خیر و سرخ ہر طرف پرسان و جویان در برہ کا مکہ و زید اسپ مارا
 گو کہ کیست ہا ایکہ نیز ران تست ایجا و جہیت ہا آسے این اسپ ست لیک آن اسپ کردہ بانودا و شہسوار
 جوہ و صفہا را مستح گوید برانہ تاشنا سدر و اسپ خویش بازہ المعنی یا وہ گوہ و نا پدید و بیودہ جواد بقیع و تخفیف و او
 بسا جود و نام خدا یتاعاے و اسپ تیز رفتار باد تیز و تند خیرہ سر بیودہ گرد و پریشان و کیش متیز جنگ خصوصت و خشم و
 ناسا نگاری تیتے جیب بحر عقل کا آپ مین سے کسی کو نکال کے پھینک دیتا ہو تو اس شخص کی وہ مثل ہوتی ہو کہ کوئی
 شخص اپنے گھوڑے پر او سوار ہو اور اسکو تیز رفتار ہو اور جانتا ہو کہ میرا گھوڑا کم گیا اور نا پدید ہو گیا اور اس سبب ہر کسی
 جنگ خصوصت مین پڑا ہو پھر کہتے ہین کہ یہ تو اسپ کو یا وہ جانتا ہو اور حال یہ کہ اسپا کو مثل ہوا کے کھینچے لیجئے
 اور تیز رفتار ہو تیز و رفغان اور جستجو مین اسکی پریشان اور سرگردان ہو رہا ہو اور ہر طرف پوچھتا اور درہ و تھوڑا
 پھرتا ہو اور کہتا ہو کہ جسے میرا گھوڑا پھرایا بتاؤ وہ کہاں ہو اور کون ہو اور جسکو سوار دیکھتا ہو اس سے پوچھتا ہو کہ ایجا و
 یہ جو تیری ران کے نیچے ہو یہ کیا ہو کیا گھوڑا ہو اور کچہ وہ کتا ہو کہ ہاں ہو تو گھوڑا ہی لیکن وہ گھوڑا نہیں ہو اسی شہسوار
 اسپ جسکو تو ڈھونڈتا ہو اور وہ اس سننے والے کے سامنے و صف گھوڑے کے آہستہ آہستہ کہتا ہو تو شخص
 اپنے گھوڑے کو بچان لے غرض وہ بحر عقل کا نکلا ہوا ایسا مہبوت و دیوانہ ہو جاتا ہو کہ کوئی بات اسکی ٹھیک ٹھکانہ
 کی نہیں ہوتی ایسا مرد و العقل ہوتا ہو اختلاف شرح بحر العلوم مین خیر و کی (۱) نہیں لکھی ہو اور بجائے زید اسپ کے
 زید دست غلط لکھا ہو قولہ مرد و خود میرزا اور وراچہ تاج پینی سرخ و سبز و زرد و اچہ جان زہیہ الی و زید کی ست کہ
 چون شکم پراب و لب خشکی جو خم ہا کے بہینی سرخ و سبز و زرد و اچہ تاج پینی پیش از ان ہر سہ ضیاء لیک چون رنگ
 گم شد ہوش تو ہ شد زور آن رنگار و پوشش تو ہ چونکہ شب آن رنگا مستور بود و پس ہیری وید رنگ زور بود ہست
 وید رنگ بے وید ہرون ہا بچین رنگ خیال از رون ہا این ہرون از آفتاب و از سہاست ہا وان ہرون از
 عکس انوار است ہا نور چشم الوار دست ہا نور چشم از نور دہما حاصل است ہا نور نور دل نور خدا است ہا نور نور عقل
 و حس پاک و جدا است ہا المعنی سہا با لغم ایک ستارہ باریک ہو متصل دوسرے ستارہ نہات انش کے
 منبہ مین ستارون کے علا لغم و فتح تیز رنگی و بلند فرماتے ہین اے طالب تو اپنے باطن مین درد عشق کا ٹھہرا
 تب تجکو مزہ و سبز و زرد کی کیفیت معلوم ہوئے تا کیفیت ہمار و خزان عالم کی تجکو معلوم ہو غور تو کر جان تیری کیسی
 ظاہر تیرہ یک ہو اور گم ہو سوجھتی نہیں جیسے خم کہ پیٹ تو پانی سے بھرا ہو اور لب خشک ہین پیٹ خم کا پانی سے بھرا
 ہوتا ظاہر اور لب خشک ہیر نیو جب کہ پانی اسکا کام سے نہیں اٹھلا جاتا جو لب تر ہون اور ہر گاہ ایسی طہا ہر تیرہ یک
 چیز کو نہیں دیکھ سکتا تو تیرہ سبز و زرد و کوکب دیکھ سکتا ہو جنگ کہ ان تینوں کے یکے سے قبل ضیاء و روشنی

نہ دیکھ لے اور نہ پائے لیکن وہ نور و ضیاء کجک حاصل کیسے ہو تیرے نور رنگ ہی میں پوش بخت ہو گئے اور گم گئے پس
یہی رنگ اس نور کے رو پوش ہوئے یعنی جب تو ظاہر کا گرفتار ہو گیا تو نور جو معنی ہے اور رنگ ظاہر کی اس سے رونق وہ کیسے
انجکو سو جیسے شعر مابعد بطور نظیر کے ہر نئے دیکھ تو جب رات تھی تو سب رنگ تجھ سے چھپے ہوئے تھے پھر جو تو نے دیکھا
تو یہ دید تیرے نور سے ہوئی جو دن ہو پس معلوم ہوا کہ جب دید رنگ ظاہر کی ہے دید ظاہر کے نہیں ہے تو ایسے ہی رنگ
خیال انور و فی کما ہو کہ اسکی دید بھی ہے دید ورون کے نہیں اور یہ دید ظاہر کی تو آفتاب و ستاروں سے ہے جسکو سما کہا ہے
موافق ذکر خاص و ارادہ عام کے اور باطن کے انوار بلند و بزرگی سے کہ وہ انوار ذات خدا تعالیٰ کے ہیں
جل جلالہ دیکھو یہ نور جو نور چشم کا ہے خود نور دل کا ہے کہ دل کے نور سے یہ نور حاصل ہوتا ہے اور نور دل کا نور خدا کا ہے جو نور جس و
عقل سے پاک و جدا ہے جس و عقل کو اس میں کچھ دخل نہیں بخلاف نور ظاہر کے انجکلاف ایک کتاب تفسیری میں جو ہے
معصومین شک پر آب لکھا ہے اور شرح بحر العلوم میں بجائے شک کے شود کہ غلط معلوم ہوتا ہے اور بجائے دید رنگ از نور کے نور
قولہ شب بند نور سے مراد ہے رنگا پس بضدان نور پیدا شد ترا جب شب ندرتے رنگ کا ان سے نور بود و رنگ پر
بود مہرہ کور و کبود کہ نظر نور بد اگر برنگ و ضد بضد پیدا بود چون روم و رنگ و دیدن نور ست انگر دید رنگ و دیدن
بضد نور دانی بید رنگ و پس بضد نور دانستی تو نور و ضد بضد را بنیاد در ضد و رنج و غم راسخ فی ان افرید و تاہرین
ضد خوشدلی آید پرید پس نہایت بضد پیدا شود و چونکہ حق را نیست ضد نہایت بود و نور حق را نیست ضد و وجود
تا بضد اور آوان پیدا نمود و لاجرم البصار ملا تر کہ و ہویدر کہ بین تو از موس و د کہ و المعنی مہرہ مہندی نہ نکا کبود
نیلا گون کہ باطن مخف کوہ ادراک بالک معلوم کرنا اشیا و غیر محسوس کا مولانا را پھر فرماتے ہیں رات
میں نور محتجب تو نے رنگ نہ دیکھ لے جب اسکی ضد ظاہر ہوئی یعنی دن تو اس ضد سے وہ نور تجھ پر ظاہر ہوا رات
میں جو تو نے رنگ نہیں دیکھا ہے سب تھا کہ وہ ہے نور تجھ اس واسطے کہ رنگ خالی کیا ہے ایک مہرہ کور کبود ہے بے نور
سو کس کام کا اور جبکہ شب میں نور نہ تھا تو تیری نظر نور پر بھی پھر رنگ پر کہ نور ہو تو رنگ نظر آئے اس واسطے کہ ضد
ضد ظاہر ہوتی ہے جسے روم و رنگ کہ باہم متضاد ہیں اسی سبب سے اول دیکھنا نور کا ہے پھر دیکھنا رنگ کا اور
پس رنگ کو نور کی ضد سے بے تامل جان لیتا ہے پس ظاہر ہوا کہ ضد نور سے تو نور کو جانتا ہے اور ضد کو خدا اپنے
صمد و مہرہ میں ظاہر کرتی ہے جسے کہ کہا ہے کلشہ یوف باضداد و مثلاً رنج و غم کو خدا تعالیٰ نے اس واسطے پیدا کیا
ہے کہ اسکی ضد خوشدلی ہے وہ ظاہر ہوئے اور جانی جائے یہ سب اشیا بطور تمہید و تمہیل کے تھے اب نتیجہ اس کا
ہے کہ پوشیدہ چیزیں تو ظاہر ہو جاتی ہیں مگر ذات خدا تعالیٰ کی کہ اسکی ضد نہیں اس سبب سے یہ پوشیدہ
کیسی کہ عقل اسکی ظاہر نہیں کر سکتی اور کیسے ظاہر کر سکے کہ اس کے نور کے عالم وجود میں کوئی ضد ہی نہیں ہے
لاجرم ہوا کہ اسکی سبب اسکی ضد جو خود ملا تر کہ البصار میں پائستہ اسکو بینا بنایا ہے

اور نہ خود ہی فرمایا وہو یدرک الالبصار اور وہ لے لیتا ہر البصار کو یعنی البصائر میں مقابل اُسکے نور کے ایسی قوت ہی
نعمین رہتی کہ اُس نور کے سامنے قائم رہے اور ٹھہرے جو دیکھ سکے جیسا کہ حال حضرت موسیٰ اور کوہ طور کا ہوا قوت
صدور تجلی تقدس نور پاک کے کہ انکی البصار تاب نہ لائی آخر بیوش ہو کر گر پڑے جیسا کہ فرمایا وخر موسیٰ صعقل یعنی
موسیٰ بیوش ہو کر گر پڑا نہ کوہ طور تجلی ہوا اور مستقر ہا جس سے اشارہ ہر جملہ دکا یعنی کیا اُسکو تجلی نے پاش پاش
پھر چشم حسی کسی کی کیسے اُسکو پاسکے البتہ چشم دل کو اسنے یہ قوت بخش دی بس یہ سب شعرا اسی دعویٰ کی دلیل
ہیں جو اوپر شعرا نیز میں فرمایا ہر کہ نور خدا کا حس و عقل سے پاک ہر ان میں اُسکی گنجائش نہیں اختلاف شیعہ بجا علوم
میں پہلے ہی شعر میں نور باضافت بدون یا لکھا ہر اس اضافت کا کمان ٹھکانا ہوا اور اخیر شعر میں البصار نا لکھا ہوا اور
ایک علمی کتاب میں البصار ہا ہر گو معنی دونوں کے واحد ہیں لیکن البصار نا سے شبہ ہوتا ہوا کہ یہ کبھی جزائیت کا ہوا
جو لا تذکر اشارۃ فرمائی ہوا ہو لیس یہذا پس البصار ما موافق ترکیب فارسی کے صحیح معلوم ہوتا ہوا قولہ صورت از
معنی چو شیراز ہمیشہ دان + یا چو آواز سخن ز اندیشہ دان + این سخن را ز آواز اندیشہ خاست + تو ندانی بجز اندیشہ
کجاست + لیک پہن موج سخن دیدی لطیف + بجز آن دانی کہ ہم با شہ نیرین + چون ز دانش موج اندیشہ بجا
از سخن و آواز و صورت بساخت + از سخن صورت بزد و باز مرد + موج خود را باز اندر بحر برد + صورت از بے
صورتی آمد بردن + باز شد کا نا لید را چون + بس ترا ہر لحظہ مرگ + در جنت ست + مصطفیٰ فرمود دنیا ساقی
فکر یا تیرے ست از ہر دور ہوا + در ہوا کے پایا آید تا خدا + ہر نفس نوشود دنیا و ما + ہر بجز از نوشدن ندر بقا + ہر بجز
جو سے نو نویر سر + مستری بنیاد در جسد + آن نیز می متمر شکل آمدست + چون شد کش نیز جنبانی بدست + شیان
آتش را بجنبانی بساز + در نظر آتش نماید بس دراز + این درازی آمد از تیزی صنع + بنیاد سرعت انگیزی صفت +
طالبان میں سر اگر علامہ ایست + نمک حسام الدین کہ سامی نامہ ایست + وصف او از شرح مستغنی بود + روحانیت
کن کہ بیگہ میشود + المعنی تیر ہوائی وہ تیر جو آسمان کی طرف چھوڑیں مستمر استوار و روان دیوست و دائم نمک
تحفہ انیک فرماتے ہیں صورت اور معنی دونوں ایسے ہیں جیسے شیر اور بیشہ کہ شیر ہمیشہ سے ہی یا ایسا جان جیسے
آواز و سخن کہ اندیشہ سے پیدا ہوتا ہوا یعنی جو اندیشہ دل میں گذرنا ہوا اسی کی صورت یہ سخن ہے کہ آواز سے صورت پڑتا ہوا
بس اس سخن کو جو آواز و اندیشہ سے پیدا ہوا اُسکو تو نے جان لیا اور یہ بخانا کہ دریا اس اندیشہ کا کمان
ہر جس سے یہ پیدا ہوا لیکن یہ تو دیکھتا ہوا کہ موج سخن کی کسی لطیف ہر بس اس کے ہر کو بھی جان لے کہ نہایت ہی
شریف ہوگا اب اُسکا بیان فرماتے ہیں کہ پھر جب اُسکی ذات سے موج اندیشہ کی دوزی یعنی لکھی تو سخن اور
آواز سے اسے صورت بنائی موج اندیشہ مراد کلام نفسی سے ہے جو اس سخن اور آواز سے کلام لفظی میں آیا پھر اس
سخن سے ایک صورت پیدا ہوئی اور مرگئی اور وہ موج جو انھی تھی پھر اسی بحر میں چلی گئی پھر ایک صورت

وٹونک کے کہا کہ خبردار ہوا تو ماضی میں وہ ہوں کہ میں نے گاہے بیل بھاڑے ہیں اور شیر مڑوں کے کان اٹھتے ہیں تجھسا نیم خرگوش ناچیز کہ پورا بھی نہیں ہو کیا شہر جو میرے امر کو خاک میں ملائے اور کچھ چیز نہ سمجھے شعرا بعد متقول مولانا رد کا ہر کہ تو بھی اس شیر کی غرض کو دیکھ اور عبرت پکڑ کیسا اپنے امر میں سستی و دیر ہونے سے بگڑا اور خشکی میں تو اپنے مالک کی نافرمانی میں ختم و عتاب سے کیسے پہنچ رہیگا پس غفلت چھوڑا ورنہ اب خرگوش فراموش کرا دے خرگوش شیر کو دیکھ اختلاف میں خبر معلوم میں بجائے گا کان را زہم ازہم اور نیم خرگوشی بدون یا با حراف غلط لکھا ہے

عذر کرنا شیر سے خرگوش کا بسبب تاخیر کے اور نہ شام کرنا

مقولہ گفت خرگوش الامان عذریم بہت + گردہ غنوغداوندی بہت + باز گویم چونتو دستوری وہی + تو خداوندی و شاہ و من رہی + گفت چہ عذر قصور سے اہلمان + این زمان آید در پیش شہان + مرغ بیوقتے سرت باید برید عذر احمق را نہی باید شنید + عذرا حق بدتر از جرمش بود + عذر نادان زہر دانا کش شود + عذرت اسے خرگوش از دانش تہی + من خرگوشم کہ در گوشم نمی + گفت ایشہ تاکسے را کس شمار + عذر استم دیدگان را گوش دار + خاص از بہر زکوۃ جاہ خود + گم رہی را تو مران از راہ خود + بحر کو آبے بہر جو میدہر + ہر خے را بر سر دروے نہسد + کرم نخو ابد گشت در یازین کرم + از کرم دیا نگرد و بیش و کم المعنی دست دادن و شگری کرنا استم بکسرم خرگوش گئے کہا میں امان چاہتا ہوں جھکو ایک عذر ہے اگر غفوتیری خداوندی کی میری مددگار ہو تو کہ لون تو ہمارا خداوند و شاہ ہے اور میں جہدہ و غلام اگر اجازت پاؤں تو ظاہر کروں شیر نے کہ کہ قصور احمقوں کے کہ جسکے بیان میں شعرا یندہ ہیں اب ہم سے بادشاہ ہوں کے سامنے آؤ کہ کیا عذر ہیں تو مرغ بے وقت کا ہے تیرا سر کاٹنا چاہیے اور عذرا حق کا نہ سننا چاہیے اس صبح سے بیان قصور اہلمان کا ہے عذرا حق کا بدتر اس کے جرم سے ہوتا ہے اور عذر نادان کا ایک زہر دانا کش ہے اسے خرگوش تیرے عذر از دانش تہی ہیں میں خرگوش نہیں ہوں جو اپنے کان میں اس کو جگہ دون اور مان لون گماں با و شاہ میں ایک ناچیز و ناکس ہوں تو جھکو اس وقت کس جان لے اور بادشاہ عذر تم دیدون کا سنتے ہیں تو میرا عذر سن لے کہ میں بھی استدیرہ ہوں اور علی الخصوص اپنے جاہ و صلال کی زکوۃ ہی سمجھ کے میرا عذر سن لے تو جانو بھنے جاہ کی زکوۃ دیدی اور میں بہکا بھٹکا ہوا ہوں تو اپنی راہ سے جھکومت نکالے دیکھ تو دریائے کیسا فیض جاری ہے اور کیسا نہروں کو پانی دیتا ہے اور حس و خاشاک کو بھی اپنے سرو روپر رکھ لیتا ہے اگر عذر میرا سن لیگا تو دریائے کرم کم نہو جائیگا اس واسطے دریا کرم سے بیش و کم نہیں ہوتا یعنی کرم نہ کرنے سے بڑھ نہیں جاتا اور کرم سے گھٹ نہیں جاتا قولہ گفت دارم من کرم بر جاے او + جاہ ہر کس برم بالاے او + گفت بیشو گر نہا شد جاے لطف + سر نہا دم پیش از دہاے عفت + من بوقت چاشت از راہ آدم + بار فیق خود سوے شاہ آدم + با من از بہر تو خرگوشے دگر + جفت و ہر کردہ بود دگر

آن نفر شیر اندر راہ قصد بندہ کرد + قصد ہر دو بندہ آئندہ کرد + گفتش بانبندہ شاہنشینم + خواجہ تاشان یکے اندر گہم +
گفت شاہنشاہ کہ با شہر شرم دار + پیش من تو یاد ہر ناکس میار + ہم ترا دم شہت را بر درم + گر تو بایارت بگروی از
درم + المعنی لطف بالضم نرمی و نازکی عفت بالضم درشتی و تندگی نفر + ہمتین گروہ مردم از ستہ تادہ فارسی ڈالے
ایک شخص پر اطلاق کرتے ہیں + بمعنی چاکر نیز شیر نے کہا میں جتنا جکار تبہ دیکھتا ہوں اتنا ہی کرم کرتا ہوں اور
جتنا جسکا قدر ہوا اسی کے موافق جامہ قطع کرتا ہوں خرگوش نے اس امیری بات سن کے اگر لطف کی جگہ نہو
تو تیری سختی و درشتی کے اردہا کے سامنے میں سر رکھتا ہوں یعنی تیری سختی و درشتی سخت و درشت پر راضی ہوں چاہے
جیسی سختی کرنا حال یہ ہو کہ میں چاشت کے وقت کام اپنے رفیق کے شاہ کی طرف آیا ہوں اور رفیق یہ کہ ایک خرگوش
اور تیرے واسطے نیچے نے میرا جفت و ہمراہ کر دیا تھا ایک شیر نے رادین میرا اور دوسرے کا کہ ہم دونوں چلے آتے
تھے قصد کیا میں نے کہا کہ ہم دونوں ایک شاہنشاہ کے بندے ہیں اور ایک درگاہ کے خواجہ تاشان اس شیر نے
کہا کون شاہنشاہ ہو ذرا مجھے شرم کے بات کہا اور میرے سامنے ہر ناکس کو یاد مت کر میں تجکو بھی پھاڑ دنگا اور تیرے
شاہ کو بھی پھاڑ دنگا اگر تو اپنے یار سمیت میرے دروازے سے پھر کے گیا **الخلافت** شرح بحر العلوم میں کی اندر گہم کی جگہ
کہ آن در گہم غلط ہو قولہ گفتش بگذار تا بارو گرد + روے شہینیم برم از تو نہر + گفت ہمراہ اگر کن پیش من + و نہ قربانی تو
اندر کش من + لا بہر گردش بے سودے نکر + یار من بستم مرا بگذاشت فرد + ماندہ آن ہرہ گرد و پیش او + خون دان
شد از دل بخویش او + یارم از رفتی سے چندان بزر من + ہم بلطف و ہم بخوبی ہم تن + بعد ازین زمان شیر این زبستہ
شد + حال مایں بود کت دانستہ شد + از وظیفہ بعد ازین امید بر حق ہیگویم ترا حق مر + گر وظیفہ باید تہ پاک
کن + ہین بیا و دفع آن بیاک کن + المعنی خرگوش کہتا ہوں کہ میں نے اس سے بہت کہا کہ ہکو چھوڑ دے تو ہم اپنے
شاہ کو دیکھ لیں اور تیری خبر اسکے پاس پہونچا دیں تمنا اور کہا اپنے ساتھی کو میرے پاس گروی کر دے نہیں
تو تو میرے دین میں میری قربانی ہو ہر چند میں نے خوشامد کی کچھ فائدہ نہوا میرے یار کو لے لیا ہکو تہما چھوڑ دیا اور وہ
جو میرا بار تھا حق سے سہ گونہ موٹا اور لطیف اور خوبی اور تن نوش والا تھا اب تو یہ جان لے کہ یہ راہ بندہ ہو گئی اور حال
ہمارا تو یہ تھا جو تجکو معلوم ہو گیا اب آئندہ وظیفہ سے امید قطع کر میں حق بات تجھ سے کہ دیتا ہوں گو حق تلخ ہوتا ہی
چنانچہ حدیث شریف ہوا حق مر یعنی حق کر دوی چیز ہو مان اگر تجکو وظیفہ کی خواہش ہو تو راہ کو اس راہ مار سے
صاف کر نہر دار ہو آ اور اس بیاک کو مال تا وظیفہ میں خلل نہ پڑے **الخلافت** شرح بحر العلوم میں رفتی کو رفتی
اور دانستہ شد کو دانستہ قد غلط لکھا ہو گو غلطی کاتب کی ہو لیکن معج کیا ہو

جواب شیر کا خرگوش کو اور چل دینا شیر کا

قولہ گفت بسم اللہ یا او کجاست + پیش رو شوگر ہیگوئی تو راست + تا سداے او دو صد چون او دہم +

در دروغست این سزاے تو دہم اندر آہ چون قلاؤزے پیش تا برد اور ابوسے دام خویشیں سوی چاہشیں
 کونشانہ کردہ بود چاہ منہ را دام جانہ کردہ بود میشدہ آن ہر دو تا نزدیک چاہ ہایت خرگوشی چو آب زیر کاہ
 آب کا ہی را ز با مون میبرد آب کو ہی را عجب چون میبرد دام مکر او کند شیر بود طرفہ خرگوشی کہ شیر سے را
 بود موسیٰ و فرعون را تا رود نیل میکشد بالشر و جے نقیل پشتہ و غرور را با نی پرہ بیشکا فدیہ مجا با مغز سرہ
 المعنی پیش رو پیشوا قلاؤزی بفتح ہ ہر ہی تیغ بفتح عینی یعنی بدستہ استماع بیان خرگوش کے شیر نے کہا ہم افسر
 آہم سے ساتھ اور جگہ بتا وہ کہان ہو تیرے آگے آگے چل اگر تو سچا ہو تو دیکھ اسکو اور اس جیسے دو سو کو کیسی سزا
 دیتا ہوں اور اگر جھوٹا ہو تو یہ سزا تجکو دو گنا لیں خرگوش رہبر کی طرح آگے ہوتا اسکو اپنے جال کی طرف لیجاے
 یعنی وہ کنواں جسکو تاک رکھا تھا اور اس چاہ عمیق کو اس کے جال بنایا تھا غرض وہ دونوں قریب چاہ کے
 چلے جاتے تھے دوسرا مصرع مقولہ مولانا تاج کا ہے کہ عجب خرگوش چو آب زیر کاہ تھا یعنی دھوکہ آب جنگل سے کاہ کو
 بہا لیجا تا یہ عجب آب ہو کیسا پہاڑ کو بہاے لیے جاتا ہے جال اس کے مکر کا کند شیر کا بنایا کیسا طرفہ خرگوش ہے کہ شیر کو
 لیگیا ورنہ عادت تو یہ تھی کہ خرگوش کو شیر لیجا تا تھا کس خوبی سے اس مضمون کو ادا فرمایا ہو گیا وہ کیفیت ہے جیسے موسیٰ
 فرعون سے غالب مغرور کو جو دعویٰ خدائی کا کرتا تھا حاج لشکر اور جماعت گران کے رود نیل کو کھینچ لیگئے اور ڈوبو یا تیر
 نیم پرا و غرور کہ یہ بھی مدعی خدائی کا تھا سر مغرور کا پھاڑ رہا ہر تا اسکا مغز سر کھا جائے یہ سب شعرا مقولات مولانا تاج
 سے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں موسیٰ و فرعون اور پشتہ و غرور دونوں میں داد و عطف کا نہیں ہی تن قلمی میں تھا
 شرح مذکور میں لکھا ہے کہ موسیٰ و فرعون اس شعر میں انتقال طرف و غلط دین کے ہے حضرت موسیٰ کی پیش میں خرگوش
 کے ساتھ تا سور ادب نہوے انتہی میری دانست میں تو کچھ سور ادب نہیں ہوا سوا سٹے کہ تشبیہ کی تعریف یہی تو
 ہوا شترک امر لاہ نے منقہ نہیں یہاں تشبیہ صرف حضرت موسیٰ کی اور اس کے کھینچ لیجانے میں ہے نہ جملہ باتوں میں
 یعنی صورت و جسم وغیرہ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مثلاً شمس الفجی بدر الدجی یا جیسے سعدی نے
 دیوار است کا پشیمان کہا ہے سب میں سور ادب ہے کہ ایسی ذات پاک کو حادثات سے ٹھہرایا اور اس سے آگے جرم کے
 آیہ اللہ نور السموات والارض کو دیکھو کیسی تشبیہیں کن کن چیزوں سے موجود ہیں قولہ عالی آن کو قول دشمن را شنود
 میں جبرائے آنکہ شد یا رحدوہ حال فرعون کی ہا مان را شنودہ حال مغرور کی کہ شیطان را شنودہ دشمن ارچہ دوستانہ
 گوید تا دام دان گرچہ ز داغ گوید مگر ترا قندے و ہر آن ز ہر دان مگر قبول طغی کنڈان تہر دان نہ چون قضا آید نہ بینی
 غیر پوست و دشمنان را باز شتاسی رودست چون چنین شد اقبال آغاز کن نالہ و سچ روزہ نماز کن نہ نالہ
 میکن کاے تو علام الغیوب نہیر رنگ مکرید مارا مکراب یا کہیم العفو تا العیوب انتقام از ماکش امر و نوب ہا پچہ در
 کونست را شیا دا پچہ ہست و انا جانز ابہر حالت کہ ہست مگر سے گردیم ای شیر آفرین شیرزا نگار ہر مازین کہین

آب خوش را صورت آتش برده اندر آتش صورت آبی منہ از شراب قہر چون تہی دہی ہنستہ را صورت ہستی دہی ہو
چہست مستی بند چشم از دید چشم ہمانا بد سنگ گوہر چشم چشم چہست مستی حسہا ببدل شدن چوب گز اندر نظر مندل شدن
المعنی اقبہال بالکسر لفرع و زاری شیم قہر از سنگ قیمتی گز بجائے فارسی بندی درخت جھاو یعنی حل اسکا جس نے
دشمن کی بات سنی اور عاصد کو مارا پناہنا یا دیکھا کیسا بدلا پایا بختل اُنکے فرعون اور نرو و کا حال ہو کہ فرعون نے ہامان کی
بات سنی اور نرو نے شیطان کی آواز کا کیا حال ہوا جھکو تو چاہیے کہ اگر دشمن و دستا نہ کیجے کہے اور بالفرض دانہ بنائے
تو اسکو دام جان اور برخلاف اُسکے سچا اگر جھکو فرو دے دہر جان اور جو لطف کرے قہر سچا آئیے کہ جب قہر آتی آتا ہو
جیسے فرعون و نرو پر آیا تو سلاے پوست کے کسی دوست سے کچھ ظاہر نہیں بتا دینے کوئی شریک و مددگار نہیں ہو سکتا
اسوقت تو پیہر نے لاکہ یہ دشمن تھے جنہوں نے جھکو بہکا یا دوست نہ تھے پس جب یہ حال ہو کہ دوست دشمن کا حال خاص
ایسے وقت پر ٹھٹھا ہو کہ تدارک اسکا ناممکن تو ضرور ہو کہ مجر و زاری شروع کر اور نالہ و تسبیح ہر روزہ درست کر اور
نالان ہو کہ کہہ اے علام الغیوب کو غیب چیزوں کا جاننے والا ہر ایک کی بُرائی بھلائی سے واقف ہو کہو مگر بد کے پتھر
تے جسکو ہم نہیں جانتے مت کچل اور اے کریم الغیوب چھپانے والے تھے ہمارے گناہوں کا بدلا مت لے آپ نے
کرم سے معاف کر دے کہ ہم گناہ و ثواب سے بخوبی واقف نہیں ہیں ظاہر ہے جو اشیاء عالم کون مین ہیں اور وہ چیز
جو ان مین ہیں یعنی اشیاء مین نیک و بد سے وہ ویسے ہی ہو کہ اسی حالت پر دکھا اور ہاری جان سے چھپائے مت اگر چاہو
شیر آفرین پہنے تو اپنی سگی مین کوتاہی نہیں کی مگر تو اپنے شیر کو کسی گھات سے ہم پھر مین مت کر گھات سے وہی مطلب ہو
کہ ہم اسکو اور حالت سے جانے ہوے مین اور اس مین شیر چھپا ہوا ہو مثلاً ہم ایک شکر کو آب خوش جانے ہوے مین تو
اسکو آگ کی صورت مت دے اور آگ مین صورت آب کی مت رکھ فی نفسہ جو کچھ ہو وہ ہو کہو دکھا تو شراب قہر سے جو کسی کو
مست کرتا ہو تو جو نیست مین اُنکو صورت ہستی کی دیتا ہو یعنی پانی آگ نہیں ہو تو اسکو آگ بنا سکتا ہو آب فرماتے مین
کہ وہ جو پہنے مستی کہا ہو وہ مستی کیا ہو بند چشم ہو دید چشم سے یعنی اُنکو کو اُسکی دید سے بند کر دینا کہ اسکو اصل کیفیت
کی نہیں سوجھتی اور سنگ کو گوہر شیم بناتی ہو مگر ایشیم کی بنا بر تائید کے ہو پھر فرماتے مین کہ مستی سے حواس تغیر ہو جاتے
ہیں قائم نہیں رہتے ایسے کہ ادنی لکری کو جھاؤ کی مندل جانا ہو غرض یہ جو مستی قہری شراب قہر سے ہو اُسکی کیفیت
ہو کہ وہ مست ہر بری شے کو اچھا جانتا ہو اور جو مستی قہر سے مہر کی ہو اسکا کیا کہنا کہ مقصود دلی ہو اللہم زد فرودم فزوا بخلاف
شرح بحر العلوم اور متن قلمی دونوں مین بیچ دروزہ بواو عطف لکھا ہو اور مین بے عطف صحیح سمجھنا ہوں اور روزہ پہنے
روزہ روا سوا سلاے کہ وہ روزہ جو صوم کا ترجمہ ہے بیان غیر مناسب اور بے عمل ہو اور اخیر کے شعر مین کچھ مستی ہستی بند
چشم مگر قلمی مین مستی ہو ایسے ہی ایک شہر اور اسکے بعد قلمی مین ہر ع چہست مستی حسہا اتم شرح مین نہیں ہو اور مین بھی
صاف مستی لکھا ہو آب شہار مستی ہستی کو ایک سمجھیں تو ناچار ہی ہو

قصہ سلیمان علیہ السلام وہد ہد کا اور اسکا بیان کہ جب حکم الہی آتا ہے آنکھیں پر محبتی بین
 قولہ چون سلیمان راسرا پر دہزدند + جملہ مغائش بخیرت آمدند + ہزبان و محرم خود یا گفتند + پیش او یک یک بجان
 افتادند + جملہ مرغان ترک کردہ چیک چیک + با سلیمان گشت + فصیح من انجیک + ہزبانی خوشی و پیوندیست + مرد ہانوں
 چون بندیت + اسے بسا ہندو ترکی ہزبان + او بسا دو ترک چون بیگانگان + پس زبانی غری خود دیگرست +
 ہمدلی از ہزبانی بہترست + غیر نطق و غیر ایما و سئل + صد ہزاران ترجمان خیز دزدل + جملہ مرغان ہر یکے
 ز اسرا خود + از ہر وز دانش و از کار خود + با سلیمان یک یک وامی نمود + از ہر اسے عرضہ خود را سے ستود + از تکبیر نے
 و از ہستی خویش + بہر آن تار و دہدا و را بہ پیش + چون بایہ بردہ را خواجہ + عرضہ دارد از ہندیہ + چو نگہ دارد
 از خریداریش تنگ + خود کند بیار و شل و کر و لنگ + المعنی اسرا پر خیمہ چیک چیک + او از مرغان کل بکسرتین چک یا مر
 و قبل از حکمانہ قاضی غرضہ بالغیم پیش آوردہ + پیش کشیدہ شل گنجاکر بہر جب سلیمان کا خیمہ کھڑا کیا سب پرندان کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سبب کہ انکو اپنا ہزبان و محرم پایا ایک ایک جان و دل سے اُنکے پاس آیا سب
 بہرند اپنی اپنی آوازیں چھوڑ کے اُنکے ساتھ خوش بیان ہوئے ایسے جیسے اپنے بھائی کے ساتھ شہر آباد مقولہ مولانا
 کا ہے کہ ہزبانی بڑی خوشی و پیوندی ہوا سوا سٹے کہ آدمی جب نامحرموں میں ہوتا ہوا ایسا ہوتا ہو جیسے کوئی قیدی کہ
 نہ یہ کسی سے کچھ کہہ سکتا ہو نہ کوئی اس سے اتنی مخاطب کرا لیا بھی ہوتا ہو کہ ہندو و ترک کی ہزبان ہوتے ہیں اور اسی
 مخاطب و ترکی ہونے ہزبان شل بیگانوں کے ہوتے ہیں نس زبانی محرم ایک دوسرے کے ہو کر ہمدلی ہزبانی
 سے بہتر جو زمین غیر نطق و ایما و سئل کے ہزاروں ترجمان اپنے دل سے پیدا ہوتے ہیں اسکی حاجت نہیں ہوتی کہ ایک
 دوسرے سے نطق یا ایما یا تحریر کے ساتھ کچھ کہے خود بخود دل سے نکلتے ہیں چنانچہ یہی ہمدلی تھی جسکے سبب سے جملہ
 پرندوں نے اپنے اپنے اسرا حضرت سلیمان سے بیان کیے جو جسکو اپنے ہنر اور علم اور صنعت سے دسترس تھی
 اور یہ بیان کرنا اُنکا سلیمان کے سامنے بنظر عرضہ کے تھا گو یا تدریس و پیشکش کہ جدا جدا ظاہر کرتا تھا اور اپنی ستائش
 کرتا تھا کہ یہ تمہارے اپنی ہستی سے کہ ہم بھی ایسے ہیں بلکہ اس خیال سے کہ ہم کو اُنکے سامنے دخل ملے اور مقبولانہ نگاہ
 ہو جائیں آئندہ پھر مقولات مولانا سے ہیں تھیں کہ معمول ہو جس بردہ کو خواہش اس بات کی ہوتی ہے کہ میرا کوئی
 خواجہ بنے تو اپنے ہنر خوب بنا سنوار کے اُنکے سامنے عرضہ کرتا ہو تا منظور نظر اسکا ہو جاؤں اور جب کسی کی خریداری
 سے اُسکو تنگ و ناگواری ہوتی ہے تو آپ کو تیار اور لولا لنگر ہلکا ظاہر کرتا ہوا کھلاف شمع بحر العلوم میں ترک
 ہزبان باضافت بدون ایسے ہی زبان غری باضافت بجائے زبانی بیابے معروف اور بجائے چون بسبب
 بیابیر غلط لکھا ہو قولہ نوبت ہد ہد رسید پیشکش ہوا ان بیان صنعت و اندیشہ اشش + گفت اسے شہ یک ہزبان
 کمترست + باز گویم گفت کوہ بہترست + گفت برگو تا کہ راستان ہنر + گفت من آنکہ کہ باشم + اوج پر +

بگرم از اوج با چشم یقین بہن بنیم آب در قعر زمین تا کجا لیست و چه غمتش چہ رنگ از چہ می جوشد ز خاک کے پا
 لر سنگ ای سلیمان بہر لشکر گاہ را + در سفر میدار این آگاہ را + پس سلیمان گفت شو مارا رفیق + در بیابان ہا
 بے آب اے شفیق + ہمراہ ما باشی وہم پیشوا + تا کنی تو آب پیدا ہوا + تا بیابی بہر لشکر آب را + در سفر سقا شوی
 اصحاب را + باش ہمراہ من اندر روز و شب + تانہ بنید از عطش لشکر قعب + بعد از انان ہر ہر دو ہمراہ بود + زانکہ از
 آپ نہان آگاہ بود + المعنی عطش لغت میں تشنگی تعب ریج یعنی بجلہ آن پرندوں کے جو انہماک و ہنر کر رہے تھے
 ہر دو کی بھی باری آئی اور اسکے پیشوا و صنعت داندریشہ کی پرش ہوئی اُسے کہا ای بادشاہ ایک ادنیٰ ہنر یہی
 جو میں بیان کرتا ہوں اس واسطے کہ بات مختصر ہی اچھی ہوتی ہو جیسا کہ قل دل فرمایا ہو سلیمان نے کہا
 کہ وہ کونسا ہنر ہے کہا جب میں اوج ہوا پڑا کرتا ہوں اور اوج ہوا سے پچھم یقین نیچے دیکھتا ہوں تو قعر زمین کا
 پانی دیکھ لیتا ہوں جہاں ہوتا ہو مع علق و رنگ اور اس بات کے کہ خاک سے نکلتا ہو یا پتھر سے پس ای سلیمان
 علیہ السلام اپنے لشکر گاہ کے واسطے اپنے جہاں لشکر ٹھہرے ایسے آگاہ کو سفر میں ساتھ رکھنا چاہیے سلیمان نے
 شکے کہا کہ ای شفیق ان جنگلوں میں جو بے آب ہیں تو ہمارا رفیق بن اور پیشوا ہونو ہمارے لیے پانی پیدا کرے اور لشکر کو
 پانی بتائے اور چارے یاروں کا سقا بنے اور سفر میں انکو پانی پہنچائے بلکہ رات دن ہمارے ساتھ رہے تو لشکر
 پیاس سے نہ رنج اٹھائے بعد اسکے ہر ہمراہ ہوا اس سبب سے کہ وہ چھپ پانی کو چھاننا تھا اختلاف شرح بحر العلوم
 میں اوج پر کی جگہ اوج بر غلط لکھا ہے

طعنہ کرنا زاع کا دعویٰ ہر ہر میں

قولہ زاع چون بشنود آمد و رسد + با سلیمان گفت کوچ گفت و بد + از ادب نبود یہ پیش شدہ مقال + خاصہ خود
 لانی و وہمین حال + گر اور اراین نظر بود ہی مدام + چون ندیدی زیر مشتی خاک دام + چون گرفتار آمدی در دام
 او چون قفس اندر شدی تا کام او + پس سلیمان گفت ای ہر ہر رواست + کہ تو در اول قلعہ دین در و خاست + چون
 نہائی خویش مست او تو در وہ دوع + پیش من لانی زنی اگر دروغ + المعنی تیس ذات واصل شود و بالضم گادیے یعنی
 کوئے نے جو یہ بات ہر ہر کی سنی حسد میں آیا اور سلیمان سے کہا کہ ہر ہر نے یہ بات نہایت کج اور بد کہی و بگواہی
 کے سامنے ادب سے حال مقال کی نہیں ہوتی خصوص ایسی شہی حسین ذات محال کی بھری ہے یعنی محال ہی
 حال ہو اگر جیسہ اسکی ایسی نظر ہوتی تو مشق خاک کے نیچے جو حال ہوتا ہو اسکو کیوں نہیں دیکھ لیست
 ایسے تہرتہ پانی کو دیکھ لیتا ہو کیوں حال میں بھنستا کیوں پتھر میں قید ہوتا ہے بس و تا چارہ ہو کے پتھر کے
 سلیمان نے کہا کہ ای ہر ہر بگواہی بات چاہیے بھی کہ پہلے ہی پیالہ میں تو نے یہ گاد پیش کی تو نے شہد اب تو فی نہیں
 مٹھاپی کے مفت مست کیوں بلیگا اور مستی جتا نا ہو شہی مارنا ہو وہ بھی جھوٹ اختلاف شرح بحر العلوم اور تن قلمی

دونوں میں لات و روغن و مال صاف لکھا ہوا ہے اسکو در عین محال سمجھا ہوا و یہی اپنی شہر میں لکھا

جواب ہر بدکار سیلمان سے اس طعنہ میں

تھو کہ گفت ای شہ بر من عوز گدا + قول دشمن مشنوا زہر خدا + اگر یہ بطلان ست دعویٰ کردم + تک نہ دم سر بہراز
 اگر دهم + نراغ کو حکم خدا را منکر ست + اگر نیران عقل دارد کا فرست + در تو نا کافی بود از کا فرمان + بٹے کید و شہوتی
 یمن کا کاف ران + امن پنہم دام را اندر ہوا + اگر پنہم عقلم را قضا + چون قضا آید شود دانش بخواب + مرسیہ گردد
 بکیر و آفتاب + از قضا این تبعید کے نادہست + از قضا دان کو قضا را منکر ست + المعنی عوز بختین یافت و درویش
 شدن کاف ران کنایہ از فرج تبعید پنہان کردن + پوشیدن و انداستہ کردن اور کو بی چیز بتانا جسین کچھ غارت ہو
 بہرہ نے جواب دیا ای پادشاہ واسطہ خدا کے مجھ محتاج فقیر پر دشمن کی بات مستہن اگر میرا دعویٰ جھوٹا ہو یہ لے
 میں راضی ہوں میرا سر گردن سے کاٹ ڈال اور نراغ کہ حکم خدا کا منکر ہو یعنی جال میں پھنستا نہ پھنستا حکم خدا سے
 ہو اگر ہزاروں عقلیں رکھتا ہو کس کام کا آخر کا فری شہر آئندہ مقولہ سولانا کہ ہو کہ جب تک تجھ میں کاف کا فرمان سے ہو
 تب تک تو مثل کاف ران کے جاگ کید و شہوت کی ہر بدکار کتا ہو میں تو جان کہ ہو امین دیکھ لوں اگر قضا میری
 چشم عقل کو نہ پیچ لے لیکن جب قضا آتی ہو تو دانش سو جاتی ہو مرسیہ ہو جاتا ہو اور آفتاب بھی گرفتہ ہوتا ہو یعنی
 دونوں گہن سے تاریک ہو جاتے ہیں ایسی بڑی مخلوق ہیں قضا سے کچھ بھی بس جلتا ہو قضا سے یہ پوشش اور چھپاؤ
 دام کا کب نادر ہو ای سیلمان تم پوشش دام کی قضا سے جانو اور نراغ تو منکر قضا کا ہو اخلاص شرح بحر العلوم میں
 عوز بصورت غور کے لکھا ہوا و قلمی متن میں بھی اور بجائے عقلم را قضا ہو اعطی لکھا ہو

قصہ آدم علیہ السلام کہ قضا نے انکی آنکھیں بند کر دیں جو رعایت نہی صریح کی نہیں کی
 اور ترک نہی کا کیا اور اسکی تاویل

قولہ بوالبشر کو علم الاسما بکست + صد ہزار انکس اندر ہر گست + اسم ہر چیزے چنان کان چیز ہست + تا
 بیایان جان اور اود دست + ہر لقب کو دادان بیدل نشد + ہر کردار او کا عمل نشد + ہر کردار او مقبل و آزاد
 خواند + او غیر و خرم و دشا و ماند + ہر کہ آخر میںست اول برید + ہر کہ آخر کا فر اور اشد پدید + ہر کہ آخر میں بود او منست +
 ہر کہ آخر میں بشد او بیدست + اسم ہر چیزے تو از دانا نشنو + و مرز و سر علم الاسما نشنو + اسم ہر چیزے ہر با ظاہر شس +
 اسم ہر چیزے ہر خالق سرش مرز و موسے نام چویش برعصا + نزد خالق بود نامش اژدہا + بدعمر را نام اینجا بست
 پرست + لیکن موس بود نامش دراست + المعنی بک بکرو کا فارسی تحققت بیگ بمعنی امیر بیدن تحققت
 بنیدین علم الاسما بکست + ہر ایک علم الاسما یعنی بوالبشر جو حضرت آدم میں امیر علم الاسما کے جنگی رگ رگ میں
 لاکھوں علم بجز سے ہیں علم الاسما اقتباس ہو آیت کریمہ و علم آدم الاسما کلہا تا آخر آیت یعنی سکھائے آدم کو نام

ہر شے کے مختصر حال یہ ہو گا اللہ تعالیٰ نے بطور اسکے کہ انکا فضل فرشتوں پر ظاہر ہو جو غور پر ہی و فساد کو ان سے نسبت کرتے تھے ہر چیز کے نام انکو سکھائے کہ فرشتوں سے پوچھو فرشتے انکے بتانے میں حیران رہے اور عجب سے کہا لا علم لنا الا ما علمتنا ہم کچھ نہیں جانتے مگر جو کچھ تو نے سکھایا ہر چیز کا نام جیسی کہ وہ چیز ہی یعنی جو اس سے ظہور میں آیا تھا ہر ویسا ہی تا وجود اور پایاں جان اس چیز کے کہ قیامت تک ہر شے کی حق سے اس تعلیم میں انکو حاصل ہوا جسکا جو لقب انھوں نے کیا وہ اس سے مبدل نہوا جسکا انھوں نے چست کہا وہ سست نہیں نکلا جسکو مقبل و آزاد کہا ہمیشہ عزیز و وفادار ہا جسکا خاکہ ایمان پر ہوا اور مومن ہوا انھوں نے اسکو پہلے ہی دیکھ لیا اور جسکا انجام کفر پر اور کافروہ بھی اپنے ظاہر ہو گیا اور علامت مومن و بیدین کی دنیا میں یہی کہ مومن آخر میں ہوتا ہوا اپنے حسن انجام پر نظر رکھتا ہوا اور بیدین آخر میں اپنے خور و نوش کا حرص و مویغ غافل از خدا بس پہلا آخر یکسر ظاہر ہوا دوسرا آخر بغیر غافل یعنی غفلت و جاے غفلت خوردن اسپان ہندی تھا ان اور دونوں میں صنعت و نجس تمام پس ہر چیز کے نام میں راز و بھید ہوا اسکو دانا سے سن تا جگہ علم الہام کے راز منکشف ہوں کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کیے ہوئے نام تھے جو ہر شے کی حقیقت سے واقع ہمارے نزدیک تو نام ہر چیز کا اسکے ظاہر پر ہوا اور اسکے خالق کے نزدیک نام اسکا اسپر ہوا جو سرخنی نہیں ہر مثلاً موتی کے نزدیک انکی چھڑی کا نام عصا تھا اور خالق کے نزدیک اسکا نام تھا اژدہا کہ راز اژدہائی کا ایمین چھپا تھا ایسے ہی حضرت عمر کا نام بیان تو بت پرست تھا اور راست میں مومن و خدا پرست راست کا اشارہ ہوا راست ہر کلمہ کا لوا بلے سے کہ بروز میثاق اللہ تعالیٰ نے ارواحوں سے اقرا اپنی پروردگار ہی کا کرایا تھا اختلاف شرح ہر معلوم میں مقبل و آزاد کی جگہ آزاد غلط لکھا ہوا قولہ کہ یہ نزدیک مانا بیش منی + پیش حق این نقش بد کہ با نخی + صورتے ہداین منی اندر عدم + پیش حق موجود نے بیش و کم + حاصل آمد آن حقیقت نام مانا بیش حضرت کان بود انجام + + مردار بر عاقبت نامے نمند رہنے بران کان عاریت نامی نہند + چشم آدم کو نور پاک دید + جان و سر نامہا گشتش پر پر + چون ملک انوار حق دروے بیافت + در مجود افتاد و در خدمت شتافت + چون ملا یک نور حق دید نرزد + جسد افتاد و در سجود برد + بلع این آدم کہ نامش میر ہو قاصر مگر قیامت بشمر + انیہ و دانست چون آمد قضا + دانش یک نمی شد بروے غطا + المعنی غطا بکسر پرودہ حجاب مولا نا رح فرماتے ہیں وہ قطرہ کہ جسکا نام ہمارے سامنے منی تھا اور تھا اس سبب سے کہا کہ کسی وقت میں ہم اسکو منی کہیں گے کہ اسکو وہ حق تعالیٰ جانتا تھا اس قطرہ کا سامنے اسکے نقش مانسی تھا جیسا کہ فرمایا اللہ حکم اللہ تعالیٰ ساتھ ہوا اور یہ منی زمان عدم میں ایک صورت تھی حق تعالیٰ کے سامنے موجود ہے بیش و کم جیسا کہ جو کوئی اس سے پوچھ لایا تھا جبین کی پیشی کو دخل نہ تھا اسی حقیقت کا ماحصل جو حق تعالیٰ پر ظاہر تھی ہمارا نام ہوا اسکی بارگاہ عالی میں اور اسی نام پر ہمارا انجام ہو گا پس قضا و قدر ہر مردینے انسان کا اسکے انجام پر نام رکھتے ہیں نہ یہ جو عاریتی نام رکھتے ہیں

مثلاً کسی کا عبداللہ نام رکھا اگر اُس کو اللہ نے اپنا بندہ نہیں ٹھہرایا تو کیا فائدہ بلکہ یہ نام اُس سے عاریت ہو جسکو
اُس نے عبداللہ ٹھہرایا ہو موافق اس صفت و حقیقت کے آدم کی چشم نے جو نور پاک کی طرف دیکھا تھا اس
سبب سے جان اور بھید سب ناموں کے اُن پر کھل گئے تھے اور فرشتوں نے جو ان میں انوار حق کے پائے
تو وہ بھی ان کے سجدہ میں گر گئے اور ان کی راہ اطاعت میں چلے جیسا کہ کہا ہے فقوالہ ساجدین یعنی گرے فرشتے آدم کو
سجدہ کرتے ہوئے پھر تو ضیاع فرمایا کہ فرشتوں نے جو نور حق کا آدم سے دیکھا تو منہ کے بھل اُن کے آگے سجدہ میں
گرے اب بعد اس تمہید و توضیح کے اُس بدہد کی طرف سے فرماتے ہیں یہی آدم جنکا میں نام لے رہا ہوں وہ عالیٰ مرتبہ
بلند پایہ ہیں کہ اگر قیامت تک ان کی بیج کروں تو تھوڑی ہی ہوگی اور قاصر ہی ٹھہروں گا انھوں نے یہ سب کچھ تو
جانا جو مذکور ہوا رمزا سر اسرار سے اسماء کے لیکن جب حکم الہی آیا ایک نبی کے علم پر ہر دم ڈر گیا وہ نہ سوچی کما قال اللہ
تعالیٰ ولا تقر بائذہ الشجرۃ ہرگز اس درخت کے نزدیک مت جائو جس سے ایک مدت عذاب میں رہے
الخلافت شرح بحر العلوم میں بروئے بتافت بجائے دروئے یافت غلط لکھا ہے اور نیز خطا بجائے غطا جو قلمی میں
ہو خطا معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ شد بردی اس کے اوپر ہر قولہ کا یہی عجیب نبی از پے تحریم بودہ یا بتامیے بدو تو ہم
بودہ در دلش تاویل چون ترجیح یافت ہر طبع در حیرت سوئے گندم شتافت ہر باغبان را خار چون در پاسے
رفت ہر دزد فرصت یافت کالا برد و تفت ہر چونکہ حیرت رفت باز آمد براہ دیدہ بردہ دزد درخت از کار گاہ ہر
ربنا انا ظلمنا گفت وآہ ہر سینے آمد ظلمت و گم گشت راہ ہر این قصا بر سے بود نور شدید پوشش ہر شیر و اثر در پاس شود
ز ہجو موش ہر من اگر دل سے نہ بنیم گاہ حکم ہر من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم ہر ای خشک آنگو نو کا ر می کند ہر زور را بگذارد
وزاری کند ہر قضا پوشد بہر چون شبت ہر ہم قضا دست بگیرد ماقبت ہر گر قضا صد بار قصد جان کند ہر قضا
جانت دہ در مان کند ہر این قضا صد بار اگر راہت زندہ ہر بر فراز چرخ ترکاہت زندہ از کرم دان اینکہ
میرساندت ہر تا بلک ایمنی بنشاندت ہر چون ترساند ترا گہ شوی ہر ورنہ ترساند ترا گہ شوی ہر این سخن پایاں ندارد
گشت دیرد گوش کن تو قصہ خرگوش و شیر المعنی خرگاہ خیمہ بزرگ تفت بالفتح گرم و سوختہ و غضبناک ہر از مفسس
فرماتے ہیں ای مخاطب تعجب آمین ہر کہ یہ نبی تحریم کے واسطے تھی یا کسی تاویل و توہم کے ساتھ جیسے شیطان نے اُن کے سامنے
کی اور ان کو وہم میں ڈالا کہ مانسما رکبما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدين نہیں باز رکھانم کو
متھمانے پروردگار نے اس درخت سے گرا سوا سطلے کہ تم فرشتے ہو جاؤ یا جنت کے ہمیشہ رہنے والوں سے میں اس
تاویل نے شیطان کی جب آدم کے دل میں ترجیح پائی طبیعت تو ان کی حیرت میں بھی یہی تھی بے اختیار گندم کی طرف دوڑ گئی
یہ وہ مثل جونی کہ باغبان کے پائوں میں کانٹا چھجا وہ اپنے دروین آلودہ ہوا چور کو فرصت ملی سارا اسباب گری
و تیزی کے ساتھ لے گیا اور بنگا چھوڑ گیا اور واقعی آدم ننگے رہ بھی گئے تھے جب وہ حیرت لگی اور پھر راہ پرائے تو دیکھا

کہ چور ہمارے کارخانے سے سارا اسباب لے گیا تب رہنا انا ظلمنا کے ساتھ مناجات وزارتی کرنے لگے اور آمین مارنے لگے کہ ایسی ظلمت ہر پڑی کہ ہم اپنی راہ بھول گئے اب خیال کرو یہ حکم الہی ایک ابرو رشید پوش ہے جس کے سامنے شیر و اژدہ مثل موش کے مین بس ہر ہدکتا ہو کہ مین اگر جال کو نہ دیکھوں حکم الہی کے وقت تو مین حکم الہی مین اکیلہ ہی جا بل نہیں ہوں جبکہ فضا ایسی غالب چیز ہو جس وہ شخص بہت اچھا ہوا ورنہ بڑے آرام مین کہ نکو کاری کرے اور زور چھوڑے عجز وزارتی بجالائے مگر درحقیقت یہ بھی یہ کہ اگر فضا جگہ ایسا سید پوش کر دے جیسے شب یعنی نہایت ہی ماتم و غم مین ڈالے تو گھبرائے مت آخر یہی قضائیری دشگیری بھی کرے گی جیسا کہ فرمایا ان مع العسر یسر اور اگر فضا سو بار قصد تیری جان کا کرے پھر یہی فضا جگہ جان بخشیگی اور تیرا در مان کرے گی اور اگر سو بار یہ تیری راہ مارے اور تیرا معاملہ خراب کرے پھر یہی جگہ ایسے تیرے کو پہنچائیگی کہ تیرا خیمہ آسمان پر نصب ہوگا تو اس کے خلاف کو خلاف مت جان بلکہ اپنے مالک اکرم سمجھ کہ وہ جگہ ڈراتا ہو تو جگہ ملک اپنی مین بٹھا دے جہاں کوئی اندیشہ اور غم نہنن ظاہر ہو کہ جب وہ جگہ ڈرائے گا تو تو آگاہ و واقف اُس سے ہوگا اور جو ڈرائے تو تو گمراہ ہو جائے شعر مابعد گریز ہو کہ اس سخن کی تو مدد نہایت نہنن ہو اور دیر ہوئی جاتی ہو اب تو قصہ خرگوش و شیر کا سن الخلاف شرح بحر العلوم مین چون زحیرت رفت لکھا ہو میری دانست مین چون کہ بہتر ہو اور بجائے زور روز غلط ہو

رنگا خرگوش کا شیر سے وقت نزدیکی چاہ کے

قولہ شیر با خرگوش چون ہمراہ شدہ پر غضب برکینہ بدخواہ شدہ بود پیشا پیش خرگوش دلیر و ناگمان پار کشید از پیش شیر چونکہ نزد چاہ آمد شیر دیدہ کز رہ آن خرگوش ماند و پاکشید گفت پا واپس کشید می تو چرا پاے را واپس مکش پیش اندر آہ گفت کو پایم کہ دست و پاے رفت و جانمن لبر زید و دل از جاے رفت و رنگ رویم را می بینی چو ز رہ زاندر و ن خود میدہد رنگم خبر حق چو سیرا معرفت خواندہ است و چشم عارف سوی سیمامندہ است و رنگ و بو غاز آمد چون جرس و از فرس آگہ کند بانگ فرس و بانگ ہر چیزے رساند ز خبر تابدانی بانگ خراز بانگ و کہ گفت پیغمبر بر تیز کنسان و مرکز کفشی لدی طے اللسان و رنگ و رواجال من دارد نشان و رحمت کن مہر من در دل نشان و رنگ و روے سرخ دارد بانگ شکر و رنگ و روے زرد دارد صبر و نکر المعنی سیمابا لکسر علامت و نشان ہما ز پیشا معرفت پہنچانے والا طے لسان مرا و خوشی سے نکر بضم بضمین ناسپاسی و ناخوشی مجازا عذاب و تاناہ فرماتے مین کہ شیر جب خرگوش کے ہمراہ ہوا تو بڑے غضب سے کینہ خواہی دشمن پرستند ہوا آگے آگے اسکے خرگوش دلیر چلا جاتا پھر دفعہ خرگوش نے شیر کے آگے چلنے سے اپنا پانوں روکا اور وہ دلیری جو اچھلتا کودتا جاتا تھا نہی جب چاہ کے نزدیک آئے شیر نے دیکھا کہ خرگوش چلتے چلتے رک گیا تو چھا کہ تو نے پانوں اپنا کیوں مٹایا اور کیوں رک گیا رکے مت میرے آگے آجوتا اسکے پانوں میرے توتا تھا پانوں سب بیکار ہو گئے میری جان کا ہنسی ہو دل شکانے نہیں تیرے رنگ روک نہیں دیکھتا

کہ زمر کی طرح کیسا زرد ہو رہا ہے جو میرے درون سے خبر دیتا ہے تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے پیشانی کو معرفت کہا ہے کہ ہر شخص کو پہچننا دیتی ہے جو کچھ اُسکے باطن میں ہوتا ہے اسی سبب سے عارف کی نظر سیارہ ہوتی ہے وہ سیما کو دیکھتا ہے جیسا کہ فرمایا فلنعر فہم بیما ہم ولنعر فہم فہم لحن القول سو ہر آئینہ پہچنوائیں گے ہم اُن کو لحن کے سیما سے اور پہچنوائیں گے باتون کی الجان سے رنگت و بود و نون غمازین مثل گھنٹہ کے جیسے آواز گھوڑے کی کہ گھوڑے کو بتاتی ہے ایسے ہی آواز ہر چیز کی اُس چیز سے خبر دیتی ہے جیسے آواز خرخر سے اور آواز درد سے اور حضرت پیغمبر نے بھی فرمایا ہے لوگوں کے تمیز کرنے میں آدمی چھپا ہے وقت خموشی کے یعنی جب تک اُس کی زبان کچھ آواز نہیں کرتی حال نہیں کھلتا میرا رنگ رومیرے حال سے پتہ دیتا ہے اب تو رحمت کراور میری مہر و محبت دل میں جا اور مجھ سے کچھ مت کہ اس لیے کہ جس کا رنگ رومسرخ ہے جان لے کہ بخوبی عیش و آرام میں ہے اور وہ رنگ سرخ اُس کی شکر گزاری کر رہا ہے اور جس کا رنگ زرد ہے سمجھ لے کہ کسی آفت میں مبتلا ہے جب تو رنگ زرد اُس کا تلخی و ناخوشی بتا رہا ہے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے برکینہ کے پرکینہ اور بجائے کو پایم گو پایم بکاف عجی بانگ در کو بانگ در اور رنگ ر و از حال کو رنگ زرد از حال غلط لکھا ہے قولہ در من آمد او کہ دست و پا پر وہ رنگ ر و وقت سیارہ وہ در من آمد آنگہ دروے گشت مات و آدمی و جانور جامد نبات و آنکہ در ہرچہ در آید بشکند و ہر درخت از بیخ بن او بر کند و این خود اجزا بند کلیات از وہ زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بوہ تا جہان کہ صابرست و گہ شکو رہے بوستان کہ حلقہ پوشد گاہ عورہ آفتابی کو بر آید نارگون و ساعتی دیگر شود او سرنگون و انتران تافتہ بر چار طاق و لحظہ خط مبتلا سے احتراق و ماہ کو افزو دزد اختر در حال و شد زرنج دق او چھون ہلال و این زمین با سکون و با ادب و اندر آرد زلزلش در لرزہ تپ و ای بسا کہ زمین بللے مردہ ریگ و گشتہ است اندر جہان او خورده ریگ و این ہو با روح آمد مقترن و چون قضا سرزد و با گشت و معن و آب خوش کو روح را ہمشیرہ شد و در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ و شاد آتشے کو باد دار در برت و ہم کی بادی برو خواند موت و خاک کو شد مایہ کل در بہار و ناگان بادی برآرد و زود ماہ سال دریا ز اضطراب و جوش او و فہم کن تبدیلیاے ہوش او و چرخ سرگردان کہ اندر جستجوست و حال او چون حال فرزندان اوست و المعنی چار طاق ہندی را وئی احتراق نہان ہونا کسی ستارہ کا سواے قمر کے شعاع آفتاب میں کسی بیج و اجد میں مردہ ریگ بالضم ویلے بچول و کاف فارسی ناچیز و فرومایہ و واما ندہ از مردہ ای میرا سرزدن ظاہر ہونا عفن بفتح عین و کسر فابدو و گندہ غدیر بفتح ویاے معروف تالاب بآد بروت غرہ و غرگوش کہتا ہے اب مجھ میں وہ سایا جو ہاتھ پاؤں بیکا کر دیتا ہے اور چہرہ کا رنگ اڑا دیتا ہے اور پیشانی کی قوت کھودیتا ہے کہ پیشانی اُس کی مثل سنوگی سیکڑون طرح سکڑتی رہتی ہے اور اس نے مجھ میں کل کیا کہ آدمی اور جانور اور جامد و نبات سب نے جس سے مات کھایا ہے اور ہارے ہیں اگرچہ جانور اور جامد و نبات سے موالید ثلاثہ مراد ہیں اور آدمی پرستی

حیوانات میں داخل لیکن تخصیص اس کی نظر شرافت و شعور کے ہوا و وہ کہ جس میں داخل ہوا سکو تو مچھوٹے خراب
کر دے مثلاً اگر درخت میں کسے تو مخ و بن سے اُکھیر ڈالے غرض یہ سب اجزا میں کلیات کا حال اس سے یہی
کہ زرد رنگ میں اور بو فاسد کر دہ یعنی بگڑی ہوئی جس میں یہ سرایت کرے آئندہ اُن کا بیان ہوا اسی سبب سے
جہاں کبھی تلخ و صابر ہوا و کبھی خوش اور شکر بوستان کبھی لباس بہشتی پہنتا ہوا و کبھی شگاہوتا ہوا دیکھو
آفتاب کیسا صبح کو سرخ آگ کی طرح ڈھنڈھانا نکلتا ہوا و پھر ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ سرنگون ہو جاتا ہے کہ وہ
ساعت زوال ہے ایسے ہی ستارے جو اس راوی فلک پر چمکتے ہیں لحظہ لحظہ احتراق و سوختگی میں مبتلا ہو کے
نور سے ماری ہو جاتے ہیں ان میں سب سے بڑے کے ماہتاب ہے کیسا تپ دق سے گھل گھل کے لاغر و نحیف مثل ہلال
کے ہو جاتا ہے وہ نور کچھ نہیں رہتا زمین کیسی بسکون و ادب بیٹھی ہے جو چاہو اس پر کہ و جنبش نہیں کرتی اسکو بھی زلزلہ
تپ و لرزہ میں ڈالتا ہے آخر مخاطب بہت پہاڑ اس بل سے ناپیز و زبون جہاں میں ہوے ہیں ایسے کہ ٹوٹ پھوٹ کے
چور چور ریت کی طرح ہو گئے ہوا کو خیال کہ جو روح کے مقدر ہوا اور مدحیات و مفرح ذات جب حکم الہی ہوتا ہے
یہی ہوا و با و متعفن ہو جاتی ہے آنکھوں کے روح کا مشیرہ ہے جیسے کہ اس سے زندگی ہر حق تعالیٰ نے اس کی نسبت بھی
فرمایا ہے و جملنا من المار کل شیء حی یہی پانی تالاب میں پڑ کے کیسا زرد و تلخ و مکدر ہو جاتا ہے آگ کیسی باد بروت و
سکرشی رکھتی ہے آسپر بھی ایک ہوا موت پڑھ دیتی ہے اور مار ڈالتی ہے خاک کو غور کرو کہ بہار میں کیسی مایہ کل ہو جاتی ہے
تا گمان ایک ہوا اُس کو ہلاک کرتی ہے کہ وہ باد خزان ہے جس سے نہ گل رہے نہ کوئی برگ و شاخ سبز چنانچہ زمین مردہ
ایسی ہی زمین کو کہتے ہیں زمین سبز نہ ہو و ہر ایک طرف نظر کرو کہ اُس کا جوش و اضطراب بھی تبدیلیوں سے سمجھا جاتا ہے
کہ ایک وقت میں ساکن ہوتا ہے پھر جب تبدیل پیدا ہوتا ہے تو جوش و اضطراب ہو جاتا ہے چرخ کیسا سرگردان اور
اس کی جستجو میں ہے لیکن اس کا حال بھی اس کے فرزندوں کا سا ہے جو ستارے و فہرہ ہیں اور موابید فلانہ اس واسطے
کہ آسمانوں کو آہلے علوی کہتے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں قوت و سیما بظن لکھا ہے میری سمجھ میں باضاف
چلیے اور افروز و اختر بکاسے افروز و اختر سکون و با ادب میں دا و نہیں لکھا اور زلزلہ اش بسا کہ
کے پکے بسا کہ غدیر سی کو غدیر سی غلط لکھا ہے قول کہ حنیض و گہ مینا نہ گاہ اوج و اندرون از سعد و نحس فوج ہے
گہ شرف کا ہے صعود و گہ فوج و گہ وبال و گہ بہبوط و گہ طرح و از خود اے جزو سے بگھنا مختلط و فہم ممکن معنی
ہر منبسط و چون نصیب متران در دست و رنج و کتران را کے تواند بود و گنج و چونکہ کلیات مارنجت و در و جزو ایشان
چون تبا شد رو سے زرد و خاصہ جزوی کو زائد دست جمع و ز آب و خاک و آتش و بادست جمع و این عجیب نبود
کہ پیش از گرگ جست و این عجیب کہ میش دل در گرگ بست و زندگانی آشتی ضد ہاست و مرگ آن کا ندر میان
شان جنگ خاست و صلح اضدادست این عمر جہاں و جنگ اضدادست عمر جاودان و زندگانی آشتی دشمنان و

مرگ وارفتن باصل خویش دان و صلح دشمن وار باشد عاریت و دل بسوسے جنگ تاز و عاقبت و روز کے چند از
برائے مصلحت و باہمند اندر وفا و مرحمت و عاقبت ہر یک بجوہر بازگشت و ہر یکے باجنس خود انہا بازگشت و
لطف باری این پلنگ و رنگ راہ الف داد و بردار ایشان جنگ راہ لطف حق این شیر را و گور راہ الف داد دست
این دو ضد را در وفا و چون جهان رنجور و زندانی بود و چہ عجیب رنجور اگر فانی بود و المعنی ترحم فتح اول و کسرتانی
پستی و اندوہ منبسط کشادہ شونده و گسترده شونده رنگ بزرگوہی و گاو دشتی الف بالکسر خورگہ ہونا اور دوستی یعنی ہی
فرزند فلک کے جو ستارے ہیں کبھی کسی کو حنیض و پستی ہو اور کبھی مہمانہ اور وسط اور کبھی اوج و بلند می اور
معجزہ ایکسان نہیں نخست سعادت سے بھری ہوئی کوئی سعد کوئی نحس اور کبھی شرف اور کبھی صعود و کبھی فرج کبھی
و بال کبھی بہبوط کبھی ترحم ای اندوہ و پستی آب تو بھی ای مخاطب انھیں کلیات کا ایک جزو ہے اپنی ذات سے ہر منبسط
کے معنی سمجھتا رہے تھے جب مترون کو جو آسان و زمین اور مرد و ماہ و غیر ہم ہیں کہ او پر مذکور ہوے در و درخ نصیب ہو
تو مترون کو گنج کیسے ملے گا کہ او قبول لیجا اور جب کلیات کو درخ و درہو توان کے جزو و زور و کیوں نہ گئے مثلاً جب
زمین آسان جو کلیات ہیں نہیں چھوٹے تو مافیہا جو جزئیات ہیں کیسے چھوٹیں گے خصوصاً وہ جزو جن میں اصدا و جمع ہیں
یعنی آب و خاک و آتش و باد کہ باہم متضاد ہیں شعرا بعد کا تمثیل ہے کہ پیش اگر گرگ کے ہاتھ سے نکل چلے تو کچھ تعجب
نہیں لیکن یہ تعجب ہے کہ پیش نے گرگ سے دل کیسے لگایا جیسا کہ پیش تن اس عناصر کے گرگ سے دل لگائے ہوے
ہو کہ جدا جدا ان سے گرگ پیش درندہ ہو بلحاظ اپنے تضاد کے کس واسطے کہ زندگانی صندوق کی آشتی پر جو عناصر ہیں منحصر ہو
اور جب ان میں جنگ پیدا ہوئی وہی مرگ ہے پھر اسی کی تائید میں فرمایا کہ اصدا دین بیشک صلح ہو اور اعتدال و سویت
یہی اس جہان کی عمر ہے اور جنگ اصدا کی عمر جا و دان اور غم بالغ نہایت ہی چھپا لینا پانی کا کسی کو جس سے مقصود
ڈوب جانا ہے اور مر جانا بس آشتی و دشمنوں کی زندگانی ہے اور مرگ اپنی اصل کی طرف جانا لیکن یہ صلح جو دشمنوں کی سی
ان میں ہے جیسے کسی وقت میں دشمن باخود با مصلحت صلح کر لیتے ہیں عاریت ہے ایسی صلح میں دل جنگ کی طرف آخروڑتا ہی
رہتا ہے بس ہمت ہی تھوڑے دنوں کو نظر مصلحت باہم وفا و مرحمت کر رہے ہیں انجام کار ہر ایک اپنی اصل کی طرف
لوٹتے ہیں اور ہر ایک اپنی جنس میں مل جاتے ہیں خاک میں خاک ہوا میں ہوا ایسے ہی آب و آتش یہ الفت و پیوند تو
ان میں حضرت باری کے لطف نے کر رکھا ہے اور ان پلنگ و رنگ کو باہم جمع کر کے ان سے خلاف و جنگ کو دور کر دیا ہے
اور اسی کے لطف نے شیر و گور کو اکٹھا کر کے ان دو ضد کو وفا الفت میں یک رنگ کیا ہے جس معلوم ہوا کہ یہ جہان رنجور
و زندانی ہے اور اگر رنجور فانی ہو تو تعجب ہی کیسے اپنے انھیں عناصر کے رنج و بلا میں مبتلا اور انھیں میں گرفتار اختلاف
شرح بحر العلوم میں از خود ای جزو نہ کہلائے ای جزوی نہ کہلا بدون یا با منافات اور خواست کو خواست اور غم جا و دان کو
عمر دشمن وار کو دشمن دار اور یکاے دو ضد را در وفا و مند و در غلط لکھا ہے

نظر کرنا شیر کا چاہ مین اور گرنا چاہ مین اپنا اور خرگوش کا عکس دیکھ کر

قولہ خواندہ شیر اور ازین رویندہ گفت من پس ماندہ ام زین بندہ شیر گفتش تو ز اسباب مرض بہ این سبب کو خاص
 کا نیم غرض بہ پایے را واپس کشیدی تو چرا میدہی باز بچہ کو اسی مراد گفت آن شیر اندرین چہ سالکست بہ اندرین قلعہ
 ز آفات ایمن ست بہ یار من بستد ز من در چاہ بردہ برگرفتش از رہ ویراہ بردہ قعر چہ بگزید ہر کو عاقلست بہ زانکہ
 در خلوت صفایے دست و ظلمت چہ بہ ظلمتہائے خلق بہ سرنہر دامنس کہ گیر دپاسے خلق بہ گفت پیش از خنم اورا
 قاہر ست بہ تو بین کان شیر در چہ حاضر ست بہ گفت من سوزیدہ ام زان کشتہ تو مگر اندر بر خویشم کشی بہ تا بہ پشتی تو ایکان
 کرم بہ چشم بکشایم بچہ در بگرم بہ من بہ پشتی تو تا خنم آمدن بہ کہ نگہدارم دران چہ بیرسن بہ چونکہ شیر اندر بر خویش کشیدہ
 و رہنما شیر تا چہ مید ویدہ چونکہ در چہ بگریزد نداند راکب و اندر آب از شیر و او در تافت تاب بہ شیر عکس خویش دید از آب گفت بہ
 شکل شیر و در برش خرگوش زفت بہ چونکہ خنم خویش را در آب دیدہ مر در ابگذاشت اندر چہ دویدہ در قتا و اندر چہ کو کندہ بودہ
 زانکہ ظلمش بر سرش آیندہ بودہ و طبعی قوت بافتح گرم و سوزنہ زفت فرہ و سبطل باز بچہ کھلونا آتھاصل خرگوش نے اس قسم
 کی نصیحتیں شعر با انقلاب و حوادث زمانہ شیر کے سامنے بہت سے ککے کما کہ مین انھیں قید و ن کے سبب سے پیچھے
 رگیا ہوں اور قدم نہیں بڑھاتا شیر نے کہا کہ تو اپنے اسباب مرض سے وہ سبب مجھے کہہ جو خاص ہو کہ میری یہ غرض ہے
 تو کیوں تجھے رگیا ہو اور یہ باتیں کہہ چون کا سا کھلونا میں مجھ کو سن کے کیوں بھلاتا ہو کہا وہ شیر جس کو میں نے تجھ سے کہا ہے
 اسی چاہ مین رہتا ہو اور اس قلعہ میں ہر آفات سے نجات ہو میرے یار کو مجھے چھین کے اسی چاہ مین لے گیا اور
 راہ سے لیکر بے راہ لے گیا بعد کا شعر مقولہ مولانا رہ کا ہے کہ جو عاقل ہیں وہ ایسا ہی قعر چاہ اختیار کرتے ہیں اس واسطے
 کہ خلوت میں صفائیان دل کی ہیں پھر کہتے ہیں بتاؤ تو ظلمت چاہ کی اچھی یا ظلمت مخلوق کی وہ تو صرف ظلمت ہی ہے اور
 مخلوق کی ظلمت میں تو ہزاروں آفتیں ہیں اور ایسا شخص جو مخلوق کا پاؤں پکڑتا ہو وہ اپنا سر نہیں بچا سکتا پھر شیر
 نے کہا میرے سامنے آ میرا زخم اُس کے حق میں بڑا غالب ہو تو دوسے مت دیکھ تو وہ چاہ مین موجود ہے کہا
 وہ بڑا آتش ہے مین اُس کا جلایا ہوا ہوں تو مجھ کو اپنی بغل میں دھلے تو اے کان کرم تیری مدد سے مین چاہ مین دیکھوں
 میں تیری مدد سے آسکتا ہوں تو مجھ کو اُس چاہ میرسن سے چلے گا چاہ میرسن بلحاظ نہایت دور ہونے عمق کے کہا ہے جب
 شیر نے اس کو اپنی بغل میں کر لیا تو شیر کی پناہ سے چاہ تک دوڑتا گیا جب چاہ مین پانی کے اندر دیکھا تو شیر اور
 خرگوش دونوں سے پانی میں چک اور تاب معلوم ہوئی اور دونوں پانی میں چکے شیر نے اُس آب گرم سے عکس اپنا
 اس ہیئت سے دیکھا کہ ایک شیر ہو اور اس کی بغل میں ایک مونا خرگوش ہو اور اس کے کہ اپنے دشمن کو پانی میں دیکھا
 خرگوش کو چھوڑ کے پانی میں دوڑ پڑا اور اس کنوین میں گرا جو اپنے واسطے کھو دیکھا تھا اس لیے کہ جو ظلم اس نے کیے
 تھے اس کے سامنے آنے والے تھے اختلاف پہلے شعر کے دونوں مصرعون میں شائع بحر العلوم نے پند ہا لکھا ہے

بلکہ دوسرے مصححین بندہ ابراہیم سرنجد کی جگہ سرنجد اور سوزید کے بعد لفظ ام نہیں جس سے مصرع ناموزون ہو
 اور طرفہ یہ کہ اس کے بعد سرخی لکھی ہے نظر کردن شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس خرگوش را انتہی یہ باتیں تو اوپر
 کے اشعار میں سب ہو چکیں اور بعد کے اشعار بند و موعظت میں بین پھر یہ سرخی کیسے صحیح ہوگی چنانچہ متن قلمی میں
 بھی نہیں ہے لہذا میں نے بھی چھوڑ دی اور مطابق متن قلمی کے لکھ دی قولہ چاہ منظم گشت ظلم ظالمان و لہذا نہیں
 گفتہ جملہ عالمان و ہر کہ ظالم تر چش باہول تر عدل فرمودست بدر تر اترہ ایک تو از ظلم چاہے میسکی و از براے
 خویش دانی می تنی و بر ضعیفان گر تو ظلمے میسکی و دانکہ اندر قعر چاہے پے نہی و کرد خود چون کرم پیلہ بر تن و بہر خود چہ
 میسکی اندازہ کن و بر ضعیفان را تو بے خصی مان و از بنی اذہار نصر اللہ بخوان و کہ تپیلے خضم تو از ترمید و تک جزا
 طیرا ابابیلت رسید و کر ضعیفی در زمین خواہد امان و غلغل افتد در سپاہ آسمان و گردن دانش گزی پر خون کنی و در و
 دندانست بگیرد چون کنی و شیر خود را دید در چہ در غلو و خویش را نشاخت آندم از مد و عکس خود را و عدو سے
 خویش دید و لاجرم بر خویش شمشیری کشید و المعنی مظلم بالضم تاریک و بالفتح جلے تاریک تھمی و دشمنی نبی بضم اول
 ویلے معروف قرآن مجید و کہسرتین نیز قلوبہ بضمین ہجوم اور عدو سے گذرنا یعنی ظلم ظالمون کا خود ایک چاہ سپاہ ہر
 تمام علما اس پر متفق ہیں جیسا کہ فرمایا ہے الظلم ظلمات اے یوم القیامہ ظلم اند میرا یان بین قیامت کے دن تک جو
 شخص جتنا ظالم ہوگا اتنا ہی اس کا کنواں پر ہول ہوگا اسی واسطے عدل نے حکم دیا ہے کہ ہر ترکے لیے ہر ہونا چاہیے
 اگر مخاطب اگر تو ظلم کا کنواں کھودتا ہے تو اپنے ہی لیے ایک جال پورتا ہے اور ضعیفون پر ظلم کرتا ہے تو جان لے کہ قعر چاہ
 میں قدم رکھتا ہے کرم پیلہ کی طرح گرد اپنے مٹ پور جو مراد غرور اور خود آرائی سے ہے کہ یہ غرور اپنے لیے کنواں کھودتا ہے خوب
 قیاس کہ لے آج جو لوگ تیرے سلنے ضعیف ہیں اور ان کی خصی و دشمنی سے توبہ فکر ہوا قیامت جان قرآن شریف
 میں اذہار نصر اللہ جو آیا ہے جسوقت یہ خدا سے مدد مانگے تو ان کی خصی دیکھے گا اگر تو بیل ہے اور بالفرض تیری ہیبت
 و شوکت سے دشمن تیرا جاگ گیا تو سمجھے رہا بھی طیرا ابابیل کا بدلا نکلا ملا جو ابرہہ کو ملا تھا جس کا قصہ سورہ الم ترکین
 میں ہے اور مشہور اگر کوئی ضعیف عاجز ہو کے زمین پر امان مانگتا ہے تو جان لے کہ سپاہ آسمان میں شور مچاتا ہے جو وقت
 تیاری و آمادگی کے ہوتا ہے اور سپاہ آسمان خواہ فرشتے خواہ حوادث اگر تو اس کو دانتوں سے کاٹے گا تو یہ بتا کہ
 جب تو دانتوں کے درمیں مبتلا ہوگا تو کیا کرے گا ایسا حال ہوگا جیسے شیر نے آپ کو کنوین میں دیکھا اور ایسا مد
 سے گذر ہوا تھا کہ آپ کو اور دشمن کو نہ پہچان اپنے ہی عکس کو اپنا دشمن دیکھ کر اپنے ہی اوپر آپ تلوار کھینچی الخلافت
 شرح بحر العلوم میں قعر چاہے کی جگہ قعر چاہ بدون یا غلط لکھا ہے قولہ اے بساط علی کہ بینی از کسان و غوی تو باشد
 در ایشان ای فلان و اندر ایشان تا فخرستی توہ از فغان و ظلم بدستی توہ آن توئی واق حضم بخود میرنی و بخود
 آندم تا رعنست می تنی و در خود ان بدر ان می میان و ورنہ دشمن بودہ خود را بجان و کلمہ بخود میسکی ای سادہ مرد

ہرچو آن شیرکہ بر خود حملہ کردہ چون بقعر خوی خود اندر رسی بہ پس بدانی کرتو بود آن ناکسی بہ شیر را در قعر پیدا شد کہ بودہ
نقش او آن کش و گر کس مینمودہ ہر کہ دندان ضعیفہ میکند بہ کار آن شیر غلط بین میکند بہ ای بدیدہ خال بد بروی غم بہ
عکس حال تست آن از غم مرہ بہ مومنان آئینہ ہمہ گیر اندہ این خبر را انہی سیر آوردند پیش چہمت داشتی شیشہ کہ بود بہ
زان سبب عالم کہ بود مینمودہ کہ نکوری این کہ بودی دان ز خویش بہ خویش را بد کہ وزن کس را تو نیش بہ المعنی سادہ
مردا حق یعنی ای مخاطب اکثر ظلم جو لوگون سے تو دیکھتا ہر وہ تیری ہی توان میں گھسی ہوئی ہوتی ہر تیری ہی ہستی میں
جو نفاق و ظلم و ہستی تھی وہ ان ظالموں میں دوڑ گئی ہر اب وہ ظالم اور نہیں ہیں خود تو ہی ہر اور اپنے او پر
آپ زخم مار رہا ہوا اور تار لعنت کا اپنے او پر پورا ہر بسبب ظلم و نفاق کے خدا تعالیٰ تیرے نفاق و عداوت کا بدلہ
اس صورت میں خود تجھے تجھی کو دلا رہا ہر تو اپنے آپ میں اس بدی کو ظاہر نہیں دیکھتا اور وہ ظالم جانتا ہر اگر غور
کرے تو جانے کہ میں بکان و دل پہنا دشمن خود آپ ہی ہوں آوری مرد سادہ احمق شیر کی طرح آپ ہی حملہ اپنے او پر
کرتا ہر جیسے اُس شیر نے کیا کہ ظلم اس کے اسی کی صورت میں چکے ہاں اگر اپنی عادت کے قعر کو پہنچے گات جانے گاہیہ
ساری ناکسی سیری ہی تھی جیسے شیر کو قعر میں ظاہر ہوا کہ نقش اُس کا وہ تھا جس کو دوسرا شخص دکھا رہا تھا جو کوئی دانت
کسی ضعیف کا اگھڑتا ہر یعنی ایدا دیتا ہر وہ اُس شیر غلط بین کا کام کرتا ہر جس ای مخاطب جب غم تیرے سامنے آئے
اور حال بد اُس کے چہرے کا نو دیکھے تو جان لے کہ یہ عکس میرے ہی چہرہ کا ہر پھر غم سے کیوں بھلے مومن آپس میں
آئینہ ایک دوسرے کے ہیں کہ ازالہ عیب ایک دوسرے کا کرتے ہیں اور یہ حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لا تَنْظُرُوا
مَرَاتِ الْمَوْتِ نَوْنِ ابْنِ الْکَمَلِ کے آگے ایک نیلا شیشہ کفر کا رکھ لیا ہر جس سے چھکوتا مہمان سیاہ معلوم ہوتا ہر پھر تو
مومن کو کیسے جانے اور تیرے عیون کا ازالہ کون کرے اگر تو اندھانہ نہیں ہر اور تیری چشم بصیرت کھلی ہیں تو
اس سیاہی کو اپنے آپ سے پہچان اور آپ ہی کو برا کہہ دوسرے کے ڈنک بُرائی کلمت مار غرض یہ کہ تیری سیکاری
شیکو اپنی بدکاری سے واقف نہیں ہونے دیتی الخلاف شرح بحر العلوم میں غالب بدیر رو سے غم بھلے غم کے
لکھا ہر و و نون مصرعون میں قولہ مومن از نظر نور اللہ نبودہ عیب مومن را برہنہ چون نمودہ چونکہ تو نظر بنا را استد
بدی بہ نیکوی را داند بدی از بدی اندک اندک آب بر آتش یزن بہ تا شود ناز تو نورایو الحزن بہ تو یزن یا رہنا
آب طور بہ تا شود این نار عالم جملہ نور بہ کوہ و دریا جملہ در فرمان تست بہ آب و آتش اسے خدا وندان تست بہ
گر تو خواہی آتش آب خوش شودہ ورنہ خواہی آب ہم آتش شودہ بے طلب تو این طلب مان دادہ بہ بیشمار و عطا
بنیادہ بہ با طلب چون مذہبی اوحی و دودہ کہ تو آمد ملکلی بخود و وجودہ در عدم کے یو دمار خود طلب بہ بی سبب
کردی عطا ہاے عجب بہ جان و نان دادی عمر جاودان بہ سار نعمت کہ تا بد در بیان بہ این طلب و را ہم از یکا و
تست بہ رستن از پیدا یا رب داد تست ہاے طلب ہم میدہی گنج ننان بہ رایگان بخشیدہ ہاں جہان بہ

ہنگامہ انیم نے دایہ السلام ہا البنی المصطفیٰ خیر الانام ہا المعنی خزن بختین اندوہ وبالضم نیز بواخرن ای پر حزن
 طور پاک عد بفتح وشد بد شردن فرماتے ہیں کیا دوسرے مصداق اس حدیث کا نہ تھا پھر تو نے عیب اس کو کیسے کھولا
 اور ڈرا نہیں اس کی فراست سے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جس کا منورہ جنت ہے اور اس کے سامنے عیب
 چھپا نہیں رہتا چنانچہ حدیث شریف یہ ہے ائتوا فراسدا من فاکہ فیظربوا اللہ مگر اس سبب سے کہ تو فیظربنا زانیدی
 جو جز و فرخ کی ہونیک کی کو بدی سے نہیں دیکھتا تو مادہ ہی ناری ہے اب تو تھوڑا تھوڑا پانی اس آگ پر چھڑک تب ہی پھول
 یہ نار تیری نور ہو جائے پھر کہتے ہیں کہ اگر پروردگار ہمارے اور کیا چیز ہو تو ہی آب طور اس نار پر مار تو تمام جہان
 کی نار نور ہو جائے یعنی برائیان بھلائیوں سے بد جائیں اس سبب سے کہ وہ دریا سب تیرے حکم میں ہیں اور
 آب و آتش سب کا تو مالک ہے اگر تو چاہے آگ آب خوش ہو جائے اور جو چاہے آب بھی آتش ہو جائے تو نے
 بے مانگے ہکو یہ طلب کی چیزیں دی ہیں اور بے سبب یہ عطیات عجیب بخشے ہیں جو شمار اور گنتی سے باہر ہیں اب جو ہم
 مانگتے ہیں تو پھر کیسے نہ گے گا اچھی و دو دو جگہ جو دو دو دچھ ہی سے ہیں جی زندہ و دو دو دوست دارندہ جب ہم عدم میں تھے
 تو ہکو طلب کب تھی تو نے بے سبب یہ عطائیں ہم پر کین جان دی نان دی عمر جاودان دی اور ساری نعمتیں
 جو بیان سے باہر ہیں دین خود یہ طلب بھی ہم میں تو ہی نے پیدا کی ہر پھر کیسے خیال نہ کرے گا اور ظلم و بیداد سے بچنا یہ بھی
 تیری داد ہے یعنی دی ہوئی تو وہ کریم ہے کہ بے مانگے گنج نمان بخشا ہے اور تمام جہان کو مفت جان سی شہ بخشی ہے ایسے ہی
 ہر دار السلام تک انعام و احسان کیے باطنی نبی مصطفیٰ خیر الانام کے اختلاف شرح بحر العلوم میں آب و
 دریا اور متن قلمی میں کوہ و دریا کہ یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور در عدم کی جگہ در عدد و غلط ہے

مژدہ لے جانا خرگوش کا پیچیر وں کے پاس کہ شیر جاوین گر گیا

قولہ چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت ہ سو ہے پیچیران روان شد تا بدشت ہ شیر را چون دید مخوفلم خویش ہ سوے
 قوم خود و دید از پیش پیش ہ شیر را چون دید کشتہ ظلم خود ہ مید ویدا و شادمان و بار شد ہ شیر را چون دید در چہ
 گشتہ زار ہ چرخ میزد شادمان تا مرغزار ہ دست میزد چون رسید از دست مرگ ہ سبز و رقصان در ہول چون شاخ و برگ ہ
 شاخ و برگ از جبین خاک آزا شد ہ سر بر آورد و حریف باد شد ہ برگ را چون شاخ را بشکاقتند تا بیا لے و رخت
 اشتاقتند ہ باز بان شطاعہ شکر خدا فی سراید ہ ہر دہرگے ہا ہا بے زبان ہر بار و برگ و شاخ ہا ہا بے سراید ذکر و تسبیح خدا ہ
 کہ پیرو واصل مارا ذوالعطا ہ تا درخت استغلاظ آمد فاستوی ہ جانلے بستہ اندر آب و گل ہ چون رہند از آب و
 گھما شاد دل ہ در ہوا ہے عشق حق رقصان شد ہ ہجو قرض بدر بے نقصان شد ہ جسم شان در رقص و جا ہا
 خود مہر س ہ وانکہ گرد دہان از انہا خود مہر س ہ المعنی رشد بالضم و بختین را ہر ہوتا اور راہ راست پانا فرماتے
 ہیں جب خرگوش رہائی سے شاد ہوا تو پیچیر کی طرف جہا شک حد جگل کی تھی گیا شیر کو جو دیکھا کہ میرے ظلم سے شگیا

تو جیسا پہلے دوڑا کرتا تھا اُس سے بہت زیادہ اپنی قوم کی طرف دوڑا اور دوڑ کر گوش کی مشہور ہر چہرے کہیں کہیں کو جو
کشتہ اپنے ظلم کا پایا تو بڑی خوشی و رشک کے ساتھ دوڑتا پھرتا تھا اور شیر کو چاہ میں کشتہ و زار دیکھ کر کیسا خوشی سے
مرغا رہا میں ناچتا تھا اور تالیان بجاتا تھا کہ مرگ سے چھوٹ گیا اور شاخ و برگ کی طرح ہوا میں سبز و تازہ اور نقصان
نہا اب بننا سبب ذکر شاخ و برگ کے فرماتے ہیں دیکھو شاخ و برگ کو کہ جب قید خاک سے آزاد ہو جاتی ہیں کہ
آخر خاک ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو کیسا سر اٹھاتی ہیں اور سر فرازی پاتی ہیں اور حریت باد کی بنجانی ہیں جو بالائی
بالائی ہو آ رہے جو شاخ کو پھاڑ کے نکلتے ہیں کیسے درخت کی پھنگی تک دوڑ جاتے ہیں اور علو پاتے ہیں اور زبان
شطاہ کے ساتھ شکر خدا کا ہر برگ و بار بجالاتا ہے شطاہ سے اشارہ اس کا ہر کثرع اخراج شطاہ اپنے مثل اُس کیفیت
کے کہ جس نے اول شاخ اپنی نکالی اور پیرانی کی زبان سے ہر بار و برگ و شاخ ذکر خدا اور اُس کی تسبیح ادا کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری اصل کو اُس نے جو وہ العطا ہی کیسا پرورش کیا کہ وہ درخت استغلاظ اور استوے ہوا استغلاظ
اور استوے یہ بھی دونوں ٹکڑے آیت مذکور کے ہیں بس قوی کیا اُس شاخ ضعیف کو اور مونا کیا کہ اپنی ساق پر قائم ہوا شعر بعد
اس تمہید کا نتیجہ کہ جو جانیں آب و گل میں مقید ہیں وہ آب و گل اپنے اجسام سے شاد ہو کے کیسے رہائی پائیں اور
جو اس سے رہا ہوئے وہ ہواے عشق حق میں البتہ شاخ و برگ کی طرح نقصان ہوئے اور مانند قرص ہر کے
بے نقصان جیسا کہ حالت بدست میں ہوتا ہے جسم اُن کا جوہر سے رقص میں ہے اور جانوں کی کیفیت کچھ مت پوچھ
اور جو بالکل جان ہی جان ہو گئے اُن کا پھر کیا بیان الخلاف شرح بحر العلوم میں خاتما بجائے جاہنا کے
غلط ہے قولہ شیر را خرگوش در زندان نشانہ تنگ شیرے کو خرگوشی بماندہ در چین تنگے وانگہا بعب و فخر دین
خواہی کہ گویند لقب ہاے تو شیریں در تنگ این چاہ فردہ نفس تو خرگوشی خونت و سخت خوردہ نفس خرگوشی بھرا
در چراہ تو بقرا میں چہ چون و چراہ سوے پنجران و وید آن شیر گیدہ کا بشر و یا قوم ان جائز البشیرہ فردہ فردہ اسے
گر وہ پیش سازہ کان سگ دونخ بدوزخ رفت بازہ فردہ فردہ کان مدو جانناہ کند قمر خالفتش دمانناہ
فردہ فردہ کز قضا ظالم کچاہہ اوفتا د از عدل و لطف بادشاہہ آنگہ از پنجر بے سرا بکوفتہ ہر چو خس جاوہر گرش
ہم ہر وقت ہر آنکہ جز فلش دگر کارے نبودہ آہ مظلومش گرفت و کوفت زودہ گرفت بشکست و مغزش بر وین
جان ما از قید محنت و ارہیدہ المعنی فردہ فردہ سب جگہ واسطے مزید بالفہ کے ہے دیکھو شیر کو خرگوش نے کیسا زندان
میں بٹھایا اب تنگ شیریں کی کیا ہونی کہ ادنیٰ خرگوش سے عاجز ہوا یہی تیرا حال ہے کہ تو بھی اس قسم کے تنگ ہیں
ہو ای عاجز خرگوش نفس کا پس تعجب ہے کہ ایسا تو تنگ ہیں آلودہ اور چاہتا ہے کہ فخر دین میرا لقب ہو فخر دین سے خواہ
معنی لفظی مقصود ہوں خواہ امام فخر الدین رازی آئی فلان تو شیر ہو کہ تنہا اس چاہ کی تو میں پڑا ہوا ہے اور نفس خرگوش
نے تیرا خون بہایا اور تجھ کو کھا لیا ایسے ہی شیر ہوتے ہیں نفس خرگوش تو مزہ سے کھلے بندوں جگل میں چرتا پھرتا ہے

تو شیر ہو کے اس چاہ چون و چرا کے قعر میں پڑا ہوا آب پھر ذکرِ خرگوش کا کہ وہ شیر گہ بخیر و ن کی طرف دوڑتا گیا اور کہا
بشارت ہو تجھ کو ای قوم کہ بشارت دینے والا آیا دوسرے مصرع میں تلخ جو اُس ذکر سے کہ بشیر نامی پیراہن حضرت
یوسف کا لایا تھا اور حضرت یعقوب کے منہ پر ڈالنے سے آنکھیں ان کی دوبارہ روشن ہو گئی تھیں ایسے ہی یہ بھی آپ کو شیر
بتا تا کہ اب تمھاری آنکھیں روشن ہوں تو ٹھکو مژدہ پر مژدہ ہوا مگر وہ عیاش کہ وہ دوزخ کا کتا ٹوٹ کے پھر دوزخ کو گیا
اور مژدہ پر مژدہ ہو کہ اُس دشمن جانوں کے قہر خدا نے دانت اٹھیر ڈالے پھر مژدہ پر مژدہ ہو کہ وہ ظالم اتفاقا لطف و
عدل بادشاہ حقیقی سے کنوین میں گرا جس نے کہ اپنے پنجے سے بہت سر کچلے تھے اسکو جا رہا وہ مرگ نے خس کی طرح جہاڑ کے
پسینک دیا اور وہ جس کا کام سوائے ظلم کے نہ تھا مظلوموں کی آہ نے اُس کو کپکپا اور خوب کچلا گردن اُس کی توڑی معز اُس کا

نخال ڈالا اور ہماری جان کو قیدِ محنت سے چھوڑا دیا

جمع ہونا پنجیر و ن کا خرگوش کے پاس اور مدح و ثنا کرنا خرگوش کی

قولہ جمع گشتند آزمان جملہ وحوش و شاد و خندان از طرب در ذوق و جوش و حلقہ گردند اوچو شمس در میان ہا سجدہ
گردنش ہمہ صحرائیان و تو فرشتہ آسمانی یا پری و یا تو عزرائیل شیران نری و ہر چہ ہستی جان ما قربان تست و
دست بردوست و بازویت درست و راند حق این آب را در جوئے توہ آفرین بردست و ہر بازوئے توہ بازو تاقصہ
درماننا شودہ بازگو تا مرہم جاننا شودہ بازگو تا چون سگاییدی بکہہ آن عوان را چون ہالیدی بکہہ بازگو کہ ظلم آن استر
نماہ صد ہزاران زخم دارد جان ماہ بازگو آن قصہ کان شادی فراست و روح ما را قوت و دلہا را عذاست و گفت
تا یید خدا بدای مہان و در نہ خرگوشے چہ باشد در جہان و تو تم نشید و دل را نور دادہ نور دل مردست و ہارا زور دادہ
المعنی عوان بفتح سخت گیرندہ و ظالم ہر ہنگ سلطان افاضل خرگوش کا مژدہ تنگے سب وحشی جنگل کے جمع ہوئے
اور بڑے شاد و خندان اور بڑے ذوق و جوش میں آئے سب نے گرد اُس کے حلقہ کیا وہ مثل شمع کے پچ پچ بین
تھا اور سارے صحرائیوں نے سجدہ کیا اور کہا کہ تو فرشتہ آسمانی ہو یا پری ہو یا عزرائیل شیر زون کا غرض جو کچھ ہو ہماری
جان تجھ قربان ہو اور تیرے دست و بازو کی دستبرد و غلبہ سب درست ہو خدا تعالیٰ نے یہ پانی تیرے ہی جسم یا جو اس
کے نہر میں جاری کیا ہو آفرین تجھ اور تیرے دست و بازو پر چہرے اس قصے کو ہمارے سامنے کہہ کہ ہمارے درد کا درمان ہو
اور ہماری جانوں کے زخم کا مرہم بنے پھر کہتے ہیں کہ بتا تو وہ کونسے کبرتے جو تو نے سوچے تھے جنسے ایسے سخت گیر کو پھر
کی طرح مل ڈالا تو را ہکو بتا تو کہ اُس ظالم سے لاکھوں زخم ہماری جان نے کھائے ہیں بیان کر اُس قصہ کو کہ وہ شادی فرا
ہو جب سینکے شادی بڑے گی اور روح کو قوت ہوگی دل غذا پائے گا خرگوش نے کہا سب خدا کی تائید تھی وہ خرگوش
بھی جان میں بھلا کچھ چیز ہو اسی نے ہکو قوت بخشی اور میرے دل کو نور دیا اور نور دل نے ہا حلقہ جانوں کو

زور دیا و

انصیحت کرنا خرگوش کا پنجہ کو کہ مرگ دشمن پر شاد مت ہو

قولہ از برحق میرسد تفضیلاً ہا با نغم از حق رود تبدیل ہا ہا حق بدور و نوبت این تاکید راہ بیناید اہل ظن و دید راہ بین
بلکہ نوبتی شادی مکن ہا اے توبہ نوبت آزادی مکن ہا آنکہ ملکش برتر از نوبت تمنہ بر تو از ہفت انجمن نوبت
زمنہ برتر از نوبت ملک با قیندہ و دور دایم روحا را سا قیندہ چون نوبت میدہند این دولت ہا از چہ شد
ہر باد آخر بہت ہا ترک آن شرب را بگوئی یکدور و زہ ترکی اندر شراب غلبہ پوز یکدور و زہی چہ کہ دنیا ساعیت ہا
کہ ترکش کرد اندر راحتیت ہا معنی الشرب راحت گوش کن ہا بعد از ان جام بقا را نوش کن ہا با سگان بکند این
مردار راہ خور و بشکن شیشہ پندار راہ المعنی پوز بینی چارہ پایاں پندار تکرہ وغرور خرگوش کتاہر جتنی تفضیلتین اور
زیادتیان بین جو ایک کو دوسرے پر ہوجاتی بین سب خدایتعالیٰ سے پہونختی بین اور اسی سے پھر ان میں تبدیل
جاری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ بدور و نوبت یعنی باری اور زمانہ کے ساتھ یہ تبدیل اہل ظن و دید کو دکھاتا ہے کہ اپنے
اپنے وقت اور اپنی اپنی باری سے ایک دوسرے کو ملتا ہے جو سب ارباب شک و یقین دیکھتے ہیں اب خبردار
تو اس ملک نوبتی پر جو آج تیرے پاس ہے اور کل کو نوبت دوسرے کی شادی مت کر کس واسطے کہ تو بھی نوبتی ہو اور
اس قید میں مقید پھر چلو آزادی کمان سے ملگئی اور وہ لوگ کہ جن کا ملک نوبت سے علیحدہ پورے ہیں یعنی آراستہ
کرتے ہیں ان کی نوبت ہفت انجم سے اوپر بچاتے ہیں وہ ایسے عالی رتبہ ہیں اور وہ بادشاہ ملک باقی کے بین نوبت
و باری سے پاک اور وہ دور دایم جو روحون کا ہے اس کے ساتھی ہیں اور تجوہ باری کے ساتھ یہ دولت ملتی ہے تو تیری
موجھوں میں ہو کیون بھرنی اور کس بات کا غرور ہو گیا آخر اور کی نوبت نہوگی ہاں اگر ایک دور و زکے واسطے شرب
اس شراب عیش کا ترک کرے تو شراب غلبہ میں ناک تک ڈوب جائے اور غلبہ سے مراد خواہ پیشگی خواہ ہشت
پھر کہتے ہیں ایک دور و زکیسے دنیا تو ایک ساعت ہے جس نے اس کو ترک کیا بہت ہی بڑے آرام میں ہے خواہ مخی الشرب
راحت کے سن جو حدیث شریف ہے الدنیا ساعۃ و ترکہا راحت پھر بعد ترک اس کے جام بقا کا نوش کر کہ تیرے ہی
واسطے ہے ہتر ہی ہے کہ اس دنیا مردار کو اس کے کتوں پر چھوڑ دے اور شیشہ پندار و گمان کو چور چور کر کے توڑ ڈال تا ایک
ایقین کے رتبے کو پہونچے الخلاف شرح بحر العلوم میں ملک و نوبتی کا واسطہ ہے اور بجائے برتر کے برتر تمنہ
ایسے ہی ملک و با قیندہ کا واسطہ ہے اور روحا را کی جگہ روحا با شیشہ پندار کی جگہ دیدہ پندار کہ مناسب خود بشکن کے نہیں

اس حدیث کی تفسیر میں رجنا من الجہاد الا صغر لے الجہاد الا کبر یعنی لوٹے ہم چھوٹے

جہاد سے طرف بڑے جہاد کے

قولہ ای شہنا کلیم با نغم برون ہا ناند خستے زمان برتر اندرون ہا گفتن این کار محض و ہوش نیست ہا شیر راہن
سخرہ خرگوش نیست ہا دوزخ بہت این نفس و دوزخ اثر داست ہا کو ہدایا نہ گرد کم و کاست ہا

ہفت ہزار آشتاد ہزار کم کر دو سو زش آخلق سوزہ سنگما و کافران سنگدل ہا اندر آئند اندر و غار و خجل ہا ہم
نگرد و ساکن از چندین غذا تا زحق آید ماورایین مذاہمیر گشتی سیر گوید نے ہونہ اینت آتش اینت تابش اینت سوزہ
عالمی را لقمہ کرد و در کشیدہ سجدہ اش نعرہ زنان ہل من فریاد حق قدم ہرے ہند از لامکان ہا آنگہ اوساکن شود
از کن فکان ہا بمعنی یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت فرمائی ہوا کہ جبوقت غزوات سے فارغ ہو کر مدینہ
منورہ کی طرف مراجعت کی ہو کہ یہ جہاد اصغر بھٹاب ہم جہاد اکبر کی طرف جہاد نفس ہو کوئے شہا بن العنہ متکلم کا ہر سوا سطلے
کہ اگر حرف مذاکا تو موجود ہی ہر قیضہ اگر بادشاہ ہمارے بنے دشمن برونی کو تو مار لیا کر دشمن درونی جو اس دشمن برونی
سے بدرجہا بدتر ہو جیسا کہ اہمادی عدوک نفس کا لقی میں جنہیک بنے سب دشمنوں میں ہر کے دشمن تیر نفس ہر
جو تیرے دونوں پہلو میں ہر بس ایسے دشمن کا مارنا ہا مگر اس دشمن کا مارنا کام عقل و ہوش کا نہیں ہر کس واسطے کہ
نفس شیراز اور عقل و ہوش خرگوش شیر بھی کہیں بیگاری خرگوش کے بنے ہیں یہ نفس ایک دوزخ ہوا اور دوزخ وہ آڑہا
کہ دیاؤن سے کم و کاست نہویہ دوزخ ہفت دریا کو پی جائے اور سوزش خلق سوزاس کی ونیسی ہی رہے دریا بھی نہ گھٹے
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہنچو دن اور کافرون سنگدل کو اس میں جھونک دیگا اور یہ سب خواہ خجل آئین بھر دیے جائیں گے
لیکن یہ اتنی غذا سے بھی ساکن نہوگی اسوقت حق تعالیٰ سے یہ مذا ہوگی کہ تو سیر ہوئی تیرا پیٹ بھرا وہ کہے گی نہیں ابھی ہی
آتش وہی تابش وہی سوز ہر حال آنگہ ایک مالہ کو لقمہ کر لیا اور نکل بیٹھی اور مددہ وہی ال من مزید پکارے ہاے جیسا کہ
قرآن مجید میں ہر یوم لقول لجنہم ہل استلأت و تقول ہل من مزید یعنی قیامت کے دن نام دوزخ سے کہیں گے کیا تو سیر
ہوئی وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہر اسوقت اللہ تعالیٰ لامکان سے قدم اسپر رکھے گاتب وہ ساکن ہوگی الخلاف شرح بحر العلوم
اور متن قلی دونوں میں نشان بجائے شہا فاط لکھا ہر قولہ چونکہ جزو دوزخ ست این نفس ہا طبع کل دار ہمیشہ
جزو ہا این قدم اور ابو دکر را کشیدہ غیر حق خود کہ کمان او کشیدہ در کمان تہند الا تیر راست ہا این کمان را بازگون
کرتیر راست ہا راست شو چون تیر و وارہ از کمان ہا کز کمان ہر راست بچھدیگان ہا چونکہ واگشتہ ز پکار ہر برون ہا
روے آورد ہم ہر پکار درون ہا قدر جہنا من جہاد الاصغر ہا ہا تہ اندر جہاد اکبر ہم ہا قوتے خواہم زحق دریا شگاف ہا
تا بسوزن برکتہ این کوہ قاف ہا سہل شیرے دان کہ صفا بشکند شیر آنت آنگہ خود را بشکند تا شو شیر خدا از خون
او ہا دار ہر از نفس و از فرعون او ہا بمعنی کمان کسے کشیدن عمدہ ہر کسی سے ہونا اور ہم آورد کسی کا ہونا ہونا
فرماتے ہیں کہ جب ہر نفس ہمارا جزو دوزخ کا ہوا اور دوزخ بدون قدم خدا تعالیٰ کے ساکن نہوگی تو یہ کیسے ساکن ہو
کس واسطے کہ جملہ اجزا کی طبیعت اپنے کل کی موتی ہو یہ قدم خدا ہی کا ہو کہ اس کو بچھائے اور سوا اس کے اس کمان
کو کون کھینچ سکتا ہر کمان میں جب تیر نہ تھیں سیدھا ہی رکھتے ہیں سب کی یہی عادت ہر کمان اس نفس کی کمان کے جو تیر
میں کہ مراد خدا انسان ہے ہر سب لے اور تیرے میں جو اسکے قبضہ میں ہیں تو سیدھا تیر سا ہو جا اور اس کمان سے نکل جا

کہ بیشک راست ہی پر نکلتے گا آب کہتے ہیں اے بار خدا یا ہم باہر کی لڑائی سے تو پٹ گئے درونی لڑائی پر متوجہ ہیں حضرت نے جو فرمایا ہر قدر جناسن جہا والا صغر خاص یہی حال ہمارا ہو گیا ہم خود بنفسہ ہی ہیں اور ایک بڑے بت کے ساتھ تھا داکٹر کہ رہے ہیں تو ہکو حضرت موسیٰ کی سی قوت دریا شگاف دے کہ دریا کا پھاڑنا محال تھا تو تیری قوت پاکے ہم بھی ایک ادنیٰ سوزن سے کوہ قاف کو اکھیر ڈالیں اے مخاطب اس شیر عونی کو جو صفین بھاڑ دیتا اور بھگا دیتا ہر سہل و سہری سمجھ شیعہ وہ ہر جو اپنی خودی کو توٹے تو خدا کی مدد سے ایسا شخص شیر خدا کا ہوتا ہے اور نفس اور اس کے فرعون سے جو نفس مار دے دونوں سے جھوٹ جاتا ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں بازگون کی جگہ بازگون اور بجائے باقی اندر باقی اور بجائے دریا شگاف تو فبق لاف غلط لکھا ہے

آما قاصد قیصر روم کا پاس عرضی الشد عنہ کے

قولہ در بیان این شذو یک قصہ ہے تا بری از سر گفتم حصہ ہے مرمرا آما قیصر رسول ہے در مدینہ از بیابان نقول ہے گفت کہ قیصر خلیفہ اے چشم ہے تاسن اسب و دخت خود آما نکشم ہے قوم گفتندش کہ اورا قیصر نیست ہے مرمرا قیصر جان روشنی ست ہے گرچہ از میری در آوازہ ایست ہے بچو درویشان مرا در کا نہ ایست ہے اے براہ چون بہینی قیصر ہے چونکہ در چشم دلت نیست موند چشم دل از موسے علت پاک دایہ وانگمان دیدار قیصرش چشم دایہ ہر کراہست از ہوسا جان پاک ہے زو دیند حضرت دیوان پاک ہے چون محمد پاک شد از نار و دودہ ہر کجا رو کر دوجہ اندر بودہ چون ریفے و سوسہ بدخواہ راہ کے بہینی نموجہ الشد راہ ہر کراہ شد ز سینہ فتح باب ہے اور ہر ذرہ بہیند آفتاب ہے حق پدیدست از میان دیگران ہے چچو ماہ اندریان اختران ہے دوسرا نگشت برد و چشم نہ ہے پہنچ بینی از جہان انصاف دودہ و نہ بینی این جہان معدوم نیست ہے غیب جز انگشت نفس شوم نیست ہے تو ز چشم انگشت را بردارین و وانگمانی ہرچہ سخا ہی بہین ہے المعنی نقول بضمتین دور و بید کا نہ بکاف عونی ہندی جھوڑے چشم داشتن امید و توقع کرنا یعنی اسی بیان نفس میں مجھے ایک قصہ سن تو میرے کلام کے بھیدے کچھ بہرہ پائے حضرت عمرؓ کے پاس قیصر روم کا قاصد آیا مدینہ منورہ میں بیابان دور دراز سے پوچھا خلیفہ کا محل کونسا ہے اے خادم بتاؤ کہ میں وہاں اپنا اسباب و گھوڑا لیاؤں قوم نے کہا کہ ان کا کوئی قیصر نہیں ہے انکا قیصر تو جان ہے جو از بس روشن ہے اگرچہ امیری میں ان کی شہرت ہو رہی ہے مگر قیرون کا سا ان کا ایک جھوڑہ ہے آب مقولات مولانا رح کے ہیں کہ اے بھائی تو قیصر جان کو کیسے دیکھے کہ تیری چشم دل میں پر بال ہے اور ظاہر کہ پر بال دیکھنا کس کا آنکھ تو کھولنے ہی نہیں دیتا ہے تو چشم دل کو پر بال سے کہ وہ علت و اسباب دنیوی ہیں پاک صاف رکھ پھر دیدار قیصر جان کی امید کر خوب جان لے کہ جسکی جان ہو سون سے پاک ہے وہ جلدی اس کے حضرت ولایوان کو دیکھ لے گا علیہ السلام لاطیبت لاطیبتین فرمایا ہے دیکھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ان کی خلقت جو علت و اسباب سے پاک تھی اور بالکل نورانی نور تار و دودہ سے جدا ہے منہ کرتے تھے اللہ کی ذات ہی پیش دیدانے تھی تو تو رفیق و سوسہ بدخواہ یعنی خناس اور شیطان کا ہر قسم وجہ اللہ کو کب دیکھے تلخ ہے آیت شریف آیتا تو لوافتم وجہ اللہ سے یعنی بدستور ہو گے اور عزات خدا کی ہے

جس کا سینہ مثل دروازہ کشادہ کے کھلا ہوا ہو وہ ہر ذرے سے آفتاب دیکھتا ہو اللہ تعالیٰ مخلوق سے ایسا نظر ہو باہر تو جیسے ستاروں میں چاند ہوتا ہو تو اپنی دو انگلیوں کے پورے آگے پر رکھ لے پھر انصاف کر کے بتا تو کچھ نظر آتا ہو لیکن اگر تو نہ دیکھتے تو تیرے نہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہو یہاں معدوم تو نہیں ہو گیا ایسے ہی خدا کی ذات موجود ہو مگر جگہ جو نہیں ہو جیتی یہ تیرے نفس شوم کی انگلیوں کا عیب ہو اس کے سوا اور کچھ نہیں تو اس کی انگلیاں جو رکھے ہوئے ہر اپنی آنکھوں سے اٹھ کر پھر جو چاہے وہ دیکھ اختلاف شرح بحر العلوم پہلے شعر میں پہلا مصرع تو لکھا ہر عر بر عمر آمد ز قیصر یک رسول ہے اور دوسرا مصرع ہر عر تابری از سرگرم حصہ ہے پھر دوسرے شعر میں پہلا مصرع مذکور پہلے بر عمر آمد ز قیصر الخ اور دوسرا مصرع از اندینہ از الخ ولے بر کاتب و واسے بر مصرع عجب پیر نابالغ جمع ہوئے ہیں قولہ نوح را گفتند امت کو ثواب ہر گفت اور انسوئی و استغشوا ثیاب ہے رو دوسرے جہاں پیریدہ ایدہ لاجرم با دیدہ و نا دیدہ ایدہ آدمی دیدت باقی پوست ہے دیدت آنکھ دید و دستت ہے چونکہ دید و دست نبو د کو رہے دوست کو باقی بنا شد و رہے چون رسول روم این الفاظ تہذیب آورده شد مشتاق تہذیب دیدہ را بر جستن عمرے گماشت ہے رخت را واسپ را ضائع گذاشت ہے ہر طرف اندر پے آفر کا کا میشدی پر سان او دیوانہ وارہ کا پختی مردے بود اندر جہان ہر جہان مانند جان باشد تہان ہر جہت اور آتش چون بندہ بودہ لاجرم جو بندہ یا بندہ بودہا ملعنی حضرت نوح سے امت نے پوچھا ثواب کمان ہو کما اُس پارہ استغشوا ثیاب سے اشارہ ہر طرف اس آیت کے وانی کلام دعوت تم تغفر لہم جہاوا الصا بعم نے آذانہم و استغشوا ثیابہم واصر واد اسکبر و استکبار اور بیشک جب میں بلاتا ہوں اُن کو نہ بخش کرے تو واسطے اُن کے تو اپنے کانوں میں انگلیاں کر لیتے ہیں اور اُنہیں پتے ہیں کچھ اجہیں چھپ جائیں اور اڑ جاتے ہیں اپنے کام میں اور تکر کرتے ہیں تکر کرنا مطلب یہ کہ تم جو پتے اور کھ کے آپ کو مجھے چھپاتے ہو اور میری دعوت نہیں سنتے اس کے اُس پارہ ثواب ہو یعنی ان سے الگ ہو جانے میں شعر بعد اسکی تفسیر یعنی تم جو اپنا منہ اور سر جو کچھ دون میں لپیٹتے ہو بیشک اسی سبب سے اگرچہ انکیاے ہو لیکن اندھے ہو واسطے کہ آدمی میں اگر دید ہو تو آدمی ہو ورنہ پوست ہو اور دید وہی ہو جو دید و دست کی ہو اگر دید و دست کی نہ تو اندھا چھا اور دست بھی اگر باقی نہ تو اُس سے دور اچھا فانی کی دوستی کس کام کی تعرض جب رسول روم نے یہ الفاظ با آب و تاب سنے از بس مشتاق ان کا ہوا تو اپنی آنکھیں اُن کی جستجو پر تعین کیں گھوڑے اور اسباب کو بے محافظ چھوڑ دیا ہر طرف اُنکے سرخ میں وہ مرد کار دیوانہ کی طرح پوچھتا پھر تا تھا کہ ایسا شخص جہاں میں ہو کہ جہاں میں ہو اور مانند جان کے چھپا ہو اور اس خیال سے اُن کو ڈھونڈتا تھا کہ میں اُن کا بندہ ہوں آخر جو بندہ یا بندہ ہوتا ہو اُن کو پایا اختلاف شرح بحر العلوم میں پیچیدہ اند دیدہ اند بصح فاسب لکھے ہیں اور متن قلمی میں بصح حاضر مگر میں نے بصح حاضر اختیار کیے مناسب موقع کے کے محل جواب و سوال ہو اور اس مصرع کا چونکہ دید و دست نبو د الخ دوسرا مصرع قلمی میں یون عر

سوتا پانا رسول قمیصر روم کا عمر رضی اللہ عنہ کو درخت خرما کے نیچے

قولہ دید اعرابے زنے اور ادخیل ہر گشت عمر ایک بزیر آن نخل ہر زیر خرابین زلفان او جدا ہر زیر سایہ نغمہ بین سایہ خدا ہر آمد آنجا دند و دہر ایستاد ہر عمر را دید و در لرزہ فتاد ہر سیتے زان خفتہ آمد در رسول ہر حالتے خوش کرد ہر جانفش نزول ہر مہر و ہیبت ہست ضد یکد گرہ این دو ضد را دید جمع اندر جگہ گفت با خود من شان را دیدہ ام ہر پیش سلطانان خوش و بگزیدہ ام ہر از شہانم ہیبت وترسے نبود ہر ہیبت این مرد ہوشم در بود ہر رفتہ ام در بیشہ شیر و پلنگ ہر روے من زایشان نگر داند رنگ ہر بس شدستم در مصاف و کارزار ہر چو شیر آندم کہ باشد در شکار ہر بسکہ خوردم بس زدم زخم گران ہر دل قوی تر بودہ ام از دیگران ہر بے سلاح این مرد خفتہ بر زمین ہر من ہفت اندام لرزان ہیبت این ہر ہیبت حق ست این از خلق نیست ہر ہیبت این مرد صاحب دلق نیست ہر المعنی و خیل وہ جو کسی کام میں دخل رکھتا ہو اعراب بفتح عربان صحرائشین ہفت اندام بحسب ظاہر سر سپندہ پشت اور دو ہاتھ اور دو پا نوں اور بحسب باطن دلق و دل جگر سپر ز شمشیر زہرہ معہہ یا گردہ بقول بعض جہنم گوش زبان بطن فرج دست و پایے ایک عورت اعرابی نے اُس رسول کو دیکھا اور دخیل جانا کہ عمر کے کام میں دخل رکھتا ہو کہا وہ دیکھ اُس درخت خرما کے نیچے عمر میں اور خرما کے سایہ میں تمام مخلوق سے جدا مثل سایہ خدا کے سوتے ہیں وہ رسول وہاں آیا اور اُن سے دور کھڑا ہوا اور دیکھتے ہی گلہ بننے لگا آخرتہ سے ایک ہیبت بھی اُسکو ہوئی اور ایک حالت خوش بھی اُس کی جان پر نازل ہوئی اور عجب معاملہ تھا کہ مہر و ہیبت دونوں ضد ایک دوسرے کی زمین اور ضد میں جمع نہیں ہوتی مگر اُس نے اپنے جگر میں دونوں کو جمع دیکھا اپنے دل میں کہا کہ میں نے بڑے بڑے پادشاہ و سلاطین دیکھے اور اُن کے سامنے خوش اور برگزیدہ رہا ہوں جگو پادشاہ ہوں سے کبھی خوف و ترس نہوا مگر اس شخص کی ہیبت نے میرے ہوش اڑا دیے میں شیر و پلنگ کے جگہ گون میں گیا اور میرے رو کا رنگ کبھی تغیر نہوا اور لڑائیوں میں بھی اکثر ہار گیا مگر اس وقت بھی یا سارہ جیسے شکار کے وقت شیر خزان اور دلیر ہوتا ہوں میں نے زخم کھائے بھی اور مانے بھی لیکن آپ کو اوروں سے زیادہ تر قوی دل پایا بے سلاح یہ شخص زمین پر سوراہا ہر اور بین ہفت اندام سے کانپ رہا ہوں یہ کیا بات ہو پس یہ ہیبت حق کی ہر خلق کی زمین ہر خداس مرد صاحب دلق کی الخلاف پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں شرح بحر العلوم میں بجائے ایک کے تک لکھا ہر جس سے مصرع غیہ سوزون ہوتا ہر اور بس شدستم اس شعر کے دونوں مصرعون میں کارزار کہ محل قافیہ ہر اور بجائے این مردان مرد خضر آخر میں نخطا ہر قولہ ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزیدہ ترسید از وے جن و انس و ہر کہ دیدہ اندرین فکر ت بخدمت دست بست ہر بعد یک ساعت عمر از جاے جست ہر کہ در خدمت مرعرا و سلامہ گفت ہر بغیر سلام انگہ کلام ہر پس علیک ش گفت و اورا پیش خواند ہر لمش کرد و نیز و خود نشانید ہر کہ ترسد مرور الدین کنند ہر مرد دل ترسد ہر ساکن کنند ہر لا تخافوا است نزل خائفان ہر ہست و در غر ازیراے خائفان ہر آنکہ خوش نیست ہر چون گوئی ترس ہر درس چہ وہی نیست او محتاج درس ہر

آئندہ از جا رفتہ را دشا کردہ خاطر ویرانش را آبا کردہ بعد از ان گفتش سخنہای دقیقہ در صفات پاک حق
نعم الرفیق و در نواز شہنای حق ابدال را ہ تا بداند او مقام و حال را ہ حال چون جلوہ است زان زیبا عروس و بین
مقام آشکوت آمد با عروس و جلوہ بیند شاہ و غیر شاہ نیزہ وقت خلوت نیست جز شاہ عزیزہ جلوہ کردہ عام و خاصان
را عروس و خلوت اندر شاہ باشد با عروس و المعنی یعنی جو کوئی خدا سے دُرا اور اُس نے تقویٰ اختیار کیا
اُس سے جن و انس اور جو کوئی دیکھتا ہُو دُرتا ہُو چنانچہ حدیث شریف ہُو سن خاف المدافہ کلشے و من خاف غیر اسہ
خوفہ عن کلشے یعنی جو خدا سے دُرتا ہُو اُس سے ہر شے دُرتی ہُو اور جو غیر اللہ سے دُرتا ہُو اُس کو اللہ ہر شے سے دُرتا ہُو
اُس رسول نے اسی فکر میں ہاتھ باندھے اور خدمت میں کھڑا ہوا بعد ایک ساعت کے جب عرض اُٹھے آداب بجالایا
اور سلام کیا جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہُو السلام ثم السلام یعنی پہلے سلام ہُو پھر کلام آپ نے اُس کو علیک کہا اور اپنے پاس
بُلا یا اور خوف سے اُس کو یہ خوف کر کے سامنے بٹھایا شعر بعد ایک معمولی بات کا بیان ہُو کہ معمول ہُو جو دُرتا ہُو اُس کو
ایمن کرتے ہیں اور جو ترسندہ دل ہوتا ہُو اُس کی تسکین کرتے ہیں لاشعافوا جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہُو یہ تھنہ ڈر نیوالون
ہی کا تو ہُو اور انھیں کے لائق تو ہُو چنانچہ قرآن مجید میں ہُو لاشعافوا ولا تخزنوا و ابشروا بالجنۃ لکنتم تعدون یعنی
نہ ڈرو نہ غم کرو اور بشارت ہُو جنت کی جس کا حکم وعدہ ہُو ظاہر ہُو جو دُرتا نہیں ہُو اُس سے کیسے کہا جائے گا مت ڈرا کہ
کیا سبق پڑھاتا ہُو جو سبق کا محتج نہیں اُس کا دل جو ٹھکانے نہیں تھا شاہ دیکھا اور خاطر ویران کو جو حواس و قوی
سے آجاڑ ہو گئے تھے آبا دیکھا یعنی سب حواس اُس کے درست ہو گئے پھر اُس سے باتیں باریک دقیق صفات تھتھالے
میں کہیں جو نہایت ہی اچھا رفیق ہُو آوروہ نواز شہین جو اُس کو ابدال کے حق میں ہیں تا وہ مقام و حال سے واقف
ہو جائے فرمایا ہُو کہ حال ایسا ہُو جیسے جلوہ کسی زیبا عروس کا اور مقام ایسا جیسے خلوت با عروس کہ جلوہ کے وقت عروس
کو شاہ و غیر شاہ سب دیکھتے ہیں اور خلوت کے وقت سوائے شاہ عزیز کے کوئی نہیں ہوتا جلوہ عروس کا تو عام و
خاص سب کے واسطے ہوتا ہُو اور خلوت میں پا دشاہ ہی عروس کے ساتھ ہوتا ہُو الخلاف شرح بحر العلوم میں
لا شفاءا سے دشا کردہ تین شعر مکر لکھے ہیں اور سرخی بھی گدہ بنو قلمی ہیں کہیں شرح میں کہیں میں نے سرخی چھوڑ دی
ضروری نہ بھی دوسرے شعر میں بکالے بخدمت بخدمت غلط ہُو قول کہ ہست بسیار اہل حال از صوفیان ہُو نادہست
اہل مقام اندر میان ہُو از نماز اہلے پائش یا دادا ہُو و ز سفر اہلے ردائش یا دادا ہُو و ز زمانی کر زمانی غالی بدست ہُو
و ز مقام قدس اجللے شدست ہُو و ز ہوائے کاندرو سیخ روح ہمیش ازین دیدست ہُو و ز اوقات ہُو ہر یکے پر و زائش
و ز آفاق و ز امید و ہمت و مشتاق پیش ہُو چون غم غبار ز رو یا گرفت ہُو جان و ز اطالب اسرار یافت ہُو
شیخ کامل ہُو و ز طالب شہستی ہُو و ز چاک بود مرکب و ز کئی ویدان مرشد کہ اواداک و ز شہد ہُو و ز خج پاک اندر زمین
پاک و ز شہد ہُو یعنی مرشد یک سر زمین ہدایت کنندہ ہُو مرشد ہُو و ز شہین ہدایت کردہ شدہ یعنی بعد بیان حال و مقام

کے فرمایا کہ صوفیوں میں اہل حال بہت ہیں اور اہل مقام بہت کم اور نادر بعد اس کے منازل جان سے اُس کو یاد دلانی اور نیز سفرون روان سے اور اسوقت سے جو زمانہ سے خالی تھا اور روح اسوقت میں مقام قدس سے اجلائی ہوئی کہ عالم ارواح میں تھی کہ وہ عالم قدس ہی اور اسوقت کے منازل و مقام اور اُس سے جس میں سیمرغ روح نے اس عالم ہستی سے قبل پرواز و کشود پائی کہ ہر ایک پرواز اُس کا اس آفاق سے بہت زیادہ تھا کشود و مدت میں اور امید و قصد مشتاق سے نہایت بڑھ کے امین ایسی طولانی و درازی کمان جیسی اُن پروازوں میں تھی شعر بعد دفع و غل اس بات کا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ باتیں تصوف و معنی کی اُس سے کیوں کہ وہ تو رسول روم کا تھا مناسب اُس کے کرتے لہذا فرمایا کہ گو وہ اغیار روم تھا صورت آشنا تھا مگر انھوں نے اُس کو یا پر پایا اور اُنکی جان کو طالب اسرار دیکھا کس واسطے کہ کاملین کی نظر سے یار و اغیار چھپا نہیں رہتا وہ شخص شیخ کامل تھا اور طالب اشتہا والا یعنی بھوکا اس راز و اسرار کا اور مردِ چست و چالاک اور مرکب و رکمی یعنی بظاہر سپاہی اور گھوڑا کاہنوار یعنی جسم آنجور کا خواہان اب گریز ہر طرف بیان اُس شخص کے کہ جب اُس مرشد ارشاد یافتہ نے کہ اپنی زمین پاک میں تم پاک ادراک کا رکھتا تھا جو بدون حواس کے دریافت کرنا اشیا کا ہے کہ وہ معنی ہے آپ کو ایسا دیکھ لیں حضرت عمرؓ کو تو اُس نے بھی سوال کیا جو آئندہ ہر اختلاف شرح بحر العلوم میں یکے سفر ہاسے کے سفر ہا اور یکے ادراک داشت ارشاد و غلط ہے کس واسطے کہ قافیہ نہیں ہوتا قطع نظر معنی کے

سوال رسول روم کا عمر رضی اللہ عنہ سے

قولہ مرد گشت کا ہی امیر المومنین جان زبالا چون درآمد بر زمین و مرغ بے اندازہ چون شد در قفس گفت حق بر جان فسون خواند و قصص ہر عدد ہما کان نثار چشم و گوش چون فسون خواند ہمین آید گوش و از فسون او عدد ہما زود زود خوش معلق میزند سوسے وجود ہما باز بر موجود افسونے چو خواند زود او را در عدم دوا سپہ راندہ گفت با جسم آیتہ تا جان شدا و گفت با خورشید تار خشان شدا و ہما باز در گوشش و مذکتہ خوف و در رخ خورشید افتد صد کسوف و گشت در گوش گل و خندانہ کردہ گفت بالعل خوش و تابانش کردہ تا گوش خاک حق چہ خواندہ است ہما گو مراقب گفت و خامش ماندہ است ہما تا گوش ابر آن گویا چہ خواندہ کو چو مشک از دیدہ خود آب راندہ گفت ہما تا کہ شکر گشت اوہ گفت بآبی و گوہر گشت اوہ در تردد ہر کہ او آشفتنہ است ہما گوش او معما گشتہ است ہما المعنی فسون پختنیں مترجس میں کلمات کفر ہوں قصص بختنیں کسی کے پیچھے چلنا اور خبر دینا و آسپہ کنایہ جلد و شباب سے ہندی ڈاک ایسے ہی سہا سپہ یعنی اُس رسول نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ امیر المومنین جان ہر شو کی آسمان سے زمین پر کیسے آئی اور اتنے بے انداز مرغ اس پنجرہ میں کیسے پھنس گئے آپ نے فرمایا کہ اُس کے فسون و قصص سے کہ وہ حکم کن ہر جس نے گھیر کے ان پنجرہ میں کر دیا اور ان کے پیچھے لگا دیا اور وہ فسون ایسا نہیں جسکو چشم و گوش نے

اس واسطے کہ عدم کے چشم و گوش نہیں جب فسون یعنی وہی امر کن کدیتا ہے وہ عدم ایسے جوش میں آجاتے ہیں کہ
ظاہر باریان کھاتے اور لوٹ پوٹ ہوتے وجود میں آجاتے ہیں اور پھر موجود پر جو ایک افسون پڑتا تو اس کو جلد و ثناب
عدم کو لے گیا جسم پر ایک ایسی آیت پڑ دی کہ وہ جان ہو گیا اور کچھ خورشید سے کدیا کہ وہ روشن ہو گیا پھر اس کے کان میں جب
ایک نقطہ خفاک پھونکا تو اس کی صورت میں سیکڑوں کسوف پڑ جائیں گے کہ وہ روز قیامت ہے جب اس کے قرآن مجید میں
اذا الشمس کورت کچھ گوش گل میں کہ کے اسکو خندان کر دیا اور بل سے کہ کے اسکو تابان کر دیا اب نہیں معلوم خاک سے کیا
کدیا ہے جو ایسی مراقب و خاموش ہو رہی ہے اور ابر کے کان میں اس کو اپنے کیا پڑھ دیا کہ مشک کی طرح آنکھوں سے پانی
بہانا ہے ایسے ہی زینشکر سے کیا کہا ہے کہ وہ شیرین اور شکر ہو گئی اور اس آب سے کیا کہا کہ بستہ اور بند ہو کے گہر ہو گیا
تس یہ کارخانہ جو اس نے جاری کیا ہے ظاہر اور جاری ہے اب اس میں جس کو تردد و تاویل ہے جیسے فرق ضالہ اور حکما کہ وہ ہمیں آشفتم
اور دیوانے ہو رہے ہیں ان کے کان میں ایک مہاکدیا ہے کہ وہ اس کے پیچ میں پڑے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں بجاے
دو اسپہ دو اسپہ اور بجاے جان شد جان شاد و کو چو مشک کے جگہ کو چو مشک غلط لکھا ہے مگر چو مشک میں کو چو مشک
ہی ٹھیک ہے قولہ تاکند محبوبش اندر دو کمان ہے آئتم کم گوشت یا خود منداں ہے ہم زحق ترجیح یا بد بکطرف ہے زان
دو یک را برگزیند زان کنت ہے گر نخواہی در تردد و ہوش جان ہے کم فشار این پیہ اندر گوش جان ہے پیہ و سواس بیرون
کن ز گوش ہے تا بگوشت آید از گرد و خروش ہے تا کنی فہم آن معما ہا ش راہ تا کنی اور اک رمف فاش راہ بس محل وحی
گرد و گوش جان ہے وحی چہ بود گفتن از حس نہان ہے گوش جان و چشم جان جز این جس ست ہے گوش عقل و چشم حس
زان مغلس ست ہے المعنی کنت بفتحین جانب و کنارہ و پناہ او ہے کہ تردد و لے کے کان میں معما ہا ہے اس واسطے
کہ اسکو دو کمان میں مجبوس کیا ہے اب وہ اس و ہم میں گرفتار ہے کہ وہ کروں جو اسنے کہا ہے یا اس کی ضد کروں اسوقت میں
بھی ترجیح ایک جانب کی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ ان دونوں سے ایک جانب کو پناہ اپنی کرتا ہے تو اگر چاہتا ہے کہ میری
جان کے ہوش میں تردد نہ واقع ہو تو یہ رونی تردد کی اسچہ کان ہاں میں مت ٹھونسے اور اس پیہ و سواس کو کان
سے نکال ڈال تو گرد و ن سے تیرے کان میں شور آوے اور اس شور کے ذریعہ سے ان معنوں کو سمجھ لے اور ان
فاش رمزون کو ادراک میں لائے بس تیرے کان محل وحی ہو جائیں کس واسطے کہ وحی کے معنی جس نہان سے نکلتے
کے ہیں پس گوش جان اور چشم جان جز اس حس کے ہیں اور گوش عقل و چشم حس کی اس سے مغلس مطلب یہ حس
ظاہر ہی کے نہ گوش کو اس سے بہرہ چشم کو حصہ ہے دونوں اس سے کور و کرین الخلاف نسیم تعلیمی میں پہلے شعر کا
یوسف امرض یون ہر ع کان کنہا این کم اس مستعان ہے قولہ نظر جم عشق دل بے صبر کردہ واکہ عاشق نیست
جس جبرکہ وہ دل میں محبت با حق ست و جبر نیست کہ این تعلیمی مستعدین بار نیست ہے ورنہ دین چہ جبر عام نیست ہے جبر کان
بدر کان کی محبت ہے جبر و ایمان شمس و ہر کہ خدایا شاد شادان و دین ہے و طیب و پاک و برافغان و خوش خلق

ذکر ماضی پیش ایشان گشت لاش بہ اختیار و بہ ایشان دیگرست بہ قطر ہا اندر مد فغا گوہرست بہ ہست بیرون قطرہ
خورد و بزرگ بہ در صدف آن در خوردست و سترگ بہ طبع ناف آہوست انقوم راہ از بیرون خون و در و انشان
مشککہ تو گو کہین نافہ بیرون خون بودہ چون رود در ناف مشکہ چون بودہ تو گو کہین س برون بدست قمرہ در دل
اکسیر چون گشت مست زہ اختیار و جبر در تو بد خیال و چون در ایشان رفت شد نور جلال بہ المعنی امارہ نگر کنندہ بہ بنی
خود کامہ خود مقصد لاش مخفف لاش یعنی جوہنے کہل تا کند مجبوسش اندر دو کمان بہ اسکوئکے عشق بلبلانگیا کہ واسطے
کہ اسیم نوسے بوجہر کی تھی اور آدمی کی بے اختیار می مترشح بس عشق نے بیتاب ہو کے کہا کہ عاشق کو کوئی بہر نہیں ہے
البتہ جو عاشق نہیں اُس کو جس جہر کی ہو بلکہ عاشق کو تو اس وقت میں معیت حق کے ساتھ ہے اور عین وصل ہے نہ ہر اور وہ
اس کو بجلی ماہ کی جانتا ہے نہ پردہ ابر کا جو ماہ کو چھپا لیتا ہے اور بجلی ماہ سے دور ڈالتا ہے اور بالفرض اگر جہر بھی ہے تو جہر عام
نہیں ہے جیسا کہ نفس امارہ آپ کو مجبور محض اور بے اختیار بنائے اپنا آرام اور اپنا مطلب تک لیتا ہے اور پھر عاشق
لوگ جہر کو خوب پہچانتے ہیں کہ خدا نے اُن کے دیدہ دل کے کھول دیے ہیں اور سوچتے ہو چھ کمال عطا کی ہے ایسی کہ جو
شی پوشیدہ ہے اور آئندہ سب ان پر ظاہر اور فاش ہے کوئی چھپی نہیں اظہر من الشمس اور امین من الامس پھر ذکر ماضی کا
جو گذشتہ ہے اُن کے سامنے لغو و لاشعور ہا حال و استقبال وہ سب منکشف و پیش نظر حاضران کا اختیار و جہر اور ہی ہے
اُن کے صدف دل میں جو قطرے ہیں سب گوہر ہیں غور کر تو گوہر بظاہر سب خورد و بزرگ قطرے ہیں بطن صدف میں
جانے سے جملہ خورد و بزرگ دریا بآب اور گوہر آب و تاب ہو جاتے ہیں دوسری نظیر طبیعت ان لوگوں کی ناف آہو ہے کہ
بظاہر جس کو خون دیکھتے ہیں وہ اُن کے درون میں مشک ہوتا ہے آب تو یہ بات مست کہ ظاہر تو خون ہو اور ناف میں
جا کر مشک ہو جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے یا ظاہر مس حقیر و ناچیز ہو پھر اکسیر کے دل میں زریسے ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ
اختیار و جہر کا تو تجھ ہی میں خیال محتاج ان میں گیا نور جلال ہو گیا اختلاف بہ در خیال اور محال دونوں نسخہ میں
قولہ نان چو در سفرہ است او ہا شد جامہ در تن مردم شود اور روح شادہ در دل سفرہ نگر دو سخیل بہ سخیلش جان کند
از ساسبیل بہ قوت جانت این امر راست خوان بہ تاجہ باشد قوت آبخان جان بہ قوت تن نان ست لیکن در نگر بہ
تاجہ قوت جانش باشد ای پسرہ گوشت پارہ آدمی با عقل و جان بہ میثکا فذ کوہ را با بحر و کان بہ زور جان کو بہن شوق
الحجرہ زوہ جان جان و در ان شوق القمرہ گر کشاید دل سہرا بان رازہ جان بسوسے عرش ساز و ترکنا زہ گرزبان گوید ز
سہرا ز نان بہ آتش افروز و ہنوز دہنجان بہ المعنی استخیل بالضم ایک سال سے دوسرے مال پر ہونے والا سسبیل بالفتح
جام چشمہ ہشت اور چیز نرم و خوشگوار شوق الحجر صیارتا پھر کا شوق القمر بہت گیا چاند آہو کہا ہے نور جلال ہو جائیں گے یہ
اُس کی مثال ہے کہ روئی جو دسترخوان میں ہے ایک جامہ ہے بنجد و بستہ آدمی کے جسم میں ہلکے کیسی روح خوش ہو جاتی ہے
دیکھو سفرہ کے دل میں ہی سخیل نہوئی جان اُس کو اپنی قوت سے سخیل کر کے نرم و خوشگوار کر دیتی ہے پس ای مطلب

جب روتی قوت جان کی ہو تو سچ بتا قوت اس کی جو جان جان ہر کس قدر ہوگی روتی تو قوت تن کی جو اب احوال پر دیکھ تو
قوت اس کی جان کا کیا ہوگا بظاہر آدمی ایک مضغہ گوشت ہو لیکن اپنی عقل و جان کی زور سے پہاڑ کو مسح دریا و
کان کے پہاڑ ڈالتا ہو جیسے کوہن کی جان کے زور سے پہاڑ کو پھاڑا اور جان جان کے زور سے قمر کو شق کیا بس اب
کہتے ہیں میرے انبان دل میں جو جو راز و اسرار بھرے ہیں اگر سرانجام کا کھولوں اور وہ راز ظاہر کروں تو جان
عرش کی طرف ترکنا کرے اور خواہاں اپنے مقام کی ہو اور جو اسرار نہاں مجھ پر منکشف ہیں اگر ان کو زبان پر
لاؤں تو ایسی آگ بھڑکے کہ سارا جہان جلے

نسبت کرنا آدم علیہ السلام کا زلت کو اپنی طرف کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا اور نسبت کرنا ابلیس کا
طرف حق تعالیٰ کے کہ رَبِّ بِنَا غَوَيْنَا

قولہ فعل حق و فعل ماہر و مبین و فعل ماہر است و ان پیداست این کہ گزنا شد فعل خلق اندر بیان و پس گو
کس را چر کردی چنان و خلق حق افعال را ماہر است و فعل ماہر خلق ایزد است و زانکہ ناطق حرف میند یا عرض
کے شود دیکم محیط دو عرض و اگر معنی رفت شد غافل ز حرف و پیش و پس یک دم نہ میند هیچ طرف و آزمان کہ
پیش میند آزمان و تو پس خود کے ہمینی آن بدان و چون محیط حرف و معنی نیست جان و چون بود جان خالق
لین ہر دو آن و حق محیط جملہ آدمی پر سر و اندر آرد کارش از کار و گفت ایزد جان ماہر است کہ چون ندانند آن
کہ خود ہست کہ وہ المعنی متوجہ بالضم نو پیدا کرنے والا آثار افعال و اثر ہے طبیعت جیسے آگ کا اثر جلا دینا اور پانی
کا بجھو دینا حرف سخن و کنارہ و عیب عرض بختمین قائم بغیر ضد جو ہر جیسے رنگ و کپڑہ عرض نشانہ مجازاً مطلب و مقصد طرف
بالفتح چشم مولانا پھر مسئلہ جبر و اختیار کی طرف متوجہ ہوے فرماتے ہیں افعال مصدر و میں فعل حق کو بھی دیکھے اور اپنے
فعل کو بھی کسو اسطے کہ اگر خاص اپنے ہی فعل کو دیکھے گا اختیار لازم کے گا اور اگر محض فعل حق کو جبر پیدا ہوگا و کلا باہال
اور فعل ہمارا ظاہر و موجود ہی کچھ پوشیدہ نہیں کسو اسطے کہ اگر فعل خلق کا اس میں واسطہ نہیں تو یہ کسی سے مت کہ کہ تو نے
ایسا کیوں کیا پھر اس کا کیا قصور ہو بلکہ یہ کہ حق تعالیٰ کی پیدائش ہمارے افعال کی موجود ہو خواہ نیک خواہ بد سب
اُسی کا لکچا دی اور اُسی کی پیدائش کے سب آثار و نشان ہیں جیسے آفتاب کے آثار و نشان روشنی و شعلہ ہوا اور
اہل آفتاب جس سے وہ شعلہ ہو لیکن ناطق یعنی اس بات کا کہنے والا کہ تو نے ایسا کیوں کیا وہ حرف و عرض
دیکھتا ہو معنی جو ہر نہیں دیکھتا بس اسی سبب سے کہ وہ ایک وقت میں محیط دونوں عرض پر نہیں ہوتا کہ حق و بعد
و دونوں کو دیکھے کہتا ہو کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہاں اگر معنی کی طرف وہ گیا تو اس وقت میں حرف سے غافل ہو جاتا ہو جیسے
ظاہر کو نہیں دیکھتا اس لیے کہ پیش و پس دونوں کو ایک وقت میں کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی پھر تو معنی سابق و تالیق جوت
میں تو پہلے دیکھتا ہو اس وقت کہتے کہ بیکے گاتیس جب جان تیری محیط حرف معنی دونوں کی نہیں ہو تو ناطق میں دونوں

کی وہ کیسے ہو سکتی ہو لا جرم وہی خالق ہو اور پیش و پس سے مراد وہی حرف و معنی کہ حرف سامنے ہو اور معنی اُس کی
آزمین اور چھتے جو فعل حق اور فعل عید ہر حال ایسی ہر حق تعلقے سب پر محیط ہو اور ہر شے کے کام سے دوسرا کام
کھاتا ہو ہماری جان کو تو قول ایز دے ایسا مست کر دیا ہو کہ اب تک ہم اُسی مستی و نشیمن چو رہیں اور وہ قول الست
برکلم ہو کیا میں تمہارا پیدا کرنے والا نہیں ہوں اور ہم نے جو اقرار ہویت کا کیا کیا عجب اس واسطے کہ جس نے جس کو پیدا کیا ہو
وہ اُس کو کیسے بنانے اور پہچانے جیسا کہ سعدی رح نے فرمایا ہو شعر الست از ازل ہیچان شان بگوشت و بفریاد قالوا
بلے در خروش و الخلاف متن قلمی بین بجائے فعل حق و فعل مانکے کر دحق اور کر دما ہو قولہ گفت شیطان کہ با غوثی
کر د فعل خود نہان دیو دنی ہو گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا ہو اور فعل حق نہ بد غافل چوما ہو در کنہ او از ادب پناش کر دہ
زان کنی بر خود زدن اور بر خود ہو بعد تو بہ گفتش ای آدم نہ من ہو آفریم در تو ان جرم و محن ہونے کہ تقدیر و قضاے
من بدان ہو چون بوقت عذر کردی آن نہان ہو گفت تر سیدم ادب نگذاشتم ہو گفت من ہم پاس آنت داشتم ہو
ہر کہ آر و حرمت و حرمت بردہ ہر کہ آر و قند لوزیہ خوردہ طلیات از ہر کہ لطیفین ہو یا رار خوش کن مر سجان و بین ہو
المعنی آبا غوثی سے اشارہ اس آیت کا ہو جو شیطان نے بعد مہوم ہونے کے کہا فاما غوثی لاقعدن ام صراطک
المستقیم یعنی قسم ہو اُس کی کہ تو نے مجھ کو ہکا یا ضرور میں ان کو تیری راہ مستقیم سے ہٹانے کو بیٹھو گا لا جرم اس دیو دنی نے
اپنے فعل کو چھپایا اور بالکل حق ہی کے فعل کو دیکھا اور آدم نے کہا رہنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترجمنا لنكون من
الخاسرین اور آدم و حوٰئے یہ کہا کہ ای رب ہمارے جتنے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر تو نہ بخشے گا اور رحم نہیں کرے گا تو ہم
زیا نکاروں سے ہو جائیں گے انھوں نے گو اپنے فعل کو دیکھا لیکن فعل حق سے ہماری طرح غافل نہ تھے اسکو بھی خوب
سمجھتے تھے حالت گناہ میں آدم نے ادب سے اسکو چھپایا بس اس فعل یعنی گناہ اپنے اوپر لگانے سے کیسا پھل پایا کہ صنی اللہ
وخلیقہ اللہ ہوے پھر جب تو یہ ان کی قبول ہوئی حق تعلقے نے آدم سے پوچھا ای آدم یہ جرم و محن کیا میں نے
تجہ میں پیدا نہیں کیا تھا اور میری تقدیر و قضا کیا اس پر نہ تھی جو تو نے عذر کے وقت اسکو چھپایا اور اپنی طرف نہایت
کی کما میں ڈرا میں نے ادب بچھوڑا حق تعلقے نے فرمایا میں نے بھی اسی کا پاس لحاظ رکھا اور معاف کیا بس جو کوئی کسی کی
حرمت بجالاتا ہو وہی حرمت پاتا ہو جو قند لجاتا ہو یعنی بیٹھی باتیں وہ لوزیہ کھاتا ہو تو سمجھ طلیات لطیفین ہو ای پاکیزہ
چیزیں مخصوص پاکیزہ لوگوں کے واسطے ہیں بس یا ر کو خوش رکھ رنجیدہ مت کر اور دیکھ پھر کیا ہوتا ہو الخلاف
شرح بحر العلوم میں زدن کو بر خود زدن غلط لکھا ہو۔

تمشیل قولہ یک مثال سے دل پہ فرقے یا رہ تابدانی حیران از اختیار د دست کو لزان بود از ارتعاش و داکہ
دستہ را بل زانی زجاش ہو ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس ہو لیکہ نتوان کرد این با آن قیاس ہو زمین پشیمانی کہ
ارزا ید میں ہو زمین پشیمان نیست حرور تعش ہو مر تعش ہو کے پشیمان حیدر ہو چمن حیرے ہو ہر چہ پشیمان ہو

بحث عقل است این چه عقل ای حیلہ گرد تا ضعیفے رہد و آہنگم کہ بحث عقل کرد و در میان بودہ آن و گریاشد کہ بحث جان بودہ بحث جان اندر مقام دیگرست و بادہ جائز اقوام دیگرست و المعنی آرتقاش کا پناہ مرتعش کانپنے والا قوام یکسر نظام اور اصل کسی چیز کی فراتے ہیں ای دل ایک مثال فرق کے واسطے اور بیان کرتے توجہ نے کہ چہ کیا ہو اختیار کیا ہو چنانچہ فرمایا کہ ایک جنبش ہاتھ کی تو وہ ہو جو عرشہ سے کانپتا ہو اور ایک وہ ہو جو خود تو اس کو اپنی جگہ سے ہلکے آورے دونوں جنبشیں خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں لیکن اس کو جو جنبش رخشہ کی ہو اس پر جو جنبش ارادی ہو قیاس نہیں کر سکتے اس جنبش سے کہ تو اس کو ہلاتا ہو پشیمان ہوتا ہو اور مرتعش پشیمان نہیں ہوتا اس کو پشیمانی نہیں ہو تو نے کبھی مرتعش کو پشیمان دیکھا ہو اگر نہیں دیکھا ہو تو ایسے جبر پر کیوں چکا ہوا ہو بس یہی جان لے کہ قیری جنبش اختیاری ہو پھر کیوں نہ پشیمان ہو اور اس کی جنبش بے اختیار اس کی پشیمانی کیا اب کہتے ہیں یہ بحث عقل کی ہو اور عقل کیا چیز ہو اسیلے بنانے والے یہ ایک نہایت ضعیف بھلا یہ وہاں کب راہ پاسکتی ہو بحث عقل کی بالفرض در و در جان ہی ہو ای نہایت پر آب و رنگ لیکن وہ اور ہی کچھ ہو جو بحث جان کی ہو بحث جان کا مقام ہی اور ہو جہاں عقل کو ہرگز رسائی نہیں اور اس شراب کا قوام ہی جدا اور اس کی اصل ہی علامہ الخلاف شرح بحر العلوم میں ہے ای حیلہ گرد آئید گرا اور مقام دیگر باصناف مقامی دیگر یا غلط ہو قولہ آزمان کہ بحث عقلی ساز بودہ این عمر با بوا حکم ہزار بودہ چون عمر از عقل آمد سوے جان و بوا حکم پو جہل شد و بحث آن و سوے عقل و سوے حس او کاملست و گرچہ خود نسبت بجان او جاہلیت و بحث عقل جس اثر دان یا سبب و بحث جانی با عجب یا بوا عجب و ضوعے جان آمد نماند این مستضی و لازم و ملزوم نانے مقضی و زانکہ بینا را کہ نورش باز غشت و از عصا و از عصا کش فار غشت و المعنی بوا حکم زمان جاہلیت میں نام ابو جہل کا تھا کہ عرب میں یہ بڑا بیخ و عقیل تھا جب سے اس نے انکار بحث رسالت آنحضرت کا کیا تب سے اس کا لقب ابو جہل ہوا تصور روشنی آفتاب مستضی روشنی گیرندہ و روشنی خواہندہ مقضی تھا ناکندہ نافی نیست کنندہ باز غشت روشن و طالع شوندہ فرماتے ہیں جسوقت میں کہ بحث عقل کا ساز و سامان تھا یہی عمر کہ جن کے ذکر میں منشاء ذکر ہو بوا حکم کے بڑے ہمارے تھے جب عمر عقل سے جان کی طرف رجوع ہوئے تو یہ رہ پیا اور بوا حکم اسی بحث عقل میں رہ کر ابو جہل ہوا اگرچہ کوئی شخص ایسا ہو کہ عقل اور حس میں نہایت ہی کامل ہو اور بذات خود بڑا عاقل لیکن نسبت بجان کے از حد جاہل ہو بحث عقل و حس کی اثر یا سبب سے ہوتی ہو اثر اور موثر اور علت و معلول اور بحث جانی با عجب اور بوا عجب یعنی عجیب بلکہ عجیب کی بھی باب جسوقت کہ روشنی آفتاب جان کی ہوتی ہو پھر نہ یہ مستضی ہو اسی سے نور و صونہ صتی ہیں ای عقل و حس ہتی ہیں نہ لازم ملزوم نہ نافی مقضی جو مثلے والی اور پیدا کرنے والی ہیں کہ وہ بھی عقل و حس ہیں کہ اپنے دلائل سے کسی کو لازم نہ کہتی ہیں کسی کو ملزوم کسی کو کسی بات سے متعلق ہیں

کسی کو پیدا کرتی ہیں کچھ نہیں رہتی ظاہر ہے کہ وہ شخص کہ نور اس کی چشم کا خوب روشن ہو اس کو حاجت عصایا عکس
کی کب ہوتی ہے اب کہ جان خود مشاہدہ میں ہو اس کو دلائل لازم و ملزوم نافی مقفی کی کیا حاجت اور کیا پروا اختلاف
شرح بحر العلوم میں یا سبب کی جگہ ماسبب اور بحث جانی کے بجائے بحث جلد اور این مستغنی کی جگہ آن

مستغنی ٹھیک نہیں ہے

تفسیر آیہ و ہو معکم لئلا نکنتم یعنی جہان کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے

قولہ بار دیگر باقصہ آدمیم ہا ازین قصہ برون خود کے شویم ہا کہ بھل آیم آن زندان اوست ہا و رب علم آیم آن
ایوان اوست ہا کہ خوب آیم مستان و نیم ہا و رہ بیداری بدستان و نیم ہا و رہ گدیم ابرہہ زرق و نیم ہا و رہ نیم آستان
برق و نیم ہا کہ خوشم و جنگ عکس قر اوست ہا و رہ صلح و عذر عکس مر اوست ہا کہ ایم اندر جہان پیچ پیچ ہا چون الف
او خود چہ دا پیچ پیچ ہا چون الف کہ تو مجر و میشوی ہا اندرین رہ مرد مفرد میشوی ہا جہد کن تا ترک غیر حق کنی ہا دل زین
دنیلے فانی بر کنی ہا این سخن را نیست پایان ای پسر ہا از رسول روم برگو فر عمر ہا المعنی زرق بالفہم اہلے صاف
جمع ازرق مجر و تنہا اور تکما کی اصطلاح میں وہ چیز کہ مادہ سے پاک ہو پیست عتول و نفوس جن کو اہل شرع ملکہ اور ارون
کتے ہیں مفرد بالفہم ہا اصطلاح بعض فارسیان بندہ فرمانبردار فرماتے ہیں کہ ہم پھر قصہ کی طرف آئے اور آگے کیا ہم اس
قصہ سے الگ ہی کب ہوے اگر ہم جہل و نادانی میں پڑ جائیں تو اسی کے زندانی ہیں اور اگر علم میں آئیں تو اسی کے ایوانی
اگر سو جائیں تو اسی کی سستی و میوشی میں ہیں اور جو بیداری میں ہوں تو اسی کے داستان گو اگر روئیں تو آب صاف
اسی کے ہیں اور اگر ہنسین تو اسی کے برق اگر خوشم و جنگ میں ہوں تو جاناو اسی کے قر کا عکس ہو اور جو صلح اور عذر
میں تو سمجھو اسی کے مر کا پرتو ہو ہم اس جہان پیچ پیچ میں ایسے ہیں جیسے الف کہ جس کے پاس کچھ بھی نہیں نہ نقطہ
نہ اعاب و دونوں سے صاف اگر تو بھی الف کی طرح مجر و ہوتا ہو تو اس راہ میں مرد مفرد بن سکتا ہو بس کوشش کر کے ترک
غیر حق کا کر اور بہو جب اللہ معکم لئلا نکنتم کے اسی کا ہو رہ کہ وہ خود تیرے ساتھ ہو اور دل جو اس دنیلے فانی کی محبت میں
گسا ہوا ہو اس سے اگھر لے شعرا بندہ گریز کو لے پسر اس بات کی حد و نہایت نہیں ہے اس کو جانے دے اور رسول روم
اور عمر کا بیان کرا اختلاف شرح بحر العلوم میں ہلے زرق کے زرق غلط لکھا ہے

اسوال کردن رسول روم از امیر المومنین رضی

قولہ از عمر چون آن رسول این را شنیدہ روشنی در دلش آمد پدیدہ خوشہ پیشش سوال و ہم جواب ہا گشت قل از غلام
از صواب ہا اصل را دریافت بگذشت از فروغ ہا بہر حکمت کہ در ہر شش شروع ہا با غر گفت او چہ حکمت بود و سر
عجب ان صافی درین خاک کدر ہا آب صاف در گلے نہان شدہ ہا جہان باقی بستہ ابدان شدہ ہا فائدہ فرما کہ این
حکمت چہ بودہ مرغ را اندر قفس کردن چہ سودہ المعنی اسی رسول نے جو عمر سے پرستار و شفیق دل کی اس کو

ظاہر ہوئی سب سوال وجواب بھول گیا اور خطا و صواب سے نجات ہو گیا کسو واسطے کہ سوال وجواب کو خطا و صواب دونوں عارض ہوتے ہیں اصل بات کو پایا فروغ سے درگزر اور واسطے حصول حکمت و استوار کاری کے پھر پرسش شروع کی اور عمر سے کہا کہ اس میں کیا حکمت تھی اور کیا بعید تھا کہ روح جیسی صاف چیز کو اس خاک تیرہ میں جس کی انصافی میں مشارالہ الکی جان ہے جس کو اوپر کہا ہے جان زبالا چون درآمد بر زمین ہو گیا آب صاف کو کچھ میں چھپایا اور جان سی باقی چیز کو ابدان فانی سے متعلق کیا اس کا فائدہ فرمائیے کہ اس میں کیا حکمت تھی اور اس مرغ کو ایسے پتھر میں قید کرنے سے کیا فائدہ تھا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے گشت فارغ کے گشت فارغ لکھا ہے اور با عمر گفت الخ یہ شعر نہیں ہے قولہ گفت تو بحث شکر فی میکنی ہے معنی را بند حرف میکنی ہے جس کر دی معنی آزاد را بند حرف میکنی کر دہ تو باد را بند از بند فائدہ این کر دہ ہے تو کہ خود از فائدہ در پردہ ہے آنکہ ازوے فائدہ زائیدہ شدہ چون نہ بیند اچھے مارا دیدہ شدہ صد ہزاران فائدہ است و ہر کچھ ہے صد ہزاران پیش آن یک انکے ہے آندم نطقش کہ جان ہا شناست ہے چون بود غالی ز معنی کوے راست ہے آندم نطقش کہ جزو جزو ہاست ہے فائدہ شکل و کل خالی چراست ہے تو کہ جزوے کار تو با فائدہ است ہے پس چرا در طعن کل آرمی تو دست ہے گفت را اگر فائدہ نہ بود مگو ہے و بودہل اعتراض و شکر گوہ شکر ہزدان طوق ہر گردن بودہ نے جدال و روتش کر دن بودہ گر ترش ر و بودن آمد شکر و بس ہے چھو سر کہ شکر گوئی نیست کس ہے سر کہ را گر راہ باید در جگہ کوہ و سر کنگبین شوا از شکرہ معنی اندر شعر جز با ضبط نیست ہے چون فلاسٹیکست آرا ضبط نیست ہے المعنی شکر ن بکسر اول عجیب و نادر دست در چیزے آوردن کسی چہ نہیں ہاتھ ڈالنا ہل امر ہو پلیدن سے فلاسٹیک معنی فلاض و بیابان سر کنگبین کجین کہ سر کہ اور شہد کی بناتے ہیں ضبط انیش عقل کی جنون سے سوال رسول کا یہ سخا روح کو خاک تیرہ جسم میں کیوں مقید کیا اس سے کیا فائدہ سمجھا حضرت عمر اُس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تو عجیب بحث کرتا ہے خیال تو کر تو کیا کر رہا ہے تو بھی تو معنی کو جو روح ہے حرف و سخن میں قید کر رہا ہے اس واسطے کہ نفس ناطقہ بھی روح ہی ہے جس کو تو حرف و صوت میں لاتا ہے پھر مقیدی جسم سے عجب کیا تو نے بھی تو معنی آزاد کو جس کیا اور ہوا کو بند حرف میں لایا ہے کیوں کیا غور تو کر آخر یہ نظر کسی فائدہ کے کیا ہے خواہ مکمل خواہ اظہار حاجت اور خود اس فائدہ سے پردہ اور آڑ میں جو کہ حصول اُس کا ممکن ہو یا غیر ممکن پس وہ کہ جس سے فائدہ پیدا ہوے کیسے نہ دیکھے جو کچھ ہکو دکھائی مے بلکہ جھنے کیا دیکھے جو کچھ اُس نے دیکھے کہ وہ لاکھوں ہیں اور ایسے جن کے ہر واحد کے مقابل لاکھوں بہت تھوڑے اور نہایت اندک آتے اب تو ہی سچ سچ بتا کہ وہ افسون اُس کے نطق کا جو جان جانوں کا ہے اور ساری جانیں اُس سے غلو زمین آیین کیسے معنی سننے غالی ہو گا جب تیرے نطق کا افسون کہ اُس کے اجزا کا ایک جز ہے فائدہ کل ہوا تو کل فائدہ سے غالی کیسے ہے اور ہوا

فائدہ نہیں ہو تو کلام مست کر اور اگر ہو تو اعتراض چھوڑا اور شکر اس فائدہ کا بجالا اس واسطے کہ شکر حق کا طوق ہر گردن کا ہو نہ لڑائی اور ترش روئی اُس کے کام میں کرنا کہ ایسا کیوں کیا اور ویسا کیوں کیا اور اگر لڑائی و ترش روئی کا نام شکر ہو بس اور کچھ نہیں تو سرکہ سے زیادہ کوئی شکر گو نہیں لیکن سرکہ بھی اگر چاہے کہ چکو لو گون کے دل و جگر میں داخل ہو تو اُس سے کہہ دو کہ پہلے شکر سے مل کے سرنگین ہو جا پھر کسی کے جگر میں گھسنے کا خیال کچھ بابت فرمائیے کہ یہ جو میں نے معنی کو اشعار میں باندھا یہ ایک خط ہے سوائے خط کے کچھ نہیں کہان معنی کہان بندش اشعار وہ ایسے کب ہیں جو اشعار میں ضبط ہو جائیں کس لیے کہ مثل سنگ بیا بان کے لانتہا میں فلا سنگ مقلوب ہو اے سنگ فلا و فلا بفتح زینا یا اختلاف شرح بحر العلوم میں کو بشو سرنگین او ہو اور قلمی میں کو برو سرنگین شو ہو مگر یہی صحیح معلوم ہوا کہ اس خط

کہ پہلی صورت میں او صنیہ کا محض لاطال ہے

اس حدیث کا بیان مکن اَرَا اَن تَجْلِسَ مَعَ السَّادَةِ فَتَجْلِسَ مَعَ اَهْلِ النُّصُوفِ جو کوئی چاہے کہ
اللہ تعالیٰ کا جلیس ہو تو چاہیے کہ اہل نصوص کا جلیس ہو

قولہ آن رسول ایجا رسید و شاہ شد و والد اندر قدرت اللہ شد و آن رسول از خود بشد زین یکد و جام ہونے رسالت یا دماند و نے پیام و سیل چون آمد بدیریا محو گشت و ابر پیش تیغ شمس منو گشت و چون تعلق یافت تان بوالبشر تان مردہ زندہ گشت و با خبر ہوم ہیزم چون دل سے تار شد و ذات ظلمانی او انوار شدہ سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگان و گشت بینائی شد ایجا دیدہ بان و اے شک آزمودہ کہ خود در ستہ شد و در وجود زندہ پیوستہ شد و اے آن زندہ کہ بامردہ نشست و مردہ گشت و زندگی از مے بخت و چوتہ در قرآن حق بگوئی و باروان انبیا آیی و بہت قرآن حاملے انبیا و ماہیان بحر پاک کبریا المعنی والدہ میغہ اسم فاعل کا ہو بروزن فاعل شیفہ و دیوانہ متعوب الفتح وقت پاشت موم ہیزم وہ موم جو لکڑی میں نکلتا ہو بھونکے کا کہ سیاہ ہوتا ہو فرماتے ہیں کہ وہ شخص رسول شاہ کا تھا یہاں اگر خود شاہ بن گیا اور اس کی قدرت کا شیفہ اور والد ہو گیا اور ایک ہی دو جام میں ایسا نہ خود اور از خود رفتہ ہو گیا کہ نہ اُس کو رسالت یا درہی نہ پیام سب بھول گیا گویا ایک اہل تھا کہ دریا میں آکے محو ہو گیا اور آپ سے مٹ کے دریا میں مل گیا اور ایک ابر تھا کہ تیغ آفتاب سے منو ہو گیا اے وقت پاشت کہ مراد ہٹ جانے ابرا و ترقی آفتاب سے ہو یا مثل روٹی کے مقابل اس سے مردہ اور بے خبر جیسے روٹی حضرت آدم کے تعلق سے پہلے بیجان اور انجان تھی جب ان سے تعلق پایا تب اُس نے جاننا کہ میں جز روح کی ہوں اور سراپا ہلہ ہوش و حواس کی یا جیسے لکڑی کا موم کہ سیاہ و تاریک ہوتا ہو جب آگ پر فدا ہوتا ہو سراپا انوار و نورانی ہو جاتا ہو یا مثل سنگ سرمہ کے کہ سیاہ رنگ ہو جب آگ میں جاتا ہو جانی بن جاتا ہو اور آگ میں کا دیدہ بان ہوتا ہو اے محافظ آری مخاطب کیسا اچھا وہ مردہ ہو کہ اپنی خودی سے بچ پڑ گیا

اور کسی زندہ کے وجود میں جو اہل اللہ میں پیوستہ ہو گیا اور افسوس اُس زندہ پر جو مرد و ن کا ہمنشین ہوا کہ وہ اہل دنیا میں اور مردہ ہو گیا اور زندگی اُس سے کوہ کے الگ جا کھڑی ہوئی جگو چاہیے کہ قرآن حق کی طرف بھاگے اور اسی کو ہر حال میں اپنا ماسن او پنا دیکھے تو اس حال میں بیشک روح تیری روح انیس سے آمیزش پائے گی اس واسطے کہ قرآن بالقلع اکی انھیں کی روح سے نکلا ہوا ہے قرآن سے مراد جمع کتب سماوی ہیں اور ذکر قرآن کا نظر زمان موجود کے اور یہ قرآن مجمع حال انبیا کا ہے یعنی وجد و ذوق یا خود حال اُن کا کہ وہ انبیا ماہی بحر پاک کبرا کے ہیں ہر وقت اسی کے شتا و الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے کشت بینا کے سنگ بینا غلط لکھا ہے اور مردہ کو خود کی جگہ مرد کو خود مرد غلط لکھا ہے کہ مردہ مقابل زندہ کے ہے جو دوسرے مصرع میں ہے قولہ گر بخوانی و نہ فرمان پذیرہ انبیا و اولیا را دیدہ گیر و پذیرائی جو بخوانی قصص و مرغ جانت تنگ آید زین قصص و مرغ کو اندر قصص زندانیت و می بخوید رستن از نادانیت و روحملے کو قصصا رستہ اندہ انبیا و رہبر شاکستہ اندہ از برون آواز شان آید برین و کہ رہ رستن ترانیت این و ما بدین رستیم زین تنگین قصص و غیر این رہ نیست چارہ این قصص و خویش را برنج سازد زار زار و تا ترا بیرون کنند از اشتہار و کاشتمار غرق بند محکمت و در رہ این از بند آہن کے کم ست و یک حکایت بشنوائے زبیا رفیق و تابدانی شرط این بحر عمیق و المعنی قصص جمع قصہ زار ضعیف و تالان و خوار فرماتے ہیں اگر تو قرآن پڑھتا ہے اور بالفرض فرمان پذیر رہی ہو تو یہ سمجھ لے کہ مجھے انبیا و اولیا کی صحبت اور ملاقات ہی نصیب ہوئی اور جو تو فرمان پذیر ہے اور اُس کو پڑھتا ہے تو تیرا مرغ جان کا اس پتھر سے تنگ ہو کے رہائی کا خواہاں ہو گا کہ یہ بھی ایک فوز عظیم ہے کہ واسطے کہ جو مرغ قصص میں قیدی ہو رہا ہے اور وہ رہائی اپنی نہ ڈھونڈھے تو اُس کی بڑی نادانی ہے اور غاہر کہ مرغ ہر وقت پتھر میں پھرنے اور راہ نکلنے کی ڈھونڈھتا رہتا ہے جو روح میں کف قصص ابدان سے خلاص ہوئی ہیں وہ انبیا ہیں اور سوا انبیا کے اور رہبر شاکستہ جو نائب انبیا کے ہیں اولیا و غیر ہم ظاہر آواز اُن کی اسی پر آتی ہے کہ تیری رستگاری کی یہی راہ ہے یہی ہم اسی کی بدولت اس قصص تنگ سے نکلے ہیں سوا اس کے کوئی چارہ اس سے چھوٹے کا نہیں آپ کو برنجور اور زار و خوار بنانا یہ برنجوری و خواری جگو شہرت و اشتہار یعنی بڑے پیر کملانے سے محال ہے کہ واسطے کہ یہ شہرت مخلوق کی ایک بڑی مضبوط بند ہے اور اس راہ میں تیرے پاؤں کی تیری جو مانع رفتار ہے شعر بعد پھر گزیدہ کہ ای رفیق زبیا ایک حکایت اور مجھے اسی پر سن تا اس بحر عمیق میں سمجھنے کی شرط جگو معلوم ہوئے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے فرمان پذیر قرآن پذیر میری دانست میں غلط ہے قصص ہو و اگر کا کہ ہندوستان کو تجارت کے واسطے جاتا تھا اور طوطی جو اُس کے یہاں نہیں تھی اُس نے پیغام طوطیان ہند کو بھیجا تھا

ہندوستان میں رہنے والے ہر شخص مجھ سے زبیا ملے گا جو کہ بازرگان سفر راستہ میں ہندوستان میں رہنے والے ہیں

ہر غلام و ہر کنیزک راز جو دہ گفت ہر تو پہ آرم گوے زود دہ ہر یکے ازوے مرادے خواست کردہ جملہ را وعدہ بلاؤ آن
نیک مرد دہ گفت طوطی را چہ خواہی از مغان دہ کار مت از خطہ ہندوستان دہ گفتش آن طوطی کہ آنجا طوطیان دہ
چون بہ بینی کن ز حال من بیان دہ کہ فلان طوطی کہ مشتاق شناسست دہ از قضاے آسمان در حبس ہاست دہ
بر شاگردا و سلام و داد خواست دہ و ز شاچارہ رہ و ارشاد خواست دہ گفت میشاید کہ من در اشتیاق دہ جان دہم
انجا بمرم در فراق دہ این روا باشد کہ من در بند سخت دہ کہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت دہ بہچین با شد و فاسے
دوستان دہ من درین حبس و شما در بوستان دہ یاد و اید اکر همان زمین مرغ زار دہ یک صبوحی در میان مرغزار دہ
یا دیاران یا رامیمون بودہ خاصہ کان لیلی و این مجنون بودہ المعنی خطہ بکسر پارہ زمین علیحدہ کردہ شدہ
خواست کرد اکر خواہش کرد صبح وہ شراب جو صبح کو پین مرغزار سبزہ زار مولانا فرماتے ہیں کہ ایک سوداگر تھا
اور اُس کے پاس ایک طوطی تھی نہایت زیبا محبوب و در قفس جب وہ سوداگر ہندوستان کے سفر کو چلا اور سفر کا
سامان کیا تو بمقتضائے جو دو کرم ہر غلام و کنیزت پوچھا کہ تمہارے واسطے کیا لاؤں سب نے اپنی اپنی خواہش ظاہر کی
اُس نے سب سے وعدہ کیا پھر طوطی سے پوچھا کہ تیرے لیے ہندوستان سے کیا تحفہ لاؤں طوطی نے اُس سے کہا کہ وہاں
بہت طوطیان تیرے دیکھنے میں آئیں گی جب اُن کو دیکھے تو میرا حال اُن سے بیان کرنا اور کہنا کہ فلان طوطی جو گردش فلکی
سے ہا ری قید میں ہے وہ نہایت تمہاری مشتاق ہے لگو اُس نے سلام کہا ہے اور اپنی فریاد تے چاہتی ہے اور اپنی چارہ جوئی
تے کرتی ہے اور رہتائی کی خواہاں ہے اور کتنی ہے کہ یہ بات روا ہے کہ میں تمہارے اشتیاق و فراق میں جان و دہم و دہم
اور میں اس قید سخت میں مقید رہوں اور تم کبھی سبزہ میں بیٹھو اور کبھی درخت پر اسی کا نام ہے وفاداری اور یہی دوستی
دوستوں کی ہے کہ میں قید میں رہوں اور تم باغ و بوستان میں عیش کرو آخر بزرگو کبھی اس مرغ زار و نزار کو بھی تو یاد کرو
اور مرغزار میں ایک صبحی سیری یاد رہے تو پیو کسو اسٹے کہ یادیا روں کی یار کے حق میں مبارک ہوتی ہے کہ اسکی غمخواری
نگہ ساری کرتے ہیں خاص اس حال میں کہ وہ یاد لیلی ہوا و درین مجنون الخلفاء شرح بحر العلوم میں تو پہلا مصرع
یوں ہی ہے جیسا میں نے لکھا بر غایت اس کے کہ تیسرے مصرع میں بھی باز رگان ہے تا سحر میں اور قلمی میں ع تا جبریا ہوا
گویا طوطے دہ اگر چہ تا جبر اور باز رگان متحد المعنی ہیں لیکن تیسرے مصرع کا تغائر لفظی اچھا نہیں معلوم ہوتا قولہ اکر حریفان
بابت موزون خودہ من قد ہما میخورم از خون خودہ یک قدح می نوش کن بر یاد من دہ گر تہ خواہی کہ بدیہی داد من دہ
تایا داین قتادہ خاک بیزہ چو تو خودی جرعہ بر خاک بیزہ اکر عجب آن عہد و آن سو گند کو دہ وعدہ ہے آن لب
چون قند کو دہ کہ فراق بندہ از بند گیسٹ دہ چو تو با بد بد کنی پس فرق ہیست دہ این بدی کہ تو کنی در ششم و چنگ دہ
باطرب و از سلع نے و چنگ دہ اکر چا تو ز راحت خود تیرہ و اقام تو ز جان محبوب تیرہ تا تو اینست نورت چون بودہ
ما تم این تا خود کہ سورت چون بودہ از صلا و تہا کہ دار دہور تو دہ و لطافت کس نہا بد خود تو دہ فی الشل جورت اگر عریانی شدہ

عالم اگر گریان ہو و خندان شود یہ یاد آور از محبت ہے ماہ حق مجلسا و صحبتا ہے ماہ نالم و ترسم کہ او باور کندہ و زجر ہم چور را
کتر کندہ عاشق بر قمر و بر لطفش بچہ ای عجب من عاشق این ہر دو صندہ عشق من بر مصدر این ہر دو صندہ چمن
نہا شد عشق کز وہ نیست بدہ و اسرار زین خار در بستان شوم یہ ہچو بلبل زین سبب نالان شوم یہ این عجب بلبل
کہ بکشاید ہاں یہ تا خورد او خار را با گلستان یہ این نہ بلبل این رنگ آفتابست یہ جملہ ناخوشاے عشق اورا
نوشیست یہ عاشق گل ہست و خود گل ہست اوہ عاشق خویش ست و عشق خویش جوہ المعی سور ہوا و معروف
خوشی یہ بھی مقالات طوطی سے ہیں کہ آہ حریفو مختار تو وہ حال کہ اپنے معشوق موزون و سنجیدہ کے ساتھ خوش عیش ہو
اور میں پیالے کے پیالے اپنے خون کے پیوں ایک پیالہ تو میری یاد پر پیو یعنی ایک دفعہ تو مجھ کو یاد کرو اگر میری داد
دینا چاہتے ہو یا اگر خود نہ ہو تو مجھ خاک نیر کی یاد پر ایک جرہ خاک ہی پر ڈال دو بہر حال یاد تو ہو مجھ کو بڑا تعجب یہ کہ وہ
غمد و سوگند مختار سے کہاں گئے اور وہ وعدے جو لب چون قند سے فرمائے تھے کیا ہوئے اگر میں بد ہوں اور میری
بد بندگی کا نتیجہ یہ فراق یہ تو تو بد نہیں یہ پھر اگر بد کے ساتھ تو بدی کرے تو مجھ میں تجھ میں فرق ہی کیا یہ یہ شعرا و اشعار
آئندہ مجھ کو مقولات مولانا رح سے معلوم ہوتے ہیں یہ بدی جو خشم و جنگ سے یہ جیسے کہ معشوق عاشقوں سے کہتے
ہیں تجھ سے ہوتی یہ مجھ کو سماع و جنگ سے طرب آور تر یہ تیری جفا راحت سے خوب تر یہ اور تیرا انتقام جان سے
محبوب ترا اتمہ الدجیب نار تیری جو سوزندہ یہ ایسی خوب و پر لطف یہ تو اب دیکھئے نور تیرا کیسا ہو گا نار و نور مراد قمر و مہر
سے اور ماتم میں ایسا مزہ یہ تو سور میں کیسا ہو گا جو لذت میں کہ تیرا ظلم رکھتا ہے ان کو دیکھ دیکھ کے تیرے لطف لطافت کو
کسی کے غور نہیں پاسکتے تنہا کہتا ہوں کہ اگر جو تیرا عریان ہو یعنی کھل جائے کہ کس وجہ اور کس غرض سے یہ تو روتا
جہاں ہنسنے لگے مجھ کو لازم یہ کہ وہ مجتہدین کہ مجھ کو تجھے ہیں ذرا ان کو یاد کرو اور نیز وہ حق مجلس و صحبت کے کہ جو کچھ قبل
زمان و جو د عالم جان میں تھے مجھ کو چاہیے کہ نالان و ترسان ہوؤں تو اُس کو یقین میری محبت و اخلاص کا ہوا و برحق تھا
ترحم ظلم کو کھٹا دے جو کہ اس شعر سے نوحے ہو کر بظلم کی آتی تھی لہذا اُس کی دفع میں فرمایا کہ میں اُس کے قہر و لطف
دونوں پر عاشق ہوں بجان و دل اور تعجب یہ کہ یہ دونوں صندین مجھ میں جمع ہوئی ہیں و نیز الصندان لایعجمتان کہا
یہ اور عشق میرا اسپر ہو جو مصدر ان دونوں کا ہے اور دونوں اُس سے بد نہیں معلوم ہوتا میں پھر عشق میرا اُس پر
کیسے نہوا اور قسم کھاتا ہوں کہ جب اس خار جو رے جو الگ ہو کے بستان میں جاؤں تو اس کی علحدگی کے سبب سے
بلبل کی طرح نالان ہوں گویا گل سے علحدہ ہو کے خارستان میں پڑ گیا یہ جان میری عجب ایک بلبل یہ کہ جب مجھ کو لے
تو خار کو منع گلستان کے کھا جائے یہ بلبل نہیں یہ یہ ایک رنگ آتش یہ کہ جملہ ناخوش جو عشق میں ہونے میں
سب اُس کو خوش ہیں کسی سے ناگواری نہیں آور یہ بلبل یہ تو عاشق گل کی مگر خود بھی گل ہے اور خود ہی عاشق
لہذا نیز عاشق جو اور یہ وہ مقام ہے جس کی نسبت کسی نے کہا جو شعر بلبل ہو وہی گل ہو وہی گل از وہی ہو

بحر طور وہی نور وہی نار وہی ہرچہ اختلاف شرح بحر العلوم میں ہانگ چنگ بجائے نے وچنگ کے اور بجائے
راحت خوہتر کے دولت اور بجائے غور تو کے کچھ بصورت غنڈ تو اور ارزین کے جگہ ازا اور گل ہست کے
بجائے است لکھا ہے

صفت اولے اجنہ طیور عقول الہی

قولہ قصہ طوطی جان زمینسان بودہ کوکسے کو محرم مرغان بودہ کو یکے مرغ ضعیف بے گناہہ و اندرون اوسلیمان
باسپاہہ چون بنالہ زار بیشکر و گلہ در زمین و چرخ اقتد غلطہ ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا یا ربے زد
شخصت لبیک از خدا زلت اوہ زطاعت پیش حق ہر دزد کفرش جملہ ایماننا خلق ہر دے اور ایکے معراج خاصہ
بر سر و فرقتش ہند حق تاج خاصہ صورتش در خاک و جان در لامکان ہر لامکان فوق و ہم سالکان ہر لامکان
نے کہ در وہم آید ہر دے در دے زائدت ہر بل مکان و لامکان در حکم اوہ ہر دے در حکم ہشتی
چار جوہ شرح این کوتہ کن و سخ زین بتابہ دم مزین و اندر علم بالصواب ہر باز میگردد ازین اید و دستان ہر
سوسے مرغ و تاجر ہند و دستان ہر المعنی یا رب معنی آہ لبیک حاضر ہون میں حاضر ہونا بعد حاضر ہونے کے
زالت لغزش خلق ہفتخین جامہ کہنہ چار جوہ کوثر تسنیم سبیل زنجیل فرماتے ہیں طوطی جان کا قصہ بھی ایسا ہی ہر گھر
محرم کمان ہر جو اس سے واقف ہونا محرم کیا جانے کہ وہ ایک مرغ ضعیف پاک بے گناہہ ہر جیسا کہ فسر مایا ہر
خلق الانسان ضعیف پیدا کیا گیا انسان ضعیف اور ہندی مثل بھی ہر چڑیا سی جان بظاہر تو یہ حال اس کا ہر اور باطن میں
یہی چڑیا ایک سلیمان با سپاہہ ہر بیٹے و حوش و طیور اور جن و انس سب اس کے تابع فرمان ہیں یہ وہ ہو کہ ذوق محبت
حق سے خاص طور پر جو شکر و شکایت سے خالی ہونا نہ کرے تو زمین و آسمان میں شور پڑ جائے اور ہر دم خدا
کی طرف سے سیکڑوں نامے اوہ پیغام اس کو آئیں اور ایک آہ کے ساتھ ساتھ لبیک جو مراد کثرت سے ہر
خدا تعالیٰ کی جانب سے اس کو پہنچیں ایسی قدر و تازہ برداری اس کی کی جہلے لغزش اس کی اور دن کی طاعت
سے بہتر ٹھہرے اور اس کے کفر کے سمنے سارے ایمان پرانے کپڑے کے مثل ناپسند و بیکدر ہو جائیں ہر دم اس کو ایک
معراج خاص حاصل ہو حق تعالیٰ خود اس کے سر پر تاج رکھے ظاہر صورت اس کی بیان ہو مگر جان لامکان میں
اور وہ لامکان جو سالکوں کے وہم سے بڑے ہر بیٹے وہ لامکان نہیں جو تیرے وہم میں آجائے اور ہر دم اس میں
یہ ایک خیال پیدا ہو غرض وہم و خیال سے برتر بلکہ مکان و لامکان سب اس کے حکم میں ہوں جیسے ہشتی
کے حکم میں چار و ن ہرین ہشت کی کہ وہ کوثر و تسنیم اور سبیل و زنجیل میں آئندہ پھر گریز فرماتے ہیں
کہ اس کی شجہ کوتاہ کر اور اس سے منہ پھیر اس کے بیان کی طرف متوجہ مت ہو اور خاموش ہو جا اسکو اللہ ہی خوب جانتا
ہو لہذا کہتے ہیں کہ اب میں اید و ستواس کو چھوٹے مرغ اور تاجر ہند و دستان کی داستان کی طرف پھر لوٹا اختلاف

شرح بحر العلوم میں زلزلت اوہ کی جگہ بد اور برسر فرقت کے بجائے برسر تاجش اور بازی گردم الخ بعد کی داستان کے اول میں لکھا ہے

دیکھنا خواجہ کا طوطیوں کو جنگل میں اور پیغام پہنچانا

قولہ مرد بزرگان پذیرفت آن پیام کہ کو رساند سوے جس ازوے سلام کہ چونکہ در اقصائے ہندوستان رسیدہ در میان طوطے چندین بدیدہ مرکب استانید و پس آواز داد کہ آن سلام و آن امانت باز دادہ طوطی از طوطیان لرزید و پس با وقتاد و مرد و بگستش نفس بہ شد پشیمان خواجہ از گفت خبر کہ گفت رفتم در ہلاک جانورہ این مگر خویش ست با آن طوطیک کہ این گرد و جسم بود و روح یک کہ این چرا گردم چرا دام پیام کہ سو ختم بے چارہ را زمین گفت خام کہ این زبان چون سنگ و قم آہن و شستہ و وانچہ بجد از زبان چون آتش کہ سنگ و آہن را مزین بر ہم گزاف کہ کہ زروے نقل کہ از روے لاف کہ زانکہ تاریک ست ہر سو پنہ زارہ در میان پنہ چون باشد شرارہ عالم آنقویکہ چشمان دوختند و وز سخنا عالمے را سوختند و عالمے را یک سخن ویران کنند و روبہان مردہ را شیران کنند جانہا در اصل خود عیسی و مندہ یک زمان زخمند و دیگر مرہند کہ حجاب از جانہا پر فستہ کہ گفت ہرمانی مسیح آسانی کہ گر سخن خواہی کہ گوئی چون شکرہ صبر کن از حرص و این حلوا بخورہ صبر باشد مشتہائے زیرکان کہ ہست حلوا از برائے کو دکان چہ کہ صبر آورد و گردون بر رود کہ کہ حلوا خورد واپس تر شود و المعنی طوطیک میں کات تصغیر و ترجمہ کا ہی قم دہن گزاف ہر وزن غلاف بیہودہ و بے حساب و بجد مشتہا بالضم مرغوب و نیز آرزو تمام بمعنی خالص و بے اصل نیز انفسہ اس مرد سوداگر نے پیغام طوطی کا قبول کیا اس واسطے کہ اس کی جنس کو سلام و پیغام پہنچائے جب اقصائے ہندوستان میں پہنچا تو ایک جگہ کچھ طوطیان جمع دیکھیں گھوڑا یا جو مرکب ہو کھڑا کیا اور باوازہ بکار کے سلام اور امانت پیغام ظاہر کی ایک طوطی انھیں طوطیوں سے کانپ کے گر پڑی اور مر گئی اور تار اس کے نفس کا ٹوٹ گیا خواجہ یہ حال دیکھ کے اس خبر سنانے سے پشیمان ہوا اور کہا کہ افسوس میں نے ایک جان کو ہلاک کیا شاید یہ طوطی میری طوطی کی کوئی اپنی تھی اور ایسی اپنی کہ ایک جان دو قالب میں نے کیوں ایسا کیا اور یہ پیغام کیوں سنایا میں نے اس بچاری کو ناحق ایک کچی بے اصل بات سے جلایا آگے مقولات مولانا کے ہیں کہ زبان آدمی کی سنگ اور دہن مثل آہن کے ہی اور جو اس سنگ و آہن سے ٹکٹا ہو وہ مثل آتش کے پس اس سنگ و آہن کو بیہودہ ایک دوسرے پر مت لگا کبھی نقل و حکایت میں اور کبھی شنی و لاف میں اس سبب سے کہ تاریک لوگ اس سیدہ دل مثل پنہ زار کے ہیں اور پنہ زار میں شرار کا کیسے گذارا ہو وہ عالم قوم جنہوں نے حق سے اکھین میچ لین اور اپنی باتوں سے ایک عالم کو پھونک دیا اور ویران کیا دیکھو ایک بات عالم کو ویران کرتی ہے اور مری مردہ رو باہوں کو شیر بنا دیتی ہے یعنی کیسا ہی مرادوار ہو مگر بات کا مارا جان دیدیتا ہو جانیں اپنی اصل میں

عسی دم بین جسے مروے زندہ ہوں مگر یہی جانین کبھی زخم ہو جاتی ہیں کبھی مرہم کہ یہ مقتضیات بشریت سے ہو اگر یہ حجاب مقتضیات اٹھ جاتا تو سب باتیں جان کی مثل سیحک کے جان بخش ہی ہوتیں اور مرہم نہ زخم اگر تو چاہتا ہو کہ میں ایسی بات کہوں جو شکر کی طرح شیون ہو تو حرص سے صبر کر کہ یہی تلقی و ترشی پیدا کرتی ہو جس جب اس سے صبر کرے گا حلوا کھائے گا مٹا جو دہو آو اس صبر کو ایسا ویسا مت جان یہ مرغوب زیر کون کا ہو اور حلوا کون کے واسطے جس صبر کرنے سے فلک پر پہنچتا ہو اور حلوا کھانے والا نہایت پیچھے رہتا ہو الخلاف شرح بحر العلوم بین بجلے قم آہن کے چون آہن غلط ہو اس واسطے کہ اول تو چون اور روش دو حرف تشبیہ کے جمع ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ زبان ہی سنگ و آہن ٹھہرتی ہو اور غیر چیز ہونا چاہیے اور اس شعر میں صبر با شد الخ دوسرا مصرعہ ابراہیم کو دکان کی جگہ از روے زیر کان لکھا جو جس میں نہ معنی نہ قافیہ

تفسیر قول شیخ فرید الدین عطار کی شعر تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خون میخورد
کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آن انگبین گردود

قولہ صاحب دل را ندان زبان کہ خورد آن زہر قاتل را عیان کہ زانکہ صحت یافت از ہر ہیز رست ہ طالب مسکین میان تپ دست کہ گفت پیغمبر کہ ای طالب جری کہ ہاں مکن بر ہیج مطلوبی مری کہ در تو نمرد دست آتش در مرو کہ رفت خواہی اول ابراہیم شود چون نہ سبحانے دریائی کہ در میفگن خویش از خود را پئی کہ از دفتر بحر گوہر کہ از زیاننا سود بر سر آورد کہ کالے گر خاک گیر دزر شود کہ ناقص از زر برد خاکستر شود کہ چون قبول حق بود آن مرد راست کہ دست او در کار ہا دست خداست کہ دست ناقص دست شیطان ست و دیوہ زانکہ اندر دام تلبیس ست و ریوہ جمل آید پیش او دانش شود کہ جمل شد علمے کہ در ناقص رود کہ ہرچہ گیر دلتے علت شود کہ کفر گیر د کالے ملت شود کہ ای مری کردہ پیادہ با سوار کہ سر سخا ہی برد اکنون پائدار کہ المعنی جری مرد دلیر مری کوشش کرنا اور برابری کرنا کسی سے مرتبہ میں اور ستیزہ سبل بفتح و تشدید با شتا و رہنے صاحب دل اگر زہر کھالے تو وہ اُس کو زبان نہیں کرنا کہ صریح زہر قاتل ہی کیون نہوا اس سبب سے کہ اُس نے جملہ علتوں سے صحت پائی اور پرہیز سے چھوٹ گیا اور طالب غریب ابھی تپ میں ہو اس کو ہر ہیز واجب ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای طالب دلیر نہ در کسی مطلوب پر ستیزہ اور دوسرے کی برابری اور دیکھا دیکھی مت کر مثلاً منصوبہ نے انا ابھی کہا اب ہر کوئی کہنے لگے اس واسطے کہ جب تجھ میں غرودی موجود ہو تو آگید میں مت گھس ہاں اگر گھسنا چاہتا ہو تو پہلے ابراہیم بن لے تو تو نہ پیرتا ہو نہ دریائی پھر خود رانی سے آپ کو دریائیں کیوں ڈالتا جو آخر ڈوب جائے گا وہ تو قعر دیا سے موتی نکالتا ہو اور زبان اٹھا اٹھا کے سو دھامیل کرتا ہو تو یہ کیا کہان ہو یہ بھی جانتا ہو کہ کالے اگر خاک اٹھائے نہ ہو جائے اور ناقص کے ہتھ میں نہ رکھ دے

اسی لیے کہ وہ مرد راست احرار کامل مقبول خدا کا ہو جس جملہ کاموں میں اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو اور ناقص کا ہاتھ شیطان اور دیو کا ہاتھ اس سبب سے وہ مکرو فریب کے جال میں پھنسا جو کمال کے سامنے اگر جیل آئیگی دانش ہو جائے گی اور ناقص کے پاس اگر علم جائے گا جمل ہو جائے گا قاعدہ ہو جاتی یعنی یہاں جو کچھ کمالیہ کا علت ہو جائے گا اور کامل اگر کفر اختیار کرے گا عین ملت و مذہب ہو گا اگر مخاطب خیال تو کر پیادہ اگر سواری کی برابری کرے گا تو کیسے اپنا سو بچا پائے گا اسکو چاہیے کہ اپنے موافق قدم رکھے اختلاف شرح بحر العلوم میں سبل کو سیاح لکھا ہے اور بجائے تلبیس کے تکلیف جو مناسب ریو کے نہیں

تعلیم کرنا ساحر و ن کا حضرت موسیٰ کو کہ پہلے تم عصا ڈالو گے یہاں

قولہ ساحران در عمد فرعون لعین ہ چون مے گردن با موسیٰ بکین ہ لیک موسیٰ را مقدم داشتند ہ ساحران اور اکرم داشتند ہ زانکہ گفتند ش کہ فرمان آن تست ہ گر تو میخوای عصا بفکن نخست ہ گفت نے اول شاہی ساحران ہ افکنید آن مکر ہا را در میان ہ ایتقدر تعظیم دین شازا خرید ہ وزمری آندست و ہا ہا شان برید ہ ساحران چون قدر او نشانختند ہ دست و پا در جرم آن در باختند ہ لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال ہ تو نہ کامل مخور میباش لال ہ تو جو گوشی او زبان نے جنس تو ہ گو شہار احق بفرمود انصتوا ہ کو دک اول چون بزاید شیر نوش ہ مے خاموش باشد جملہ گوش ہ مٹی میایدش لب دوختن ہ از سخن گویان سخن آموختن ہ تا نیا موز دنگوید صدیکے ہ و ربگوید تشو گوید بیشکے ہ ورنہ باشد گوش تی تی میکند ہ خوشنشین را گنگ گیتی میکند ہ کراصلی کش بنو دا غاز گوش ہ لال باشد کے کند در نطق جوش ہ زانکہ اول سمع باید نطق را ہ سوے منطق از رہ سمع اند را ہ المعنی مری کے معنی او پر گذرے انصتوا ہ خاموش شوید لب دوختن خاموش رہنا خشو بالفتح بھرتی کر بالفتح بہر ایمنہ ساحرون نے فرعون لعین کے وقت میں حضرت موسیٰ کی عداوت سے برابری کی لیکن اُن کو مقدم رکھا اور مکرم جانا اسی سبب سے کہا کہ حکم مختاری ملک ہی تم مالک حکم کے ہو اگر چاہو تو پہلے عصا اپنا ڈالو جیسا کہ قرآن میں ہے قالوایا موسیٰ اما ان تلقی و اما ان نکون سخن الملقین یعنی اے موسیٰ تم پہلے عصا اپنا ڈالو گے یا ہم ڈالیں موسیٰ نے کہا نہیں اے ساحر و اول تم اپنے مکر پھیلاؤ جو کچھ ہوں بس اتنی ہی تعظیم دین نے اُن کو خرید اور قبول کیا کہ حضرت موسیٰ کو اُن سے سجدہ کر لیا اور نیزا قرایمان خدا تعالیٰ اور موسیٰ اور ہارون کا کیا جارق فی القرآن واقعی السحرة ساجدین قالوا آسنا

برب العالمین رب موسیٰ و ہارون یعنی گرے ساحر سجدہ میں اور کہا ہم ایمان لائے رب العالمین اور رب موسیٰ و ہارون پر مگر وہ جو برابری حضرت موسیٰ کی کیے تھے اُس کے پاداش میں خدا تعالیٰ نے فرعون سے ان کے ہاتھ پائون کٹوائے اس سبب سے کہ انھوں نے قدر موسیٰ نہ پہچانی اور اپنی قدر پر نظر کی جیسا کہ قرآن شریف میں ہے لا تقطن ایدیکم وارجکم ہر آئینہ ضرور کاٹون گا میں ہاتھ پائون تمہارے لقمہ اور نکتہ کامل کو حلال ہو اسوجہ سے کہ اورون کا لقمہ حظ نفس ہو نفس کو مٹا کر تباہی اور ان کا لقمہ نور خدا کا کہ باطن کو روشن کرتا ہے کامل کا ہر نکتہ صحیح اور ٹھکانے کا ہے اور ناقص کا غلط اور نقص یہاں پس ناقص کو چاہیے کہ کھلے اور گونگا بنارے اب فرماتے ہیں کہ تو تو گوش ہر سنے والا اور کامل زبان بچی کئے والا

تو اور وہ ایک جنس کب ہوے کہ جو وہ کے سو تو بھی کے دیکھ حق تعالیٰ نے بھی گوش کے حق میں انصاف فرمایا ہے یعنی خاموش ہو جاؤ پتہ جو پیدا ہوتا ہے تو اول میں شیر خوار ہوتا ہے اور ایک مدت خاموش رہتا ہے اور بالکل گوش ہو جاتا ہے اور مدت تک اُس کو ہونٹھ بند رکھنا چاہیے اور سخنورون سے سخن سیکھنا جب تک اورون سے نہیں سیکھ لیتا سو باتون میں ایک بھی نہیں کہہ سکتا اور اگر کہتا بھی ہے تو بھرتی اور حشو یعنی بیغنیے اور جس کے کان ہی نہیں ہوتے تی تی کرتا ہے اور تمام دنیا میں گونگا مشہور ہوتا ہے جیسے بہرہ مادر زاد کہ ابتدا سے اُس کے کان نہیں ہوتے گونگا ہوتا ہے اور جو ش نطق سے بے بہرہ کہ سواسطے کہ نطق کو اول سمع کا ہونا ضرور ہے پس تو بھی اول خوب سامع بن لے پھر ناطق بن سمع کی راہ سے منطق میں داخل ہوا الخلاف شرح بحر العلوم میں مری کی جگہ مزی ہے شاید غلطی کا تب سے ہو قولہ دخلوا الابیات بن ابوبہادہ و اطلبوا الارزاق بن اکبہا بنہا نطق کان موقوف راہ سمع نیست ہر کہ نطق خالق بے طبع نیست ہر مبعث و تابع استاد ذہب مسند جملہ و را استاد ذہب باقیان در حرف ہم ہم در مقال ہر تابع اسناد محتاج مثال ہر زمین سخن گرنیستی بیگانہ ہر دلق و اشک گیر جو ویرانہ ہر زانکہ آدم زان عتاب از اشک رست ہر اشک تر باشد دم تو پر پرست ہر گر گریہ آدم آمد ہر زمین ہر تابو دالان و گریان و حنین ہر آدم از فردوس و از بالائے ہفت پہلے باچان از برائے عذر رفت ہر گز پشت آدمی و رصلب و ہر تلب میباش و ہم در تلب او ہر المعنی پائے باچان وہ کہ کسی کو جو حیون کی جگہ ایک پاٹون سے کھڑا کر کے کان پکڑ وانا تلب بالضم گروہ و طائفہ بتائید سابق فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک راہ ہے مثلاً گھر میں گھسنے کی راہ دروازے سے اور حصول رزق کی راہ اسباب سے یعنی دروازوں سے گھر میں گھسنا چاہیے اور اسباب سے جستجو رزق کی کرنا چاہیے ایسے ہی سمع کی راہ سے منطق میں آوے وہ نطق جو موقوف راہ سمع پر نہیں ہے سولے نطق خالق بے نیاز کے نہیں ہے جو ایسی نطق اُسی کی ہو کہ وہ مبیع ہے یعنی نئی بات پیدا کرنے والا اور تابع کسی اسناد کا نہیں اور سب کا مسند ہے اسناد و نسبت سب کی اُسکی طرف اور اُس کی نسبت کسی کی طرف نہیں اور جو باقی مخلوق رہے سخن اور گفتگو میں سب اُسی کے تابع اور اُسی کے مثال یعنی حکم و فرمان جس سے گویا ہیں پس اگر تو اس بات سے آشنا ہو بیگانہ نہیں تو گدڑی آنسو اٹھالے اور کسی ویرانہ کو ڈھونڈ جیسے کہتے ہیں بوریاد صا اٹھا و اس سبب سے کہ اشک ایسی شرمین جن سے آدم نے اس عتاب سے رہائی پائی اور تو پر پرست کا بڑا فسون یہی اشک زمین کہ خواہ مخواہ دل میں رحم ڈال دیتے ہیں آدم آسمان سے جو زمین پر آئے تو رونے ہی کو آئے چنانچہ مدتوں روئے اور نالان و گریان و حنین رہے تھے کہ رخصتارے لیے باریک ہو گئے تھے کہ اُن سے دانت جھلکتے تھے پتھر کہتے ہیں کہ آدم فردوس و ہفت آسمان سے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے اور ایک پاٹون سے کھڑے ہو کے اُس فوق و بلند می سے اس پستی پایہ میں عذر کرنے کو سامنے اپنے معبود کے گئے پس اگر تو آدم کی پشت اور اُن کے صلب سے ہے تو اُسی کی طلب و اُسی کے گروہ میں رہا کرو اپنے جدا مجاہد کے طریقہ پر حل الخلاف شرح بحر العلوم میں یہ مصرع باقیان در حرف ہم ہم درانہ باقیان ہم در حرف

ہم در لکھا ہے جو موزون نہیں اور تلب او کو بطلے مطبقہ لکھا ہے لیکن شرح میں صحیح لکھا ہے قولہ زائش دل و اب دیدہ
نقل سازہ بوستان از ابرو خورشید است نازہ تو چہ دانی ذوق آب ای شیشہ دل بہ زانکہ چہون خورشیدی تو پابگل بہ
تو چہ دانی ذوق آب دیدگان بہ عاشق نانی تو چہون نادیدگان بہ کہ تو لاین انبان زنان غالی کنی بہ پر زگو ہر ہاے اہلالی
کنی بہ طفل جان از شیر شیطان باز کن بہ بعد زائش بالک انبا زکن بہ تا تو تار یک و ملول و تیرہ بہ و انکہ با دیو لعین
ہمشیرہ بہ لقمہ کو نور افروز و کمال بہ آن بود آورده از کسب حلال بہ روغنی کا یہ چراغ ما کشدہ آب خواش
چون چراغی را کشدہ علم و حکمت زائد از لقمہ حلال بہ عشق و رقت آید از لقمہ حلال بہ چون ز لقمہ تو صد مینی دوام بہ
جہل و غفلت زائد از آزدان حرام بہ ہیچ گندم کاری و جو بردہ دیدہ اسپہی کہ کہہ خردہ بہ لقمہ نخست و ہر شاندیشا بہ
لقمہ بخور گو ہر شاندیشا بہ زائد از لقمہ حلال اندر دہان بہ میل خدمت عزم رفتن آنجان بہ زائد از لقمہ حلال ایہ حصہ
در دل پاک تو دور دیدہ نور بہ این سخن پایان نداردے کیا بہ بحث بازگان و طولی کن بیا بہ المعنی کرہ بضم
و تشدید بچہ اسپ و خر کیا بکسر ہلوان و خداوند پاکیزہ تاز نورستہ و درخت سرو و صنوبر و فخر یعنی آتش دل اور
آب دیدہ سے نقل بنا کسواسطے کہ بوستان ابرو خورشید ہی سے ناز ہوتا ہی یعنی نورستہ اور تازہ ہوتا ہی خورشید
اس سبب سے کہ اسی کی حرارت سے بخار پیدا ہو کے ابر منعث ہوتا ہی اور ابر تو خود ظاہر تو آشیشہ دل ذوق آب کا
کیا جانے تیرا دل تو مثل کلچ کے خشک و بے آب ہی اور آب آنسو اور تو تو مثل گدھے کے آب و گل میں اندھا ہوا ہی
یعنی ہمہ تن تن پروری میں مصروف پھر کہتے ہیں تو مزہ ان آنسو وں کا کیا جانے تو تو نا دید وں کے مثل عاشق
روٹی کا ہو رہا ہی اگر اس انبان کو جو شکم ہی روٹی سے غالی کرے تو گو ہر اہلالی سے بھر لے تیری جان کا طفل جو شیر
شیطان کٹی رہا ہی یہ دودھ اس کا چھوڑا دے پھر اس کو فرشتوں کا شریک بنا دے ایسا پاکیزہ ہو جائے گا تو جب تک
روٹی کے سبب سے جو انبان میں بھرتا ہی تار یک و ملول و تیرہ ہی کہ یہ سب کیفیتیں بہت کھانے سے ہوتی ہیں خوب جان لے
کہ شیطان لعین کا ہمیشہ ہی وہ لقمہ جو نور و کمال بڑھائے وہ کسب حلال کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہی نہ حرام کا بس جو روغن
کہ آئے اور ہمارے چراغ کو بجھا دے اُس کو روغن مت کہ وہ پانی ہی کہ چراغ کو بجھاتا ہی ایسا ہی لقمہ حرام کا حال ہی لقمہ
حلال سے علم و حکمت پیدا ہوتے ہیں اور عشق و رقت اور ہر گاہ تو لقمہ سے ہمیشہ حسد ہی آپ میں دیکھے اور
جہل و غفلت اُس سے پائے اُس کو حرام جان ظاہر ہی کہ ایسا کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ تو گندم پوائے اور جو پائے یا گھوڑے
سے گدھے کا کچھ پیدا ہو بس یہ صفت منعکسہ جو لقمہ سے پاتا ہی یہ صفت لقمہ حرام کی ہی شعر نظیر ہی لقمہ تخم ہی اور اندیشے
اور خیالات جو اُس سے پیدا ہوتے ہیں وہی اُس کے پھل ہیں اور لقمہ ایک دریا ہی اور اندیشے اُس کے گوہر لقمہ حلال سے
جسوقت منہ میں جاتا ہی رغبت خدمت ہی بندگی اور عزم اُس جہان کے چلنے کا پیدا ہوتا ہی اور اسی ماہ لقمہ حلال سے
حضور پیدا ہوتا ہی جس سے ہر طاعت و بندگی میسر ہوتی ہی اور تیرے دل پاک و دیدہ میں نور و فروغ اُس سے

ہوتا ہو آگے گریز ہو کہ اے کیا اس سخن کی تو حد نہیں ہو لہذا آؤ دیکھو سوداگر طوطی کی کراخلاف شرح بحر العلوم میں
پیشتر تو چوہ دانی ذوق آب الخ نہیں عرقی میں ہو

اگنا سوداگر کا طوطی سے جو کچھ کہنے اس طوطی سے دیکھا تھا

تو کہ کرد بازارگان تجارت را تمام ہوا باز آمد سو سے منزل شاد کام ہر غلامی را بیاورد ارغمان ہر کنیز کے انجشید اور نشان
گفت طوطی ارغمان بندہ کہہ انچہ دیدی انچہ گفتی باز گوہ گفت نے من خود پیشنام ازان ہوا دست خود نمایان و انگشتان گزان
کہ چرا پیغام نامی از گزان ہوا بروم از بیداشی و از نشاف ہوا گفت ای خواہر پیشانی نہایت ہوا چست آن کہین خشم و غم را
مقتضی ست ہوا گفت گفتم آن شکایت ہاے تو ہوا گر وہ طوطیان ہمتاے تو ہوا آن کی طوطی ز دردت بوسے برد ہوا زہرہ اش
برید و لرزید و برودہ من پیشان گشتم این گفتن چہ بودہ لیک چون گفتم پیشانی چہ سودہ کہتہ کان جست ناگہ از زبان ہوا چو
تیرے دان کہ جست آن از کان ہوا و انکو دوازدہ آن تیرا پسر ہوا بند باید کرد سیلے راز سر ہوا چون گذشت از سر جہانی را گرفت ہوا
گر جہان ویران کند نبود شکفت ہوا فعل را در غیب اثر ہوا زادنیت ہوا ان موالیدش حکم خلق نیست ہوا شریکی جملہ مخلوق ہوا
آن موالید از چہ نسبت شان ہواست ہوا المعنی نشاف بفتح نون ضبط و دیوانگی موالید بفتح فرزدان جمع مولود یعنی سوداگر
تجارت ختم کر کے خوش خوش اپنے گھر کی طرف لوٹا ہر ظلام کے لیے تحفہ لایا اور ہر کنیز کو جو اس نے بتا دیا تھا وہ دیا طوطی بھی بول
اٹھی کہ بندہ کا تحفہ کمان ہو جو کچھ دیکھا ہوا اور جو کچھ کہا ہو تجھ سے کو کتا میں خود اس سے پیشان ہوں ہا متھ چاہتا ہوں انگلیان
کاتا ہوں کیا میری عقل جاتی رہی تھی یا ضبط ہو گیا تھا جو ایسا بے اہل یہود و پیغام لے گیا تھا کتا ای خواہر پیشانی کس بات
سے ہو اور وہ کونسا امر ہو جو مقتضی اس خشم و غم کا ہو کتا میں نے تیری شکایتیں ایک کہ وہ طوطیوں میں جو تیری مثل و نظیر
تھیں کہیں ان میں ایک طوطی نے تیرے درد کی ایسی پوچھی کہ زہرہ اس کا پھٹ گیا اور کانپ کے مر گئی میں پیشان ہوا کہ یہ
کیسی بات تھی لیکن جو کہ چکا تھا پھر پیشانی سے کہا فائدہ اب آگے مقولات مولانا جہ کے ہیں فرماتے ہیں جو نکتہ کہ دفعۃً
زبان سے نکلیا وہ ایسا ہو جیسے تیر کمان سے نکلیا کہ پھر لوٹ کے نہیں آتا پس ای پسر لے کو سرے سے بند کرنا چاہیے کہ
جب اپنے سر سے تجاوڑ کر کے جہان کو گھیر لیتا ہو پس اگر جہان کو ویران کر دے تو تعجب کیا ہو فعل جس سے ہوتا ہو ضرور اس سے
اثر غیب میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ جو پیدا ہوتے ہیں مخلوق کے حکم میں نہیں ہیں خدا تعالیٰ کے حکم میں ہیں اور سب
مخلوق اسی کی کوئی ان میں شریک نہیں اگر چہ نسبت ان کی ہماری طرف کی جاتی ہو کہ فلان سے یہ فعل اس کا یہ نتیجہ ہوا
الخلاف شرح بحر العلوم میں نمایان اور انگشتان میں و او عطف کا نہیں لکھا تو کہ زید پرانید تیرے سو سے عمر وہ عمر و را
بگرفت تیرش چو عمر نہ مدت سالی میرزا یزد در دہ ہوا را آفریند حق مردہ عمر و دائم ماند در دو و ہل ہوا در ہا میرزا یزدانجا
تا جہل ہوا زان موالید و جمع چون مردا و ہوا زید را زاول سبب قتال گوہ آن و جہا را بد و منسوب دار ہوا گر چہ نسبت لکھا منع
کردگار ہوا چہنیں گشت و دو دام و جملع ہوا موالید بہت حق را مستطاع ہوا بستہ در ہا ہی موالید از سبب ہوا چون پیشان شد

ولے از دست رب و اولیاء را هست قدرت از آکہ و تیر چہستہ باز گردانند را ہہ گفتہ تا گفتہ کند از فتح باب و تا از ان نے سنخ
سوزنے کباب و از ہہ دہا چو آن نکتہ شنیدہ آن سخن را محو کرد و نا پدید گرت برہاں باید و حجت مہاہ باز خوان برن آہ
ا کو نسیہاہ آیہ انسو گم ذکر می بخوان و قوت نسیان نہادن شان ہدان و چون بتذکرہ و نسیان قادرند بہرہ ایامی
خلاقان قاہرند و چون بہ نسیان بست اوراہ نظر و کار نتوان کرد و رہا شد بہرہ و خذ نتوانا کجرتہ اہل السور و از بنی خوانید تا
انسو گوہ صاحب دوپاد شاہ جہسماست و صاحب دل شاہ دہلے سماست و فرع دیداد عمل بے بیج شک و پس نہا شد
مردم الامردک و مردمش چون مردک دیدند خوردہ و در بزرگی مردک کس رہ نہر و ہمن تمام این انیاد گم گفت زمان و منع
می آید ز صاحب مرکز ان و المعنی تمریکسہ چہتہ و جل بضمین و زنا و جہ بفتحین در دہندی و بر بخوری مستطاع بالضم فرمانبردار
و مطیع تذکرہ یاد دلانا یہ شعرا و نیز با بعد کے چند شعر کلام سابق کے ایک مثال میں لیکن نے تیر عمر و پر چھوڑا اور
تیر نے عمر کو ایسا دیوچ لیا جیسے کسی کو چہتہ سال بھرا اُس زخم سے در پیدا ہوا کیا اور بحقیقت پیدا کرنے والا در و کا
حق قلے ہر نہ آدمی عمر و اس مدت میں ہمیشہ در و خوف میں رہا اور یہاں کا تو یہ حال ہی ہر کہ مرتے دم تک در و
پیدا ہوتے رہتے ہیں اب جو اس موالید سے جو در دستھے وہ مرا تو زید کو بسبب اول سبب کے کہ تیر نے مارا جس سے
در پیدا ہوئے قاتل اس کا کہ آوران در و ان کو زید ہی سے منسوب کر اگرچہ ہیں وہ سبب منع کر دگا رے
ایسے ہی قتل دوا و درام اور کل کا موالید سے ہر کہ موالید خدا یقلے کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور اگر حق تعالیٰ چاہتا
ہر تو دروازے موالید کے سبب سے بند بھی کر دیتا ہر کیسے ہی سبب ہوں مکن نہیں کہ موالید ان سے غلو میں نہیں
مگر جبکہ کوئی ولی اللہ قوت و قدرت حق سے نادم و پشیمان ہوے ورنہ ان کو کوئی روک نہیں سکتا کسوا سطرے
اولیا کو یہ قدرت خدا یقلے کی عطا کی ہوئی البتہ ہر کہ چھوٹے ہوئے تیر کو رام سے لوٹا وین کہ وہ تیر موالید سے ہر
ان کے دل پر جو دروازہ کشو کا کھلا ہوا ہر یہ اُس گفتہ کو اپنے عذر و معذرت سے ناگفتہ بنا دیتے ہیں اس طور پر
کہ نہ سنخ جلے نہ کباب یعنی نہ اُس گویندہ پر آئج آئے نہ خدا یقلے ناخوش ہوئے اور جو کہ وہ ولی اللہ باد شاہ
اُس قوم کا ہر جن میں سے کسی نے ناگفتی کی تو اس ایک اولیا کی معذرت و پشیمانی گویا ان سب کی ہر اسی لیے کہا ہر
کہ جب سب دلون سے اُس نے وہ نکتہ سنا تو اُس بات کو محو و نا پدید کر دیتا ہر اب اس پر اگر شک و دلیل و حجت کی
حاجت ہر تو اُس سردار اس آیت کو پڑھو قرآن شریف کی ہر مانع من آیہ انوسما نات بخیر مننا او مشکاینے نہیں سنخ
کرتے ہیں ہم کسی آیت کو یا نہیں بھلا دیتے ہم اُس کو مگر یہ کہ لاتے ہیں بہتر اُس سے یا اُس کے برابر پس محو و نا پدید کرنا
آیت سے ظاہر بلکہ اُس سے بہتر کا لانا واضح اور لو دوسری آیت ذکر می السور کو پڑھو اور وہ آیت یہ ہر انہ کان فرق
من عبادی یقولون ربنا آتنا غفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین فاتخذہم سخریۃ السور کم ذکر می وکنتم منہم
تسخلون یعنی بیشک تم نے ایک گروہ میرے بندوں سے کتے تھے کہ اہر رب ہمارے ہم ایمان لاتے

پس بخشدے ہو اور ہیر رحم کرتو ہی بہترین رحم کرنے والوں سے ہے پس بنایا تھے اُن کو مسخرہ یہاں تک کہ بھلایا میں نے
تکو ذکر اپنا اور تم اُن سے ٹھٹھہ بازی میں پڑے تھے اب اس آیت سے قوت نسیان میں ڈالنے اس گروہ کی غور کر
اور اولیا تو یاد دلانے اور بھلانے دونوں پر قادر ہیں بس سارے مخلوق کے دلون پر غالب ہیں اور جب اُس نے
نسیان سے بالکل راہ نظر کی باز مددی تو کیسا ہی ہنر ہو کچھ کارگر نہیں ہو سکتا جیسے وہ گروہ جو خیر کرتے تھے نسیان میں
پڑے تو اب اس اہل سمود بلند می ان کو مسخرہ بناؤ اور نبی یعنی قرآن سے آیہ فاتحہ تمہو ہم سخریا کو پڑھو تم نہیں جانتے مالک
کانون کا یعنی بادشاہ تو مالک تمہارے جہون کا ہو اور صاحب دل بادشاہ تمہارے دلون کا ہو اس لیے کہ جب
دید و معرفت کسی کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ بیشک غلدار ہوتا ہے یعنی صاحب خدمت بس وہ شخص نہیں ہوتا جو گمراہ
کہ لوگ اُس کو مثل مردم کے خرد و حقیر جانتے ہیں اور اُس کی بزرگی میں کوئی سرخ نہیں لیجاتا کہ تمام دنیا اُس میں
سمائی ہوئی ہے اب فرماتے ہیں کہ میں پورا پورا اس کو بیان نہیں کر سکتا اس واسطے کہ صاحب مرکز اس کے بیان سے منع
کرتے ہیں اور صاحب مرکز قطب لوگ الخلاف شرح بحر العلوم میں بجاے در دو جبل کے در دو جبل لکھا ہے اور بجاے
کشت بکاف عربی مضموم کے کسب اور دو دم کی جگہ دم و دام اور شعر عربی کے دوسرے مصرع میں واو اشباع کا نہیں لکھا
جو قوافی میں معتبر ہے صرف انسوکم لکھ کے چھوڑ دیا ہے نہ انسوکم تا صورت قافیہ کی ایک ہوتی اور اب تو اجنب ہے
قولہ چون فراموشی خلق و یادشان ۛ بادیت و اور سد فریادشان ۛ صد ہزار ان نیک و بد را آن ہی ۛ می کنند ہر دم
ز دلہا شان ہی ۛ روز دہار از ان پر می کنند ۛ آن صد فہار پراز در می کنند ۛ آنہ اندیشہ پیشا نہا ۛ می شناسد از
ہایت جا نہا پیشہ و فرہنگ تو آید ہو ۛ تا در اسباب بکشاید ہو ۛ پیشہ زر گر با ہنگر نشد ۛ خے این خوشخویدان منکر
نشد ۛ پیشہا و خلقہا ہچون جہیز ۛ سوے خصم آید ۛ روز رستخیز ۛ صورتے کان بر نہا دت غالب ست ۛ ہم ہر ان
تصور خیرت واجبست ۛ پیشہا و خلقہا از بعد خواب ۛ واپس آید ہم بخیم خود شتاب ۛ پیشہ و اندیشہ مار وقت صحیح ۛ
ہم پدا نجا شد کہ بود آن حسن و قبح ۛ چون کہوتر ہے پیک از شہر ۛ سوے شہر خوش آرد بہر ۛ ہر چہ بینی سوے
اصل خود درود ۛ جزو سوے کل خود راجع شود ۛ المعنی ابھی بفتح اول ویاے مشد و خوب و زیبا فارسی طے تخفیف
استعمال کرتے ہیں منکر بالضم و کاف مشدوح ۛ و قبیح و ناشائستہ جہیز کہسرتین امالہ ہماز اسباب و رخت دختر و مردہ بناؤ
کہسرتینا و خلقت یعنی فراموشی اور یاد مخلوق کی جو وابستہ اُس ولی سے ہے اور وہ ان کا فریادرس اس سبب سے وہ بھی
لاکھوں نیک و بد کو ہر دم ان کے دل سے خالی کرتا رہتا ہے روزانہ کے دلون کو نیکیوں سے بھرتا ہے اور ان سپیوں کو ہوتوں
سے پر کرتا ہے وہ سب ان کے اندیشے اور پیشہ پچانتا ہے اس سبب سے کہ اُس نے ان کی جانوں کی طرف رہنمائی کی ہے پیشہ
اور اندیشہ ہر کسی کا ہر کسی کی طرف جاتا ہے اور کا اور کی طرف تیرا تیری طرف تا دروازے اسباب کے بچہ کھولے کہ
وہ سنرا و جزا ہے مثلاً پیشہ زر گر کا آہنگ کی طرف نہیں جاتا ہے پس خوشخو کی بد اور ناشائستہ کی طرف نہیں جاتی

سب پیشے اور عادتیں اپنے مالک کی طرف قیامت کے دن آئیں گی جو صورت کہ یہاں تیری بنیاد و خلقت پر غالب ہو
 اسی صورت پر ضرور ہو کہ تیرا حشر ہو جیسا کہ کہا ہے کما تعشون تتوتون و کما تتوتون تبعثون یعنی جیسے تم جیتے ہو ویسے ہی
 مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی اٹھائے جاؤ گے قیامت کو یہ پیشے اور عادتیں بعد خواب و ہنگام بیداری اپنے
 مالک کی طرف فوراً لوثتی ہیں یعنی سارے پیشے اور اندیشے صبح ہوتے ہی وہیں پہنچتے ہیں جہاں ان کے
 حسن و قبح کا ٹھکانا ہے اچھے اچھے کے پاس بُرے بُرے کے پاس جیسے کبوتر پیک کہ اور شہروں سے اپنے شہر
 کو ہرے اور جھلے جاتے ہیں جس چیز کو تو دیکھتا ہے سب اپنی اصل کی طرف جاتی ہے اور ہر جز اپنے
 محل کی طرف رجوع ہوتا ہے

سننا طوطی کا حرکت اُس طوطی کی اور مرجانا اور گرنا ماجر کا اُس کے مرنے پر

قولہ چون شنید آفرغ کان طوطی چہ کردہ ہم بلزید و فتاد و گشت سرودہ خواجہ چون دیدش فتادہ انچنین ہر بر جید و
 زد گمہ را بر زمین ہر چون بدین رنگ و بدین حالش بدیدہ خواجہ بر جست و گریبان را دیدہ گفت ای طوطی خوب
 و خوش جبین ہر ہے چہ بودت این چرا گشتی چنین ہر ای در یغا مرغ خوش آواز من ہر ای در یغا ہدم و ہماز
 من ہر ای در یغا مرغ خوش الحان من ہر روح و روضہ رضوان من ہر گریلیان را چنین مرغے بدے ہر
 کے دگر مشغول آن مرغان شدے ہر ای در یغا مرغ کارزان یا فتم ہر زود دروازوے او پرتا فتم ہر ای زبان تو بس
 زیبائی مرا ہر چون توئی گویا چہ گویم مرتبہ ای زبان ہم آتش ہم خرمنی ہر چند این آتش درین خرمن زنی ہر
 نہان جان تو افغان میکند ہر چہ ہر گویا کیش آن میکند ہر المعنی راحت در یغایں در یغ بمعنی افسوس اور
 الفت نہ ہر کا ہر پتے جب سودا گر کے مرغ نے سنا کہ اُس طوطی نے کیا کیا یہ بھی کانپ کے گر گئی اور ٹھنڈی ہو گئی
 خواجہ نے جو دیکھا کہ اس طور سے گر گئی کو دا اور ٹوٹی زمین پر پٹک دی پھر بتا سید اسی کے فرمایا کہ یہ رنگ و حال
 اُس کا دیکھ کے گریبان اپنا پھاڑا اور اچھل پڑا اور کہا ای طوطی خوب خوش جبین افسوس تجھ کو کیا ہوا کیوں ایسی ہو گئی
 ہلے افسوس ای مرغ خوش آواز میرے ہلے افسوس ہدم اور ہماز میرے ہلے افسوس ای مرغ خوش الحان میرے
 اور میری روح کے راحت اور میرے بلغ کے رضوان اگر حضرت سلیمان کے پاس ایسا مرغ ہوتا تو پھر وہ اور کسی
 مرغ سے مشغول نہوتے ہلے افسوس ای مرغ کیسا سنتا اس کو میں نے پایا تھا اور کیسا بلدی سنہ اس سے پھیرا
 ای زبان تو کیسی بڑی زبان میرے حق میں ہے اور جب تو ہی گویا ہو تو پھر تجھ کو کیا کون تو ہی نے وہ بات کہی جس سے
 یہ کیفیت ہوئی اور تو ہی نوحہ اور آپ کو ملامت کر رہی ہے پھر میں کس کو کون ای زبان تو ہی آگ ہے اور تو ہی
 خرمن ہے کیسی آگ تو نے میرے خرمن میں لگا دی اور کما شک لگے گی جان میری تجھ سے فریاد دی ہے چھی
 چھی اگر چہ ہر چیز جس کو تو کہتی ہے وہ فعل جان کا ہوتا ہے وہی تجھ سے کہلاتی ہے اس واسطے کہ خواہش

ہر شو کی جان سے پیدا ہوتی ہے اسکی ترجمان زبان ہر اختلاف شرح بحر العلوم میں جملے خوش چین کے خوش چین لکھا ہے اور چین بمعنی آواز بجو تو لغت میں یہ معنی نہیں ملے البتہ گریہ و نالہ کے معنی لکھے ہیں اور خوش چین کہنے میں کچھ قباحت نہیں معلوم ہوتی خواہ بمعنی خود پیشانی خواہ بمعنی صورت موافق ذکر جز اور ارادہ کل کے قولہ اور زبان ہم گنج بے پایاں توئی ہے اور زبان ہم رنج بے دریاں توئی ہم صغیر خدۂ مرغان توئی ہم بلبس ظلمت کفران توئی ہم ہم خیر و ہر مرغان توئی ہم انیس وحشت بجران توئی ہم چند اماں ہم مید ہی امی بے اماں ہم اور تیرہ کردہ کلین من کہاں ہم ہمک پیرا بندہ مرغ مرا ہم در چراگاہ ستم کم کن چرا ہم یا جواب من بگو یاد دادہ ہم یا مرا اسباب شادی یاد دہ ہم اور دنیا نور ظلمت سوز من ہم اور دنیا صبح روز افزوز من ہم اور دنیا مرغ خوش پرواز من ہم زانتا پیریدہ آغاز من ہم عاشق رنج من نادان تا بدہ خیر و لا اقسام بخوان مافی کبدہ از کبد فارغ بدم بارو سے توجہ وز زبذ صافی بدم در جو سے توجہ اور دنیا من خیال دیدست ہم وز وجود و نقد خود بہریدست ہم الملعنی کبد سختی و رنج زبذ بختیں ہندی جھاکہ اور زبان گنج بے پایاں بھی تو ہی ہے اور اور زبان رنج بیدرمان بھی تو ہی ہے اور تو ہی ہے جو پرندوں کے دھوکہ کی صغیر ہو اور تو ہی ہے جو لباس ظلمت کفران کی ہو تو ہی ہے کہ رہبر اور خبر دہندہ پرندوں کی ہو تو ہی ہے کہ انیس وحشت بجران کی ہے تو بے اماں دیکھوں کتنی اماں تو بجو دیتی ہے مجھ کو تیرا کیا بھر و سا اور اعتماد کہ تو بے اماں ہے اور میری دشمنی پر کہاں چڑھ لے ہوے ابھی تو نے میرے مرغ کو اڑا دیا کیسا ستم بچھیر کیا ذرا تو چراگاہ ستم کا چراگاہ کر دے اب یا بجو جواب دے یا میری داد دے یا بجو سبب شادی کے یاد دلا کہ اُس کے اڑنے میں یہ سبب تیری شادی کے ہیں جیسا کہ اکثر پرندوں سے شکن لیتے ہیں ہاے افسوس نور ظلمت سوز اور غم غلط کرنے والے میرے ہاے افسوس صبح روز افزوز میری کہ اب شام غم سے تر ہو گئی ہاے افسوس مرغ خوش پرواز میرے کہ انتہا سے میرے آغاز تک تو اڑا لیئے تیری یہ وہ اڑان ہوئی کہ مرتے دم تک نہ بھولو گا اور جب پھر میرا آغاز ہوگا جو بعثت حشر ہو جب بھی اسی دیمان میں ہو گا چنانچہ میرے حسب حال یوں ہر بع جو میرم مبتلا میرم جو خیزم مبتلا خیزم ہم بعد کا شعر مقولہ مولانا رح کا ہے کہ جو نادان و احمق ہے وہ عاشق رنج کا ہے رنج کو چھوڑتا نہیں اسی کلمہ بچا کیے جانا ہر لے اٹھ اور سورہ لا اقسام میں مافی کبد کو پڑھ کہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے لفظ علقا الانسان فی کبدہ آئینہ تحقیق پیدا کیا ہے انسان کو رنج میں کیسا عالم ارواح میں تیرے رومے رخشان کے سامنے رنج و کبد تھا اور کیسا جھاگون سے صاف پانی تیری نہر کا تھا جھاکہ وہی غم ہاے افسوس ہیں اور بجو خیال دیدار کا اور وجود اور اپنی ذات سے جو جدا ہونا اس کو لازم ہے وہ ابھی ویسے ہی باقی کا باقی اختلاف شرح بحر العلوم میں ہم بلبس ظلمت لکھا ہے بجو لغت میں بلبس ملا نہیں میں اس کو بلبس جانتا ہوں اور بغیر کی جگہ خضیر جانے اس کے کیا معنی شاید تصغیر خضر کی بنائی ہو قولہ غیرت حق بود از حق چارہ نیست ہم کو دے کہ حکم حق صد پارہ نیست ہم غیرت آن باشد کہ او غیر ہم است ہم انکہ افزون از میان دو مدہ است ہم اور دنیا اشک من دریا بدے ہم تا نثار دلبر زبا بدے ہم طوطی من مرغ زہرک ساز من ہم

تو جان فکرت واسرار من ہرچہ روزی داد ناداد آدمہ او زاول گفت تایاد آدمہ طوطی کا پد زوی آواز او ہ
پیش از آغاز وجود آغاز او اندرون تست آن طوطی نمان کہ عکس اورادید تو برین و آن ہر شادیت را تو
شاد از وہمے پذیر ی غلم را چون داد او وہ لیکہ جان از بہر تن میسوختی سوختی جان را و تن افروختی سوختن من
سوختہ خواہے کہ تاز من آتش زند اندر خستہ سوختہ چون قابل آتش بودہ سوختہ بستان کہ آتش کش بودہ
ای دریغای دریغای دریغ کا چنچن لمبے ہنار شد زیر میغ المعنی دمدہ بفتح ہر دو وال پاپوسی و مکر و حیلہ
سار ہندی مینا یعنی غیرت حق کی تھی اُس نے ہکو وہاں سے نکالا اور حق سے کسی کا کب بس چلتا ہوا بسا دل کہاں ہو
جو حکم حق سے صد پارہ نہیں ہو سبب بے بسی کے اور وہ غیرت یہ ہو کہ وہ سب سے غیر ہو اور بیان و خوشا بد سے
افزون ہاے افسوس اشک میرے دریا ہوتے ای برابر دریا تو یہ گوہر شار اُس دلبر زریہ کے بتتے یعنی میں اس جدائی
میں ایسا روتا ام طوطی میری اور ام پینا دانا میری اور ام ترکان میرے فکر واسرار کی جو کچھ روزی مجھ کو دی اُس کو
میں نے تسلیم کیا اور ناداد ام فریادی و شاکی نہوا اور جو اُس نے پہلے سے مجھ سے کہدیا وہی مجھ کو یاد آیا کہ وہ اقرار
ربوبیت کا ہو وہ طوطی کہ جس کا آواز وحی سے ہوا اور آغاز وجود سے پہلے اُس کا آغاز ہو وہ طوطی تیرے اندرون میں
نمان ہو اور عکس اُس کا تو نے لین و آن پر دیکھا این و آن کے مشار الیہ خارجی ہیں جنکی تفسیر ہو شعرا بعد کہ جو تیری
شادی کو قطع کرتا ہو تو اُس سے شاد ہوتا ہو اور جو غلم کرتا ہو اسکو تو داد کی طرح مان لیتا ہو بس اس صبر و رنڈے اسکا عکس
اسی میں معلوم ہوا اور تو نے اس کو روزی ازل سمجھا اور ام فلان تو تن کے واسطے جان کو جلاتا رہتا ہو اور جان کو جلاتا
کے تن کو افروختہ کرتا ہو جیسے راکھ سے ہر شے کو بجلی کرتے ہیں میں ایسا جلا کہ اگر کوئی خوابان سوختہ کا ہو تو مجھ سے
ہر خس میں آگ لگائے ظاہر ہو کہ سوختہ یعنی جو کچھ جلیگا اور راکھ ہو گیا وہ آگ کو پھر کیا قبول کرے گا مگر وہ سوختہ کہ
ابھی بالکل نہیں جلا ہو آتش کش ہوتا ہو اور آگ کو کچھ چپتا ہو جیسے لکڑی کا سوختہ یا کپڑے کا بس تو ایسے سوختہ کا طالب ہو
ہاے افسوس ہاے افسوس پھر افسوس کہ ایسا ماہ زیرابر کے چھب گیا یہ دونوں شعرا خدین تن پر ورون کے بیان
میں ہیں جنھوں نے تن کے واسطے اپنی جان کو خاک سیاہ کیا قولہ چون زخم دم کا تش دل تیز شدہ شیر جگر آشفتنہ و خونریز
شدہ آنگہ او ہشیار خود تندست و مست ہون بودا و چون قح گیر دبدرست ہ شیر مستی کز صفت بیرون بودہ از
بسیط مرغزار افزون بودہ قافیہ اندیشہ و دلدار من ہ گویم مندیش جز دیدار من ہ خوش نشین ام قافیہ اندیش من ہ
قافیہ دوست توئی در پیش من ہ حرف چہ بود تا تو اندیشی ازان ہ صوت چہ بود خار دیوار رزان ہ حرف و صوت
و گفت را بر ہم زخم ہ تاکہ بے این ہر سہ باتو دم زخم ہ آندے کز آدمش کردم نمان ہ باتو گویم ام تو اسرار جمان ہ
آندے راکہ گفتیم با غلیل ہ آندے راکہ ندانند حیریل ہ آندے کز وی سیاحدم تزدہ حق غیرت نیز بے مادم تزدہ ما چہ باشد
در وقت اثبات نفی ہ من نہ اثباتم نہم بے ذات نفی ہ من کسے درنا کسے دریا فتم ہ بس کسے درنا کسی دریا فتم ہ

جملہ شاہان پست پست خویش راہ جملہ مستان مست مست خویش راہ جملہ شاہان پروردہ خوداندہ جملہ خلاقان
 مردہ مردہ خوداندہ میشود پیدا درغان را شکارہ تا کند ناگاہ ایشا از شکارہ بیدلان را دلبران جستہ بجان ہا جملہ
 معشوقان شکار عاشقان ہا المعنی دم زدن سخن گفتن بر ہم زدن لوٹ پوٹ کرنا اور بگاڑ دینا بیان سے مولانا ہر
 پھر بیان اپنی کیفیت کا فرماتے ہیں کہ کیسے کوئی بات کہوں اور کیسے دم مار سکوں میری دل کی آگ پھر بھڑک اٹھی اور
 شیر بھڑکا دیوانہ اور خونریز ہو گیا خیال کرو جو کوئی کہ ہشیار ہو اور بحالت ہشیاری خود دست بند ہو رہا ہو اسوقت میں اسکا
 کیا حال ہوگا جو پیرا ہاتھ میں لے اور نوٹشی کرے شیر جب مست ہوتا ہو تو اپنی صفت اصلی سے جو قبل از مستی تھی خارج
 ہو جاتا ہے اور ایسی اس کی مستی میں افزونی ہو جاتی ہے کہ بسیط مرغزار میں نہیں سماتی اور واقعی حالت مستی میں جنگلون
 جنگلون دوڑتا پھرتا ہو کہیں قرار نہیں پکڑتا تین سنگھوئی کے واسطے قافیہ سوچتا ہوں اور دلدار میرا مجھے کہتا ہے کہ سوائے
 تمنا میری دیدار کے اور کوئی بات ہی مست سوچ اسی خیال و خیال میں رہ تو اسے قافیہ اندیش میرے بے فکر اور خوش ہو کے
 بیٹھ قافیہ کیا ایک حقیر و دون شے ہو اور تو ایسا کہ میرے سامنے حرف کیا چیز ہو جس کو تو سوچتا ہو اور صوت کیسا شے ہو غار
 دیوار انگور و ن کی یعنی جو اٹھنے کی چیز ہو ہم تیرے اس حرف و صوت و گفت سب کو برہم کر کے بے ان تینوں کے دم زنی
 کر دین اور کلام نفسی کے ساتھ ہم کلام ہوں اور یہ وہ دم ہو جس کو ہم نے آدم سے چھپایا ہے چند کہ اپنے دم سے دم اس میں چھپکا
 وہ ہم تجھے کہیں اسلئے کہ تو اسرار جان ہو سارے اسرار جان کے تجھ میں ہیں اور وہ دم جس کو ہم نے خلیل سے بھی نہ کھا
 ایک نسیم سے تار کو اسپر گلزار کر دیا اور اس دم سے جبریل بھی واقع نہیں اگرچہ ہمارا محرم اور پیکر ہو کہ جس سے ہر راز
 کو کہتے ہیں اور وہ دم جس سے یہاں بھی دم نہارا کیا ہوا جو مردہ زندہ کرتے رہے اور جو اس دم کو ماومن سے غیرت ہو
 ایسی جیسا کہ حق غیرت ہو اس سبب سے جو ماومن سے جدا نہیں ہوا اور جس نے اس کی نفی نہیں کی غیرت بنا رہا اسکے ساتھ
 اس دم نے بھی دم نہارا کہ جب میرا طالب ہو اور میرے پوتے آپ کو بھی سمجھتا ہو تو یہ کیسا طالب ہو بقول سعدی رہ شعر
 اگر یاری از خویشستن دم مزین کہ شکر گشت پایار و یا خویشستن بہ لفظ فارسی میں ضمیر مشکلم کی ہو اور لغت عربی میں نفی
 اثبات کے واسطے استعمال کرتے ہیں سو میں تو اثبات ہی نہیں ہوں جو میری نفی کیجائے میں تو بے ذات نفی یعنی محض نفی
 ہی نفی ایسا آپ کو نیست و نفی کر کے محو کر چکا اور مٹا دیا اور یہ کسی جو مراد انسانیت و معرفت سے ہو جس کے واسطے انسان
 پیدا ہوا جو میں نے ناکسی اعز و ذلت و بے عزتی دنیا میں پائی اور برتری عزت و آبرو اپنی اس داؤد پر لگے کھوئی ہے جب
 بازی لے گیا ہوں اب فرماتے ہیں کہ میں تو آپ کو ذات معشوق حقیقی میں فنا کر چکا جو قابل طلب و عشق کے تھا اور
 مخلوق کو جو دیکھتا ہوں تو سب کی اتنی کیفیت پانا ہوں جملہ ان کے بادشاہ جو تیرے اعلیٰ اور سب سے بالا لوگ ہیں
 یہ اپنے پست کے پست ہیں اور جو مست و مدہوش لوگ ہیں اپنے اور اہل دنیا سب مست اپنے مست کے ہیں اور
 عاشق اپنے عاشق کے مطلب پہ کہ جملہ اشیا انسان کے واسطے مخلوق ہو اور سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں جیسا کہ سعدی ۲۰

نے کہا بے رخ ہمہ از ہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ہوا اور جو اس کے لیے مقدر کیا ہو مثلاً ملک و مال اور سوا اس کے حسب حالت و ترتیب ہر کسی کے سب اس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہوا اور اس کا طالب و عاشق جیسا کہ کہا ہے انصیب یصیب ولو کان تحت الجبلین مگر یہ اکتا اُس کے لیے سرگردان ہو دیکھو بادشاہ لوگ باوصت علو و سمو کیسے پست اور منہج اس دنیا کے بنے ہیں حال آنکہ وہ خود بقدر مقدران کی طالب و حویان ان کو حاجت اس کے طلب و تلاش کی ہمیں پھر شعر ابد بن اسی کی توفیق ہو کہ سب پادشاہ غلام اپنے غلام کے ہیں اور غلام ثانی دولت و اقبال جو خود حسب تقدیر ان کا پس رو ہوا اور ساری مخلوق مردہ اپنے مردہ کے مردہ سے مراد عاشق اپنے عاشق اور فریفتہ اُس کے کہ وہ آپ ہی اپنے حسب تقدیر عاشق اور فریفتہ ہر شکاری جو مرغون کو شکار کرتا ہو وہ خود شکار مرغون کا ہو جیسے عاشق شکار معشوق کا ہوتا ہو اور خود مرغ پھر پھرتا ہو کہ ناگاہ ہلکو شکار کر لے لے لے کہ باہر گردش روزی کی رکھتے ہیں غرض جتنے بیدل ہیں اور عاشق ان کے دلبر و معشوق ہی ان کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور وہ معشوق ان عاشقوں کو شکار کر رہے ہیں قولہ ہر کہ عاشق دیدیش معشوق دان کہ گو بہ نسبت ہست ہم این ہم آن کہ تشنگان گر آب جویند از جہان کہ آب ہم جوید بجا لم تشنگان کہ چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش کہ او جو گوشت میکند تو گوش باش کہ بند کن چون سیل سیلابی کند ورنہ رسوائی و ویرانی کند من چہ غم دارم کہ ویرانی بود و زیر ویران گنج سلطانی بود غرق خواب کہ باشد غرق تر ہو موج بحر جان زیر و زیرہ زیر دریا خوشتر آید یا زیرہ تیرا و دلکش تر آید یا سپرہ پس زبون و سوسہ باشی دلاہ گر طرب را بازوانی از بلاہ کہ مرادت را مذاق شکرست کہ میرا دی نے مراد دلبرست کہ ہر ستاراش خوبنماے صمدلال کہ خون عالم ریختن اور اسللال کہ ما بہاؤ خونہارا یا قیتم کہ جانب جان با حقن بشتا قیتم کہ آخر حیات عاشقان در مردگی کہ دل نیابی جز کہ درد لبردگی کہ من دلش جہستہ بعد ناز و دلال کہ او بہانہ کرد با من از ملال کہ گفتم آخر غرق تست این عقل جان گفت رور و بر من این افسون نخوان کہ من ندانم انچہ اندیشیدہ کہ ای دو دیدہ دوست را چون دیدہ کہ آخر گراں خوار دیدستی مرا کہ زانکہ بس ارزان خریدستی مرا کہ ہر کہ او ارزان خردارزان دہدہ گو ہر طفلی بقرص نان دہدہ غرق شو عشقے کہ غرق ست اندرین کہ عشقے اولین و آخرین کہ مجاہش گفتم مکر دم زان بیان کہ ورنہ ہم بہا پسوز ہم زبان کہ المعنی بتائید سابق پھر فرمایا جس کو کہ تو نے عاشق دیکھا اور جانا اُس کو معشوق جان گو بہب نسبت کے یہ معشوق ہو اور وہ عاشق مشہور یوں ہو کہ پیاسا پانی کے پاس جاتا ہو نہ پانی پیاسے کے پاس نہیں پانی ہی پیاسوں کو ڈھونڈتا ہو جب تو جہان بین ایسا پھیلا پھیلا پھرتا ہو کہ آگے اور مجھ سے پیاس ہر قسم کی بجھائے اور سیراب ہوئے اسی لیے تو جاری ہوا ہو بعد اس تمہید کے کہ ہر شے جس کا انسان عاشق ہو خود وہ عاشق انسان کی ہو بے طلب تلاش اُس کو ملے گی فرماتے ہیں کہ جب جملہ مخلوق تیری عاشق ہو اور یہ سب مظاہر اور جلوہ گاہ اُس کی ہو گویا وہی حیر عاشق و طالب ہو جس تو قناعت کر کے خاموش ہو بیٹھ اور جو وہ جگلو گوش بناتا ہو تو گوش بن جا

اور اوامرو نواہی اور جو احکام اُس کے ہیں اُن کو سُن اور کار بند ہوا اور حرم و ہوا کی سیل کو بند کر اور اس کا بندھا باندھ ایسا
 نہو اس کا سیل سیلابی کرے والا اگر نہ بند کرے گا تو رسوائی و ویرانی دیکھے گا سو اسطے کہ بیش از بخت تو ہی ہی نہیں اور بخت
 سے کم بھی ممکن نہیں رہا میں سو بکواپنے ویران ہونے کا کچھ غم نہیں میں خوب جانتا ہوں اگر ویران ہوؤں گا تو گنج سلطانی
 پاؤں گا اس واسطے کہ ویرانہ میں گنج پہنان ہوتا ہے یہ کہ جلتے ہو کہ جو خدا کے عشق میں غرق ہے وہ ہر وقت طالب زیادہ
 غرق ہونے کا ہے جیسے موج دریائی کہ ہر وقت لوٹ پوٹ ہوتی ہے ایسے ہی وہ ہر دم اپنی جان کی لوٹ پوٹ
 چاہتا ہے چنانچہ تو کہ جو غریق کہ طالب زیادہ غرق کا ہے اُس کو تو دریا خوش آئے گا یا رے دریا اور جو اُس کے تیر کا
 طالب ہے اُس کو سپر کب اچھی معلوم ہوگی کیسے و سوسے بکوا عاجز کریں گے اور دباؤں گے اے دل کیا تو نے طرب اور عشق
 کو بلا سے جدا ہانا نہیں شیر و شکر کی طرح دونوں ہم اور آہستہ بہین اگر تیری مراد میں مزہ شکر کا ہے اور تیرے نزدیک
 نہایت شیرین ہے لیکن میرا دی غمزد دلبر کی ہے بس جو مراد دلبر کی ہے اُنسی کو اپنی مراد سمجھ کہ یہ شک سے زیادہ ہے بقول آنکہ ضرب الحجب
 بمیبہ اور وہ دلبر کیسا جس کے سیکڑوں عاشقوں کا ہر ستارہ خونہا ہے اس سے کثرت عاشقان مقتول کی مقصود ہے کہ
 سو عاشقوں کے خونہا میں ایک ایک ستارہ ہے اور ستاروں کو خیال کرو کیسے پیشا میں اتنے عاشق اُس کے عشق میں
 کشتہ ہوئے ہیں اور خون عالم کا اُس کو بہانا حلال و روا ہے پھر اُس کی مراد اپنی طرف کیسے نہ مقدم ہو تشریف عاشقوں
 کی ہلال سے باعتبار تزاری و مخالفت کے ہے اور تیرے رعایت ستارہ پس میں بھی اُس دلبر کے ہاتھ بکا اور بہاؤں نہادوں
 اپنے پائے لاجرم خوشی جان کھونے کی طرف دوڑا آئی طالب حیات عاشقوں کی اسی مرحلے میں ہے یہ مزہ میں حیات ہے
 جیسا کہ حافظ شیراز نے بھی فرمایا ہے شہر ہرگز نیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق بہت ستیر جریدہ عالم دوام باہ اور
 جب تک دل کا کوئی دلبر نہ تو اُس دل کو دل مت جان اب فرماتے ہیں بعد اس نئی و فنا کے میں نے دلبر کا دل ٹوٹا کہ
 دیکھوں اس کی کیا کیفیت ہے تو سیکڑوں ناز و کرشمہ کے ساتھ اظہار ملال کا کیا تین نے کہا کہ میری یہ عقل و جان تو آخر تیرے
 دھیان و خیال میں ڈوبی ہوئی ہے اور مٹی ہوئی کچھ کیا میری فتا میں قصور و کوتاہی ہے کہا بس چلا باہر افسون بچھرت پھونک
 کیا میں تیرے فکر و اندیشہ کو جانتا نہیں تو ابھی دودیدہ اور دو میں ہے اس دو میں کے ساتھ کیسے تو نے دوست دیکھ لیا
 بکوا تو ابھی تیرے نفعی و فنا کا ہے جب یہ نہیں رہے تو جانتا چاہیے کہ تو فنا میں ڈوب گیا تو تو اگر انجان ابھی سبک و حنین ہوا
 پھر کیسے میری دید کا طالب ہے ایسا تو نے بکوا کیا گیا گذرا سمجھا ہے سہل اور ستا میں بکوا مل گیا ہوں اس واسطے کہ جو میر سہل
 و سستی کسی کو مل جاتی ہے وہ ویسے ہی سہل اور ستا اور کو دیدیتا ہے جیسے کسی رُکے کو ایک گویا دید و اور
 قرص تان کے حوض اُس سے مانگو فوراً دیدے گا کچھ قدر گوہر کی بجائے گا میرا دیدہ بہت دشوار حصول ہے اگر بکوا طلب ہے تو
 اُس عشق میں غرق ہو کہ صہیں اولین و آخرین کے عشق غرق زمین یہ تیرا عشق کیا ہے اب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ باتیں
 بجل کی ہیں جو مفصل بیان کروں تو لب و زبان دونوں چل جائیں اور بیان نہ کر سکیں اختلاف شرح بحر العلوم میں

بجائے اید و دیدہ آن دودیدہ اور بجائے بسا بسوز کے افہام لکھا جو دونوں ٹھیک نہیں قولہ من چو لب گویم لب یا بودہ
 من چو لا گویم مراد آلا بودہ من ز شیرینی نشینم روترش ہ من ز بسیاری گفتارم خوش ہ تاکہ شیرینی مازد و جہان ہ و درجاب
 روترش باشد نہان ہ تاکہ در ہر گوش نایدین سخن ہ یک ہی گویم ز صدر لدن ہا المعنی آدن معنی تزد او ہر جو کہا ہو کہ
 میں نے محل کہا ہ اگر بیان کروں تو لب و زبان بجا میں اسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ اگر لب کا نام ہوں کہ لب
 کھولوں تو کیسے کھولوں لب تو میرے دریا کے لب ہیں یعنی جیسے دریا کے لب سے اُدھر آب بے تھادہ جیسے ہی میرے درون میں
 لب کے اُس بار ایک دریا ناپید کنار بھرا ہوا پھر کیسے اُس کا بیان کروں اور ایسا درجہ اثبات کو پہنچا ہوں کہ اگر لاکھوں تو وہ بھی
 آلا ہوا اور لافنی و اثبات سے مراد ہر جیسا کہ کاملین لا آلاہ الا اللہ میں لاسے نفی غیر حق کی کہتے ہیں اور اللہ ثبوت ذات حق
 کا آب اگرچہ شیشی معرفت سے میں بھرا ہوں لیکن ترش رو بنکے بیٹھوں اور بہت سی گفتگو سے خاموشی اختیار کروں تا اس
 پردہ ترش روئی میں شیرینی میری دونوں جہان سے چھپی رہے اور نیز اس سبب سے خاموشی اختیار کروں تا ہر گوش
 میرے ایک سخن کو جو سیکڑوں اسرار لدن اور قرب الہی سے ہر سنے پلے اور ہر جو ہر ترش روئی کے پاس نئے اختلاف
 یک ہی گویم کی جگہ یک غلطی کا تب کی ہ شرح بحر العلوم میں

تفسیر قول حکیم سنائی روح اللہ روح کی شعر ہرچہ از راہ و اما نے چہ کفر آنخرف چہ ایمان ہ
 ہرچہ از دوست دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیبا ہ اور نیز اس حدیث کی اِنَّ سَعْدًا
 لِّقَبُوْرٍ وَاَنَا اَعْمِيْرٌ مِّنْ سَعْدٍ وَاَللّٰهُ اَعْمِيْرٌ مِّنِّيْ وَمِنْ غَيْرِ تَرْجَمَ الْقَوَاحِشَ كَالْمَرْمِئِیْنِ وَاَبْطَنَ حَرَمَ
 الْقَوَاحِشِ سے تا آخر یہ آیت بھی داخل حدیث ہ ترجمہ بیشک سعد غیرت والا ہی میں اُس سے
 زیادہ غیرتاک اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا اور یہ مقتضا اسکی غیرت ہی کا ہے کہ اُس نے
 بد باتوں کو حرام ٹھہرایا چاہے وہ ظاہر میں چاہے چھپی

قولہ جملہ عالم زان غیر آئند کہ حق ہ بردر غیرت برین عالم سبق ہ اوچو جہانت و جہان چون کا لبد ہ کا لبد انجان
 پذیر دینیک و بد ہ ہر کہ محراب نمازش گشت عین ہ سوے ایمان رفتنش میدان توشین ہ ہر کہ شہر شاہ
 را او جامہ دار ہ ہست خسران ہر شاہش اتجاہ ہ ہر کہ با سلطان شود او ہمنشین ہ بردر شش شستن بود
 حیث و عینین ہ دست بوشش چون رسد از پادشاہ ہ گر گزیند بوس پا باشد گناہ ہ چون بیابی دست گرد پا
 گرد ہ ہست سربازی نشان مرد مرد ہ گرچہ سر پہانادون خدمت ست ہ پیش آن خدمت خطا و زلت ست ہ
 شاہ را غیرت بود ہر کہ او ہر گزیند بعد از ان کہ دید رو ہ غیرت حق بر مثل گندم بود ہ گاہ خرمن غیرت مردم بود ہ
 اصل غیرت ہا بد انداز کہ ہ ان خلقان فرع حق بے اشتباہ ہ شرح این بگذارم و گیرم کہ ہ از جفا می آن نگار و ولہ ہ
 عالم این را نا لمانوش آیدش ہ از دو عالم نالہ و غم بایدش ہ چون تالم تلخ از دستان او ہ چون نیم در حلقہ مستان او ہ

المعنی غیور بفتح بر غیرت والا اور رشک والا کالبہد بفتح وضم ہا تہن و قالب ہر چیز شتین بالفتح رشتی و عیب خسران بالضم
 زیا نکاری آجہار تجارت کرنا شستن محض نشستن عین ضعیف راب و ہ ولہ لمیوس و بہادر و شجاع و مترو و
 و پریشان خاطر یعنی تمام جہان غیرت والا اس سبب ہوا کہ خالق اس کا امر حق تعالیٰ خود غیرت والا ہوا اور ایسا کہ جملہ
 غیرت والوں سے بڑھ کے اور سابق وہ ایسا ہو جیسے جان اور جہان ایسا جیسے کالبہد بس کالبہد کانیک و بد جان ہی سے
 اثر پذیر ہوتا ہے ہر شخص کی محراب نماز جب عین اللہ ہو گئی اور دولت مشاہدہ کی پائی اُس کے حق میں ایمان کی طرف
 جاتا رشتی و عیب ہو کہ سو واسطے جس پر ایمان لانا چاہیے وہ سامنے موجود ہو تو پھر ایمان کس پر لائے اور جو اُس کو پیروی و طاعت
 رسول مقبول کی ضروری ہے دوسری بات ہے مثلاً جو شخص پادشاہ کا جامہ دار ہو گیا اُس کو پادشاہ کے واسطے تجارت
 جاسم کی کرنا زیا نکاری ہے یا جو شخص پادشاہ کا ہمنشین ہو جائے اُس کے حق میں پادشاہ کے دروازہ پر بیٹھنا خسارہ
 اور صفت رے ہے کہ ترقی سے منزل اختیار کرنا ہے یا جو پادشاہ کے ہاتھ چوم سکتا ہے اگر پا بوسی اختیار کرے تو کیسے گناہ
 نہیں ہو ظاہر ہے کہ جب تو دستبوسی کر سکتا ہے تو پاؤں کے گرد کیوں پھرے اس واسطے کہ سرمایہ علامت مردان مرد
 کی ہے اور ظاہر کہ سرمایہ سب خدمتوں سے بڑھ کے ہے اگرچہ سرمایہ پاؤں پر رکھنا خدمت ہے مگر ایسے موقع پر خطا و لغزش
 کہ علو سے و فوین آتا ہے ایسی بات سے تو پادشاہ کو خود غیرت ہوگی کہ وہ اس کے سامنے موجود ہے اور اُس کے روکو
 چھوڑ کے ہو کی طرف رجوع ہو حق تعالیٰ کی غیرت ایسی ہے جیسے خرمن میں گندم اور اوروں کی مثل کاہ خرمن کے
 جو بھوسہ پرال ہے جس کل غیرتوں کی اصل خدا تعالیٰ سے ہے اور مخلوق کے ملک میں وہ جو فرع غیرت حق تعالیٰ
 کی ہے جس یہ اشعار سب بطور نظیر کلام سابق کے ہیں اب فرماتے ہیں کہ اس کی شرح تو چھوڑوں اور اپنا شکوہ و شکایت
 جو اُس بھگد لہر کی جفا سے دلمین رکھتا ہوں عرض کروں اور اسی دکھ کا رونا روؤں کہ یہ رونا ہی اُس کو خوش آتا ہے
 اور دونوں جہان سے اُس کو نالہ و غم پسند ہے کہ اُس کے سامنے گریہ و زاری کرتے رہیں بین اُسکے جملہ و دستان کے
 سبب سے جو شیوہ معشوقوں کا ہے کیسے کڑوے کڑوے آنسوؤں سے نہ روؤں کہ اُس کے مستون کے حلقہ میں
 نہیں ہوں اختلاف شرح بحر العلوم بین عین کو عین اور بجائے از جمل کے آن جفا اور نالم این را کی جگہ ایرا عطا
 لکھا ہے قولہ چون بناشم بھو شب بے روزا وہ بیو سال روے روزا و زاوہ ناخوش او خوش بود بر جان من و
 جان خداے یار دل رنجان من و عاشقم بر رخ خویش و در خویش و ہر خوشنودی شاہ فرد خویش و خاک غم را
 سر بہ سازم ہر چشم و تازگو ہر ہر شود و دگر چشم و اشک کان از بہرا و بار مذخلق و گوہرست و اشک پندار مذخلق و
 من زبان جان شکایت میکنم و من نیم شاکر روایت میکنم و دل ہیگوید ازور بنجیدہ ام و در نفاق سست من
 خندیدہ ام و راستی کن ای تو فخر ز آستان و ای تو صدر و من و درت را آستان و آستان و صدر در معنی کجاست و
 ماو من کو آن طرف کہ یار راست و اے رہیدہ جان تو از ماو من و اے لطیفہ روح اندر مردوزن و

مرد وزن چون یک شوند آن یک توئی ہ چونکہ یکما محو شد ایک توئی ہ این من و ما ہر آن ہر ساختی ہ تا تو با خود نزد
 خدمت با ختی ہ تا تو با ما و تو یک جو ہر شوی ہ عاقبت ہر چنان دلہر شوی ہ تا من و تو با ہمہ یکجا ہ شوند ہ عاقبت
 مستغرق ہا نا ہ شوند ہ این ہمہ ہست و یا اے امرکن ہ اے منزہ از بیان و از سخن ہ المعنی ایک تصخیران جیسے
 ایک تصخیر این منزہ بضم اول پاک یعنی جیکہ روز اس کا جو وصل ہر ہر ہر نصیب نہیں کہ اس کے روئے روز افزون سے
 روز میرا روشن ہو تو مثل شب کے سیاہ وہے نور کیسے نہ بیٹھوں مگر جو ناخوش و ناگوار اسکی طرف سے صادر ہوں سب پر
 میری جان راضی و خوش ہر مین اپنے بار دل رنجان پر اس حال میں بھی فدا ہوں کہ آخر ہر جگو فدائی ہا نا ہر جب
 تو ستا ہر مین اپنے درد و پنج پر عاشق ہوں فدائی اس سے نہیں چاہتا تا میرا بادشاہ جو اپنی ذات میں فرد
 ویکتا ہر مجھے راضی و خوش ہوئے کہ ہماری بلا پر نا مصور نہیں ہر مین اس کے غم کی خاک پاکو سرمہ اپنی آنکھ کا
 بناؤں کہ ایسی کرم و عزیز چیز میرے پاس بھیجی تا میری دونوں آنکھیں کہ دو دریا ہوں گو ہر سے بھر جائیں جو مراد
 اشک سے ہر اور الیکا وینور القلوب فرمایا ہر مخلوق جو اشک کہ اس کے شوق میں ہاتی ہر وہ اشک نہیں ہر گو ہر
 مین گواؤں کو یہ لوگ اشک ہا نہیں مین جو اپنے جان جان سے شکایت کرتا ہوں یہ شکایت نہیں ہر نہ مین شاکہ بلکہ
 اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں اور اوروں کا نقل کیا ہوا کہ عاشقوں کا ایسا حال ہوتا ہر دل تو یہ کہتا ہر کہ مین اس سے
 رنج پاتا ہوں اور مین اس کے نفاق سے سست ہنستا ہوں کہ بظاہر ہر جو ر و جہا ہر حقیقت نہیں ہر آب کستہ مین نہیں
 جانتا تو میرے ساتھ راستی کر لینے جو ٹھیک بات ہو کہ تو غر راست لوگوں کا ہر اور صدر و بالانشین اور مین تیرے دروازہ
 کا آستان جو زیر بار ہتا ہر پھر کستہ مین کیسا صدر اور کیسا آستان در حقیقت یہ مین کمان جہا ہر ایا ہر وہاں ماؤں
 کا گذر ہی کب ہر اور دوئی کا ٹھکانا کمان آہو تو وہ ہر کہ تیری جان ماؤں سے چھوٹی ہوئی ہر ماؤں کو تجھ مین دخل
 نہیں اور ہر مرد وزن مین تو ایک لطیفہ روح کا ہر کہ وہ دراصل ایک ہر چنانچہ آئندہ فرمایا کہ مرد وزن اگر ایک ہو جائیں یعنی
 یہ تعین نام و ذات کا جسے علحدہ علحدہ اور دو کر رکھا ہر ہر طرف ہو جائے تو دونوں ایک ہوں اور وہ ایک تو ہی ہر ظاہر کہ
 روح مرد وزن دونوں کی یکساں ہر اور اوپر لطیفہ روح اس کو فرما ہے مین دوسرا مصرع گویا تفسیر ہر کہ ایسے ہی
 جتنے یک ہوں اپنے اسم و ذات مین جدا جدا جب وہ مٹ جائیں بس وہ تو ہی ہر بے تامل یہ من و ما جو ہر ایک اسم و ذات
 علحدہ علحدہ ٹھہرائے اور بنائے مین اس واسطے مین کہ تو آپ اپنے ساتھ نزد خدمت کی کھیلے یعنی اس من و ملکے لباس مین اپنا سمجھو
 اور عابد آپ بنے اور تم اس واسطے کہ تو ما تو سے ایک جو ہر اور ایک ذات ہو اور آخر کار اس الی و توئی کو مٹا کے اپنا دلہر آپ
 ہوئے اور یہ من و تو سب ایک جان ہو کے انجام کار ہا نا مین مستغرق ہو جائیں اب فرماتے ہوں جو کچھ ہے گناہ با تین
 بہت ہوا تھی مین اب تو آ اور حکم کر جیسا چاہے ویسا کہ تو ہمارے بیان و سخن سے پاک ہر جو کچھ ہم بیان کریں گناہ
 شرح بحر العلوم مین کہلے عاقبت محکم کے لکھن لکھن قو کہ چشم ہما نہ تو اند دینت ہر خیر خیال آرزو و خدمت ہر

دل کہ او بستہ غم خندید نیست کہ تو بگو کے لائق این دید نیست کہ آنکہ او بستہ غم و خندہ بودہ او بدین دو عاریت زندہ بودہ
 بلغ سبز عشق کو بے منتاست کہ جز غم و شادی در و بس میوہ است کہ عشق از این ہر دو حالت برترست کہ بے بہار
 و خزان سبز و ترست کہ وہ زکوۃ رومے خوب از خور و شرح جان شرحہ شرحہ ہار گوہ کر کشمہ غمزہ غمازہ کہ بردلم
 بہاد و اسنے تازہ کہ من علالتش کردم از غم و بخت کہ من یہ گفتم حلال او میگفت بخت کہ چہ گریزانی ز نالہ خاکیان کہ
 غم چہ ریزی بر دل غناکیان کہ لیکہ ہر سببی کہ از مشرق بتافت کہ بچو چشمہ مشرقست در جوش یافت کہ چہ بہانہ میدہی
 شیدات را کہ اے بہانہ شکلیات را کہ ای جہان کہ نہ را تو جان نو کہ از تن بجان و دل افتان شنو کہ شرح گل بگذار از بہر
 خدا کہ شرح بلبل گو کہ شد از گل جدا کہ از غم و شادی بنا شد جوش ما کہ با خیال و وہم بنو دہوش ما کہ حالت دیگر بود
 کان نادرست کہ تو مشو منکر کہ حق بس قادرست کہ تو قیاس از حالت انسان کن کہ منزل اند جوہر و از احسان کن کہ
 جوہر و احسان رنج و شادی حادثست کہ حادثان میرند حق شان وارشت کہ المعنی حادث نو پیدا وارث میراث گیرندہ
 یعنی یہ آنکھیں ظاہری جسمی بجلال شکو کہ دیکھ سکتی ہیں کہ تیرے غم و خندہ کو خیال میں لاتی ہیں یعنی رنج و شادی کو اور ہر ایک
 سے ناخوش و خوش اگر رنج سامنے آیا ناخوش ہوئی اور اگر شادی نظر آئی خوش ہو گئی ایسی آنکھ گرفتار خیال کیسے
 دیکھ سکتی ہو ایسے ہی جو دل مقید اس غم و خندہ کا ہو تو ہی بتا وہ قابل اُس کی دید کے کہ ہر کس لیے کہ جو مقید غم و خندہ
 کا ہو وہ انہیں دو عاریت کے ساتھ زندہ رہتا ہو اور عاریت بدین لحاظ کہ دونوں کا اعتبار نہیں نہ غم نہ خندہ کا جیسے
 سنگینی کی چیز بے اعتبار ہوتی ہو یا نہ بلوغ عشق کا کہ وہ سبز و بے انتہا ہو جس کی صفت میں کہا ہے ع ازل دروازہ باغ
 و ابد مدخیاناش کہ اس میں غم و شادی کے سوا اور بہت سے میوے ہیں مثلاً رضا و تسلیم وغیرہم اور عشق ان دونوں
 حالت سے بڑھ کر جو نہ اُس میں بہار کا دخل نہ خزان کا تصرف ہمیشہ ہر اوجہ اسبز و تر بس اے خور و زکوۃ اپنے حسن کی ہم
 عاشقوں کو دے اور ہماری جان جو تیرے عشق سے پار و پارہ ہو رہی ہو اُس کی شرح خود بیان کرتا ہم جانیں کہ ہمارے عشق
 کی تیرے آگے قدر ہو کس واسطے کہ تیرے غمزہ غمازے جو از دل کو چھپنے نہیں دیتا اپنے کرشمہ سے ایک داغ تازہ
 میرے دل پر رکھا ہو یعنی تازے تازے داغ دیتا ہو میں نے اُس غمزہ کو اپنا خون حلال کر دیا کہ خون میرا ہوئے
 مگر میں حلال حلال ہی کرتا تھا اور وہ بے پروا مجھ سے بھاگتا تھا خیال تو کہ ہلوگ خاکی نا چیز ہیں تو ہمارے
 نالہ سے کیوں گریزاں ہو اور ہم غنا کیوں کے دل پر کیوں غم بکھیرتا ہو آخر تو وہ ہو کہ جو صبح مشرق سے چمکی مثل
 دریا کے اپنے مشرق کو جوش میں پایا پھر تو اپنے شیدا سے کیوں بہانے کرتا ہو کہ یہ بہانہ تیرے لبوں کی شکر ہو
 ای بغایت شیرین آخر تو اس جہان کہ نہ کی جان تازہ ہو کہ ہانے کس مدت سے پہلو دیلہای تازہ تو میرے
 تن بجان و دل کی بھی فریاد سن اب کہتے ہیں کہ تو جو بیان گل کا کر رہا ہو واسطے خدا کے اس کو چھوڑ اور بیان بلبل کا
 کر کہ گل کی جدائی سے اُس کا کیا حال ہو حاصل یہ کہ تو جو بیان معشوق کا کر رہا ہو جیسا کہ اشعار مذکورہ سے ظاہر

اس کو چھوڑ کے بیان عاشق کا کر اور وہ یہ کہ ہمارا جوش و ولولہ کسی غم و شادی سے نہیں نہ ہمارا ہوش کسی خیال و وہم کا ساختی سب عشق سے ہر ہماری حالت ہی اور ہر کہ وہ نادہو اور انداز کا معدوم پھر دوسرے کو کب نصیب پھر کہتے ہیں ایسی بات کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا منکر مت ہو وہ ہر شہر پر قادر ہے اگر اور ون کی بھی یہ حالت ہو تو کیا بعید تو اس بات کو حالت انسان پر قیاس مت کر کہ کبھی غم میں گھر بناتا ہے کبھی شادی میں یہ جوہر و احسان اور رنج و شادی سب حادث ہیں سب مرتبہ تے ہیں سب کا وارث خدا تعالیٰ ہوتا ہے انا نحن و نحن اوارثون یعنی ہمیں زندہ کرتے ہیں اور ہمیں مارتے ہیں اور ہمیں وارثوں سے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں چشم بہمانہ کی جگہ چشماتہ اور بجائے دل کہ او دل کو اور دو عاریت کو در عاریت ازین کے تھکانے عاشقی زین اور از خودم کے بجائے از جویم غلط ہو قولہ صبح شد اے صبح را پشت و پناہ ۴ عذر مخدومی حسام الدین خواہ ۴ عذر خواہ عقل کل و جان توئی ۴ جان جان و تابش مرجان توئی ۴ تافت نور صبح از نور توہ در صبحی با سے منصور توہ دادہ تو چون چنین دار و مراد بادہ کہ بود تا طرب آر و مراد بادہ در جوشش گدے جوش است ۴ چرخ در گردش گدے ہوش است ۴ بادہ از ما مست شد بے ما از وہ ۴ قالب از ما مست شد بے ما از وہ ۴ ماچو زنبوریم قالبہا چو موم ۴ خانہ خانہ کرد قالب را چو موم ۴ بس در از مست این حدیث خواجہ گوہ تاچہ شد احوال آنمزدکوبہ المعنی عذر بہانہ و معذورداشتن صبحی بفتح وہ شراب کہ صبح کو پین حسام الدین ایک بڑے عالم فقیہ ہمعصر مولانا روم کے تھے کہ ان کی فرمائش منوی کی تھی اور ان کو مولانا نے مخدومی کہا ہے چنانچہ فرمایا کہ صبح ہوئی اور اے پشت و پناہ صبح کے کہ مراد اپنی ذات سے ہے ہالافت کہ اور تو صبح نفس کھلاتے ہیں میں صبح کا پشت و پناہ ہوں اس منوی کے بارے میں مخدومی حسام الدین سے عذرخواہی کر اب عذر خواہ انکار تصنیف کا ہو خواہ اور بات کا اس شعرا و نثر اشعار لاحق میں کوئی صراحت نہیں ہر صاحب بحر العلوم کو کچھ معلوم ہوئی ہوگی پھر انھیں کی طرف خطاب ہو کہ تو وہ شخص ہو کہ عقل کل بھی باوجود اس علم و عقل کے تیرے سامنے عذر خواہ ہو اور علی ہذا جان اور تو ہی جان کی جان ہو اور چک و مک مرجان کی جو مراد سخن سے ہو خواہ رنگین خواہ غیر رنگین مگر آب و تاب کو اسطے کہ مرجان مونگے اور مونی دونوں کو کہتے ہیں تیرے ہی نور سے نور ہماری صبح کا چمکا اس صبحی میں جو تیری منصوری سے ہمنے کی تو ہی نے مجھ کو ایسی دار و سے بیہوشی دیدی ہے کہ شراب کیا چیز ہے جو مجھ کو ایسی مستی و طرب میں لاسکے اب شعر بعد اور بعد البعد و ونون اوپر گزر چکے ہیں مگر یہاں بھی شرح اور متن قلمی دونوں میں لکھنے لے ناچار رہنے دیے گو مکر ہیں اور مختصر معنی ان کے بھی ترتیباً لکھ دیے کہ بادہ ہو کیا چیز اپنے جوشش میں گدا ہمارے جوش کی ہے اور چرخ گردش میں گدا ہمارے ہوش کا ہوش یعنی جان لینے جیسے یہ سرلیح السیر ہے ایسا چرخ کمان ہو بادہ ہے مست ہوئی نہ ہم اس سے قالب ہے مست ہوا نہ ہم قالب سے اور قالب وہ قالب اولی آدم علیہ السلام سے ہم مثل زنبور عمل کے ہیں اور قالب ہمارے موم جیسے زنبور موم سے غلتنے غلتنے بنا کے

اپنے اپنے خانے میں رہتی ہیں ایسا ہی ہمارا حال ہے اور ہمارے قالب میں اصل سب کی ایک موم قالب آدم علیہ السلام کا ہر جو سب سے پہلے ہے شعر آئندہ گریز فرماتے ہیں یہ بات تو نہایت طول طویل ہے اب تو ذکر خواجہ تاجر کا کر اور تاکہ اس نیکم و کا کیا حال ہوا الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے دادہ تو کے دادہ حق ہے

رجوع بحکایت خواجہ تاجر

قولہ خواجہ اندر آتش در وحشیں و صد پر گندہ ہمگفت اینچنین کہ تناقض کہ نیاز و گاہ ناز و گاہ سوداے حقیقت کہ مجازہ مرد غرق گشتہ را ہی میکند دست ہر دم در گیا ہے میزند تا کہ امش دست گیر در خطر دست وہاں سے میزند از بیم سرہ دوست دارد دوست این آشفگی کہ کوشش بیہودہ بہ از خفگی کہ آنکہ او شاہست او بیکار نیست تالہ ازوے طرفہ کو بیکار نیست بہرین فرمود رحمن ای پسر کل یوم ہونی شان ای پسر اندرین رہ میراش و میخراش و تادم آخر دی فارغ مباش کہ تادم آخر دی آخر بود کہ عنایت با تو صاحب سر بود ہرچہ کوشد جان کہ در مردوزنت گوش و چشم شاہ جان بر روزنت و این سخن پایان ندارد ای مود قصہ طوطی و خواجہ باز گو کہ المعنی تناقض عند ایک دوسرے کی ہونا غم و بے گمراہ و غوار ہے خواجہ ایسی درد کی آگ میں کہ طوطی پھر پھر کے مردہ صورت ہو گئی سیکڑون باتیں پریشان اس قسم کی کتاب تھا کہ جن میں کبھی تناقض ہوتا تھا کبھی نیا ز کبھی ناز کبھی سوداے حقیقت کبھی مجاز کہ یہ سب بھی مندا یک دوسرے کے ہیں گویا دیوانہ ہو گیا تھا جیسے ڈوبا ہوا آدمی بچاؤ کی راہ پیدا کرتا ہے اور ہر دم گیاہ پر ہاتھ ڈالتا ہے مثل ہندی مثل کے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے تاکوئی اس کا اس خطر میں ہاتھ پکڑے اور سر کے خوف سے کہ عبارت جان سے جو ہاتھ پاؤں مارتا ہے آب فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آشفگی جیسی کہ ڈوبنے کو ہوتی ہے یا اس سوداگر کو ہوتی ہر چند کار آمد نہیں مگر دوست کو جو خدا تعلق ہے پس گو کہ کوشش بیہودہ وہ بے فائدہ ہوتا ہم غفلت اور پختی نہیں چاہیے جیسے فارغ آدمی چادر اوڑھ کے سو رہے ہیں خیال تو کر اس کو جو باد شاہ عالم کا ہو خود وہ بیکار نہیں حالانکہ اس کو حاجت کام کی کیا جس نے کن کہ کے جملہ مخلوق سو جو در دی اور یہ کام میں ہونا اس کا ایسا ہے جیسے کوئی شخص بیمار نہیں ہے اور نالہ کرتا ہے کہ سب کے نزدیک عجیب و طرفہ بات ہے اسی واسطے رحمن نے ای پسر کل یوم ہونی شان فرمایا ہے ہر روز کا نیا نیا حال ہے پس ظاہر کہ مشیت اس کی ہر روز بدل گئی ہے پھر بیکار کیسے ہوا لا بد جنگ تو راہ دنیا میں ہے اپنی راہ کو چھیلتا تھا و ہموار کرتا رہ اور تادم آخر فارغ مت بن تا ہنگام سفر اچھی طرح مرور کر کے اور آخر وقت میں شاید کوئی دم آخر ایسا ہو جائے کہ تیرے ساتھ عنایت صاحب سر لینے جان کی ہو جائے جو کوئی کوشش کرتا ہے اور دل سے اس کے کام میں مشغول ہوتا ہے چاہے مرد ہو چاہے عورت اس کے روزن پر گوش و چشم شاہ جان کی لگی رہتی ہے وہ سب دیکھتا سنتا ہے شعر بعد پھر گریز کہ اس بات کی تو ای مود کہ تھا نہیں ہے تو قصہ طوطی و خواجہ کا بیان کر الخلاف شرح بحر العلوم میں سوداے حقیقت کے بیان ہیں

ایک گہ اور لکھا ہو اور بجائے راستے کے جاتے می کنند اور میزند کی جگہ میزخم اور لفظ رحمن کو ہر جگہ اس صورت پر رحمان غلط لکھا ہو رحمن نام خدا تعالیٰ کا ہو اور مسیلمہ کذاب کا بھی لہذا تحقیقین نے اس کو الف غنی سے لکھنا پسند کیا ہو اور مسیلمہ کے نام کو الف جلی سے بنا برایتناز یکدیگر

پنجرہ سے نکال کے باہر ڈال دینا طوطی کو

قولہ بعد از انش از قفس بیرون فلندہ طوطیک پرید تا شاخ بلندہ طوطی مردہ چنان پرواز کردہ کہ قلاب از شرق ترک و تا ز کردہ خواجہ حیران گشت اندر کار مرغ بہ پنجرہ ناگہ بید اسرار مرغ بہ روئے بالا کرد و گفت ای عنایب بہ از بیان حال خود مان وہ نصیب بہ او چہ کرد آہنا کہ تو آموختی بہ چشم ما از مکر خود بد و سختی بہ ساختی مکرے و مارا سوختی بہ سوختی مارا و خود افروختی بہ گفت طوطی کو بعقلم بند دادہ کہ رہا کن نطق و آواز و کشادہ زانکہ آواز ترا در بند کردہ خویش او مردہ پئے این بند کردہ پئے ای مطرب شدہ با عام و خاص بہ مردہ شو چون من کہ تالیابی غلام بہ دانہ باشی مرغانت بر بندہ غنچہ باشی کو دکانت بر کنندہ دانہ پنهان کن بجلی دام شو بہ غنچہ پنهان کن گیا ہے بام شو بہ ہر کہ داد او حسن خود را بر مزا بہ صد فضلے بد سوے اور و نہادہ چشمہا و خشمہا و رشکما بہ بر سرش ریزد چو آب از مشکما بہ دشمنان اور از غیرت میدرنمہ دوستان ہم روزگارش میبرندہ آنکہ غافل باشد از کشت بہار بہ او چہ داند قیمت این روزگار بہ در پناہ لطف حق باید گر بخت بہ کو ہزاران لطف برابر روح ریخت بہ تا بیابے ز پناہ و چہ پناہ بہ آب و آتش مرزا گرد سپاہ بہ نوح و موسی را نہ دریا یاز شدہ نے براعدا شان بکین قمار شدہ آتش ابراہیم رانے قلعہ بودہ تا بر آورد از دل نمرود و دہ کو تپے رانسوے خویش خواندہ قاصد انش را بر جم سنگ راندہ گفت ای تپے بیادر من گریز بہ تا پناہست باشم از شمشیر تیرہ المعنی مزا دنیا وہ کردہ شدہ قاصد ارادہ کرنے والا و بمعنی مستعد بقتل نیز رجم سنگسار کرنا یعنی اُس سوداگر نے طوطی کو مردہ جا لنگہ پنجرہ سے نکال کے باہر ڈال دیا طوطی اڑ کے شاخ بلند پر جا بیٹھی اُس طوطی مردہ نے ایسا پرواز کیا جیسے آفتاب مشرق سے نکلنا زکرتا ہو سنگ گیا کہ آفتاب سے وقت طلوع و غروب کے ایک آواز پھر پھر پُر زور نکلتی ہو کہ لوگ قرب و ہجوار اُس ملک کے آواز ایک دوسرے کی اُس وقت نہیں سن پاتے اسی مناسبت سے اُس کے پھرانے کو بھی آفتاب سے تشبیہ کی ہو خواجہ اس مرغ کے کام میں حیران ہوا کہ واسطے کہ اس کیفیت سے پنجرہ کا ایک پر بید اُس کے دیکھنے میں آیا متحہ اوپر لٹکتا کے کہا ای ببل خوش الحان اپنا حال بیان کر اور ہمارا بھی اپنے حال میں حصہ کر کہ اُس طوطی نے وہاں کی کیا کہیں کو سن کے تو نے سیکھ لیا اور ہماری آنکھیں اپنی مکر سے بند کر دین کہ ہکویترا کر نسو جھکیا کہ تو نے کیا جس سے بکھو سو جھکے کہ دیا اور آب فروختہ ہوئی ای خرّم و فاد طوطی نے کہا کہ اُس نے موافق عقل کے نصیحت دی خدا پی گویا ای آواز مارا کہ خدا سب چھوڑ دے کشتہ دے وہ مراد ہو کہ پرندہ سرور و جہان ہو کے جو بہشت

اسیے کہ تیری آواز نے مجھ کو قید کیا ہو اس سبب سے اُس طوطی نے آپ کو مردہ بنایا اور یہ نصیحت مجھ کو دی کہ مردہ بنجا تو تو ایک مطرب خاص و عام کی بن رہی ہو کوئی تجھے طرب اٹھاتا ہو بس تو میری طرح مردہ ہو جا تو اس سے خلاص پائے اگر دانہ بنگلی مرغ مجھ کو بین کھا سینگے اور اگر غنچہ لڑکے تو میں گے تو دانہ بیٹے نطق کو چھپا بالکل دام ہو جا اور غنچہ کو پوشیدہ کر چھت کی گھاس بنجا تا دام سمجھ کے تجھے دور رہیں اور گھاس جان کے فوج ڈالیں نہیں جلتے جس نے اپنے حسن کو بڑھایا سیکڑوں قضائیں ہر اُسکی طرف متوجہ ہوئیں کیا بد نظریں کیا لوگوں کے خشم و رشک بس ایسی اُس کے سر پر بیٹھنے لگتے ہیں جیسے مشکون سے پانی دشمن اُس کو رشک سے پھارتے ہیں دوست بھی اُس کے معاملے سے توجہ اٹھا لیتے ہیں ہو لوگ کہ سیر ہمارے غافل ہیں وہ قدر اس وقت کی نہیں جلتے اور جب اس کی کیفیت سے خطا اٹھا لیتے ہیں تو بے اس کے اُن کو بُری دشواری ہوتی ہو ایسے ہی تو بھی اُن میں ایک ہمارا ہوتا ہے بدون اُن کو لطف کب ہو جو تیری ویسی رہائی ہوئے اب مقولات خاص مولانا کے ہیں کہ لطف حق کے پناہ میں ہر کسی کو بھگانا چاہیے جس نے ہزاروں لطف ارجح پر ہوئے ہیں تو ہر امر میں تو اُس سے پناہ پائے اور کیسی پناہ کہ آب و آتش جو عناصر ہیں غالب عنصر ہیں تیرے دشمن کے دفع کو تیری فرج و سپاہ ہو جائیں دیکھ تو حضرت نوح اور موسیٰ کا دریا کیسا مددگار ہوا اور اُسکی قوم کفار کو ڈوبوا اور کیسا کینہ کے ساتھ قدر بنا آگ ابراہیم کے واسطے کیسی قلعہ بن گئی جس نے نمرود کے دل سے دھواں اٹھایا حضرت یحییٰ کو پہاڑ نے اپنی طرف نہیں بلایا اور جو اُن کے قتل پر مستعد تھے اُن کو نگہسار کیا مانتی تھی سے کہا کہ میری طرف بھاگ آؤ تو میں اپنی تیغ تیز سے تمہارا پناہ ہو دوں مناسب پہاڑ کی تیغ سے یہ کہ پہاڑ کی چوٹی کو تیغ کو کہتے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں بھلے ترک و نانکے ترکی تازا اور یہ کہ دادا کی جگہ دادا اور روزگار رش کے ٹھکانے روزگار رش غافل باشد کی جگہ غافل بودا اور بھلے رجب کے زخم اور ازشمشیر کو تیرا نگہگار

وصیت کرنا طوطی کا خواجہ کو اور اڑ جانا

قولہ یکد و پندش داد طوطی بے نفاق و بعد ازان گفتش سلام و الفراق و الوداع و خواجہ کر دی مرحمت و کر دی از آدم ز قید مظلمت و الوداع ایخواجہ رفتم تا وطن و ہم شوی آزاد و روزی بچو من و خواجہ گفتش فی امان اللہ بروہ مرا اکنون نمودی راہ نوہ سوے ہندستان اسلی رونما و بعد شدت از فرج دل گشتہ شاد و خواجہ با خود گفت این پند منست و راہ او گیرم کہ این رہ روشن ست و جان من کمتر ز طوطی کے بودہ جان چنین باید کہ نیکو پے بودہ تن قفس شکست زان شد خار جان و و قریب داخلان و خار جان و المعنی یعنی طوطی نے بد بیان بید اس حرکت کے جو مردہ بنگلی تھی ایک دو باتیں نصیحت کی اور اُس سے کہیں بعد اس کے سلام و الفراق کہا کہ آری خواجہ میں مجھ کو رخصت کرتی ہوں تو نے بڑی مرحمت کی کہ مجھ کو اس قید مظلمت سے چھڑایا تیرے ہی ذریعہ سے میں خلاص ہوئی اور اب میں اپنے وطن کو باقی ہوں اور مجھ کو رخصت کرتی ہوں میری طرح تو بھی کسی دن اس قفس حق سے آزاد ہو جائے گا خواجہ نے کافی امان اللہ با تو نے مجھ کو بھی ایک نئی راہ بتادی

کہ قفس تن سے آزادی بے مردہ ہونے کے نہیں ہے بس طوطی طرف ہندوستان کے جو اُس کی اصل جگہ تھی
 متوجہ ہوئی اور بہت دنوں شدت اُٹھا کے فرح سے دلشاد ہوئی خواجہ نے دل میں کہا کہ یہ بڑی نصیحت میرے
 حق میں ہے میں بھی اُس کی راہ اختیار کروں جو مردہ ہو جانا ہو کس واسطے کہ یہ راہ روشن ہے میری جان طوطی کی
 جان سے کب کم ہے میری بھی ایسی ہی جان ہونا چاہیے کہ اپنی اصل کے فراق میں رہے اور اُسی کی طرف
 رجوع کرے کہ ایسے ہی جان فرخ پڑی ہوتی ہے حق آدمی کا بشکل قفس کے ہے لیکن جان کے حق میں خارجی اس
 سبب سے کہ داخلون اور غار جوں کے فریب میں پڑا ہے داخل نفس و حرص خارج محبت و محبت خوشامدیوں
 کی کہ جنسے عجب و غرور پیدا ہوتا ہے اور جان کہ وہ پاکیزہ شریفہ آئی ہے ایسے افعال ذمہ سے رنج و آزار
 پاتی ہے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے سلام و الفراق کے سلام الفراق بعد شدت کی جگہ بعد از شدت
 اور زبان شدت غار کو ناخار غلط لکھا ہے

بیان مضرت تعظیم خلق اور انگشت نما ہونا

قولہ ایش گوید من شوم ہر از تو ہ دانش گوید بے ستم انبار تو ہ ایش گوید نیست چون تو در وجود در کمال فضل و
 در احسان وجود آتش گوید ہر دو عالم آن تست ہ جملہ جاہل مان طفیل جان تست ہ ایش خواند گاہ عیش و
 خرمی ہ آتش گوید گاہ نوش و ہمدی ہ اوچو بند خلق را سر مست خویش ہ از تکبر میر و د از دست خویش ہ او نمائند
 کہ ہزاران را چو او دیو افگندست اندر آجوبہ لطف و سالوس جہان خوش قہمہ ایست ہ کمترش خورگان پر آتش
 قہمہ ایست ہ آتشش پنہان و ذوقش آشکارہ دودا و پیدا شود پایان کارہ تو گوا آندرج را من کے خرم ہ اطمینان
 او من پے برم ہ ماحت گریجو گوید بر ملا ہ روز ہا سوز دولت زان سوز ہا ہ گرچہ دانی کو ز حرمان گفت آن ہ کان
 طبع کہ داشت از تو شد زیان ہ آن اثر میماندت در اندرون ہ در مبع این حلتے ہست آزمون ہ آن اثر ہم روز ہا
 باقی بودہ مایہ کبر و خداع جان شودہ نیک بناید چو شیر نیست مرغ ہ بد ناید زانکہ تلخ افتاد قح ہ ہچو مطبوعست و جب
 کا ز خوری ہ تا بدیری شورش و رنج اندری ہ و رنجوری حلوا بود ذوقش دے ہ لین اثر چون آن نیساید جسے ہ چون
 نمی پاید ہی ماندنمان ہ ہر مندیرا تو بصد آن بدان ہ المعنی سالوس بواو معروف خوشگو و چرب زبان حرمان بالکسر
 محرومی ہ معنی روح آزمون استخوان و آتش خداع بکسر فرب قح بالفتح مند مرغ مطبوع بالفتح ہر چیز آگ کی کپی ہوتی
 خصوصاً جو شاندہ دوا حسب بالفتح دانہ ہر چیز اور دوا کی گولی و دوا ہر داخلان اور غار جان کہا ہے کہ توان کے فرب میں
 پڑا ہے اخصس کا بیان ہے بس این کا اشارہ ہے طرف داخل کے کہ قریب ہے اور آن کا باب خارج کے کہ بعید ہے چنانچہ فرمایا
 کہ جو شخص فرب نفس میں پڑا ہے نفس تو اُس سے کتا ہے کہ جو دل پہلے سو کر میں تیرا ہر از ہوں اور وہ فحشی خارجی
 اُس سے کتا ہے کہ میں تیرا شریک ہوں یہ کتا ہے کہ تجھ سے کوئی پیدا نہوا نہ کمال و فضل میں نہ احسان و جود میں وہ

اُس سے کہتا ہے کہ دونوں جہان تیری ملک اور تیرے ہی واسطے ہیں اور ہم سب کی بائیں تیرے ہی جان کی کھیل
 ہیں اگر تو نہوتا تو کچھ نہوتا یہ اُس کو اس طرف بلاتا ہے کہ وقت عیش و خرمی کا ہے اور وہ اُس سے کہتا ہے کہ وقت نوش و ہمدی
 کا ہے یعنی ہمدون میں لطف نوش و ہمدی کا اٹھا اور وہ جس کو یہ داخلی و خارجی ایسی باتیں سناتے سو جھلکتے ہیں
 جب دیکھتا ہے کہ مخلوق میری مست ہو رہی ہے اور میرے نشہ میں چوری مارے غرور کے آپ میں نہیں رہتا
 یہ نہیں جانتا کہ اُس جیسے لاکھوں کو شیطان نے آج میں ڈبویا ہے یعنی تھوڑے پانی میں اہل جہان کا لطف اور
 پکائی باتیں ہیں تو ایک لقمہ خوش دل پسند مگر تھوڑا کھا کہ یہ آگ کا بھرا ہوا ہے درون و برون دونوں کو جلا دیگا آگ
 تو اس کی چھپی ہو اور مزہ ظاہر پس انجام میں دھوان تھکے ضرور اٹھائیں گے جیسے چھپی ہوئی آگ سے دھوان اٹھتا ہے
 یہ مت کہ کہ اُس صبح کا میں خریدار نہیں ہوں سچ نہیں جانتا اور خوب سمجھتا ہوں کہ وہ طمع کی سبب سے کہتا ہے
 کسو اسٹے کہ اگر وہی صبح تیری بچو کے تو کیسا مدتوں تیرا دل غم و غصہ سے جلے اگرچہ تو جانتا ہے کہ صحیح نہیں کہتا مجھے
 محروم رہا ہے کچھ پایا نہیں اس لیے کہتا ہے پھر جب اس کا اثر تیرے دل میں مدتوں رہتا ہے تو صبح کی بھی یہی حالت سمجھ
 اُس کا اثر کیسے نہوگا چاہے اس کو آزمائے اس کا اثر بھی مدتوں رہتا ہے اور بایہ غرور اور دھوکے جان کا بٹتا ہے صبح شیریں
 چیز ہو جھکو متھی معلوم ہوتی ہے اور چوتلخ شری ہے بری معلوم ہوتی ہے آخر دونوں اپنا اثر کرتی ہیں یا نہیں جیسے جوشاندہ
 یا گویا کسی دوا کی کھانے سے اُس کا سنج اور شورش دیر تک رہتی ہے اور دل لوٹ پوٹ ہوتا ہے اور اگر سلاوا کھائے
 تو مزہ اُس کا تھوڑی دیر کا ہے بہت نہیں ٹھہرتا اور اس کا اثر ایسا نہیں کہ اُس کے اثر کی طرح پائنداری کرے عوام سے مراد
 یہی حلو نہیں ہے جو خاص زبان زد عوام ہے بلکہ عام شیرینی کوئی قسم ہو لیکن تو اُس مطبوع اور جب اور اس حلو دونوں
 کو اپنے اپنے اثر میں ایک برابر جان کسو اسٹے کہ صند ایک دوسرے کی ہیں وکل شے یعرف باصداہا فرمایا ہے یعنی
 ہر شے اپنی صند سے پہچانی جاتی ہے پس جیسے رگو کا اثر رہتا ہے صبح کا بھی ضرور ٹھہرتا ہے اگرچہ ٹھہرنا اس کا مثل حلو کے ظاہر
 نہیں ہے مگر پوشیدہ ہے پس اس کے پوشیدہ مفسدے اسکے بہت بہت خرابیاں لاتے ہیں اور آفتیں اٹھاتے ہیں الحاقات
 شرح بحر العلوم میں بجائے نوش و ہمدی مرے خورگان کی جگہ خورگان بکاف عجمی اور بجائے آتشش کے آتش پیرم
 کو پیرم صناع کو بدع نمی پاید کی جگہ نمی ماند کھا ہے قولہ چون شکریا شد نہان تاثیر او بعد چند سے دبل آ رہیش ہے
 ورحب و مطبوع خوردمی ایظرفیت اندرون شہ پاک ذاملا طلیف و نفس از بس مدح و مفرعون شدہ کن وکیل
 النفس ہو نا لاسدہ تا توانی بندہ شو سلطان مباحش و زخم کش چون گوے شوچوگان مباحش و ورنہ چون طاعت
 نامہ وین حال و از تو آید آن حریفان را طلل و آنجا عت کت جمید اندر یوہ چون ہریندت ہویندت کہ یوہ ہر گونہ
 چویندنت ہرہ مرد و ز گور و ز گور و بر کردہ سرہ ہرچہ امر و حکم خدا تا مشن کنندہ تا بدین سالوس و مدایش کنندہ چون بہر نامی
 بر آید پیش آید و چو رانگ آید از تقیثش اوہ دیو سونے آدمی شد ہر مکر و سوئے تو نیکہ از دیو سونے ہرچہ

باززان حکم تو بیرون میکشد از حد ماسوس هستی هر زمان هست یارب کاروان در کاروان المعنی
 پیچ بیای موعده قصد و اراده چون و چند کیفیت و کم خست بافتح زمین بین و منسا نشت بسین بنیاد و کثیرا فراتے
 بین او پر جو مذکور ہوا یہ تو سب کچھ بننے کہا لیکن اصل یہ ہو کہ بے عنایات خدا کے ہم پیچ ہی پیچ ہیں خوب جان لو
 کہ بے عنایات حق اور اُس کے خاص بندوں کے اگر فرشتہ ہو تو اُس کا بھی ورق سیاہ ہو خواہ سید سخت خواہ سینا نہ
 بنظر اس کے مناجات کرتے ہیں کہ اے خدا تو قادر ہو اور بچوں و چند ہی کبھی سے یہ قصر بلند آسمان پیدا ہوا جو کچھ اسکے
 باہر ہو اور جو کچھ اسکے اندر تو سب سے واقف جیسا ہو بذاتہ ویسا ہو نہ کم و بیش اُس میں نہ چون و چند آؤ خدا تیرا ہی فضل
 حاجت روا ہو تیرے ہوتے کسی کی یا دروا نہیں آسقدار شاد تو نے بخشا ہو اور رہنمائی کی ہو اور اپنے ہی کرم سے
 کتنے عیب ہمارے چھپائے ہیں کہ شکوہ واقف درون و بیرون جان کے دُرتے ہیں آوروہ قطرہ دانش کا جو اپنے
 دریائے بے پایان سے ہکو بخشا ہو اُس کو اپنے ہی دریاؤں دانش سے لگا رکھتا ہے غیر کی طرف نہ جھکے آوروہ قطرہ تیرے
 علم کا جو میری جان میں ہو اُس کو ہوائے خاک تن سے چھوڑا دے تا اس خاک میں آلودہ ہو کے خراب نہ ہو جائے
 جیسے بوند خاک پر گر کے خاک آلودہ ہو جاتی ہو قبل اس سے کہ یہ خاک زمین کی اس خاک تن کو اپنے پیچ میں منسا
 اور قبل اس سے کہ یہ ہوا میں دنیا کی اُس کی بنیاد کو اگھیر دین جو دونوں سے مرگ مراد ہو اگرچہ یہ بات ہو کہ جب باد
 اُس کی بنیاد کو اگھیرے تو تو قادر ہو کہ کوئی بات اس خاکی تن کی بھی سن لے اور پسند کر لے جو قطرہ کہ ہوا میں ہوا جو تن
 فلک میں کہ ابھی ٹپکا نہیں ہو یا ٹپک پڑا تیرے خزانہ قدرت سے بھاگ تو نہیں گیا شکوہ بدستور اُس پر قدرت تیرے یہ نظیر اوپر
 کے قول کی ہو جو نسبت تن خاکی کے التجا کی ہو اگر وہ قطرہ ایک عدم نہیں سو عدم میں داخل ہو جائے جو وقت تو اُس کو بلانے کا
 سر کے بل دھڑے گا فوراً لاکھوں صد کو صد کھینچ لیتی ہو لیکن حکم تیرا اُس میں سے پھر نکال لیتا ہو اور یہ کچھ چھپی بات نہیں
 ہر وقت عدم سے هستی میں ای پروردگار قافلہ در قافلہ چلے ہی آتے ہیں سب دیکھتے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں بجا
 ہوائے خاک تن کے ہوا و زخاک اور نشت کی جگہ نشت کہ دونوں کے معنی جدا گانہ ہیں لکھا ہو قولہ خاصہ ہر شب بلکہ
 افکار و عقول نہ نیست گرد و غرق در بحر نقول باز وقت صبح چون آلاسیان ہر زنتہ از بحر سر چون ماہیان ہر
 خزان میں صد ہزار ان شاخ و برگ ہر از ہریت رفت و دریاے مرگ ہر زلغ پوشیدہ سیہ چون نوہ گرہ ہر
 گلستان نوہ کردہ بر خضر ہر از فرمان آید از سالار وہ ہر معدم را کاچہ خوردی باز وہ ہر انچہ خوردی دادہ ای مرگ سیاہ ہر
 از نبات و در دو از برگ و گیاہ ہر ای برادر عقل یکدم با خود آرد ہر دہم در تو خزانست و بہار ہر بلغ را سبز و تر قازہ میں ہر
 پر زنجیر و در دو سر ویا سین ہر زانہی برگ پنهان گشتہ شاخ ہر زان ہستے گل زمان صحر او کلخ ہر این سخنا یکہ از
 عقل کل ست ہر بے آن گلزار سبز و سنبل ست ہر ای ہرادر یکدم ہر خود و در شوبہ با خود آو غرق بحر نور شوبہ ہر بے
 گل دیدی کہ آہنا گل نبودہ جوش بل دیدی کہ آہنا گل نبودہ ہر تو غلظت در صفت و در ہر مرزا ہر میہر و تا غلظت و کوثر مرزا ہر

ہو دوا می چشم باشد نور سازد شد ز بوی دید کہ یعقوب بازہ بوی بدم دیدہ رہا تار می کند بوی یوسف دیدہ ریا می کند
 تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش و بچواہ با گرہ و آشوب باش چون تو شیون نیستی فراد باش چون نہ لیل تو بخون
 گرد فاش المعنی نغول بختین عمیق و زرف خضر بختین تازگی و سبزی قلا و زفتح قاف و نم و او وز می سمجہ ہر دو
 مقدمہ لشکر یعنی علاوہ کاروان در کاروان کے خاص اس بات کو غور کرو کہ ہر رات جملہ فکرین اور عقلین کو عمیق خواب میں
 ڈوب جاتی ہیں اور نیست ہو جاتی ہیں اور صبح کو پھر مثل اللہ والوں کے اسی دریا سے مچھلیوں کی طرح سر نکالتی ہیں اور اسی
 سے ہستی پاتی ہیں اسی واسطے اللہ کی کہا ہوا می منسوب باشد اور خزان کو دیکھ کہ لاکھوں شاخ و برگ ہریت کھا کے
 دریا سے مرگ میں جا گرتے ہیں زلغ نوہ گری کے مثل سپہ پوش ہو کے اس سبزی و تازگی پر نوہ گری کرتا ہو
 تنہا جس زلغ کی خزان میں کلام حضرت نظامی رہے بھی مستفاد ہو شہر چو باد خزان در آید بیلغ نہ زمانہ وہ جگہ
 بلبیل ہر زلغ پس زلغ کی نوہ گری اور ہاے ہاے سے سالار وہ یعنی حاکم دنیا سے حکم عدم کو ہوتا ہو کہ جو کچھ
 اتونے کھا لیا ہو پھیر دے اور آخر مرگ سیاہ کہ وہ عدم ہو جو کچھ نبات و گلاب و برگ و گیاد سے تو کھا گیا ہو سب
 دیدے اب فرماتے ہیں اے بھائی ذرا تو ہوش پکڑ اور عقل اپنی صفا کرنے کے لیے ہی وہ دم تو بھی خزان و بہار میں ہو کبھی
 شگفتہ اور فرحناک ہوتا ہو اور کبھی منقبض اور غمناک خواہ بمقتضی صورت خواہ بوجہ معنی اب دیکھ تو بہار میں باغ کیسا سبز
 و تر و تازہ ہوتا ہو اور غنچہ اور گلاب اور سروہ یاسمین سے بھرا ہوا پتون کی انبوہی سے شانین چھپی ہوتی ہیں اور گل
 کی کثرت سے صحرا و کن سنان ہوتے ہیں تیری بھی یہ باتیں جو عطیہ عقل سے ہیں اسی گلزار سبز اور سنبل تر
 کی بو میں بیٹے وعدت کی پھر فرماتے ہیں اے بھائی ذرا تو اپنی خودی سے الگ ہو جا اور ہوش میں آجاتا ہو
 نور میں غرق ہونا جگہ دیکھ تو جہان گل نہ تھا وہاں بو گل کی دیکھی اور جہان مل نہ تھی وہاں جوش مل کا دیکھا تو
 مراد انہیں باتوں سے جو عطیہ عقل کل ہیں اور عقل کل کیلئے ہی مل اور جوش مل بس تو اپنی خودی مل کے ہی
 ہوش و بوسے طالب گل و مل کا ہو کسو واسطے کہ یہی بو تیری رہنا ہو جگو غلد و کو شرمک ہو پونچا دے گی بو آکھوں کی
 دوا اور آکھوں کی روشن کرنے والی ہو دیکھ تو بوی سے آنکھیں یعقوب کی کھل گئی تھیں مگر بو بد آکھوں کا مذہا کرتی
 ہو اور بوسے یوسف آکھوں کی مددگار ہو اب تو یوسف تو ہے نہین یعقوب بن اور مثل یعقوب کے عشق حقیقی میں گریا ہو
 آشوب سے غافل مت ہو پھر تائید فرماتے ہیں کہ اگر شیون نہین تو فراد کیون نہین ہوتا اور اگر لیلی نہین تو بخون
 کیون نہین بنتا ہمت کا مقتضا تو یہ تھا کہ یوسف بتایا شیون اور لیلی الخلف شرح بحر العلوم میں بجائے سبز و سنبل
 کے صحن و سنبل لکھا ہو

تفسیر قول حکیم ستانی قدس سرہ

قولہ بشنوا بن ہند از حکیم غزنوی و تائیدی دکن کہ نہ نوی د این رباعی را شنوا زبان و دل ہمارو ان کی کلی زاب و گل

پند اور از دل و جان گوش کن و ہوش را جان ساز و جان را ہوش کن و آن حکیم غزنوی شیخ کیلیہ گفتہ است این ہند کیویا و گیارہ
ناز را روسے پیادہ بچو ورد و چون بنا شد گرد بد خوںے مگر دہ زشت باشد روسے نازیبا و نازہ سخت باشد چشم نابینا
و وردہ پیش یوسف نازش خوبی کن و جز نیازو آہ یعقوبی کن و معنی مردن زطوطی بد نیازہ در نیاز و فقر خود را
مردہ سازہ تا دم عیسے ترا زندہ کند و بچو خویشست خوب فرخندہ کند و در بہار ان کے شود سر سبز سنگ و
خاک شود تا گل بروید رنگ رنگ و سالما تو سنگ بودی و خراش و آزمون را یک زمانی خاک باش و
در بیان این شبنویک داستان و تا بدانی اعتقاد داستان و المعنی غزنوی منسوب بغزنین کہ نام شہر کاہو نوی
تازگی و رد گلاب نازش فخر بہار ان میں الف نون زندہ ہو مولانا رح فرماتے ہیں کہ ایک ہند حکیم غزنوی کی سن
تا تیرے تن کند میں نوی و تازگی آجائے اس رباعی کو اُس کی جان و دل سے سن تو بالکل قید آب و گل اپنے
جسمانی سے چھوٹ جائے اور مقام فنا کو پہنچے رباعی بنظر چار مصرعون کے کہا ہو نہ وہ رباعی اصطلاحی کہ
اُس کے وزن پر نہیں ہو بلکہ مصرعے غزل کے معلوم ہوتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ اُس کی ہند کو دل و جان سے
سن ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش کر کس واسطے کہ اُس حکیم غزنوی نے کیسی اچھی ہند کی ہو تو بھی اسکو خوب یاد رکھ
اور وہ یہ ہو کہ نازہ کرے جس کی صورت گلاب سی ہو اور اگر ایسی صورت نہ تو ناز نہیں بد خونی ہو بد خونی کے پاس
ست پھٹک اس لیے کہ جب صورت نازیبا ہو تو ناز بھی زیبا نہیں ایسا ہی جیسے اندھی آنکھ میں درد آب مولانا رح
فرماتے ہیں کہ یوسف کے سامنے فخر اپنی خوبی کا مت کر بلکہ یعقوب کی سی نیازو آہ کر وہ طوطی تاجر کی جو مر گئی
تھی یہ اظہار نیاز تھا تو بھی نیاز و فقر میں آپ کو مردہ کر تو دم عیسے تنگو زندہ کرے اور اپنے مثل خوب و فرخندہ بنائے
بہار میں ہر شہر و سرسبز ہو جاتی ہو مگر پھر نہیں ہوتا بس تو خاک ہو تو رنگ رنگ کے گل تحسے پیدا ہوں برسوں تو
سنگ و خراش رہا لوگوں کے دل نوچے دکھائے دم بھر کو تو خاک ہو یا اور امتحان کر دیکھ تو کیا ہوتا ہے اب
اسی کے بیان میں ایک داستان سن تب تو جانے کہ راست لوگوں کے ایسے اعتقاد ہوتے ہیں اختلاف
شرح بحر العلوم میں پارون مصرعے حکیم سنائی کے ایسے بے ترتیب لکھے ہیں کہ ایک سطر میں پہلے مصرعہ مولانا
لکھا ہو بیچ میں دو مصرعے سنائی کے ایسے ہی دوسری سطر میں شاید مقصود اس سے علحدگی اُن کے کلام کی ہو
اور نشان اس کا غلطی کلام کی ہو کہ پہلے مصرعہ میں روسے کے راندار ہو دوسرے مصرعہ میں بکے زشت ہو مردان
نازیبا کا ہو عیب اور قافیہ میں درد قافیہ ورد کے دونوں مصرعون میں باز ناز لکھا ہو اور بچو پہلے سے یہ پارون
مصرعے یاد تھے اور جو تھے مصرعہ میں درد اور بکے نیاز و فقر کے قعر غلط ہو

داستان پیر چنگی کی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں فاقہ کے دن گورستان میں خدا کی واسطے چنگ بجاتا تھا
قولہ من شئید ستی کہ دو عہد عہد بود چنگی مطربی باکر و فرہ بلیل از آواز او بخود شدی و یکطرفہ آواز خوشی مدغمی

بچو

مجلس و مجمع دمشق آراستی و وز نو اسے اوقیامت خاستی پہنچو اسرافیل کا وارش بھن بہ مردگان را جان درآرد
 در بدن بہ یار سائل بود اسرافیل را کہ از ساعش پر برستی فیل را بہ ساز و اسرافیل روزی نالہ را بہ جان دہد پوسیدہ
 صد سالہ را بہ پا چو داؤد از خوشی نغمہ بہ جان براندی سوی بستان خدا انبیاء را ہم درون در نعمت است بہ طالبان را زان
 حیات بے بہاست بہ نشنود آن نغمہ را گوش حس کہ ز سخنا گوش حس باشد نجس بہ نشنود نغمہ پری را آدمی کہ بود اسرار
 پر بیان اجمعی کہ چہ ہم نغمہ پری زین عالمست بہ نغمہ دل برتر از ہر دو دست کہ پری و آدمی زندانیند ہر دو در زندان
 این نادانیندہ معشر الجن سورہ رحمن بخوان بہ تسلطیعو اتخذوا را بازوان بہ سورہ رحمن بخوان ای مبتدی بہ ماشو
 بر سر پران مبتدی بہ المعنی فن حال و گوندہ نوع رسائل ہمزنانان و ہم پیام جمع رسل نجس بفتحین و یکسر جسم نیز پلید
 اعم گنگ مبتدی ہدایت یافتہ شدہ فرماتے ہیں کہ وہ تو نے سنا ہے جو حضرت عمرؓ کے وقت میں ایک مطرب چنگ نواز
 بڑا کروفر والا تھا بلہل اُس کی آواز سے مست و بیخود ہو جاتی تھی بھوہ یون کو بیخود کرتی بھوہ ایک مصد طرب اُس کی
 آواز سے سو حصہ ہو جاتی تھی دم اُس کا مجلس اور مجمع کو آراستہ کرتا تھا بھوہ ہو جاتا تھا اور نو اُس کی قیامت تھی
 کہ ساری مخلوق جمع ہو جاتی تھی اپنے فن میں اُس کا آواز بھی مثل اسرافیل کے تھا کہ مردوں کے بدن میں جان ڈالتا
 تھا جیسے اسرافیل کے طور سے زندہ ہو جائیں گے یا وہ اسرافیل کا رسائل تھا ہم پیام و ہمزنان کہ جسکی سماع سے ہمتی کے
 پر جیتے تھے اُڑنے لگتا تھا اور اس کے نالہ سے یاد ہو جاتا تھا کہ ایک دن اسرافیل بھی اپنا نالہ ساز و درست کریں گے جس سے
 سیکڑوں برس کے مردے گلے سٹے زندہ ہو جائیں گے یا مثل داؤد کے سرور و خوشی نغموں سے جان کو طرف
 بستان خدا کے ہانک دیتا تھا اب آگے مقولات مولانا رح کے ہیں کہ انبیاء کے درون میں بھی بڑے نغمے بھرے ہیں جو بجانب
 اللہ نازل ہوتے ہیں اور طالب اُن سے حیات بے بہا پاتے ہیں خواہ مفت خواہ وہ حیات جسکی قیمت نہیں لیکن اُن
 نغموں کو گوش حسنی ظاہری نہیں سن سکتے اس وجہ سے کہ یہ گوش باتون سے نجس ہو رہے ہیں اور وہ نغمات نظمی نہیں
 چنکو جب عادت اپنے گوش حسنی سنیں وہ القا و انما مات ہیں آوریہ کوئی عجیب بات نہیں اس واسطے کہ پریمی جن کے
 نغمہ کو بھی آدمی نہیں سن سکتا اس واسطے کہ اس کو اسرار بریوں سے گونگا کیا ہوا گونگا بہر بھی ہوتا ہے ہر چند کہ نغمہ پری
 کا اسی عالم سے ہر لیکن نغمہ دل کا ان دونوں کے دم سے بڑھکے ہوا و جہا خدا تعالیٰ کی طرف سے بے نطق و زبان
 و ترجمانے کی یہ کہ دونوں زندانی زندان نادانی کے میں ملن کو علم ہی اس کا عطا نہیں ہوا تو اس آیت کو سورہ رحمن سے پڑھ
 و اعطیہا معشر الجن مالانس ان اسلطم ان متخذوا من اقطار السموات والارض فانخذوا لا تخذون الا بسلاطین
 و کرمہن و انسان اگر تم سے ہو سکے کہ کل جاؤ آسمان و زمین کے کناروں سے تو نکلو ہاؤ مگر نہیں نکل سکو گے بدون علیہ اور
 قہر کے پھر وہ لوگو جو زمین میں و نغمہ عالم غیب سے پہنچیں زمین جن و انسان دونوں کا گندہ نہیں مگر بقدریت خدا اور
 آیت بفرمانہ دونوں کے زندانی نہ ہونے پر دلیل پھر تا یہ فرماتے ہیں کہ تو سورہ رحمن کو پڑھ تو پریشان کے جیسے پڑھ

وہ عطا عطا کرتی ہے جو مریم کو اپنی حبیب خاص سے عطا کی جس سے حضرت عیسیٰ بے سلسلہ توالد و تناسل عالم کے بے باپ کے پیدا ہوئے اور آواز یہ کہ ای لوگو تمکو فتنائے اس پوست کے پردہ میں نیست کر رکھا تھا اب بدولت و از دوست کے مدد سے لوٹو اور زندہ ہو جاؤ بس وہ آواز مطلق پادشاہ کی جانب سے ہوتی ہے اگرچہ بحسب ظاہر کسی عبد اللہ کے خلق سے ہو یہی مطلب حجاب سے ہے اور بے حبیب سے نسبت بعیسیٰ علیہ السلام کہ بے باپ کے پیدا ہوئے مگر عبد اللہ وہ جس سے اُس نے کہد یا ہو کہ میں تیری زبان و چشم ہوں اور میں ہی تیرے حواس اور رضا و خشم تو جب کہ میرا تیرے ہی ساتھ سننا اور تیرے ہی ساتھ دیکھنا ہے اور مجھ کس کا تو خود صاحب مجھ ہی چنانچہ فرمایا لا یزال یتقرب الی العبد بالنوافل حتیٰ اجبته کنت سمعہ و بصرہ و یدہ و رجلہ و لسانہ و بے سماع و بے بصر و بے بطش و بے عیسیٰ و بے نطق ترجمہ ہمیشہ تقرب ڈھونڈ سے بندہ میری طرف نوافل سے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھوں پھر جب دوست اُس کا ہو جاؤں تو اُس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں اور زبان ہو جانا ہوں کہ وہ ان قوتوں سے میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ہی ساتھ حکم کرتا ہے اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے اور میرے ہی ساتھ کلام کرتا ہے غرض یہ سب باتیں اُس کی میری ہی ہوتی ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں زادہ کی جگہ آواہا لکھا زامن و رجا سے اور پوشیدہ کے بجائے بوسیدہ غلط لکھا ہے

تفسیر من کان لشد کان اللہ

قولہ چون شدی من کان لشد از وہ حق تر باشد کہ کان اللہ کہ کہ توئی گویم ترا گاہے منم کہ ہر گویم آفتاب و شمع کہ ہر گاہ تا ہم زمشکات دے کہ حل شد آنجا مشکلات عالمی کہ ہر گاہ تا یہ کی آمدنا سزاہ از فروغ ما شود شمس الضحیٰ کہ خلعتی را کا فتابش بر داشت کہ از دم ما گرد آن ظلمت چو پاشت کہ آدمی را او بخویش اسما نمودہ دیگر از از دم اسما میکشود کہ آب خواہ از ہر جہہ خواہ از سپو کہ کین سپور ہم مدد باشد ز جوہ نور خواہ از مہ طلب خواہی ز نورہ نورم ہم آفتاب ست ای سپرہ مقتبس شود و چون یابی نجوم کہ گفت ہمیر کہ انھائی نجوم کہ خواہ از آدم گیر نورش خواہ از وہ خواہ از خم گیرے خواہ از کہ وہ کین کہ وہ باخم بہ پوہست سخت دے جو تو شد آن کہ وہ ای یکخت کہ گفت طوبی من رانی مصطفیٰ و الذی یبصر لمن وہی رے کہ چون چراغے نور شمس را کشید کہ ہر کہ دید آنرا یقین آن شمع دیدہ کہچنین تاصد چراغ از نقل شدہ دیدن آخر نقای اصل شدہ خواہ از نور پسین بستان تو آن کہ بیج فرقتے نیست خواہ از شیخ جان کہ خواہ نور از اولین بستان بجان کہ خواہ از نور پسین فرقتے مان کہ خواہ بین نور از چراغ آخرین کہ خواہ بین نورش ز شمع غارین کہ المعنی و کہ بختین و مجر و حیران شکا کہ چراغ ان شمس الضحیٰ آفتاب پاشت مقتبس نور پختنہ والا نقل ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا لقا کبیر دیکھنا غار آئندہ روزندہ و باقی ماندہ ہے جب تو صحبت و پیروی سے من کان لشد ہو گیا تو مستحق کان اللہ کا ہوا چنانچہ حدیث شریف ہے من کان لشد کان اللہ کہ جو

اللہ کا ہونا، ہوا اللہ اس کا ہونا، ہر اس صورت میں کہیں میں جگہ توئی گستاہوں اور کہیں ہم نے کہیں تیری تعبیر سے
 کرتا ہوں اور کہیں اپنی ذات سے غرض جو کچھ کون، ہر صحیح کس لیے کہ میں ایک آفتاب روشن ہوں کچھ چھپا
 نہیں ہوں اور اس وقت میں تیری مشکاۃ سے روشنی حاصل کر کے جہان کہیں اپنے دم کا فروغ حاصل کروں
 ایک عالم کی لامل مشکلیں سب حل ہو جائیں اور جہان کہیں تاریکی نالایق و ناسزا ہو میرے نورو فروغ سے ایسی
 روشن ہو جائے جیسے پاشت کا آفتاب جس غلٹ کو کہ آفتاب نہ مال سکا کہ وہ پردہ ظلمات ہو ہمارے
 دم سے پاشت ہو جائے آدمی ایسا معزز و مکرم ہو جس کو ہر شے کے اسمائے نے آپ سکھائے جیسا کہ خود فرمایا و علم
 آدم اللہ انما علمنا سکھائے آدم کو نام ہر شے کے اور پھر آدم سے اور وں کو یہ کشود ہوئی تلا ہو کہ پانی چاہے نہر سے
 دھونڈے چاہے گھرے ہر نہر ہی کا کس واسطے کہ نہر ہی سے گھرے کو مدد ملتی ہے دوسری مثال نور خواہ ماہ سے
 چاہ خواہ آفتاب سے مگر ہر نور آفتاب ہی کا اگر جگہ آفتاب نہیں ملتا جو مراد آنسو و رکائات سے ہر صلی اللہ علیہ
 وسلم تو نجوم ہی سے نور چن کہ وہ اصحاب ہیں کما قال علیہ السلام اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم ہدایتیم یعنی اصحاب
 میرے مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے پھر فرماتے ہیں چاہے آدمی سے نور
 اس کا حاصل کر چاہے خود اس سے چاہے خم سے لے شراب چاہے کدو سے کس واسطے کہ یہ کدو نہایت خم سے ملا ہوا
 ہو جہان سے اس کی اصل ہر تیری طرح وہ کدو ایسی نیکخت نہیں ہے کہ تو اپنی اصل سے جدا ہو لیکن صحابہ اور تابعین کی
 نسبت مصطفیٰ نے فرمایا ہر طوبی لمن رانی والذی یبصر لمن وہی رمای یعنی خوشی ہو اس کے واسطے جس نے مجھ کو دیکھا
 اور اس کے واسطے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا کہ اس میں صحابہ اور تابعین اور اولیاء اللہ سب داخل ہیں آئندہ
 اسی کی نظیر ہیں چنانچہ فرمایا جب کسی چراغ نے نور شمع سے حاصل کیا بس جس نے اس چراغ کو دیکھا بالیقین شمع کو
 دیکھا ایسے ہی اس چراغ کا نور اگر سو چراغ تک نقل ہو گا پچھلے کا دیکھنا اصل کا ہو شمع ہی دیکھنا اور اب چاہے تو پچھلے
 ہی چراغ سے نور حاصل کرے نور چراغ و نور شمع میں کچھ فرق نہیں ہے چاہے چراغ سے جان چاہے شمع سے پھر اسی معنیوں
 کو روشن فرمایا کہ اگر تو پہلے چراغ سے بوشع سے روشن ہوا ہو جب یا پچھلے چراغ سے جس نے نقل و نقل نور اس سے
 جب پایا ہو اپنی جان کو روشن کرے تو ایک ہی بات ہے کچھ فرق نہیں چاہے اس پچھلے ہی چراغ کا نور کچھ چاہے شمع یا یقین
 کا جو روندہ اور آئندہ ہیں کس لیے کہ یہ سلسلہ افانیت و ہدایت کا قیامت تک ایسے ہی پلا ملے گا الخلاف شرح
 بحر العلوم میں دوسرا مصرع اس شعر کا کہین کدو باخم الخیون لکھا ہے ہنہ ہو تو شادان کدوے نیلخت میری بھیج میں
 جو گزرا میں نے لکھا اگر اس سے بہتر صحیح کسی کو معلوم ہو درست کر دین

تفسیر حدیث ان یرکب فی الیام و یرکب فی لیلۃ الا فتر ضوال الیما - بیشک معارف

پروردگار کو متحاربے زمانہ کے دنوں میں نفحات ہیں خبردار ہو جاؤ پس پیش آؤ ان نفحات کی طرف

قوله گفت پیغمبر کہ نفحاتی حق اندرین ایام ہے گوش ہش در پید این اوقات را در باید آنچنین نفحات را
نغمہ آمد مرثا را دید و رفت ہر کر ایمنخواست جان بخشید و رفت ہنغمہ دیگر رسید آگاہ باش ہ تا ازین ہم دانمانی خواہر
باش ہ جان آتش یافت زان آتش کشے ہ جان مردہ یافت در خود جنبشے ہ جان ناری یافت از وی انطفاہ
مردہ پوشد از بقاے اوقبا ہ تازگی و جنبش طلبے است این ہ ہجو جنبشہاے خلقان نیست این ہ اگر در افتد
در زمین و آسمان ہ زہر ہا شان آب گرد و در زمان ہ خود زہیم این دم بے منتہا ہ باز خوان فاکین ان بکمانا ہ ورنہ خود
اشفق منہا چون بدی ہ گردنہ از ہمیش دل شان خون شدی ہ دوش دیگر گونہ این پیدا دوست ہ نغمہ چندی در آمد زہ
بست ہ بہر نغمہ گشت نعمانی گرد ہ وقت لقمان ست ای نغمہ برو ہ اہوای نغمہ این خار خار ہ انکث لقمان برون آید خار ہ
در کث او خار و سایش نیز نیست ہ لیک تان از حرص آن تیر نیست ہ خار دان آنرا کہ خرمادید ہ ہ زانکہ بس تان
کور و بس نادید ہ ہان لقمان کو گلستان خداست ہ پائے جانش بستہ خاری ہ راست ہ المعنی نغمہ بالفتح ہویشین
خواجہ تاش غلام و نوکر ایک خواجہ کے کہ ایک دوسرے کے خواجہ تاش ہیں سبق ہنعمتین شرط بدنا تیر اندازی یا
اسب و دوانی میں و سبق کتاب فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کہ نغمے حق تعالیٰ کے ان ایام میں جو
تصاریے نامہ کے ہیں سبق لاتے ہیں تا تم ان سے بہرہ ور ہو اور ہدایت پاؤ چنانچہ حدیث شریفہ مع ترجمہ سرخی میں فرم
ہو لہذا گوش ہوش ان واقعات پر لگے رہو اور جانشک ہو سکے ایسے نفحات کو حاصل کرو قیمت جانو ایک نغمہ تو ایسا
ہو کہ اُس نے حکمو دیکھا جانچا اور جس کو چاہتا تھا جان تازہ بخشی اور چلا گیا کہ یہ زمانہ انبیا کا تھا جن کے ذریعہ سے
مردے گور خلافت کے زندہ ہوئے انجواے فضل بہ من یشار و پندی من یشار کے یعنی گمراہ کرتا ہ اُس سے
جس کو چاہتا ہو اور راہ بتاتا ہو جس کو چاہتا ہو اسی سبب سے سچا است کہا ہ اور یہ کہ چلا گیا بلحاظ الیوم اکملت
لکم دینکم کے ہر یعنی اب کامل کیا میں نے تمہارے واسطے دین تمہارا اب فرماتے ہیں کہ ایخو اجہ تاش بنظر اس اتحاد کے
کہ ہم تم ایک مالک کے بندے ہیں تمہارے کتا ہون خبردار و ہوشیار ہو جا کہ دوسرا نغمہ آیا تو اس سے بھی محروم نہ رہاے
یہ وہ نغمہ ہ جس سے جان آتش نے ایک آتش کا بجھانے والا پایا اور جان مردہ نے جان بخشنے والا جس سے ایمان
جنبش و حرکت ہو گئی جو جان کہ منسوب بنا رہی اُس کو انطفا حاصل ہو کہ اب نار جلا نہیں سکتی اور جو مردہ تھا کہ
خبردار و ہوش ہے ہ اُس نے اس نغمہ سے بجا بقا کی ہنی کہ مر نہیں سکتا اس نغمہ میں تازگی و جنبش طوبی کی سی ہ بلکہ خود
جس نے مخلوق کی ہنعمتیں یہ وہ نغمہ ہ اگر زمین و آسمان میں پھیلے تو کسی مخلوق اور خود ان کا زہرہ ایسا نہیں کہ آب

ہو کے فوراً نہ پہلے اور تحمل اسکے ہوں تہی زمین آسمان تو ہیں جنھوں نے اس نغمہ لامتناہی کے خوف سے انکار اسکے تحمل کا
کیا تھا دیکھ قرآن مجید میں موجود یہ فائین ان کلمنا اسکو پڑھ لے سنیں تو استغفر منہا قرآن میں کیوں ہوتا یہی وجہ تھا کہ
کہ اُس کے خوف سے ان کا دل خون ہو گیا غرض دونوں شعرون میں تلخ اس آیت کریمہ سے ہر انا عرضنا الا انہ
علی السموات والارض والجبال فامین ان کلمنا واستغفر منہا وحملنا الانسان یعنی جس نے ایک امانت آسمان اور
زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کی سب نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور سب اُس سے ڈر گئے اور انسان
نے اُس کو اٹھایا اور وہ امانت عارفین کے نزدیک عشق ہی چنانچہ قول حافظ شیراز رحم مؤید اس کا ہر شعر
آسمان بار امانت تو انت کشیدہ قرعہ فال بنام من دیوانہ زندہ بس نغمہ دیگر سید سے یہاں تک سب شاعر عشق
کے بیان میں ہیں جس کی آگ سے دوزخ بھی ڈرتا ہے کہ اُسکو اس آگ میں معذب کریں گے جیسا کہ اوپر آتش کش وغیرہ اس
نغمہ کو کہا ہے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوپر کا نغمہ تو متعلق بانیہ ہر شعر بظاہر شرع دوسرا باولیا محتوی بعشق و محبت باطن
آگے بیان دوسری بات کا ہے کہ رات یہ نغمہ دوسرے رنگ و طور سے میرے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا تھا اور میسر تھا کہ
چند لقمے آئے اور راہ اُسکی بند کر دی لقمے مراد خواہش نفسانی و ہوائی جسمانی سے اور وہ ایسے لقمے جن کی قید میں
لقمان پھنسے ہوئے ہیں یعنی بڑے بڑے دانا ہوشیار میں نے اُس سے کہا اے لقمے تو یہاں سے جا یہ وقت لقمان
کا ہے یعنی حکمت و علم جان کا نہ تیرا اب کہتے ہیں اگر شوق اُس لقمے کا ہے کہ جو لقمہ جان کا ہے تو غار غار کے خار کا لقمان
کے ہاتھ سے نکالو کہ وہ جان جو تا ہاتھ اُس کا لقمہ کھانے کے قابل ہو بلے تھہر فرماتے ہیں کہ لقمان کے ہاتھ پر غار کا
خار کا سایہ بھی نہیں پڑا وہ اس سے پاک ہے لیکن نکو حرص کے سبب سے اُس کا تیز نہیں ہے کہ یہ خار کس کے ہاتھ میں ہے
جان کے یاقن کے اور خار کیا ہے خار وہ ہے جس کو خرا دیکھ رہا ہے اور نہایت شیریں و مرغوب کر رکھا ہے اس
سبب سے کہ تو بڑا کورتان و نادیہ ہو کورتان وہ جو حق نان کا نہ ملنے جیسے کورنگ اور نادیہ اس سبب سے
کہ جو خرا ہے اُس کو خار جاتا ہے اور خار کو خرا جان کر اس پر گرا ہے جیسے نادیہ ایسی ویسی چھ پر گرنے میں جان تیری
ایک لقمان ہی پر حکمت اور گستان خدا اس کا پائون کسی غار میں بستہ کب ہے جیسے خار در پاپل نہیں سکتا یہ ہر خار سے
آزاد ہے تو ہی اس کے پائون کو خار بستہ کرتا ہے قولہ اشتر آمدین وجود خار خوار و مصطفیٰ زادی برین اشتر سوار
اشتر تنگ گلی بر پشت تست و کز ہمیش در تو صد گزار درست و میل تو سوے میلان است و ریگ و تاجہ گلینی
ز خار اے مردہ ریگ و اے بگشتہ زین طلب از کو بکو چند گوئی آنگلستان کو کو و پیش از ان کین خار ہا بیرون
کنی و چشم تاریک است جولان چون کنی و آدمی کو می گنج در جہان و در سر خار ہی گرد و نہان و مصطفیٰ
آمد کہ ساز و ہندی و کلینی یا حمیرا کلنی و ایچیر آتش اندر نہ تو فعل و تا ز فعل تو شود این کوہ لعل و این حمیرا لفظ
ہائیت است و جان و نام تائیتش نہند این تازیان و لیک از تائیت باز باک نیست و روح را ہام و در لای لای نیست

از مذکور مونس بر تراست و این نہ آنجا نست کہ خشک و ترست و این نہ آنجا نست کہ فزاید زنان و یا گئے باشند چنین
گاہے چنان و خوش کتندہ است و خوش و عین خوشی و صد خوشی یابی چو دست اندر کشی و چو تنوشیرین از
شکر باشی بودہ کان شکر گاہے ز تو غائب شود و چون شکر گردی ز تاثیر و فادہ پس شکر کے از شکر باشد جدا و نہ ہر
محض ست آنکہ باشد بیوفا و ہیک لٹا یا رہتا نغم اکوفا و عاشق از حق چون غذا یا بد رقیق و عقل آنجا گم شود گم اے
رفیق و المعنی مردہ ریگ ناچیز و فرومایہ کو بمعنی کجاست حمیرا تصغیر مر القب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا در آتش نہادن کسکو
بیقرار کرتا تازیان اے عربیان رحیق شراب خالص و صاف یعنی جان تو خار سے پاک ہو مگر یہ وجود تیرا اشتہار و خواہی
اور ایک مصطفیٰ زاد برگزیدہ نہاد اسپر سوار کہ وہ روح ہو بس آہو اشتہار ایک گون گل کی تیری پشت پر لدی ہو جسکی خوشبو
سے تجھ میں سیکڑوں گلزار پیدا ہوے بغ بہار ہو گیا مگر تیری رغبت بھول کے کانٹوں اور ریت ہی کی طرف رہی پھر
ایسی رغبت کے ساتھ اے ناچیز مردہ ریگ ان کانٹوں سے گھنچنی کیسے کرے گا تو تو ان کانٹوں کی تلاش میں لگی گلی
مارا مارا پھرتا ہو اور یہ کہتا کہ وہ گلستان کہاں ہو حالانکہ خود تو ہی ہر تکرار کو کوئی بھٹ مبالغہ تاکید ہے تو بھٹک کاٹتا
اپنے پائوں کا نہیں نکال ڈالے گا تیری آنکھ کو روتا ریگ ہو پھر جو ان کیسے کر سکے گا اب بطریق تاسف فرماتے ہیں
افسوس آدمی وہ شے ہو کہ جس میں سارے عالم جمع ہو اور خود ذات پاک حضرت خالق الکائنات کی جسکی سمانی و گنجائش سارے
عالم میں نہیں وہ ایک ادنیٰ سرخار میں چھپا رہے کہ وہ خار خرواک اشتہار وجود کا ہو جس کی جستجو میں تو رتبہ آدمیت سے
الگ ہوا اگر تو چاہتا ہو کہ میں اُس مصطفیٰ زاد کا جو میرا سوا ہو ہدم بنوں تو مصطفیٰ کی سی بھدی کر جیسا کہ وہ فرماتے
تھے کہ میں ہی با حمیرا اگلی یعنی کلام کر مجھ سے اے حمیرا کلام کر ایسے ہی تو بھی اپنی حمیرا سے جو جان ہو کہ اور ہدم بن تو جیسے ان کو
حضرت حمیرا کی بھدی سے مشابہہ حق کا حاصل ہوتا تھا جگہ جگہ حاصل ہوا آخر انھیں کا پیر و توبہ اور جیسے وہ فرماتے
تھے کہ اے حمیرا نفل آتش میں رکھ اور جگہ اپنی آتش محبت سے گرم و بیقرار کرتا یہ کوہ وجود تیری نفل سے نفل
ہو جائے ایسے ہی تو بھی اپنی حمیرا کی محبت میں گرم ہو کے کوہ سے نفل بن جا اب عذر اس بات کا ہو کہ کوئی کہے کہ
لفظ حمیرا مونس ہو اسپر عرب تائید کا اطلاق کرتے ہیں اور عورتوں کا نام اسپر رکھتے ہیں تم جان کو حمیرا کہتے ہو
کیا جان مونس ہو تو یہ نہیں ہو لیکن بننے جو حمیرا کہا کچھ پروا کی بات نہیں نہ کوئی خوف کی اسلئے کہ روح کو مرد و زن
سے شرکت نہیں ہو وہ مذکور مونس دونوں سے ملحدہ ہو کس واسطے کہ یہ وہ جان نہیں ہو جو خشک و تر سے پیدا ہوئی
جو مرد و غذا سے ہو نہ یہ وہ جان ہو کہ روٹی سے بڑھے اور کبھی کسی سال میں کبھی کسی سال میں جو فرحت و غم ہو اور
مناسب ان کے روٹی سے بڑھنا یوں کہ ممکن کے نزدیک یہ ہو کہ روزمرہ جو غذا آدمی کھاتا ہو اُس سے روح
میں جو غذا کے بنام نہاد حیوانی و نفسانی و طبعی کے منقسم ہونے کے اپنے اپنے مجھے کو جو دلی اور دماغ اور جگہ
میں جو غذا کے بنام نہاد نفسانی و نفسانی و طبعی کے منقسم ہونے کے اپنے اپنے مجھے کو جو دلی اور دماغ اور جگہ

کہ اگر ذرا تو اسپر ہاتھ پھیرے تو سیکڑوں خوشیاں دیکھے آب قطعہ مابعد کا قیما اور مثیلاً فرمایا کہ جو تو شکریہ سے شیریں اور خوش ہوتا ہو تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہو کہ شکر نہیں ملتی آپ شکو لازم ہو کہ وفالہ پینچ میں پیدا کر کہ نہایت شیریں چیز ہو اور اُسکی تاثیر سے شکر ہو جا پھر جان بھی کہ شیریں و شکر ہو وہ کھسے کب جدا ہوگی جو شخص بیوفا ہو نہر کھن ہو ہر کسی کو تلخ و گران لہذا میں بھی خدا تعالیٰ سے اپنے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اسی پروردگار میرے بچو اچھی و فاعنائیت فرما عاشق جو حق سے غذا شراب صاف و صحت کی پاتا ہو تو عقل وہاں گم ہو جاتی ہے مگر اگر مکی واسطے مزید بالغہ کے ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے ایبرہہ ریگ کے زخار مردہ ریگ اور بجائے از کو کو بر کو کو بکوار آدی کو کی گئی آدی کو کیان غمی اور این تازیان کو این ہاربان خوش کنندہ است اس شعر کا دوسرا مصرع پنجوشی بنو خوشی اسے مرتشی دکھا ہے قول عقل جزوی عشق را منکر بود اگر چہ بنامید کہ صاحب سر بود زیرک و داناست اما نیست نیست و چون فرشتہ لانشد اہر نیست و باو بقول و فعل یا را بود چون حکم سال آئی لا بود لا بود و چون او نشد از بہت نیست و چونکہ طوعا لانشد کہ با نیست و جان کماست و مذاے او کمال و مصطفیٰ گویان ارجنایا بلال و ابر بلال افزا زانگ سلسلت ہ زان دے کا نذر میدم در ولت و اے بلال این گلہنت را جان سپارہ غیر بلبل و ارجان میکن شمارہ زان دے کا دم از و مدہوش شدہ ہوش اہل آسمان بیہوش شدہ مصطفیٰ بیہوش شدہ زان خوب صوت و شدہ نازش در شب تعریس فوت و سر از ان خواب مبارک بر نہاشت و تاناز مہجدم آمد بچاشت و در شب تعریس پیش آن عروس ہ یافت جان پاک ایشان دست بوس و عشق و جان ہر دو نہانند و ستیرہ کر عروسش خواندہ ام عیبہ گمیدہ از ملال بار خامش کر دے و گر ہمو صلت بدایوی یکدے و یک میگوید گوین عیب نیست و جز تقاضائے قضاے غیب نیست و عیب شد نسبت مخلوق بھول ہنے بہ نسبت خداوند قبول و عیب باشد کونہ بیند غیر عیب و عیب کے بند روان پاک جیب و کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست و چون ہا نسبت کنی کفر آفت ست و در یکے عیبہ بود با صدفات و بر مثال چوب باشد در بنات و در ترازو ہر دو را یکسان کنندہ زانکہ ان ہر دو جو جسم و جان خوشند المعنی ساسل مراد خوشگوار تعریس اترتا مسافر کا آخر شب میں تیرے عقل کہ ایک شو قلیل جزوی ہو عشق کی جو بے انتہا و بے پایاں ہو منکر ہو جیسے اطبا عشق کو ایک مرض امراض جنون سے بتاتے ہیں اور جنون میں شمار کرتے ہیں کہ صورت جمیل و حسین دیکھنے سے ہو جاتا ہو اگرچہ معلوم ایسی ہوتی کہ یہ بھی صاحب راز و اسرار ہو بزرگ و داناتا ہو بڑی ہو لیکن عشق کی طرح نیست نہیں خودی و خود پرستی سے بھری ہو اور عشق میں نیستی ہے یعنی خودی و فی کمالیت جانا بس ہمارے نزدیک اگر عقل فرشتہ ہو جیسا کہ حکما اسکو فرشتہ بھی کہتے ہیں تب بھی دیو کہ لاپنے نیست و نفی نہیں ہوتی یہ عقل قول فعل میں جو ظاہر شو ہو ہماری مددگار ہو اور جب تو حال کے معاملہ سے پوچھے کہ حال میں کیا حکم دیتے ہو تو ہم کہینگے لا ہو اس کو چہ میں اس کا مطلق گذر نہیں بس ہر گاہ کہ اپنی آستی سے نیست نہیں ہوتی اور پنجوشی رضا اس بات کو گوارا نہ کیا جیسا عشق اختیار کرتا ہو تو ہر اسکے واسطے بہت سے لا لگائے آخر نیست ہوتی جو بخلاف عشق

کہ خوشی نفی اختیار کر کے ہستی ابدی پاتا ہے جان جو نفس انسان میں ہے کامل اس کو کیا کہوں کہ خود کمال ہی ہے اور جو خدا
 اس سے نکلتی ہے وہ بھی کمال اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلال کو اشارہ اذان میں اڑھٹا یا بلال فرمایا
 کرتے تھے یعنی راحت پہونچا ہکو اے بلال بس جو بلال کی جان خدا کے عشق سے بھری تھی اُس سے جو خدا آتی تھی آپ
 کی جان راحت پاتی تھی اور فرماتے تھے اے بلال اپنی بانگ خوشگوار اور دم دلنوا کو بلند کر مگر اُس دم سے جو میں نے
 تیرے دل میں پھونک دیا ہے آ کر بلال یہ دم تیرا ایک گلبن ہے اس پر اپنی جان دیدے اور اٹھ بیل کی طرح اس کے گل پر
 جان قربان کرنا رہ کہ وہ گل آواز ہے اور وہ دم جس سے آدم مد ہوش ہوے اور اہل آسمان اپنے ہوش سے بیہوش
 ہوے یہ خدا تعالیٰ کی تھی اور اسی صوت خوب سے آنحضرت ایسے بیخود ہوے کہ شب تعریس میں نماز فجر اُن کی
 فوت ہوئی اور ایسے اُس خواب مبارک میں بیہوش ہو گئے کہ جب تک نماز صبح وقت پاشت کو نہ پہونچی خواب سے
 سر نہ اٹھایا اور بیان شب تعریس کا یہ ہے کہ آنحضرت جب خیبر سے لوٹے تمام رات علیہ کچلی رات میں بسبب غلبہ
 خواب کے ایک جنگل میں فروکش ہوے بلال کو تاکید کیا کہ جگا دینے کے واسطے نماز فجر کی فرما کر خواب راحت میں گئے
 بلال اتنی رات نماز پڑھتے رہے جب صبح بہت قریب ہوئی بلال نے کسی چیز کا تکیہ کیا اور صبح کی طرف متوجہ ہو کے
 بیٹھ گئے ناگاہ نیند آگئی یہ بھی اور جملہ صحابہ اور آنحضرت ایسے سو گئے کہ جب دھوپ ان پر پڑی تو ہل گئے اول
 آنحضرت اور صحابہ فوت نماز پر بہت روئے اور فرمایا اے بلال یہ کیا ہوا کہا جس مشاہدہ میں کہ آپ مستغرق ہوے
 آپ کے طفیل میں بھی اُسی میں بیخود ہو گیا اس جگہ اقوال و اختلاف علما کے سو جانے کی وجہ میں بہت مذکور ہیں
 لیکن مانحن فیہ سے خارج محکو اتنا ہی کہنا ضروری جو اشعار مولانا رحمہ میں ہے نہ تحقیق و تفتیش خارج از بحث کی
 چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس شب تعریس میں سامنے اُس عروس یعنی صوت خوب کے جو مقصود مشاہدہ سے ہے آپ کی
 جان پاک نے دولت دست بوس کی پائی تھی اس سبب سے بیخوش ہو گئے تھے شعر بعد میں عذر اس بات کا ہے کہ اُس مشاہدہ
 کو عروس کیوں کہا فرماتے ہیں کہ عشق اور جان دونوں پوشیدہ اور چھپی چیز ہیں اور عروس بھی چھپی ہے اور عشق ہی سے
 اپنی ہی جان میں یہ امر پیدا ہوتا ہے اگر میں نے عروس کہا ہے تو تو گرفت مت کر میں تو اس خیال سے کہ مبادا بار کو ملان ہو خاموش
 ہو جاتا ہوں مگر کیا کروں خود وہی جگو مہلت دم بھر کی نہیں دیتا اور کتا ہے خبردار ہو کہے جا کچھ عیب نہیں ہے اور
 حکم عیب کا پچھر تقاضا ہے بدینہ جو کتا ہوں سو اس کے اور کوئی بات نہیں وہی کہلاتا ہے تو کتا ہوں اور کتا ہے کہ یہ
 عروس کہنا مخلوق کی نسبت کہ یہ لفظ لگا و مخلوق سے رکھتا ہے عیب ہے کہ وہ اشد جاہل ہیں ہم ان کو بھول کر چکے ہیں
 جیسا کہ آیت انا عرضنا لانیٰ میں خلونا ما ہولاً کہا ہے اور ہماری نسبت کیا کہ ہم خداوند قبول ہیں اور تیری اس بات کو ملتے
 ہیں عیب تو اُس کا کتا ہوتا ہے جس کو سوا عیب کے کچھ نہیں سمجھتا اور جس جان نے عیب پاک سے جو جملہ عیوب سے مبرا
 ہے وہ عیب کی نسبت کیسی دیکھ کر کہے بربر کوئی عیب و برائی نہیں مگر عاق کی طرف نسبت کرنے سے کلمہ ہے کہ

اُسے کسی حکمت سے اس کو پیدا کیا ہو کہ وہ حکیم ہو و فضل الحکیم لا یخلو عن الحکماء اور جو ہماری طرف نسبت کفر کی کجائے کہ فلاں نے کفر کیا تو آفت ہو اگر کسی میں ایک عیب ہو اور سیکڑوں مصتقین ہوں تو وہ عیب ایسا ہے جیسے نبات میں چوب کہ نبات اُس کو چھپائے ہو ہے جو نبات کی شیعہ کی سبب سے لکڑی کا کوئی خیال نہیں کرتا اور ولایت میں لکڑیوں پر نبات جہاتے ہیں اسی سے شاخ نبات ہو اور ترازو میں بھی چوب و نبات دونوں کو یکساں چڑھائے ہیں اور سمجھتے ہیں اس لیے کہ دونوں جسم و جان کی طرح خوش ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں کہلے ارخاکہ ارخا اور در شیب کی جگہ از شیب ستر کے ٹھکانے ستیز کہ قافیہ اس کا گیر ہو اور شرح میں لکیر اور پاک حبیب کو پاک عیب اور ما خداوند کو یا خداوند اور جسم و جان کو چشم و جان لکھا ہو قولہ بس بزرگان این گفتند از گزاف جسم پاکان پہچو جان افتاد صاف گفت شان و فضل شان و نفس شان و جملہ جان مطلق آدبے نشان و جان دشمن دار شان جسمیت صرف و چون زیاد از تراد و اسمیت صرف و آن بنجاک اندر شد و کل خاک شد و این نمک اندر شد و کل پاک شد و آن نمک کر دی محمد الحمت و زان حدیث بانمک او فصحت و این نمک باقیست از میراث او و با تو اندان و ارشان او و جو پیش تو شستہ ترا خود پیش کو و پیش دست جان پیش اندیش کو و گر تو خود را پیش و پس کر دی گمان و بستہ جسم و محرومی ز جان و زیر و بالا پیش و پس و صفت تست و بہمت آن ذات جان روشن ست و پر کشا از نور پاک شہ نظر و تانہ پنداری تو چون کو تہ نظر و کہ ہمینی در غم و شادی و پس و عدم کو مرمدم را پیش و پس و از وجود و از عدم گر بگذری و از حیات و از دانی بر خوری و روز بارانشت میر و تاپہ شب و نے ازین باران ازان باران رب و ہست باران ہا جز این باران چنان و کہ نمی بیند و را جز چشم جان و چشم جان را پاک کن نیکو نگہ تا ازان باران عیان بینی خضر المعنی شستہ شستہ خضر بفتح اول و کسرت ثانی معنی شاخ سبز و کشت و ترہ تربتائید صد فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے جو کہا ہو کہ جسم پاکوں کا مثل جان کے پاک صاف ہوتا ہو یہ لغو و بیہودہ نہیں واقعی ایسا ہی ہو لہذا بقول اُن کا اور فعل اُن کا اور نفس اُن کا مطلق ہر ایک جان ہو جس کا نشان نہیں اور جو ایسا ہو کہ جس کے نزدیک یا خدا کی ایک نام ہی نام ہو مطلق کل اسپر نہیں اُس کی جان مثل دشمن کے ہو صرف جسم ہی جسم کیفیت و نجس یہ جو وقت خاک و گل میں گیا کل خاک ہو گیا اور جس کا جسم و جان ایک ہو گیا ہو لطیف و شریف یہ نمک میں پڑے بالکل پاک ہو گیا جملہ زوائد و فضول سے صاف جیسے آنحضرت یہاں سے مع جسم آسمانوں پر گئے اور جب قرب الہی میں پہنچے روح خرد ہو گئے اور یہ نمک وہ ہو جس سے آنحضرت الملعون ہوے ای نور خدا تعالیٰ یہاں کہ فرمایا انا الملعون یعنی میں ملعون ہوں اسی سبب سے حدیث نکلیں اُن کی افصح ہو بموجب انا افصح العرب و العجم میں عرب عجم سب میں زیادہ تر فصیح ہوں اور وہی نمک ایسی اُن کی میراث سے باقی ہو اور وارث اُس کے تیرے ساتھ تو اُن کو دھو دھو اور ہر وہ باب ہو تیرے سلسلے میں دھو نہیں لیکن یہ بھی تو ہو تیرا پیش ہی گمان اور تیری جو بہتی ہو اُس میں جان پیش اندیش کہا گیا ہو جان تو اس خاتمہ میں ایک شیخ کی طرح رہیں جس کا پیش ہاں نہیں

اور جب تک تو اپنے لیے پیش و پس کا گمان کرے گا تب تک گرفتار جسم کا یہ جان سے محروم بالکل آگاہ نہیں اس لیے کہ نیر و بالا اور پیش و پس غرض ششہمت یہ وصف تن کے بین نہ جان کے بس جو ذات کہ بھت ہو وہی جان روشن ہو جیسا کہ اپنے نور کی صفت بین لا شرقیہ و لا غربیہ فرمایا ہے کہ نور اس کا نہ شرقی ہے نہ غربی اب نور پاک پادشاہ حقیقی سے اپنی آنکھ روشن کرتا تو کو تو نظر کے مثل جو جسم و تن کو دیکھتا ہے گمان نہ کرے کہ بین بھی صرف غم و شادی ہی ہوں اور بس کچھ نہیں کہ یہ مقصلاً تن سے ہو جو عدم ہو کہ پہلے تھا نہ بعد کو رہے اور جو چہنہ وجود کا طور ہے پہلے بھی تھا اور بعد کو بھی ہو گا بس یہی ہستی حق کی ہے اسی کو دیکھ اب تو اگر وجود و عدم دونوں سے گذر جائے تو حیات جاودان سے مستمع ہوے اور بر خور داری پائے آج روز باران کا ہے یعنی رحمت خدا کا تو شب تک چلا چل اور شب سے مراد شب عدم اور یہ باران اس باران سے نہیں ہے جس کو دنیا سے تعلق ہے یہ باران باران رب کا ہے سوائے اس باران کے اور باران بھی ہیں اس بات کو بھی جان لے کہ بجز چشم جان کے اس کو کوئی نہیں دیکھتا تو اپنی چشم جان کو خوب پاک صاف کر اور دیکھ کہ اس باران سے جہاں کیسا سبز و تر ہو رہا ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں بجلے چون زیادہ باد اور گل خاک کی جگہ گل بکاف عجبی او بے جہت کے ٹھکانے جتنا کی شکل کچھ لکھا ہے اور نے بیند و را کو و را لکھ ہے

سوال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ آج باران برسا اور آپ گورستان کو لے کچھ کر پڑے کیوں نہ بھیکے

قولہ مصطفیٰ روزے گورستان برفت و با جنازہ یارے انباران برفت و خاک را در گور او آگندہ کر دہ زیر خاک آن دانہ اش را زندہ کر دہ این درختانند بچو خاکیان و دستہا بر کندہ انداز خاکدان و سوے خلاقان صد اشارت میکنند و انکہ گوشه شش عبارت میکنند تیز گوشان رازہائے بشنوندہ غافلان آواز ایشان بشنوندہ بازبان سبز و بادست درازہ از ضمیر خاک میگویند رازہ بچو بطان سر فرو بردہ باب و گشتہ طاؤسان و بودہ چون غراب و در زمستان شان اگر بچوس کر دہ آنرا بایان را خدا طاؤس کر دہ در زمستان شان اگر چہ داد مرگ و زندہ شان کرد از بہار و داد برگ و منکران گویند خود ہست این قدیم و این چرا بندیم بر رب کریم و جملہ پندارند کہین خود دائم ست و وز قدیم این جملہ عالم قائم ست و کورے ایشان درون دستان و حق بر و یانید باغ و بوستان و ہر گے کاندہ درون بویا بودہ آنکے از اسرار گل بویا بودہ بوسے ایشان رخم منکران و گرد عالم میر و پردہ دران و منکران بچو جمل زان بوسے گل و یا چونازک مغز چون بانگ دہل و المعنی عبارت بکسر عیان و تعبیر کر بچو جمل داندیشہ ہر کچھ دل بین گذرے آلف بالفتح بینی رخم خاک آلودہ ہونا اور مکروہ رکضاً اور خوار دیکھنا جمل بضم گوید کہ اگر جس کو بچو نہ کہتے ہیں مصطفیٰ ایکدن گورستان کو گئے ہمراہ جنازہ ایک یار کے یا درون سے خاک کو اٹکی گدہ میں آگندہ کیجئے اس دن کو جو وہی مردہ ہو زندہ کر دیا بعد زندہ ہونا اس کا نشو و نما عالم پر شمس نہیں

آب مقولات مولانا رحمہ کے ہیں کہ یہ درخت بھی جو پیش نظر ہیں مثل انسان خلی بنیان کے ہیں کہ خاکدان زمین سے
 ہاتھ التجہ کے پھیلانے اٹھائے نکلتے ہیں اور ہاتھ ان کی شاخیں سیکڑوں اشارے انسان کی طرف کرتے ہیں کہ ایسے ہی
 ہاتھ پھیلانے رہنا چاہیے اور جگے گوش اس طرف لگے ہیں ان سے زبان حال بیان کرتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں جو
 تیز گوش ہیں راز ان کے خوب سنتے ہیں اور جو غافل ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ ہوا سے آواز نکلتی ہے اور یہ زبان سہل
 سے جو پتے ہیں اور دست دراز سے کہ شاخیں ہیں بھید زمین کا کہتے ہیں کہ ایسی قوت واستعداد زمین میں
 بھری ہے جیسے بطین پانی میں سر جھکا جھکا کے اپنے خوراک کی شے نکالتی ہیں یہ بھی جھک جھک کے راز زمین سے
 نکالتے ہیں اور ایک وقت میں کہ وہ خزان ہر غراب ہو جاتے ہیں بد صورت بد نما پھر سبز و تر ہو کے طاؤس، بچلے ہیں
 جیسے کہ بہار میں آج رومستان ان کو مجبوس کرتا ہے کہ مثل قیدی کے خوشحالی کو بد حالی سے بدل دیتا ہے پھر خدا تعالیٰ
 ان غرابوں کو طاؤس کر دیتا ہے پھر تائید فرماتے ہیں کہ زمستان اگر ان کو مرگ میں ڈالتا ہے خدا تعالیٰ ان کو
 مع برگ و بار زندہ کر دیتا ہے منکر کہتے ہیں کہ یہ کارخانہ خود بخود جاری ہے کوئی خالق اس کا نہیں اور قدیم ہر از خود
 ایسے ہی چلا آیا ہے اور ایسے ہی چلا جائے گا ہم یہ جھوٹ خدا کریم پر کہ پروردگار عالم کا ہر کیسے باندھیں کہ یہ ہوا ز خود
 اور ہم خدا سے بتائیں نہیں سب کا خالق اور رب وہی ہے سب منکر بھی جانتے ہیں کہ یہ عالم دائم ہے اور قدیم
 سے قائم ہے نہ حادث پس ان کی کوری نے دونوں دوستوں میں حق چاہا کہ وہ حق بلغ ویوستان کی طرح شگفتہ
 اور کھلا ہوا ہے یعنی خوب متحقق ہوا کہ سب کا پروردگار و موجد وہی ہے جو گل کہ اس کا اندرون بویا ہوتا ہے اور
 خوشبودہ گل اسرار گل کے بیان کرتا ہے اور جتنا ہے کہ کیسی اس کی قدرت ہے کیسا رنگ و بو اس کو عطا فرمایا ہے اور بونگی
 ان منکروں سے ناک رگڑوا رہی ہے اور ناپچیزان کو بناتی ہے اور سارے جہان میں انکا پردہ پھاڑتی پھرتی ہے اور
 بدنام کرتی ہے اور یہ منکر ہنس بوسے مثل جمل کے ہیں جو گوہر کی بوسے خوش ہے گل کی بوسے بیزار یا جیسے نازک دلخ
 کہ نقارہ کی آواز سے گھبراتے ہیں مطلب یہ کہ اس کی قدرت کی بوجہ پسیلی ہوئی ہے اور شہرت بھی نقارہ کی جویا خلاف
 شرح بحر العلوم میں رخم کو ایسا لکھا ہے کہ رخم و زعم دونوں پڑے جاتے ہیں اور انٹ کو الٹ اور پاہو نازک کو ما
 قولہ خوش را مشغول می سازند و غرق و چشم میدوزند زان لمعان برق و چشم میدوزند و آنجا چشم نے چشم
 آن باشند کہ بنیدمانے و چون رگورستان پیہر بازگشت و سوے صدیقہ شد و ہزار گشت و چشم صدیقہ پر پرورش
 فتاد و پیش آمد دست بروے فی نہاد و بر عمامہ روے او و موے او و برگریبان و پرو بازوے او و
 گفت پیہر چہ بچوئی شباب و گفت باران آمد امروز از سحاب و جاہایت می بخویم در طلب و ترنمی نیم زماران
 اے عجب و گفت چہ بر سر فلندی از ازار و گفت کردم آن روایت را خمار و گفت بہر آن نمودے پاک
 جیب و چشم پاک را خدا باران غیب و نیست آن باران ازین ابر سحاب و ہست ایر دیگر و دیگر سحاب و

انچنین باران زابر دیگرست کہ رحمت حق در نزولش مضرت نہ بشنواز قول سنائی در رموزہ معنی تا واقعہ آئی
بر کمونہ گر تو بکشافی ز باطن دیدہ زود یابی سرمہ گزیدہ المعنی ماسن ہلے امن آزار بکسر دستار و شلوار
و تبنان و لنگی تھار بکسر اول دامنیک یک عرض ہندی اور معنی کنوز جمع کنز بمعنی گنج یعنی ہی منکر آپ کو اسی کی
تفتیش و تلاش میں مشغول رکھتے ہیں اور ڈوبے ہوئے ہیں اور ملحان برق پر جو ظاہر احکام و آثار انکے حدوث
کے چمک رہے ہیں آنکھیں سے ہوئے ہیں مگر کیا ہوتا ہے جو آنکھیں سی دی ہیں وہ آنکھیں ہی نہیں ہیں
آنکھیں تو وہ ہیں جو اپنے ماسن کو دیکھیں اور با وصف آنکھوں کے کنوین میں گرے تو اندھے سے بتریز
اب پھر استیفاء ہے سوال حضرت عائشہ کی طرف کہ جب پیغمبر گورستان سے لوٹے اور عائشہ صدیقہ کے ہمراہ
ہوئے صدیقہ نے جو ان کی صورت دیکھی سامنے آئین اور ہر جگہ ان کے جسم پر ہاتھ رکھنے لگیں عمامہ اور منہ
اور بال اور گر بیان اور سینہ اور بازو سب کو ٹٹول کے دیکھا آنحضرت نے پوچھا کہ کیا ڈھونڈ سکتی ہو تو شباب
جواب دیا کہ کج بادل سے باران نازل ہوا میں تمھارے کپڑے ٹٹولتی ہوں اور ان کو مینہ سے تعجب ہے کہ نہ نہیں
پاتی ہوں کھاتے اُس مینہ کے وقت سر پر لنگ وغیرہ سے کیا ڈالا تھا کہا آپ کی چادر سے اور معنی بنائی تھی
کہا اُسی کے سبب سے اے پاک جیب تمھاری چشم پاک کو خدا نے باران غیب دکھایا تھا آخر صدیقہ وہ باران
اس آسمان کے ابر سے نہیں ہے وہ اور ہی ابر ہے اور اور ہی آسمان ہے ایسا مینہ دوسرے ابر سے ہوتا ہے جسکے
نزول میں رحمت حق کی پوشیدہ ہوتی ہے اب فرماتے ہیں کہ قول سنائی کے رموز میں ایک معنی سن تا کنوز
معرفت سے تجکو و قنیت ہو بس اگر تو باطن کی آنکھوں کو کھولے تو جلدی تجکو ایک سرمہ گزیدہ پسندیدہ
بلجے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجلے روئے اوکے دروئے اوکے وزن کو بگاڑتا ہے غلط ہے

تفسیر قول سنائی - آسمانہاست در ولایت جان کہ کار فرماے آسمان جہان کہ درہ
روح پست و بالا ہاست کہ کوہ سہامی بلند و دریا ہاست

قولہ پیرانا اندرین رمزہ بگفت کہ در حقیقت زمین صدف درے بسفت کہ غیب را ابرہی و آگاہی دیگرست کہ
آسمان و آفتابے دیگرست کہ ناید آن الا کہ بر خاصان پدیدہ باقیان فی لبس من خلق جدیدہ ہست باران
از پے پروردگی کہ نیست باران از پے پڑمردگی کہ نفع باران بہاری ہو العجب کہ بلخ را باران پائیزی
چو تبہ کہ آن بہارنی ناز پروردش کند وین خزانے ناخوش و زردش کند کہ ہمچنین سرما و باد و آفتاب کہ
پر تفاوت وان سرشتہ بیاب کہ ہمچنین در غیب انواع ست ایزن کہ در زیان و سود در رنج و غم
ایندم ابدال باشند زان بہارہ در دل و جان روید از پے سبزہ زارہ فعل باران بہاری یاد رحمت کہ اید از
انتہاس شان در نیکخت کہ گر درخت خشک باشد در مکان کہ غیب آن از باد جان افزا ہدایت کہ

بادکار خویش کرد و بر وزیدہ آنکہ جانے داشت بر جانش گزیدہ آنکہ بامد بود خود واقف نشدہ ولے آنجانیکہ اوعارف
 نشدہ قول پیغمبر شنوایجانہ دور کن از خوشستن انکار وطن المعنی پائیز بر وزن تاثیر خزان ہا د زمین سخت و غیر
 حیوانات مبین صفت رے فرماتے ہیں پیر داننے کہ وہ حکیم ثانی ہیں اسی معاملہ میں جو ابرو باران غیب کا میں ذکر کر رہا ہوں
 ایک رمز مکی ہے اور بحقیقت اس صدف سے موتی پروئے ہیں چنانچہ وہ اشعار لکے سرخی میں مرقوم ہیں آب مولانا گتے ہیں کہ یہ
 آب و ابر ظاہری اور ہوا و غیب کا ابر و آب و راد و راس کا آسمان و آفتاب بھی اور ہر وہ ظاہر نہیں ہوتے ہیں مگر خاصوں پر وہی
 ان کو دیکھتے ہیں اور جو سوا خاصوں کے باقی رہے وہ مصداق اس آیت کے ہیں بل ہم نے لبس من خلق مبدیہ یعنی بلکہ
 وہ پوشیدگی میں ہیں مخلوق جدید سے اور مخلوق جدید سے عوام مراد ہیں جنکے پیچھے تجدو امثال لگا ہوا ہے کہ ہر وقت مرتے
 جیتے ہیں چنانچہ اس کا اور بھی مذکور ہو چکا آئندہ تمہید دوسری ہے کہ باران ظاہری واسطے پرورش ہر شے کے ہے نہ واسطے
 پژمردگی و افسردگی کے باران بہاری کا عجیب نفع ہے کہ شگفتگی و تازگی سے بلغ کو بھر دیتا ہے اور باران پائیزی پینے خزانے بلغ کے
 حق میں ایسا ہے جیسے تب باران بہاری تو باغ کو ناز پروردہ کر دیتا ہے اور خزانے ناخوش و زرد ایسے ہی سرا و باد و آفتاب میں
 تفاوت و فرق ہے کوئی خزان کا رنگ لانا ہے کوئی بہار کا اس بات کی اصلیت کو غور کر ایسے ہی غیب میں ابر و آفتاب و باد
 میں ان کے بھی انواع ہیں کسی سے نقصان ہوتا ہے کسی سے فائدہ کسی سے رنج کسی سے صفت رے اب بعد تمہید کے
 فرماتے ہیں کہ جیسے بہار سے باغ خرم و تازہ ہو جاتا ہے ایسا ہی ابدال کا دم ہے کہ اس سے دل و جان میں سبزہ زار جہتا ہے اور
 شگفتہ نشا داب ہو جاتا ہے اور جو کام کہ باران بہاری درخت کے ساتھ کرتا ہے وہی کام ان کے انفاس نکجٹ کے ساتھ کرتے
 ہیں اگر کوئی درخت خشک مکان میں ہو تو جان لے کہ یہ اس باد جانفزا سے غائب رہا اس کے سامنے نہ پڑا وہ آئی اور
 اپنا کام کر کے چلی گئی اور حسین جان تھی اسکو اس نے پسند کر لیا اور چھاٹ لیا اور جو جاہد ہے خود اس سے واقف ہی ہوا
 بس افسوس ہے اس جان پر جو اسکی عارف ننوی سنگ و جاما دہی تے اب تو اسی کے موافق قول پیغمبر کا سن اور انکار و
 گمان کو اپنے دل سے دور کر الخلاف شرح بحر العلوم میں بجلے نیست باران کے ہست باران دوسرے مصرعہ
 میں بھی لکھا ہے اور پائیزی کو پائزے اور غنیمت کو غنیمت اور باد درخت کو باد درخت بادکار کو کار بکاف فارسی اور

گزیدہ کو گزند غلط لکھا ہے

معنی اس حدیث میں انعمتوا پر والے ربیع فائہ یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل
 فائہ یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل
 جسموں میں ایسا عمل کرنی ہے جیسے مختار سے درختوں میں اونکو سہری خریف سے کہ
 وہ تھکے جسموں میں ایسا عمل کرنی ہے جیسا عمل کرنی ہے تھکے درختوں میں

قولہ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تہو شاہید یاران اختیار ہے نہ انکہ با جان شما آن میکند کان ہماران باد درختان یکساں ہے

پس غنیمت باشد آن سرسے او و در جهان بر عارفان وقت جوہ در بہاران جامہ از تن بر کیندہ تن پر ہنسہ جانبہ گلشن
 رویدہ یک بگریزید از با و دوزخانہ کان کند کان کرد بر بلخ و وزانہ راویان این را بظاہر پردہ اندہ ہم بر آنصورت
 قناعت کردہ اندہ پیچہ بودند از سر آن گروہہ کوہ را دیدہ ندیدہ کان کوہہ آنخزانہ نزد خدا نفس و ہوسہ عقل و جان
 بچون بہارت و لقاستہ کہ گرترا عقلی ست جزوی در نہانہ کامل عقلی بچو اندہ بہانہ جزو تو از کل او کلی شودہ
 عقل کل بر نفس چون غلی شودہ پس بتاویل این بود کانفاس پاکہ بچون بہارت و حیات و برگ تاکہ از مدیث اولیا
 نرم و درشتہ تن پوشان نہانکہ دینت راست پشتہ گرم گوید سر گوید خوش بگیہ تا ز گرم و سرد بچی و ز سحرہ گرم و سرد
 نو بہار زندگیست ہایہ صدق و یقین مہندگیست نہانکہ زان بہستان جا سنا زندہ است نہان جو اہر محمول آگندہ است
 بردل عاقل ہزاران غم بودہ کہ زباغ دل غلامے کہ شودہ المعنی نقابکسر دیدار عقل الضم طوق و بند و بکسر کینہ و خیانت سحر
 بفتح نام دوزخ یعنی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احوال و بہار کی سردی سے اپنے بدن کو ہرگز مت چھپاؤ
 اس واسطے کہ یہ سردی مختاری جان کے ساتھ وہ کام کرتی جو بہار و دختون کے ساتھ کرتی ہو کہ تازہ و سرسبز ہو جائے ہیں
 پس وہ سر بہار کا بہانہ میں عارفان غنیمت ہوتا جو اور وہ اس وقت کو ڈھونڈتے رہتے ہیں بہار میں کپڑے بدن کے
 اتار ڈالو اور تنگے بدن گلشن کو جاؤ لیکن با دوزخانہ سے بچو کہ وہ وہ کام کرتی جو مختارے ساتھ جو اس نے باغ اور انگور کے دختون
 سے کیا ہے یعنی زردی کے برگ و بار سے عاری کر دیا یہاں تک تفسیر حدیث شریف کی تھی آئندہ مقولات مولانا غلامی میں راوی
 اس حدیث کو ظاہر ہر گز نہ ہیں اور اس سے ظاہر معنی پر قناعت کی جو وہ لوگ اسکے بھید سے پیچھے تھے انھوں نے پہاڑ تو
 دیکھا لیکن پہاڑ کی کھائیں نہیں دیکھیں کہ کیسی زرو جو اہر سے مالامال ہیں اور بھید یہ کہ خزانہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نفس اور
 اس کی خواہشیں ہیں اور عقل و جان مثل بہار و دیدار کے ہیں مگر جبکہ نفس اور اس کی خواہشوں سے خالی و پاک ہیں اگر
 تیرے باطن میں جزوی عقل بھی ہو تو بہانہ میں کسی کامل عقل کو ڈھونڈنا تا تیرا جزو بھی اس کے کل سے ایک کل ہو جائے
 اور وہ عقل کل تیرے نفس پر بند و طوق ہو جائے کہ پلے نہ دے اور نفس کو عاجز کر دے پس اس کی تاویل یوں ہوگی کہ
 نفوس پاک جو انبیا و اولیا میں مثل بہار و حیات و برگ تاکہ کے ہیں جیسے ساری شگفتگی و تازگی اور زندگی اور سایہ درمی
 و اسائنش ہر اولیا کی بات سے خواہ نرم ہو خواہ سخت اپنے تن کو مت چھپا بچا کہ تیرے دین کی پشت پناہ ہیں اگر گرم کہے یا
 سرد کہے خوش خوش اس کو قبول کر لے تو دوزخ اور اس کے گرم و سرد سے صاف بچ جائے سرد یہ کہ دوزخی جب دوزخ میں آگ
 سے گھبرا کے سردی کا خواستگار ہوگا تو برف میں معذب ہوگا جس کی ایذا آگ سے بھی بڑھ کے ہوگی اسکی گرمی سردی احو
 سختی نرمی تیری زندگی کی نو بہار ہو اور ہایہ صدق و یقین و بندگی کا اس سبب سے کہ وہ بہستان جو ان کے ارشاد و ہدایت
 کا ہر اس سے جانیں زندہ ہوتی ہیں بدولت رشد و ہدایت کے اور دل لہن کا ایک بچہ نہا ہوا سی جو اہرات سے بھرا ہوا
 جس کو ان سے ملے ہی شمع اٹھا لیکہ تو اگر عقل کے باغ دل سے ایک غلام کم ہو جائے تو ان کو نہ ہر ہر غم ہوتا ہو

تیرا تو وقت ہر دم کی مین ہر الخلاف شرح بحر العلوم مین راست پشت کو کشت غلط لکھا ہے

پوچھنا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت سے کس جگہ کے پیغمبر مین کیا بھید تھا

قولہ پس سوالش کہ صدیقہ ز صدقہ باخشوع و بالادب از ہوش عشق پہ کسے غلامہ ہستی و زبیرہ وجودہ حکمت باران امروزی چہ بودہ این زہار ان ہاسے رحمت بود یا بہر تہدیدت و عدل کبر یا بہ این ازان لطف و بہاریات بودہ باز پائیزی پر آفات بودہ گفت این از بہر تسکین غم ست کہ مصیبت بر نژاد آدم ست کہ گر بر آن آتش بماندی آدمی بہ بس خرابی اوقات دی در زنی بہ اینجہاں ویران شدے اندر زمان بہ حرص ہا بیرون شدے از مردمان بہ استن این عالم ایجان عقلت ست بہ ہوشیاری این جہاں را آفت ست بہ ہوشیاری ز انجہاں ست و چون بہ غالب آید پست گرد و انجہاں بہ ہوشیاری آفتاب و حرص تیغ بہ ہوشیاری آب و این عالم فتح و ز انجہاں اندک ترشح میرسد تا مغز و زنجہاں حرص و حسد بہ در ترشح بیشتر گردد و زنجیب بہ نے ہنر ماند درین عالم نہ عیب بہ این نذر و حد سوسے آفا ز روہ سوسے قصہ مرد چنگی باز روہ المعنی حشوع بضمتین عجز و زاری زبیرہ بالضم ہندی کھن نژاد نسل استن بالضم و ضم تا فتح بفتحین چرک و یریم ہندی سیل فرماتے ہیں حضرت صدیقہ نے آنحضرت سے پوچھا بصدق و ہوش عشق و ادب و خضوع کہ اگر غلامہ ہستی کے اور امر زبیرہ عالم وجود کے کج کے باران مین کیا حکمت تھی آیا یہ باران باران رحمتوں آئی سے تھا یا واسطے تہدید اور بطور عدل کبریا کے یہ انھیں لطف و بہاریات سے تھا یا خزان اور اس کے آفات سے کہ آیا یہ باران ان دونوں قسموں سے نہ محاصر و واسطے تسکین غم کے اور غم وہ جو مصیبت سے نسل آدم پر جو کہ اگر آدمی اسی آتش مصیبت مین رہتا تو بڑی خرابی مین واقع ہوتی یہ جہاں دم بھر مین ویران ہو جاتا اور لوگوں سے حرص مطلق باقی رہتی تارک الدنیا ہو جاتے حضرت فرماتے ہیں ای صدیقہ جان مین اس عالم کا ستون عقلت ہے جس پر یہ قائم ہے اور ہوشیاری اس کے حق مین آفت ہے ہوشیاری اس جہاں سے ہے اور جب وہ ہوشیاری اس پر غالب آئے تو ضرور یہ پست ہو جائے ہوشیاری ایسی ہے جیسے آفتاب اور حرص ایسی جیسے تیغ کہ پانی ہو کے بہ جاتی ہے اور ہوشیاری ایسی ہے جیسے آب اور یہ عالم سیل و چرک کہ پانی کے سامنے نہیں رہنے پاتا ایسے اس جہاں سے تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے تا حرص و حسد کا پائون دگ کے گرد نہ جائے اور جو غیب سے بہت سا ترشح ہو تو نہ عالم مین ہنر ہے نہ عیب دونوں یکساں ہو جائیں اور دنیا کا کام نہ چلے کچھ فرق اچھے برے مین نہ رہے آگے پھر گریز ہو کہ ان باتوں کی تو حد نہیں ان کو چھوڑ اور آغاز کی طرف چل اور قصہ چنگی کا جو شروع کیا تھا اس کی طرف رجوع کر الخلاف شرح بحر العلوم مین استن بصورت استن کے لکھا ہے اور بجائے تالغز و زین جہاں کے تا نچزد و در جہاں غلط ہے

باقی قصہ مطرب چنگی کا اور بیان اسکے مخلص کا

قولہ مطربے کز مے بہان پر مطرب بہ رستہ زاوازش خیالاتے عجب بہ از نوایش مرغ دل پران شہرے بہ

وز صدائش ہوش جان حیران شدے چون برآمد روزگار و پیر شد باز جانش از عجز پشہ گیر شد باز پر گریہ پیل باشد
 یگانہ پشہ اش سازد ضعیف و ناتوان بہ پشت او گم گشت بہ چون پشت خم بہ ابروان بر چشم بہ چون بار دم گشت
 آواز لطیف و جانفزاش بہ ناخوش و مکر وہ وزشت و دخر اش بہ آن نو کہ حسرت زہرہ بدہ بہ چو آواز خیرے شدہ بہ
 خود کہ امین خوش کہ او ناخوش نشدہ یا کدای سفت کان مغزش نشدہ غیر آواز عزیزان در صد و رہ کہ بود از مکنس دم
 شان نفع صورتہ اندرونے کین در و نہاست از دست نہستی کین ہستمان ہست از دست کہ رہائے فکر و ہر آواز
 مودہ لذت الہام و وحی و سازا و بہ چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف بہ شد زبے کسی رہن یک رغیف بہ گفت عمرو
 مہتمم داد می بسے لطفہا کردی خدا یا باخسے معصیت و زریہ ام ہفتاد سال بہ بازنگر فتی ز من روزے نوال بہ
 نیست کسب ام روز ہمان تو ام بہ چنگ ہر تو زخم کان تو ام بہ المعنی پار دم دہی مغزش بسترو جامہ و رخت خواب اور وہ
 چیز بہین کپڑے خواب کے اور ویسے رکھین رغیف گردہ نان قدرے بہن نوال بفتح عطا بخشش پتے وہ مطرب کہ
 جس سے جہان پر طرب تھا اور جس کی آواز سے خیالات عجیب پیدا ہوتے تھے اُس کی نواسے مرغ دل اُس نے لگتا تھا اور لگی
 صدائے ہوش جان کے حیران ہوتے تھے وہ مطرب موصوف بدین صفات جب تھوڑا زمانہ گزر گیا تو بوڑھا ہو گیا اور
 ایسا عاجز ہوا کہ باز جان کا اُس کے پشہ گیر ہو گیا بڑے بڑے شکار باز نا سب بھول گیا بعد کو مقولہ مولانا روم کا یہ پشہ کیا
 ایسی ویسی چیز جو یہ تو باز کیا ہو پیل کو بھی ضعیف و ناتوان کر دیتا ہو تھرا اُسی مطرب کا بیان ہو کہ پشت اسکی مثل خم کے
 خم ہو گئی اور بھونچو آنکھوں پر تھین مثل دہی کے ہو گئیں جو موقع نجاست پر رہتی ہو کہ مراد نیچے اور بیچ مہر سے ہو
 وہ آواز لطیف و جانفزا اُس کی ناخوش و مکر وہ اور دخر اش ہو گئی اور وہ نو کہ جسپر زہرہ کو حسرت ہوتی تھی ایسی ہو گئی
 بیسی بوڑھے گدے کی آواز چہر مقولات مولانا روم کے ہیں کہ اس عالم میں بتاؤ کس کو تغیر نہیں ہوتا کوئی چیز خوش ہو
 کہ وہ ناخوش نہیں ہوتی کوئی سفت فرین ہو کہ وہ گر کے بستر کی طرح زمین پر نہیں بچھ جاتی اب فرماتے ہیں اگر اُس کی آواز
 آواز پیر خلی سی ہو گئی تو کیا عجیب سب کا یہی حال ہو سوائے آواز اُن کے جو عزیز خد کے ہیں اُن کے سینوں سے وہ آواز
 نکلتی ہو جسکے دم کا عکس نفع صوبہ پڑا ہو جس کی بدولت مرد و ن کو زندہ کرے گا اُن کے وہ باطن ہیں کہ یہ باطن ہمارے
 انہیں سے مست ہیں اور وہ ایسے نیست ہیں کہ ہستیاں ہماری انہیں سے ہست ہیں اور اسی اقدرون کی آواز کہ رہا
 فکر زمانہ کی رہی پنے تمام زمانہ کی فکرین مثل کاہ کے جا چیتی ہیں اور اسی آواز میں لذت الہام و وحی اور اُن کے
 ساز کی جو تھرا بیتانہ ہر طرف ذکر چکی کے جب وہ مطرب بہت ہی بوڑھا ہو گیا اور ضعیف اور بے کسی سے ایک
 جیسے کے حوض رہیں ہوتا تھا اگر وی اسوقت میں اُس مطرب نے کہا کہ اے بار خدا تو نے مجھ کو عمر دی اور بڑی مہلت
 پہنچی ادا نہ کرے بڑے مہلت مجھ سے ناچیز جس پر فرماتے ہیں آدمین ستر برس مصیبت میں رہا اور تو نے اپنی
 بخشش و عطا سے ایک دن مجھ کو مرحوم نہ رکھا اب کج کسب کے واسطے نہیں تیرے واسطے چنگ پہنچا ہوا

اور تیرا مہمان اور تیری کان بننا ہوں جو کچھ تو اس میں ڈال دے الخلافت شرح بحر العلوم میں بجائے ہشت گہر کے
پشتہ ان نوا انخ اس شعر میں پہلے مصرعہ میں رشک زہرہ آمدہ دوسرے میں خرپے سالکھا اور بجائے عمر و مہتم کے
عمر تو مہتم غلط لکھا ہے قولہ جنگ را برداشت شد اند جوہ سوے گورستان یثرب آہ گوہ گفت خواہم از حق ابریشم
بہا کہ کوہ بنیکوئی پذیرد قلبہا جنگ زد بسیار و گریان سر نہادہ جنگ بالین کرد و برگوے فتادہ خواب
بروش مرغ جان از جس رستہ جنگ و جنگی را را کرد و بخت گشت آزاد از تن و رنج جان و در جہان سادہ و
صحرے جان و جان او آنجا سراپاں اجراہ کاندرا بجا گرماند می مراد خوش بدے جانم درین باغ و بہار بہت
این صحرے غیبی لالہ زار ہے پر و بے پاسفر میکردنی ہے لب و دندان شکر یہ خوردنی ہے المعنی یثرب بکسر را نام
مدینہ منورہ فرماتے ہیں کہ اُس جنگی نے ارادہ مرقومہ صدر مہتم کے جنگ اٹھالیا اور طالب اللہ کا ہو کے مدینہ منورہ
کے گورستان کی طرف آہیں مازنا پلیدیا اور کہا کہ اب اپنے ریشم کی قیمت جو مراد جنگ نوازی سے ہے حق تعالیٰ
سے لو لگا کہ وہ خوب دلون کو قبول کرتا ہے یعنی اُن کی سنتا ہے پھر گورستان میں خوب جنگ بچایا اور خوب رویا و جنگ
سر ہانے رکھ کے ایک قبر پر گیا اسی حال میں اُس کو نیندا گئی مرغ جان کا قید تن سے چھوٹ کیا جیسا کہ خواب میں
ہوتا ہے اور جنگ و جنگی دونوں کو چھوڑ کے الگ ہو گیا رنج تن اور رنج جان دونوں سے آزاد ہو کے جہان سلوہ
جس میں کوئی نقش رنج و غم نہیں اور صحرے جان میں پہونچا تب جان اُس کی وہاں یہ ماجرا گانے لگی کیا اچھا ہوتا
کہ جھکو پہین چھوڑ دیتے کہ جان میری اسی باغ و بہار میں خوش رہتی ہے صحرے غیبی تو ایک لالہ زار ہے پر اور
بے پاؤں کے میں اس میں پھرتا اور بے لب و دندان کے شکر کھاتا الخلافت شرح بحر العلوم میں سر نہاد کی جگہ
نہادہ صحرے غیبی کے بجائے غیب غلط لکھا ہے قولہ ذکر و فکری فارغ از رنج دلخ کردی با ساکنان چرخ لاغ
چشم بستہ مالو میدیدی و در دریاں تکنی پیچیدی و مرغ آبی غرق دریاے عسل و عین ایوبی شراب مغسل
کہ بدان ایوب از پاتا بفرق و پاک شد از ہنجا چون نور شرق و گربو داین چرخ وہ چندی کہ بہت نیست
نزد آہنجان جز تنگ و پست و ثنوی در جہم گربو دے جو چرخ و در گنجیدی در وزین نیم ہرخ و کان زمین و آسمان
بس فراخ و کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ و دین جہانے کاندین خواہم نہادہ از کشایش پر و بالم را کشوہا بجان
راہش ار پیدا ہے کہ کم کسے یک لحظہ در ایہ بجا ہے و مولیٰ میزد آنجا جان اوہ در فضلے رحمت و احسان
اوہ المعنی لاغ ہزن و خوش طبعی مغسل بالضم شستہ حجم بالفتح سطری و جسامت برخ بالفتح پارہ و حصہ مولیٰ
بالضم امرست بعضی پاش و توہ و ناز و غمزہ پھر اسی جنگی کا قول ہے ذکر و فکر اور رنج دلخ سے فارغ ساکنان چرخ
کے ساتھ بازی و لاغ کرتا آگے ہیں پہونچے ہوتا اور جان کو دیکھتا ہے کف و دست کے گلاب و بیکان بینا مرغ آبی مراد
روح سے جو نطفہ سے بظاہر پیدا ہے اور اُس کو مار و افق فرمایا ہے وہ دریاے عسل میں ڈوبی ہوئی

دوسرے مصرعہ میں اقتباس سے آیت کریمہ سے ارض بر ملک ہذا مقفل بار و شراب یعنی پانون اپنا زمین مار بس ایک چشمہ پیدا ہوا حکم دیا کہ اس چشمہ میں غسل کرو اور اس کا پانی پیو یہی مین الوبی ہو نقل ہو کہ حضرت ایوب کے بدن میں پھوٹا پان ہو کے کیڑے پڑ گئے تھے اور ایک مدت اس مرض میں رہا پھر اسی چشمہ کے پانی سے صحت پائی جیسا آیت صدر میں ہے اور ایسی صحت پائی کہ اُس مرض سے سر سے پانون تک ایسے صاف و روشن ہو گئے جیسے نور شرق کا اے آفتاب ایسے ہی اُس کی روح بھی روشن اور صاف ہو گئی تو وہ جہان یعنی عالم ارواح ایسا وسیع وسیع فرج ہو کہ یہ آسمان جسکے برابر ہم کسی کی وسعت نہایت نہیں جانتے ایسے ایسے وہ چند ہوں تب بھی تو مقابل اُس جہان کے پست و تنگ ہیں اب منقولہ مولانا مرحوم کا یہ اور آئندہ بھی چنانچہ فرمایا کہ اگر مثنوی میری جہم میں مثل چرخ کے ہوتی تب بھی اُس کا ادھا حصہ نہیں سماتا پھر قول چنگی کا اُس زمین و آسمان نے جو نہایت فراخ بین تنگی سے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ یہی اُس میں سائی نہیں اور اس جہان نے کہ جس میں خواب دیکھنا ہوں کشائش سے میرے پروبال کھول دیے ایسی کشائش بخشی بس وہ جہان ایسا ہے کہ اگر راہ اُس کی ظاہر ہوتی تو بہت کم آدمی ایسے ہوتے جو ایک لحظہ بھی بیان نہ کرتے سب وہیں کو چلے جاتے پھر استیثات ہے کہ اُس چنگی کی جان مول مول یعنی باش باش پکارتی تھی کہ یہیں فضا سے رحمت و احسان آئی میں رہا کرتا تو یہ کہنی تھی کہ اس فضا محمودہ کو چھوڑ کے اُس تنگناے مذمومہ میں ہرگز مت جاے

الخلاص شرح بحر العلوم میں چرخ وہ چندے کو وہ خری سالکما ہے

خواب میں کناہاتف کا عرض ہے کہ اتنے درم بیت مال سے لے اور اُس چنگی کو جو کہ گورستان میں سوتا ہے دے

قولہ امرے آمد کہ ہاں طامع مشوہ چون نہایت غار بیرون شد بروہ آن زمان حق بر عمر خوابے گماشت ہ تاکہ خویش از خواب نتوانست داشت ہ در عجب افتاد کین معبود نیست ہ این ز غیب افتاد بے مقصود نیست ہ سر نہاد خواب بدوش خواب دید ہ کا مدش از حق ندا جانفش شنید ہ آن ندا کہ اصل ہر بانگ و نواست ہ خود ندا آنست و بس باقی صداست ہ ترک و کرد و زنگ و تا جیک و عرب ہ فہم کردہ آن ندا ہے گوش و لب ہ خود چہ جاے ترک تا جیکے ت و زنگ ہ فہم کردہ این ندا را چوب و سنگ ہ ہر دے از دے ہی آید است ہ جو ہر و اعراض میگردد دست ہ گیسے آید بے زیشان دے ہ آذن شان از عدم باشد بے ہ انچہ من گفتم ز فہم سنگ و چوب ہ در بیانش قصہ ہندار خوب ہ المعنی چون یا لضم ایک قوم ہر فرزند ان نوح علیہ السلام سے گرد با لضم مردم صحرائین تا جیک عرب زادہ کہ محمد ہیں بڑا بڑا ہو آ رہے بھی قاعدہ ہے کہ جب یا ایسی لفظوں میں لگتے ہیں تو فردا صبح سے مراد ہوتی ہے جیسے ترکی عربی ہا وہ جہان کے کل مقصود و مقایع یعنی اُس چنگی کو یہ حکم آتا تھا کہ خیر دار لاجی مت بن تیرے پانون کا کاشا ہا کھلیا اور پیچہ چھانٹنے خواب کو غریب تعین کیا اور ایسا کہ یہ اُس سے آپ کو روک دیا نہایت سکتے تھے حیران سننے کہ یہ خلاف

معمول کیون ہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیب سے جو بچھر ٹوٹ پڑی ہو کوئی مقصود ہمیں ہر جس سر رکھنا نیندا گئی اور نیند میں دیکھا کہ اُن کو حق تعالیٰ کی جانب سے ندا آئی جو اُن کی جان نے سنی اور وہ ندا کہ اصل ہر بانگ و ندا کی ہر بیشک ندا ہی ہر جس اور باقی سب صدا ہیں اہر صرف آواز یہ مقولہ مولانا مرح کا ہے اور اشعار آئندہ بھی اُس ندا کو ترک کر دو تاہیک و رنگ و عرب نے کہ باہم متغائر اللسان ہیں ایک دوسرے کی نہیں سمجھتے بے گوش و لب کے سمجھا ہے اور یہ ترک و رنگ غیر کیا ہیں خود اس کو تو چوب و سنگ جو ظاہر لیاقت سمجھنے کی نہیں سمجھتے تھے ہیں ہر وقت اُسکی طرف سے ان کو آواز است کی آتی ہے کہ جس سے سارے جو ہر و عرض مست و خوش ہیں جو ہر مراد جو اہر مجر دہ سے کہ وہ دس فرشتے ہیں کہ حکم کے نزدیک کا ہر درواز اس عالم ظاہر کے ہیں اور باقی مخلوق اعراض کہ ان سے قائم ہوئی اور جو آواز است کی انکو ہر دم پہونچتی ہے اور ان سے ہر کسی وقت ظاہر نہیں ہوتا کچھ حاجت نہیں انکا عدم سے یہاں آنا ہی ہر کہ اپنے پروردگار کے مطیع فرمان ہیں جہاں پہا ہاں ہر سجدا اور وہ جو ہر نے کہا ہے کہ چوب و سنگ سمجھتے ہیں اس کے بیان میں ایک قصہ تھیں کہوں خوب ہوش سے سن لے

نالہ کرنا ستون حنائہ کا آپ کے فراق میں اور سننا رسول مقبول کا وہ نالہ صریحا اور کالم کرنا اُس کے ساتھ

قولہ اُستن حنائہ از ہجر رسول و نالہ میزدہ چو ارباب عقول و در میان مجلس و وعظ آہنخان و کز وہ آگہ گشت ہم ہر دو جان و در تخرماند اصحاب رسول و کز ہر مینالہ ستون با عرض و طول و گفت پیغمبر ہر خواہی اے ستون و گفت ہانم از فراق گشتہ خون و از فراق تو مرا چون سوخت جان و چون نہ تالم بے تو اہر جان ہماں و مسندت من بودم از من تانختی و بر سر منبر تو مسند ساختی و پس رسولش گفت کا ی نیکو درخت و اے شدہ با سر تو ہر از درخت و گر تو خواہی تر لختے کنند و شرقی و غربی ز تو میوہ چنند و یاداران عالم حقت سروی کنند و تار و تارہ بانی تا ابد و گفت آہنخان کہ دائم شد نقاش و بشنوائے غافل کم از چوبے مباحث و اُن ستون را دفن کرد اندر زمین و ہر ہر مردم جگر گرد دیوم دین و تا بدانی ہر کرایہ دان بخواند و از ہر کار جہاں بیگار مانہ ہر کر با شد زیزدان کار و بار و یافت بار آسجا و بیرون شد ز کار و وانکہ اورانیو داز اسرار داد و کے کند تصدیق او نالہ مجاہد گوید کہ آہ سے نے زول ہر وفات تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق و گر نیندی و اوقات انرکن و در جہاں دو گشتہ بودے این سخن و المعنی چستون باہم و ہنم تا ستون حنائہ بالفتح و تشدید فون نوہ کنندہ و نام ستون مستند بالفتح نکبہ کا و اور بڑا نکبہ اور جہاں پر نکبہ لکائین حشر بالفتح بر انگشتن مجازا قیامت فرماتے ہیں کہ ستون حنائہ ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی ہے کہ ستون تھا جیسے ذوالعقول کسی کے فراق میں کرتے ہیں اور اسی نوہ اور نالہ کہنے سے اُس کا نام نکبہ ہوا اور ہر حال کی یہ کہ مسجد شریف میں ایک ستون چوٹی تھا اُس سے نکبہ کہنے کے آپ و خط کیا کرتے تھے بعض صحابہ نے کہا انبوہ ہوا تا ہر ہر کز وہ مبارک نظر نہیں آتا اس واسطے منبر بنایا گیا جب آپ منبر پر تشریف لے گئے تو یہ حنائہ آپ کی مفارقت

سے نوحہ کر ہوا ایسا کہ جو مجلس وعظ میں پیر و جوان تھے سب خبردار ہوئے آکھاب حیران ہوئے کہ یہ ستون عرض
 طول والا یعنی ہما د کس سبب سے روتا ہو آنحضرتؐ نے اُس سے پوچھا کہ اے ستون کیوں روتا ہو اور کیا چاہتا ہو
 کہا میری جان آپ کے فراق سے خون ہو گئی جب آپ کے فراق سے میری جان سوختہ ہو گئی تو بے تحاشے اے
 جان جہان کیسے نہ روؤں میں تمہارا کیسہ گاہ تھا تم مجھ سے الگ ہو گئے اور میری نگاہ بنایا بس آپ نے اُس سے کہا کہ اے
 درخت نیک تیرے بچید سے تیرا بخت ہمارا ہوا یعنی میسا کہ اب تو ہونے والا ہو ایسا ہی تیرا نصیب ہوگا ہونا چاہتا تھا
 اگر تو پہلے تو قضا و قدر ابھی تجکو نخل بار و برشا دین کہ مشرق و غرب کے لوگ تجھے مینوہ چنیں یا اُس عالم میں حقتالی
 تجکو سرو کر دے تو تروتازہ ابد تک رہے جیسے سرو دنیا خزان سے آزاد ہو کیا میں وہ چاہتا ہوں جسکو ہریشہ بھاری دوسرا
 مصرعہ مقولہ مولانا کا ہے کہ اے غافل ہوش میں ہو اور اس لکڑی کی خواہش کو سن اس سے تو کم مت ہو اس عالم فنا سے
 گذرا اور عالم بقا کی جستجو کر چھرا اُس ستون کو دفن کر دیا زمین میں تا قیامت کے دن مثل مردم کے براگیتہ ہوا بس اس سے
 تو یہ بات جان لے کہ جس کو خدا تعالیٰ اپنی طرف بلاتا ہو وہ سب کام سے جہان کے بیکار ہو جاتا ہو بقول سعدی
 شہر از آنکہ کہ یارم کس خویش خواندہ دیگر با کسم آشنائی نماندہ اور جس کا خدا سے کاروبار ہوتا ہو وہ اُس کی بارگاہ میں تو
 باریاب ہو جاتا ہو مگر جملہ کاموں سے نکال دیا جاتا ہو اور جس کو کہ دین خدا کے راز و اسرار کی دولت نہیں دیتے وہ نالہ
 ہما د کی تصدیق کب کرتا ہو جو اُس کے دیگر مداح پر توجہ کرے البتہ جب سنتے ہیں تو اوروں کی موافقت سے یہ بھی زبانی
 آ رہے کہنے لگتے ہیں نہ دل سے تا لوگ یہ نہ کہیں کہ اہل نفاق سے ہر نہ ارباب وفاق سے ہر قویہ کہ اگر واقف اسرار
 کن کے جہان میں نہوتے تو جہان میں یہ بات الٹی اور روگردان ہو جاتی اُن واقفوں کے سبب سے جو جانتے ہیں کہ
 ایک کن سے اُسے کیسی مخلوق رنگارنگ پیدا کر دی حنا نہ کا نالہ کیا عجب ہو راست درست ہو کہ ان کی موافقت سے
 منافقوں کو بھی راہ گزیر و گریز نہیں ملی قولہ صد ہزاران زابل تقلید و نشانہ افگند شان نیم وہی در گمان کہ کہ نظن
 تقلید و استدلال شانہ قاسمت و جملہ پر وبال شانہ شبہ سے انگیزہ آکن شیطان و دنہ در فتنہ اینجملہ کوران
 سرنگون ہاے استدلالیان چو میں بود ہاے ہومین سخت بے تکلیف بودہ غیر آن قطب زمانہ دیدہ و رہہ کز ثباتش
 کو ہر د و خیرہ سر ہاے نابینا عصا باشد عصا تا نیتہ سرنگون او بر عصا آسوار می کو سپہ راشد ظفر اہل دین را
 گشت سلطان بصرہ با عصا کوران اگر دیدہ اندہ در پناہ خلق روشن دیدہ اندہ گرنہ بینا یا ان شد ندی و شانہ
 جملہ کوران مردماندی در جہان ہنہ ز کوران کشت آیدنے درودہ نے عمارت نے تجارت ہا و سودہ گرنہ دی رحمت
 و احتفال شانہ در شکستی چوب استدلال شانہ این عصا ہر د قیاسات دلیل ہا کن عصا کہ دا دیناے جلیل ہ
 چو این عصا شد آلت جنگ و بغیرہ آن عصا را خور و بشکن اے صہرہ اے عصا تان دا و تا پیش آیدیدہ کن عصا از شہر
 ہم ہر سے نہ وہ ہا ملکہ کوران ہما کار اندر دیدہ دیدہ بان را در میانہ آوریدہ دامن او گیر کو دادت عصا

درنگر کا دم چھا دید از عصا چون عصا شد مار و استین با خنجر و مجرہ موسیٰ و احمد را نگر بہ از عصا مارے و از استین چنین بہ
 پنج نوبت میزند از بہر دین بہ المعنی تقلید پیروی کسی کی بے دریافت حقیقت استدلال دلیل لایہ تصابغ سنگریزہ پنج نوبت
 وہ نوبت پنجگانہ جو بادشاہوں کے دروازہ پہنچتی ہو تھیں یہ جو پہننے کہا کہ یہ سخن روگردان ہو جائے اس سبب سے کہا کہ
 لاکھون اہل تقلید غیر تحقیق اور اہل نشان بید یافت کسی کے قدم پر قدم رکھنے والے ایسے ہیں کہ ذرا سا وہم اُن کو گمان میں
 ڈال دیتا ہے کہ اُن کے گمان میں تقلید اور استدلال قائم ہو رہا ہے اور ہوا ہوا ہو رہی ہے انکے پر وبال میں جس سے
 البنی البنی اُڑتے ہیں بس شیطان دون خواہ یہی شیطان دون خواہ ان مقلدوں کا پیشوا ایک شہر
 اُٹھا دیتا ہے اور یہ اندھے سرنگون اُسمین گر پڑتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ استدلالیوں کے پاؤں جو زمین ہوتے ہیں اور
 پلے چھین نہایت بے تکلیف ہوتا ہے جتنا نہیں ذرا میں ڈنگا جائے سو اسے اس قطب زمانہ کے بیسا کہ مشورہ قطب
 از جہانہ بنید اور دیدہ و رہے تخیل ان کی بے دیدہ اُس کا ثبات ایسا ہے جسکے ثبات کو ہ بھی حیران ہو گا کہ بے حرکتی
 کوہ کی صورت حیرانی کی ہر سب دیکھتے ہیں کہ اندھوں کا پاؤں عصا ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک چوب ہوتا کہ میں اندھے منہ
 لنگر چھروں میں نہ گر پڑیں اور وہ سوار جو سپاہ دین کے واسطے ظفر پہنے ہر اول جس پر فتح شکست منحصر ہوتی ہے
 وہ سلطان بصرہ جو بادشاہ بصارت جس سے سب نے بصارت پائی بس نتیجہ دونوں شعروں کا یہ ہے کہ اندھوں
 نے تو عصا کی مدد سے راہ پائی ہے ٹٹول ٹٹول کے کہ ٹیک پھر بھی نہیں یہاں مخلوق کی پناہ میں وہ لوگ ہیں جو دنیا
 اور روشن دیدہ ہیں اگر مینا لوگ اور شاہ جو سلطان بصرہ میں نہوتے تو تمام اندھے جہان میں مردہ ہوتے کس لیے کہ اندھے
 کشت و درود سے عاجز ہیں اور عمارت و تجارت اور سود سے بھی مجبور اگر وہ رحمت و افضال جو خدا تعالیٰ کو ان مینا
 لوگوں پر ہے نہ ہوتی جس کے طفیل یہ بچے ہوئے ہیں تو چوب ان کے استدلال کی ٹوٹ جاتی ہے عصا کیا ہے قیاسات و دلائل
 ہیں اور وہ عصا کیا ہے داو جس کی ہندسی دین ہے مینا بلیل سے کہ خدا تعالیٰ ہے کہ دوسرے مصرعہ میں معنی ہے کہ
 ہے جب عصا آگہ جنگ و فریاد کا ہوا کہ اکثر دلیل و بحث میں نوبت شور و فریاد و جنگ و جدل کی پہونچتی ہے ایسے عصا کو
 توڑ کے چور چور کر دے اور اندھے یہ عصا کس کام کا ہے اُس نے عصا ٹکڑا دیا سو اسطے کہ تم پیش آؤ یعنی جماعت اہل اسلام
 میں داخل ہوا ایسے کہ عصا کے معنی جماعت اہل اسلام کے بھی ہیں تنے و دھنسا ایک دوسرے کے غصہ سے اسی
 کے مار دیا اندھوں کے حلقہ میں کیوں گھسے ہو یہ کس کام کا ہے کسی دیدہ بان کو بھی ایچ نین لوٹب تم ٹٹو کروں اور
 ڈگنے سے بچو جس نے ٹکڑا دیا ہے یعنی قیاس و دلیل اُس کا دامن پکڑ اور یہ عصا تو ایسا ہے بیسا آدم کا عصا
 جس کے معنی گناہ و نافرمانی کے ہیں اقتباس ہے آیہ کہ یہ عَصَیْ اَدَمَ رَبِّہُ فَنُفِیْہُ سَہَہُ کہ اس عَصَیْ نے اُن کو بہشت سے نکلوا یا
 اور کس کس آفت میں ڈالا آخر شرکت اسی تو دونوں میں ہے جو عصا مارا ہوا اور استین با خنجر یعنی مشرق ہو گئی
 تشریح اسکی یہ کہ حضرت موسیٰ کا عصا ہنگام مقابلہ دو گھوڑوں کے ہر عین کے ایسا اُڑا دیا ہو گیا کہ ہمارے

اثر دہون کو نگلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین مشرق بنگی کہ ہنگام معجزہ شوق القمر کے دونوں ٹکڑے چاند کے آپ کے آستینوں سے ٹکلتے تھے بس تو ان معجزوں کو موسیٰ اور احمد کے دیکھ تو کسی دلائل کو مست دیکھ لے زیادہ دلائل نبوت کے اور کیا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کے ہاتھ پر ہنگام دعویٰ نبوت اظہار معجزہ کا نہیں کرتا لاجرم ایسے عصا اور ایسی آستین سے انھوں نے دین کے واسطے بیخ نوبت بجائی ہو اور دین کی پادشاہی دنیا میں جاری کی ہو آستین مخف آستین جیسے استرخف آستر الخلاف شرح بحر العلوم میں بکے کہ بطن کر بطن اور کشت سلطان کی جگہ کیست اور آید کی جگہ جو صیغہ جمع امر حاضر کا ہو آمدید اور کوادوت کو وار و باختر کو باختر ٹیک نہیں لکھا ہو قولہ گر نہ نامعقول بودے این مزہ کے بدے حاجت بچندین معجزہ ہر چہ معقول ست عقلت میخرد بے بیان معجزہ معجز و مدہ این طریق مکرنا معقول میں ہر مقلد مقبول میں ہر آچنان کریم آدم دیو و دودہ در جزائر در میدان حسد ہم زہیم معجزات انبیاء سر کشیدہ منکران زیر گیا تا بناموس مسلمانی زیندہ و تسلس تانمانی کہ کیندہ بیجو قلابن بران نقد تباہ میکنند از کید نام بادشاہ ظاہر الفاظ شان توحید و شرع باطن آن بچون دونان تخم صرع فلسفی راز ہر نے تادم زندہ دم زند دین حش برہم زندہ دست و پاے او جادو جان او ہر چہ گوید اندو در فرمان او با زبان گرہ کہ تہمت مے ننندہ دست و پا ہاشان گواہی میدہند المعنی جزر گشتا پانی کا مدبڑ صنا کر بالفتح جیلہ تسلس سالوسی و مکاری قلاب و غابا زنا سرہ کار صرع بالفتح مرگی لینے اگر یہ مزہ جو استدلالیوں کو پڑا ہو نا معقول نہوتا تو حاجت اتنے معجزوں کی کیوں پڑتی اور اتنے انبیاء و رسل کیوں آتے اس واسطے کہ جو چیز معقول ہو اس کی قوت عقل خریدار ہو جاتی ہو بے بیان معجزہ اور بے جزو مدینے انا چڑھاؤ کے بس یہ طریق مکر و حیلہ کا ہو اس کو نا معقول سمجھا اور ہر مقلد مقبول کے دل کو دیکھ آئین کیا ہو آن منکر و ن کا ایسا حال ہو جیسے آدم کے خوف سے دیو و دودہ حسد سے جزائر میں بھاگ گئے ایسے ہی یہ بھی خوف معجزات انبیاء سے بھاگتے ہیں اور گھاس کھینچے دے سر ٹکلتے پڑے ہیں اور وہ گھاس کے نیچے دبنا انگار دلی ہو اور سر نکالنا بظاہر اقرار اسلام تا بطفیل ہا بر و سلطانی کے زندگان کرین اور بسبب سالوس و مکاری کے کوئی نہانے کہ کون ہیں آیا مسلمان حقیقی یا منکر گویا و غابا زون کہ کھوٹے کام والوں کی طرح نقد تباہ و جزا پر سکتہ بادشاہ کا لگاتے ہیں کہ بظاہر حکمہ دین کا بھرتے ہیں باطن میں انکار کا نقد تباہ بھرا ہو چنانچہ خود فرمایا کہ ظاہر تو نسخہ سے الفاظ توحید و شرع کے نکلتے ہیں اور باطن میں پیر و پوتن کے بیج مرگی کا ہو کہ جہان ڈال دین اس کو زمین ہی پر گرائے اور بد حال کر دے فلسفی گاہے دل و ہر کمان کہ مقابل دین حق کے اپنے باطل سے دم مارے اگر دم مارے تو دین حق بھی اس کو لوٹ پوٹ کر دے جیسا کہ فرمایا افواج با حق نہ بق الباطل جب حق آتا ہو باطل بھاگ جاتا ہو ہاتھ پاؤں اس کے جادو اور جان اس کی

جو کچھ کہے وہ دونوں اس کے حکم میں ہیں رہی زبان اسکی وہ ہر کھان زبان کی تہمت اُسپر ہو اور ہاتھ بانوں سپر
گواہی دیتے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں تسلسل کو تسلسل اور دونان کو دونان غلط لکھا ہے

بائیں کرنا سنگریزوں کا ابوہل کے ہاتھ میں اور گواہی دینا رسالت حضرت پیرلی اہل علیہ سلم

قولہ سنگما اندر کف بوہل بود کہ گفت ای احمد بگو این چیست زودہ گر سولے پیست در شتم نماند چون خبر داری
زار از آسمان کہ گفت چون خواہی بگویم کان چہاست نہ یا بگویند آنکہ ما حقیقہ و راست کہ گفت بوہل این دوم نادرست ہے
گفت حق آری ازان قادر ترست کہ گفت شش بارہ حجر در دست تست نہ بشنوا زہر یک تو سچے درست ہے از بیان
سنت او ہر بارہ سنگ و در شہادت گفتن آمد بید رنگ نہ لا الہ گفت والا اللہ گفت نہ گوہر احمد رسول اللہ سفت ہے
چون شنید از سنگما بوہل این و روز خشم آن سنگما را بر زمین نہ گفت نبود مثل تو ساحر و گرہ ساحران را سر توئی و تاج و سر
چون بید آن معجزہ بوہل گفت کہ گفت در خشم و بسوس خانہ رفت نہ رہ گرفت و رفت از پیش رسول نہ او فتادند زہر
آن زشت و سفول و معجزہ او دید و شد بہخت و رفت نہ سوسے کفر و زندہ سرتیر و رفت نہ خاک بر فرش کہ بد کرد و لعین نہ
چشم او ابلیس آمد خاک میں نہ باز گرد مال مطرب گوش دار نہ زانکہ عاجز گشت مطرب از نظار نہ المعنی گفت بالفتح
سوختہ و خشتناک سفول بشتین پستی و بفتح پست و فرور و نہ زفت بالفتح سخت و درشت فراتے ہیں چند پھر بیان ابوہل
منشی میں لیے کیا اور کہا ای احمد جلدی بنا و میری منشی میں کیا ہے اگر تم پیغمبر ہو اور بھید آسمان کے جانتے ہو تو
بنا و میری منشی میں کیا چھپا ہے آپ نے فرمایا آیا اتنا ہی چاہتا ہے کہ میں اُس کو بتا دوں کہ کیا ہے یا یہ بھی کہ وہ مجھ کو بتائے
کہ میں پیغمبر حق ہوں اور سچا ابوہل نے کہا کہ یہ اُس سے اور بڑے کے اور نادر ہے آپ نے کہا بیشک اور خدا تعالیٰ اس سے
بھی زیادہ قدرت رکھتا ہے پھر حضرت نے فرمایا چھ ٹکڑے پتھر کے تیرے ہاتھ میں ہیں اور اے اب کان لگاکے ہر ایک
کی تسبیح سن جس اُس کی منشی سے ہر پتھر یا تسبیح کرنے اور گواہی دینے لگی لا الہ الا اللہ کہتی تھی اور گوہر احمد رسول اللہ کے
پر وہی تھی جب ابوہل نے تسبیح و شہادت پتھروں سے سنی غصہ ہو کے زمین پر پٹنگ دیا اور کہا تجھسا ہا دو گرد و سرا
منوگا تو سب جا دو گردون کا سر و سر دار ہے بلکہ سرتاج آور اس معجزہ کو دیکھ کے گرم و خشتناک ہو کر اپنے گھر کی راہ لی اور رسول
مقبول کے سامنے سے چلا گیا اور چاہہ ضلالت میں وہ تاجیز و پست فطرت گرا معجزہ اُس نے دیکھا اور بہخت ہو کے گیا
کفار و زندیقوں میں ملا اس واسطے کہ طالب معجزہ کا ہوا اور معجزہ دیکھے اور ایمان نہ لائے اُس جیسا کہ فرشتہ کون پر خاک
اُس کے سر پر کہ اندھا اور لعین تھا اسکی آنکھ ابلیس خاک میں تھا ابلیس خاک میں جو آسمان سے کھلا گیا اور خاک میں
بنا اسکی بھی وہی کیفیت تھی آگے پھر گریز ہے کہ اس بیان سے لوٹ اور مطرب جنگی کا حال کہہ کہ وہ عاجز گشتہ انتقام میں ہے
انتقام قصہ مطرب کا اور پیغام پہونچانا امیر المومنین عمر کا جو کچھ ہاتھ نے اُٹھوا و از دی تھی
قولہ بانگ آمد عمر کا کی عمر بندہ مارا زماجت باز خرد بندہ داریم خاص و محترم نہ سوسے گورستان تو رہ کن قدم

ای عمر میری ز بیت المال عام و مقصد دینار در کف نہ تمام پیش اور بر کامی تو مار اختیار بہ اینقدر بوستان کنون محذور دار
 اینقدر از ہر ابریشم ہما و خرج کن چون خرج شد اینجا بیا بہ بس عمر زان ہیبت آواز جست بہ تائمان را بہر آن خدمت بہت
 سوے گورستان عمر بناد روہ در بغل ہیمن ووان و جتوہ گرد گورستان دوان شد او پسہ و غیر آن پیراوندید آنجا کہ
 گفت این نبود گرد بارہ دیدہ ماندہ گشت و غیر آن پیراوندیدہ گفت حق فرمود مار بندہ ایست و صافی و شائستہ و فرزندہ
 ایست و پیرنگی کے بود خاص خدا بہر بنیان جہادہ بار دیگر گورستان بگشت بہ ہچو آن شیر شکاری گرد دشت بہ چون
 یقین گشتش کہ غیر از پیر نیست بہ گفت در ظلمت دل روشن بسیت بہ آمد و با صدا داب آنجا نشست بہ بر عمر عطسہ قناد پیر
 جست بہ عمر را دید و ماند اندر شگفت بہ عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت بہ گفت در باطن خدا یا از تو داد و محاسب بہر پرک
 چنگی قتادہ چون نظر اندر رخ آن پیر کرد بہ دید اورا شرمسار و روے زرد بہ پس عمر گفتش مترس از من مردم بہ کت بشارتہا
 ز حق آوردہ ام بہ چند یزدان در حق خدے تو کردہ تا عمر را عاشق روے تو کردہ پیش من بہ نشین و مجوری مساز بہ
 تا بگوشت گویم از اقبال رازہ حق سلامت میدہد بہر سرت بہ چونے از رنج و غمان بہت بہ نک قراضہ چند ابریشم
 بہا و خرج کن این را و باز اینجا بیا بہ المعنی بیت المال حبیب مال غنیمت و متوفی کار ہتای اوروہ مان حبیب سب مسلمانوں
 کا حق ہو بہر پرک مین کاٹ تصغیر تھیہ کاہی قرآنہ بنعم رزہ زر و سیم عطسہ ہندی چھینک یعنی جب ہی عمر کو غفلت خواب
 کی ہوئی فوراً غیب سے آواز آئی کہ ای عمر ہا اور ایک بندہ کو ہماری حاجت سے چھوڑا ہمارا ایک بندہ خاص و محترم ہو
 تو گورستان مین اُس کے پاس با آو عمر آئے اور بیت المال عام سے سات سو دینار لیکے لے کے پاس با آو اُس سے کہ کہ
 بہنے چھو مقبول کیا اتنا تولے اور اب ہکو معاف رکھ یہ پیرے ابریشم کی قیمت ہو آئین خرج کر جب خرج ہو جائے پھر آ
 بس عمر اس آواز کی ہیبت سے اچھل پڑے اور اس خدمت کی بجائوری پرستند ہوے ہیمن بغل مین داب کے
 گورستان کی طرف متوجہ ہوے اور اُسکی جستجو مین دوان اور روان ہوے پس گرد گورستان کے بہت دوڑے سوا
 اُس بوڑھے چنگی کے کسی کو نہ دیکھا دل مین کما یہ وہ نہیں ہوگا پھر دوڑے ایسے کہ شک گئے مگر وہی بوڑھا نظر پڑا سوے
 اُسکے کسی کو نہ دیکھا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے تو فرمایا ہر ہمارا خاص ایک بندہ ہو صافی و شائستہ و فرزندہ یہ پیر چنگی کیسے
 خدا کا خاص ہو سکتا ہو تو کیا ہی خوب ہو ای راز پنہان کیا ہی خوب چھو دوسری بار گرد گورستان کے ایسے پھرے جیسے شیر
 شکار کی تلاش مین گرد جنگل کے پھرتا ہو جب یقین ہو گیا کہ سواے بوڑھے کے کوئی نہیں ہو تو خیال کیا کہ بس یہی ہو کہ سوا
 کہ اکثر اندھیرے مین بھی دل روشن ہوتے ہیں لہذا با صدا داب گردوان بیٹھے بیٹھے ہی چھینکوں کا ہجوم اُپر ہوا بوڑھا فوراً
 اُٹھ کھڑا ہوا اور عمر کو دیکھ کے حیران رہ گیا ارادہ چلنے کا کیا اور کانپنے لگا دلین کما ای بار خدا یا میری فریاد کہ مجھ پیر حقیر
 چنگی پر یہ محتسب کہاں سے آ پڑا عمر نے جو اُس کا منہ دیکھا تو اسکو شرمندہ اور روزر دیا کہ مجھے مت ڈرنہ مجھے بھاگ
 مین تیرے واسطے خدا تعالیٰ سے بشارتین لایا ہوں تیری خوشی ایسی درخت خوشی یزدان نے کی کہ عمر تیری صورت کا عاشق ہو گیا

میرے سانسے بیٹھ اور مجھے ہدایت ہو تو تیرے کان میں تیرے اقبال کا بھید کون کہ کیسا اقبال تو نے پایا اور اللہ تعالیٰ
 مجھ کو سلام کتنا اور تیرا حال پوچھتا ہو کہ رنج و غم میں جو یہ تجھ پر تیرا کیا حال ہو یہ ہے یہ چند قرآن سے ابرہیم ہامین
 ان کو بیچ کر اور پھر یہاں آ چند قرآن سے اُن اشرفیوں کو کتنا ایسا ہو جیسے کسی سے کہتے ہیں نان خشک میں کھا لو الخلاف
 شرح بحر العلوم میں گفت این بنود بنود کو بصورت ہوو کے لکھا ہو اور پیراوی کی جگہ پیرہ اور باصد کو باصد اور پیرست کے
 بجائے پیشے کے لکھا ہو قولہ پیر لزان گشت چون این را شنید دست میخائید و بر خودے پیدہ بانگ میزد کاسے
 خدا بے نظیر ہ بسکہ از شرم آب شد پچا رہ پیرہ چون بسے بگریست و ز حد رفت در دہ چنگ را زد بر زمین و خود کردہ
 گفت ای بودہ حجام ازاکہ ای مرا تو را ہزن از شاہراہ ای بخورہ خون من ہفتاد سال ہ ای ز تو رویم سیریش از کمال ہ
 ای خدا بے با عطا و با وقار ہ رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا ہ داد حق عمرے کہ ہر روز از ان ہ کس نہ اند قیمت آن در جہان ہ
 خرج کردم عمر خود را دہدم ہ در میدم جلد را در زیر و بوم ہ آہ کنیادہ و پردہ عراق ہ رفت از یاد دم و تلخ فراق ہ
 ولے گرتیرے زیرا گلند خور دہ خشک شد گشت دل من دل ببردہ ولے کرا و از این ہشت و چہار ہ کاروان بگذشت
 و بیگہ شد نہارہ ای خدا فریاد زین فریاد خواہ ہ داد خواہم نے ز کس زین داد خواہ ہ داد خود را چون نہاد دم در جہان ہ عمر شد
 ہفتاد سال از من جہان ہ داد خود از کس نیام چہ نگریہ زاکہ ہست از من ہن نزدیکترہ کین منے از وی رسد دم مرا ہ
 پس و را بنیم چو این شد گم مرا ہ ہجو آن کو با تو باشد ز شرم ہ سوے او داری نسوے خود نظر ہ بچنین در گریہ و در نالہ او ہ
 پیشردی جرم چندین سالہ او ہ المعنی رہ کرت وقاعدہ و غنمہ و آہنگ عراق نام پردہ موسیقی ہشت و چہار دواز دہ مقام
 موسیقی زیرا گلند خور دہ نام شعبہ موسیقی اسکے مقابل میں زیرا گلن بزرگ بھی ہو فرماتے ہیں کہ بوتر سے نے جو یہ بات حضرت عمر
 سے سنی کانپنے لگا ہاتھ کاٹتا تھا اور رٹپٹا تھا اور چلا چلا کے کٹتا تھا کہ ای خدا بے نظیر میں بوڑھا پچارہ تجھ سے شرم کے
 پانی پانی ہوا جاتا ہوں اور جب بہت ہی گریہ اور درد اس کا حد سے گذرا چنگ کو زمین پر مار کے چور چور کر دیا کہ تو ہی
 میرے اور میرے محبوب کے بیچ میں حجاب و پردہ تھا اور تو ہی نے شاہراہ سے میری راہ ماری تو نے ستر برس خون
 میرا بہا تیرے ہی سبب سے رو سیاہی میری کمال سے گزر گئی آ خدا با عطا و با وفا میری عمر جو چہا پر گزری ہو کہ آپ اپنے
 اوپر جفا کرتا رہا ہوں رحم کر تو نے مجھ کو وہ عمر دی تھی کہ جسکے ہر ایک دن کی قیمت جہان بھر میں کوئی نہیں جانتا ایسی
 بے بہا تھی میں نے ایسی عمر بے ہما کو دہدم یعنی ایک ایک دم زیر و بوم میں خرچ کیا اور سب اسی میں پھونک دی آہ
 کیا دراہ جو بمعنی فسخ کے ہو اور پردہ عاشق سے کہ یہ بھی ایک مقام موسیقی ہ اپنی تلخ وقت فراق کو جو ہنگام مفارقت دنیا
 کے ہوگا بھول گیا اور اسے تری زیرا گلن خور دے کہ یہ بھی ایک شعبہ موسیقی کا ہو میرے دل کا کھیت سوکھ گیا اور
 دل بھی مر گیا پھر اسے آواز اس ہشت و چہار سے کہ بارہ ہوے اور بارہ سے مراد بارہ مقام موسیقی کہ قافلہ گزر گیا
 یعنی عمر اسی میں تمام ہوئی اور دن شام ہوا یعنی قیوب بشام مرگ جو ظلمت عدم کی ہے آ خدا میری فریاد ہو اس فریاد خواہ سے

ہوا سوقت تجھ سے فریاد کر رہا ہر مین کسی سے فریاد نہیں چاہتا اسی فریاد دی کا فریاد دی ہوں اسی نے مجھ پر غم کیا ہے جو عبارت اپنے ہی نفس سے ہو مین نے جو اپنی داد آپ جہاں مین نہ دی اور اپنی کیفیت نہ سمجھی ہمیشہ اپنے اوپر بیدار دی کرتا رہا اس سبب سے عمر میری مجھے ستر برس بھاگتی رہی داد اپنی کسی سے نہیں پاؤں گا مگر اسی سے جو میرے ساتھ تھے بھی نزدیک تر ہو جیسے سعدی رح کا قول ہر ع دوست نزدیک تر از من نیست لیکن جب وہ ایسا نزدیک ہو تو مٹی مجھ مین کمان سے ہوئی اور جو ہر تو دم بدم اسی سے ملتی پہنچتی ہے جب یہ کم ہو جائے تو مین اسکو دیکھوں شعر ما بعد مثال ہے کہ جیسے کوئی تیرے ساتھ زرشمار کرے تو تو اسی کو تکتا ہے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا اسقدر محو ہو جاتا ہے طے ہذا مین بھی مٹی سے بھلجاؤں تو تجھی کو دیکھوں عرض ایسے ہی وہ پہنچتی اپنے گریہ اور نالہ مین جرم چندین سالہ گن رہا تھا اختلاف شرح بحر العلوم مین یکایک عمر رفتہ کے رفتہ اور بجائے ہشت چہار کے بست و چہار بھی لکھا ہے اور بجائے داد خود دہا ہون

ندادم کے داد کس چون مین

پھر دینا عمر نہ کا پیر کو مقام گریہ ہستی سے مقام استغراق نیستی کو

قولہ پس عمر گشت کہ این زاری تو ہست از آزار ہشیاری تو ہر راہ فانی گشتہ راہ دیگر ست ہر راہ گناہ دیگر ست ہست ہشیاری زیادہ مضامین ماضی و مستقبل پر وہ خدا آتش در زن ہر دو تلبک ہر گاہ ہاشی ازین ہر دو چوئے ہر تاگرہ بانی بود ہر از نیست ہر ہنشین آن لب و آواز نیست ہر چون بطون خود بطون مرتدی ہر چون بخانہ آمد ہم با خودی ہر لیخیرات از خبر دہ بنجر ہر تو ہر تو از گناہ تو ہر تو از حال گزشتہ تو ہر جو کہ کے کنی تو ہر ازین تو ہر بگو گناہ بانگ زیر را قبلہ کنی ہر گاہ گریہ زار را قبلہ زنی ہر چونکہ فاروق آئند اسرار شد ہر جان پیر از اندرون ہر دار شد ہر بعد از ان اور از ان حالت بر بندہ ز اعذارش سوی استغراق خواند ہر بچو جان بے گریہ و پیچندہ شد ہر جانش رفت و جان دیگر زندہ شد ہر حیرتے آمد درونش آزاران ہر کہ برون شد از زمین و آسمان ہر المعنی ماضی جو کچھ گزر گیا قبلہ بالضم ہر سہ حیرت بالفتح ایک سال پر چھانا اور یہ دو قسم ہو محمودہ مذمومہ محمودہ معرفت مذمومہ مملات مولانا مرح فرماتے ہیں کہ عمر نے اُس سے کہا کہ یہ زاری تیری ہشیاری کے آزار سے ہو کہ تو ابھی فنا نہیں ہوا فانی شدہ کی دوسری راہ ہر اور اسکے نزدیک ہوشیاری دوسرا گناہ جو اپنے ایک گناہ تو وہ جسکی زاری کر رہا ہو دوسرا اس ہشیاری کا گناہ اسلئے کہ جب ہوشیاری باقی ہو تو فانی کب ہوا اس ہشیاری کی زاری تو یا د ماضی نے زمانہ گزشتہ سے ہو اور حال یہ کہ تیرے واسطے ماضی و مستقبل دونوں پر وہ مین خدا تعالیٰ سے جیسا کہ کہا ہے شعر سوچئے نہ ترے عشق مین دن رات پیاسے ہر اپنی تو سحر جو بھی اور شام ہی ہے ہر تو ماضی و مستقبل دونوں مین آگ لگا کے فنا کر دے کتبک کی طرح ان سے ہر گاہ رہے گا دیکھ فی مین جتیک گر مین ہوتی مین ہر از اور ہنشین لب و آواز کی نہیں ہوتی جتیک تو اپنے طون کا طالعٹ ہو اے خودی کا گرفتار اہل طریق کے نزدیک مرتد ہو اور جو خانہ کعبہ مین داخل ہو تب بھی خودی سے جدا نہیں جیسا کہ

کہا ہر ع کفرست درین مذہب خود دینی و خود رانی و آخر مخاطب جو بگو خبر دینے والے ہیں وہ اصل خبر دینے والے
 سے بخیر ہیں اور تو جو گناہ سے توبہ کرتا ہے تو بہ تیری گناہ سے بدتر ہے فانی کے درجہ سے یہ غیر ہے فانی کا گناہ کیا اور
 توبہ کیسی آخر مخاطب یہ جو تو اپنے حال گذشتہ سے توبہ کا طالب ہے بتا تو اس توبہ سے توبہ کب کرے گا اور کب مقام فانی
 کو پہونچے گا کیسی بات ہے کہ کبھی بانگ زیر کو اپنا قبلہ بناتا ہے یعنی اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اس سے مستی و وجد پاتا ہے
 اور بھی کرے زاری و بوسہ دیتا ہے فانی کو یہ ہوس کہاں اب فرماتے ہیں کہ جب فاروق نے اس مقام و اسرار کی صورت
 اپنے آئینہ دل سے اُس کو دکھائی تو بوڑھے کی جان اندرون سے بیدار ہو گئی پھر اُسکو اُس حالت یعنی مقام اعتدال سے
 کمال کے مقام استغراق کو پہونچا یا بس وہ مثل جان کے بے گریہ اور بیخندہ ہو گیا اور یہ جان اُس کی اُس سے جدا
 ہو گئی جس میں خودی اور گریہ و خندہ کا تعلق تھا اور دوسری جان زندہ ہوئی اب وہ حیرت محمودہ جو معرفت ہے اُس کے
 دل میں سانی کہ زمین و آسمان میں جسکی گنجائش نہ تھی ان سے بھی باہر نکلی الخلاف شرح بحر العلوم میں آخر تو از حال کی
 جگہ حال کے ساتھ از نہیں لکھا اور پیدار شد کی جگہ نیز از قولہ جستجو اور اسے جستجو من نمیدانم تو میدانی بگہ حال
 و قلے از ور اسے حال و قال غرق گشتہ در حال ذوالجلال و غرقہ نے کہ خلاصی باشد شہد یا بجز دریا کسے شناسد شہد
 عقل جزا ز کل پذیرا نیستی و کز تقاضا بر تقاضا نیستی و چون تقاضا بر تقاضا میرسد و موج آن دریا پذیرا میرسد
 چونکہ قصہ حال پذیرا میرسد و پیر و جانش رومے در دریا کشید و پیر دامن راز گفت و گو نشاند و نیم گفتہ در دمان
 او ماند و از پے ابن عیش و عشرت ساختن و صد ہزاران جان باید باختن و در شکار پشہ جانبار باشد و
 بچو خورشید جان جانبار باشد و جانفشان اقتاد خورشید بلند و میشو دہر دم تھی پر میکنند و جانفشان ام آفتاب
 معنوی و مرجان کنہ را بنام نوی و در وجود آدمی جان و روان و میرسد از غیب چون آب روان و ہر زبان
 از غیب نو نو میرسد و زہان تن برون شو میرسد و المعنی ما و را جو کچھ کسی چیز کے پیچھے ہو اور نیز بمعنی ما سوا
 دامن نشاندن ترک کرنا تو می تازگی یعنی اب طلب و جستجو اُس پیر کی ما و راے طلب کے ہو گئی ای بیرون از دایمی
 کہ میں نہیں جانتا جو بیان کروں اگر تو جانتا ہے تو بتا حال قال بھی اُس کا ایسے ہی حال و قال کی حد سے باہر نکل گیا
 اور حال ذوالجلال میں ڈوب گیا اور ایسا ڈوبا بھی نہیں کہ خلاص ہو جائے یا سوا دریا کے اور کوئی اسکو پہچان سکے
 ایسا وصل ہو گیا یہ ایک عقل کا جز تھا عقل کل سے جو اُس کی ذات ہے کیسے قابل وصل کے ہوتا اگر اسی کا تقاضا
 بر تقاضا اور کشش در کشش سنوئی اور اُسی کا تقاضا بر تقاضا اور جذب در جذب یہاں پہونچتا ہے جو موج
 اُس کی کھینچ لے جاتی ہے ورنہ ہر جز اس کل سے کیسے مل سکتا ہے جیسا کہ کہا ہے شہر چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں وہ
 شہر ت دیدار پلاتے ہیں وہ و جبکہ قصہ حال پیر چکی کا اس حد کو پہونچا پیر اور اُس کی جان دونوں اس دریا میں
 ڈوب گئے اور پیر نے گفتگو ترک کی بلکہ کہی ہوئی بات آدمی مسخر ہی میں رہ گئی اب مقولہ مولانا رح کا ہے ایسی عیش و

عشرت کس کو نصیب ہوتی ہیں اگر ان کے لیے لاکھوں جاہلین کھڑے ہوں مثلاً ان کے آخری مخاطب قیری بھنگا سی جان کھاتی ہے مگر ہی بڑی بلند پرواز تو بھی اسکے شکار میں باز بلند پرواز ہیں اور مانند خورشید جہان کے جاہل ہزارہ دیکھ تو یہ خورشید جو جاہل ہازی کرتا ہے اور دن رات اسکی تلاش میں رہتا ہے اس سبب سے ہر دم یہ غالی ہوتا ہے اور ہر دم اسکو نور سے بھر دیتے ہیں یہ بھی موافق اسی مسئلہ تہجد امثال کے ہے جو اوپر گذرا کہ آدمی ہر وقت مڑتا ہے اور ہر وقت جیتا ہے اب کہتے ہیں کہ اگر آفتاب معنوی تو بھی جانفشانی کر اور جہان کہنے کو اپنی تازگی دکھا آئندہ دونوں شعرون میں اسی تہجد امثال کی تائید و تفسیر ہے کہ جان و روان وجود آدمی میں غیب سے مثل آب روان کے چلی آتی ہے اور ہر دم غیب سے نوبہ پہنچتی ہے اور جہان تن سے صدا ہر وں شو کی آتی ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں ہر دم کو بنیخ اور بجے عیش و عشرت کے عبرت کہ عبرت و عیش کا ساتھ نہیں ہے اور بجائے بیشو ہر دم تنہی کے نہ بیشو

ٹیک نہیں لکھا ہے

تفسیر اس دعا کی کہ دو فرشتے ہر روز سر باز اند کرتے تھے اللھم اعط کل منفق خلفا اللھم اعط کل تمسک خلفا اور اسکا بیان کہ منفق مجاہد راہ حق کا ہے نہ مسرف راہ ہوا کا معنی حدیث کے بار خدایا ہر منفق سخی کو خلف دے اور ہر تمسک بخیل کو تلف دے خلف کے معنی از پس آئندہ جو اجر عقبی کا ہے اور تلف کے معنی ہلاک و ضائع ہوتا

قولہ گفت پیغمبر کہ دائم بہر ہند و دو فرشتہ خوش منادی می کنند کہ ای خدایا منفقان را سیر دار کہ ہر دم شانرا عوض دہ صد ہزارہ ایخدا مسکان را در جہان کہ تودہ الانیان اندر زیانہ ایخدا یا منفقان را دہ خلعت کہ ایخدا یا مسکان را دہ تلف کہ منفق و تمسک محل بین بہر دہ چون محل باشد موثر بیشو دہ اسے بسا اساک از اتفاق نہ مال حق را جز با حق مدہ کہ تا عوض یابی تو گنج بیکران کہ تا نباشی از عدا و کافران کہ اشتراک قربان ہمیکہ دنتا کہ پیرہ گرد و تیغ شان بر مصطفیٰ امحق را با جزو اصلی کہ امحق را در دنیا بدہر دلی کہ چون غلامی باغی کو عدل کردہ مال شہ بر اعیان او بذل کردہ طرفہ ترکا نہا ہی پنداشت عدل کہ کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل کہ عدل این باغی و دادش پیش شاہ کہ چہ فراید دوری و روے سیاہ کہ در بنی انداز اہل خفالت ست کہ کاسنہ انفاقا شان حسرت ست کہ المعنی تمسک بالضم بخیل منفق خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا عدا و کبسر شمار ایثار و بذل ہر دم معنی بخشش جہی بالضم در فارسی قرآن و صحیح و کلام آہی مولانا رحمہ کہتے ہیں کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ لوگوں کی نصیحت کو اسطے دو فرشتے اچھے منادی کرتے رہتے ہیں کہ آخر خدا اپنی راہ کے خرچ کرنے والوں کو سیرا و بھرا پور رکھ ہر دم کے عوض میں ان کو اللھم درم دے آورا کہ خدا مسکون کو جہان میں سوازیان برزیان کے کچھ مت دے ایخدا منفقون کو خلعت دے یعنی اجر

عجبے کا اور مسکون کو تلف دے جو ہلاک و ضائع ہوتا ہے یہ شعر گویا ترجمہ حدیث کا ہے جو سرخی مین مرقوم ہے مسک
ہو خواہ مستفق و دونوں موقع دیکھنے سمجھنے والے اچھے ہیں اس واسطے کہ جب موقع پر خرچ کیا جائے یا اساک کیا جائے
تو وہی موثر ہوتا ہے اکثر ایسا موقع ہوتا ہے کہ وہاں اساک اچھا اتفاق پڑا ہوتا ہے یعنی مال حق کو سولے حکم حق
کے خرچ نکرے اور کسی کو نہ دے کہ ایسے مال کا عوض بچہ بچو ملیگا اور کافروں میں معدود نہ ہو گا جیسے کافر منتین
ماتے تھے اور اونٹ قربان کرتے تھے کہ ہماری تلوار مصطفیٰ پر غالب ہو جائے تو امر حق کو کسی و اصل بخدا
سے پوچھ اس لیے کہ ہر دل امر حق کو نہیں پاسکتا ہے جیسے ایک غلام باغی کہ اُسے عدل کیا مال بادشاہ کا باغیوں
کو بخشد یا اور طرفہ تریہ کہ اُسکو عدل ہانا اور کتنا تھا کہ مین نے سخاوت سے یہ ایثار و بذل کیا ہے اب خیال کرو کہ عدل
اس باغی کا اور داد و دہش اس کی بادشاہ کے سامنے کیسی دوری و سیاہی بڑھائیگی کہ اُسکا مال بغاوت سے خرچ
کیا اور باغیوں کو دیا اور اُس کا عدل و ایثار نام رکھا قرآن مجید میں اہل غفلت کا انداز واد دیکھ کہ ان کے اتفاق کیسی
سہرے کی چیز ہیں کہا قال اللہ عزوجل ان الذین کفروا یفتنونکمواکم لیصدوا عن بینیل التدریسینفقوننا ثم یلکون
سہرہ ثم یلکون بیشک وہ لوگ کہ کافر ہیں اپنے مال کو اس بات میں خرچ کرتے ہیں کہ باز رکھیں لوگوں کو راہ خدا
سے کہ ایمان ہے سو قویہ ہے کہ وہ اُسکو خرچ کریں پس یہ خرچ انکے حق میں حسرت ہو جائے گا اور پھر بھی مغلوب و منہوب
ہونگے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے امر حق مدہ کے بدہ اور مال شہ کی جگہ شان غلط لکھا ہے

قربانی کرنا سرداران عرب کا بامید قبول کے

قولہ سرداران مکہ در حرب رسول ہے بود شان قربان بامید قبول ہے ہر این مومن ہیگوید زیریم در نماز اہل الصراط المستقیم
نان درم دادن کنی را لائق ست ہے جان سپردن خود سخاے عاشق ست ہے نان دہی از بہر حق ناست و ہند ہے
جان دہی از بہر حق جانت دہند گریز دیر گمائے این چنار ہے برگ بے برگیش بخشد کردگار ہے گر نماند از جود
در دست تو مال ہے کے کند فضل آگست پائمال ہے ہر کہ کار و کردار ہارش تہی ہے یکش اندر مزرعہ ہاشمہی ہے و انکہ
در انبار ماند و صرفہ کردہ اسپش و موش و حواد شمش خوردہ این جہان نفیست در اثبات جود صورت صفر ست
در معنات جود جان شور و تلخ پیش تیغ برہ جان چون دریلے شیرین را بخرد ورنہ میتانی شدن زیر آستان ہے
گوش کن بارے زمن این داستان ہے المصتی کار و مصناع کاشتن کاہی مزرعہ کشت ہی خوبی و بہتری صفر قبل و
نگلی اسپش بالضم و نم ہائے فارسی وہ کپڑا جو نمد و گندم کو کھاتا ہے صفر خالی میتانی ای میتوانی فرماتے ہیں کہ مکہ کے
سردار جو آنحضرت سے لڑتے تھے تو بامید قبول قربانی کرتے تھے کہ آنحضرت پر فتح پائیں اسی خوف سے مومن
نمازین خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بکو سید می راہ پلا ہم نہیں جلتے کونسی راہ سیدی ہے تو ان و درم دنیا
سختی کے لائق ہے اور جان دینا اُسکی راہ میں سخاوت عاشق کی ہے پس اگر تو اُس کے واسطے نلن و یگاناں پائیگا اور

جو جان دے گا جان پائیگا زمان برگ ریزین برگ ریزی سے چنار کیسا خالی ہاتھ رہ جائے کہ درگاہ اسکو اُس بے برگی میں
 با برگ کر دیتا ہو ایسے ہی اگر جو دے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہے گا فضل خدا کا جھکوب پائال و خوا کر گیا اَلدَّار دو قسم ہیں
 انہیں سے جو کوئی کہ بوتا ہو اور انبار پنا خالی کرتا ہو وہ اپنے کھیت میں خوبی و بہتری پاتا ہو یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں
 کہ اَلدُّنْیَا مَرْکُزَةُ الْآخِرَةِ فرمایا ہو اور جس نے انبار میں چھوڑا اور بخل کیا اُس کو گھٹن اور چوہوں اور زمانہ کے حادثوں نے
 کھایا کسی نہ کسی طرح ضائع اور برباد ہوا یہ جہان نفی در اثبات ہو اور اثبات اسکی ذات جو ظاہر و مشہود ہو اور جہان نہیں
 نیست و نابود اگرچہ اہل ظاہر جہان کو ظاہر سمجھتے ہیں اور اُس کو پوشیدہ بس تو سب کی نفی کر کے اثبات کو ڈھونڈتے
 اور تیرے ہی معنی میں صورت اُس صفر کی ہو جو عد سے خالی اور قید و تد سے مبرا ہو اُسی کا طالب ہو اُس جان شور و
 تلخ کو اُس کی تیغ کے نذر کر اور وہ جان جو مثل دریائے شیرون کے ہو خرید کر اُس جان کو تیغ و شور اس سبب سے کہا کہ
 اس کے ساتھ ہزاروں بیج و ملاں دینکے لگے ہیں اور وہ بیج و ملاں سے جدا اب اگر تجھے یہ نہیں ہو سکتا ہو کہ اس
 آستانہ کا ہو رہے تو لے آجھلا میری ایک داستان تو سن لے الخلاف شرح بحر العلوم میں بکای نان درم کے
 اُن درم لکھا ہو کہ نہ شمار الیہ کا ٹھکانا نہ معنی کا اور نان درم پر دوسرا شعر گواہ عادل موجود ایسے ہی بجلے معنات
 معنات اور نیتانی کے ٹھکانے نیتوانی کہ وزن نہیں ہوتا

قصہ اُس خلیفہ کا جو اپنے عہد میں سخا و کرم سے عاقبت پر فائق تھا

قولہ یک خلیفہ بود در ایام پیش ہ کردہ عاقبت را گدا سے جو خویش پر رایت اکرام وجود افراشتہ فقر و حاجت انہما
 برداشتہ بحر و کان بخشش صاف آمدہ داد و اوقات تا قات آمدہ در جہان خاک ابر و آب بودہ منظر
 بخشش وہاب بودہ قبلہ حاجت در و دروازہ اش در رفتہ در عالم بچہ آوازہ اش در عطایش بحر و کان در زلزلہ
 سوے بودش قافلہ بر قافلہ ہم ہم ترک و عرب ماندہ از جو دو خائش در عجب آجیوان بودو
 دریائے کرم زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم ہم اندر ایام چنین سلطان دادہ بشنو اکنون داستانے با کشادہ المعنی
 یعنی اگلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا جسکے جو کا عاقبت بھی گدا تھا ایسا جھنڈا داد و دہش کا اٹھایا تھا کہ فقر و حاجت کو
 جہان سے مٹایا تھا بحر و کان دونوں اسکی بخشش سے صاف نہ کچھ آئین ہا تھا نہ کچھ اسمیں اور قاف سے قاف تک
 بخشش اسکی پھیلی تھی اس جہان خاک میں گویا وہ ابر و آب تھا اور آب و ابر کس کا منظر بخشش وہاب کا تھا جکی کچھ
 حد و نہایت نہیں اسکا دروازہ قبلہ حاجت تھا جہان سے حاجت روایان ہوتی ہیں اور سارے جہان میں شہرت اُس کے
 جو کی پھیلی ہوئی تھی اسکی عطیے بحر و کان لرزتے تھے کہ جانے کیا ہے طلب کہے جو ہم نے سکین یا ہمیں کو
 نہ بخشے اور قافلے کے قافلے اُسکے جو کے پاس چلے آتے تھے کان و بحر کا زلزلہ یہ کہ پہاڑوں میں اکثر زلزلہ
 رہتا ہو اور کان بھی پہاڑ میں ہوتی ہو اور دریا کا زلزلہ جنبش آب سے ظاہر ہم اور روم اور ترک اور عرب سب اُس کے

جو وہ سنا سے حیران تھے کہ ایسا نہ کیا نہ سنا گویا دریا اُس کے کرم کا آبجیات تھا جس سے عرب بھی اور عجم بھی سب زندہ ہو گئے ایسے بادشاہ داد دہش والے کے زمانہ کی اب ایک داستان بکشاؤ مجھے سن کہ تیرا دل بھی کشادہ اور فراخ

ہو جائے الخلاف بحر العلوم میں بجائے حاجت کے حاجات موزون بنیں ہوں

قصہ ایک اعرابی محتاج کا اور بیان اسکی عورت کا نسبت قلت محتاج کے

قولہ یک شب اعرابی نے مشوے راہ گفت و از حد برد گفت و گوے راہ کہین ہم فقر و جفا ہا می کشیم ہ جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم ہ نان مان بے ناخورش ما در در شک ہ کوزہ مان بے آب و مان از دیدہ اشک ہ جامہ مار و زتاب آفتاب ہ شب نہالین و کاف از ماہتاب ہ قرص مہ را قرص نان پنداشتہ ہ دست سوے آسمان برداشتہ ہ تنگ در ویشان ز در ویشی ما ہ روز و شب از رزق اندیشی ما ہ خویش و بیگانہ شدہ از نانِ رمان ہ بر مثال سامری از مردمان ہ گر بخواہم از کسے یکشت نسک ہ مرد اگر بیدخش کن مرگ و جسک ہ مرعوب را فخر و عزت و عطا ہ در عرب ما ہجو اندر خط خطا ہ چہ غزا مابے غذا خود کشتہ ایم ہ ماہ تیغ فقر بے سر گشتہ ایم ہ شب ہنچم روز باشتہ ہچ نہ ہ در درون جز سوز و پیاہیچ نہ ہ چہ خطا مابے خطا در آتسیم ہ چہ نوا ما در دو غم را مفر شیم ہ چہ عطا ماہر گدائی مے یتیم ہ مرگس را در ہوار گ میز یتیم ہ گر کسے مہمان رسد گر مہی منم ہ گر بخسپد دلکش از تن بر کم ہ زین بنظر زین ما ہرا و گفتگو ہ بردار ہ عبارت پیش شو ہ کز عنا و فقر ما گشتیم خوار ہ سو ختم از اضطراب و اضطراب تلکے ما ہنچین خواری کشیم ہ غرقہ اندر بحر زرف آتسیم ہ تاکہ از روزی در آید مہمان ہ شرمساری ما ہریم از بے بجان ہ یکک چون مہمان در آید بے ثبوت ہ وانکہ کنش مہمان سازیم قوت ہ المعنی نسک بالفتح عدس جسک بالفتح رنج و بلا مفرش بستر او بستران ایک رات ایک اعرابی کی عورت نے شوہر سے کہا اور حد سے باہر گفتگو لے گئی کہ اسقدر محتاجی اور جفا میں ہم اٹھاتے ہیں دیکھو سب لوگ خوش ہیں ایک ہمیں ناخوش ہیں روٹی ہماری روٹی بے سالن کے اور ہم در در شک میں کوزہ ہمارا آب سے خالی اور ہماری آنکھوں سے آنسو جاری کیڑے ہمارے دن میں تاب آفتاب یعنی دسوپ رات کا اوٹنا بچھونا صرف چاندنی ہمنے چاند کے قرص ہی کو قرص نان جانا اور آسمان کی طرف ہاتھ ہی پھیلانے رہے محتاجوں کو بھی ہماری محتاجی سے تنگ ہو کہ انسا کوئی بدر روزی نہیں رات دن ان کو رزق ہی کا سبق ہوتے بیگنے سب ہم سے بھاگتے ہیں جیسے سامری سے لوگ بھاگتے تھے اور سامری سامرہ کا رہنے والا تھا اس نے ایک پچھر اسونے کا ڈھلا اور حضرت جبریل کے قدم کی خاک اُسکے منہ میں ڈال دی تھی کہ گائے کی سی آواز کرتا تھا جب حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو خلیفہ کر کے کوہ طور پہلے گئے اسنے بنی اسرائیل سے پرستش شروع کرادی حضرت ہارون کا کسی نے کتنا مانا جب حضرت موسیٰ آئے بڑے غضبناک ہوئے اور اس کو بدعالمی کہ تو جنگل عین مارا پھر گیا جو کوئی تجھ کو مساس کر گیا تو بھی اور وہ بھی دونوں تپ میں گرفتار ہو جائیگے اس سبب سے یہ جنگل میں رہتا تھا

اور جو کوئی پاس جاتا تھا اُس سے لاساس کتا تھا لینے بجھوٹا جس وہ عورت کستی ہو کہ یہی مال ہمارا ہو کہ کوئی
 ہمارے پاس آتا ہو نہ ہکو آنے دیتا ہو اگر ہم کسی سے مٹھی بھر سو رمانگتے ہیں تو ہم سے کتا ہو کہ چپ احوں مرگ سنج و بلا سارے
 عرب کو خزاں اور عزت و عطا ہو سب میں ہم ایسے ہیں جیسے خطا میں خطا کہ جہاں غلطی و خطا ہوتی ہو اس پر خط کر کے رد
 کر دیتے ہیں ایسے ہی ہم بھی خط کشیدہ ہیں مرد و داد و چھینکے ہوے کسی غزا کو ان کفار سے لڑے ہم بے غذا کے خود مردار
 ہو رہے ہیں ہمارا تو تنقہ فقر نے خود ہی سہارا دیا ہو رات کو صبر کر کے سو رہتے ہیں کہ دن میں کچھ بلجائے گا جب دن ہوا
 تو کچھ بھی نہیں وہی سوز و رونی پہنچ پہنچ آ موجود ہوا ہماری خطا کیا ہو خطا ہم کیوں آتش فاقہ میں جلتے ہیں اور توشہ کبر کا
 ہم خود درد و غم کے توشہ دان ہیں لینے پٹا ہو وغیرہ ہم کسی کے ساتھ عطا کیا کریں ہم تو خود گدائی میں منڈھے ہوے
 زمین ہتھوڑتی کھسی کی رگ چیرتے ہیں کہ شاید خون نکلے تو اسی کو جو س لین سوڑتی کی رگ چیرنا اور رگ سے خون نکلنا
 دو نون غیر ممکن خدا کرے کوئی مہمان آجائے جب تو میں سوتے ہیں اسکی گدڑی نہ اٹار لون اس طرح اور اس ماجرا
 کی گفتگو حد عبارت سے زیادہ شوہر کے سامنے اُس نے کی اور گدڑی اسلئے اٹار لون کہ ہمتو سنج و محتاجی سے خوار
 ہو گئے اور اضطراب و اضطراب میں جگمگے کتک یہ خواری اٹھائیں اور کتک اس بحر عقیق آتش محتاجی میں ڈوبے رہیں اگر
 اتفاقاً کوئی مہمان آجائے تو کیسی شرمساری اُس سے ہماری جان کو ہوئے لیکن یہ ضرور ہو کہ بے ثبوت اُسی کی
 جوتیان پہنچ کے ہم اُس کا قوت کریں کچھ خیال نہ کریں کہ غیر ہوا اپنا ہو الخلاف شرح بحر العلوم میں روز تاب کی جگہ
 روز قیامت لکھا ہو جو موزون نہیں ایسے ہی رزق اندیشی کے بجائے روزی غراست کے تھکنے بہت

مغرور ہونا مریدون محتاج کا اور تشبیہ ساتھ مدعیوں مکار کے اور انگو شیخ واصل جاننا اور
 نقد کو نقل بخانا اور نہ معلوم کرنا

قولہ بہرین گفتند و ابلیان فن و میمان محسان باید شدن و تو مرید کو میمان آنکسی و کو ستاند حاصلت بر از غشی و
 نیست چیرہ چون ترا چیرہ کند و نور نہد مر ترا تیرہ کند و چون و را نوری نہد اندر قرآن و نور کے مابند از وے دیگان و
 پہچو اتمش گر کند دار وے چشم و چہ کشد در دیدہ الا کہ یشم و حال مالا نیست در فقر و فنا پہنچ مہمان را کن معذور مہما قوط
 وہ سال از ندیدی در صورہ چشمہا کیشاد اندر مانگرہ ظاہر ما چون درون مدعی و در دلش ظلمت زبان شعلے ہوا نغلا
 نے بوسے اورانی اثر و دعوتش افزون زشیت و بوالہ بشر و دیو مندودہ در اہم نفیس خویش و ابو ہسب کوید زیاد الخیر
 بیش و حرف درویشان بدزدیدہ ہے و تا گمان آید کہ ہست او خود کسے و حرف درویشان بدزدیدہ و دون و تنہا کند
 بر سیمے این نسون و خوردہ گیر در سخن بر بایزید و تنگ دارد از درون او یزید و ہر کہ داند مرد را چون بایزید و ہر خوشتر
 جگر گرد بایزید و مینوا الزمان و خواہی آسمان و پیش او نداخت حق یکساں و او ندا کردہ کہ خوان جہادہ ام و
 ہا سب حتم خلیفہ زادہ ام و الصلا سادہ و لان پہنچ و تا فرید از خوان بودم پہنچ و سالما بروعدہ فردا گستان و

کر و آن در گشتہ فردا نارسان و دیر با باید کہ سر آدمی نہ آشکارا کرد و از پیشی کی و زیر دیوار بدن گنجیست با ہذا راست
 و تازہ اثر دہا چو کہ پیداکشت کان چیزے بودہ عمر طالب رفتہ آگاہی چہ سود ہا المعنی چیرہ بیاسے معروف غالب و
 شجاع آتش وہ شخص جبکی آنکھوں سے پانی بہتا رہے یشیم نام سنگ قیمتی مانل بسبزی ششعہ بالفتح و شین دوم نیز مضج
 روشنی آفتاب شینک نام پیغمبر سپر آدم علیہ السلام بایزید نام اولیا یزید نام سپر معاویہ جس نے حضرت امام حسین کو
 قتل کرایا صلا آواز طعام و انعام فرماتے ہیں کہ جو لوگ دانا و واقف اس فن کے ہیں انھوں نے اسی سبب سے
 کہ وہ عورت اعرابی کی جو تیان مہانوں کی تاقستی تھی کہا کہ مہان محسنوں کا ہونا چاہیے اور تیرا یہ حال کہ تو مرید
 و مہان ایسے شخص کا کہ وہ تیرا حاصل تجھ سے اپنے شمس پنے کی عادت سے لیلے وہ خس خود غالب و چیرہ نہیں ہر
 پھر چو کہ کیسے غالب بنائے اُس سے چو کہ ہرگز نور حاصل نہیں ہو گا وہ اور بھی تیرہ و تاریک کر دے گا جب قرآن سے خود
 اسی کے واسطے نور نہیں ہر تو اور لوگ اُس سے نور کب پائیں گے بمصدق و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فاکثر من نور
 جس کے واسطے اللہ نے نور نہیں مہر ایا ہر اسکو نور نہیں ہر وہ ایسا ہر جیسے آتش دُسلے کی بیماری والا کہ اگر اپنی آنکھ
 کا علاج کرے گا تو سولے یشیم کے اور آنکھ میں کیا لگے گا اس واسطے کہ زیادہ اس سے تو وہ جانتا ہی نہیں نہ کچھ اسکو نصیب
 ہوا تب ہمارا تو فقر و فاقہ سے یہ حال ہر جو ہنے جتا دیا اسی مخاطب تو کسی کو ہمارا مہان مت بنا اور ہکو معذ و رمت کہ تم تو
 اس معاملہ میں ایسے محتاج ہیں کہ اگر وہ سالہ فط کی کسی نے صورت نہ دیکھی ہو تو آنکھیں کھولے اور ہکو دیکھ لے
 ظاہر ہمارا ایسا ہر جیسے درون مدعی کا تیرہ و تاریک اور دل میں اُس کے ظلمت اور زبان ایسی جیسے روشنی آفتاب
 کی ہر فروغ خدا سے اُمین نہ ہونہ اثر اور دعوی شینک و ابو البشر سے بڑھ کر کہ اُن سے زیادہ ہیں یہ شعر و آئندہ سب
 صفات مدعی میں ہیں ایسے شیطان جسے شیطان بھلے کہی اُن کو اپنے آپ کو نہ دکھائے اور یہ کہیں کہ ہم ابدال
 سے زیادہ ہیں شیطان ہمارے پاس کیسے آئے فقیر و ن کی باتیں ادھر ادھر سے اڑالین تو لوگ گمان کریں
 کہ یہ بھی کوئی ہیں یہ کہنے اسی واسطے تو فقیر و ن کی باتیں چراتے ہیں کہ لوگوں پر ان باتوں کا افسوس پہنکیں
 اور سادہ دل ہمارے مطیع ہو جائیں ایسے خود ہیں کہ گفت و کلام میں بایزید کی عیب گیری کریں اور باطن کا یہ
 حال کہ جس سے یزید کو تنگ و عار ہو اور ہر کہ جو کوئی اُن کو بایزید جانے اسکا شتر محشر کے دن یزید کے ساتھ ہو
 تان و خان آسمان سے محض بے برگ و نواحق نقلے نے ایک بڑی بھی لنگے سامنے نہ ڈالی اور اپنے در کا کتابی
 نہ سمجھا اور قول اُس مدعی کا یہ کہ میں نے خان لگایا ہر اور میں نائب خدا کا ہوں اور خلیفہ زادہ ہوں اور
 بلتے ہیں کہ اسی سادہ دلوں پہنچ آؤ اور ہمارے خان جو دے سیر ہو کے کھا و مال آنکھ وہ پہنچ ہی پہنچ ہر واقع میں
 کچھ بھی نہیں ہر کسی سے وعدہ فردا کا کرتے ہیں اور برسوں اپنے دروازہ کے گرد پھرتے ہیں اور وہ فردا کو نہیں
 پہنچتا آخر مخاطب مدین ہاہمین تب کہیں آدمی کا بھید پیشی و کمی سے کھلتا ہر اور برسوں نہیں معلوم ہوتا

کہ اس بدن کی دیوار تلے کوئی خزانہ دبا ہوا ہو یا خانہ کسی پرانے سانپ کا ہو یا کسی تازہ اژدہے کا اور صیوقت میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ خزانہ نہیں دبا ہو بلکہ مارواژ دبا ہو اور طالب کی عمر گزر گئی تو اُس وقت میں اس علم و آگاہی سے کیا فائدہ اور کیا نتیجہ اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے از خصے او خصے اور فقر و فاقہ کی جگہ غنا و دیونندہ کو دلو متودہ اور از قسوں کو او قسوں تنگ دار کو تنگ

اس بیان میں کہ بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید مدعی مزور میں اعتقاد کرے سچ کے ساتھ اور اُس مقام پر پہنچے کہ اُسکے پیر نے خواب میں ندیکھا ہوا اور آب و آتش اُسکو گزند نہ پہنچائیں اور شیخ کو پہنچائیں قولہ لیک ناد طالب آید کز فروغ و در حق او نافع آید آن دروغ و او بصدق نیک خود جملے رسد کہ چہ جان نداشت آن آمد جسد و چون تخری در دل شب قبلہ راہ قبلہ نے وان نماز اور اروا و مدعی راقط جان اندر سرست و لیک مارا قوط نان پر ظاہرست و مرورار و مینا پید حالما کہ ندید آن ہیچ شیش سالما و ماچرا چون مدعی پیمان کینیم بہر ناموس مزور جان کینیم و المعنی تخری قصد قبلہ کی طرف کرنا مزور مکاری ہے ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی طالب صادق ہو اور اس مدعی کا دروغ و زور اُسکو نافع ہوا اور فروغ بخشے اگر نافع ہوتا ہے تو وہ اپنے صدق نیک کی برکت سے ٹھکانے جا لگتا ہے نہ اس مدعی کی سعی سے گو اُس نے اُسکو جان جانا تھا اور یہ جسد نکلا جیسے کوئی اندھیری رات میں بسبب عدم شناخت قبلہ کے بقصد قبلہ کسی طرف کو نیت کرے اور قبلہ اُدھر نہیں بھی ہو لیکن نماز اُسکی جائز ہوگی مدعی کے سر میں تو قسط جان کا ہے کہ خالی از جان ہے لیکن ہکو قسط روئی کا ہے اُسے روٹیاں کھا کے جان کھوئی ہو جتنے روٹیاں کھو کے جان پائی اُس طالب صادق کو وہ حال نظر آتے ہیں کہ کسی شیخ نے برسوں نہ کیے ہوں ہم کیوں مدعی کی طرح آپ کو چھپائیں اور واسطے آبرو مکر کے جان کنی کریں کہ ریا کا نتیجہ ویل ہے جیسا کہ فرمایا ہے یزائون و یکنثون الماعون یعنی ویل ہوا ان لوگوں کو جو ریا کار ہیں اور باز رکتے ہیں حاجت کی چیزوں سے عاجز ہوں کو

صبر فرمانا اُس اعلیٰ کا اپنی عورت کو

قولہ شوے گفتش چند جوئی و غل و گشت و خود چہ ماند از عمر افزون ترکذشت و عاقل اندر بیش و نقصان نگرہ زانکہ ہر دو چھو سیلے بگذرد و خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو و چون نے باید دے ازوے گوہ اندرین عالم ہزاران جانورہ میزند خوش عیش بے زیر و زبرہ شکر میگوید خدا را فاختہ و بردخت و برگ شب ناساختہ حمد میگوید خدا را عندلیب و کا عتاد و رزق یرتست از تجیب و باز دست شاہ را کردہ نوید و از ہمہ مردار پریدہ امید و همچنین از پند گیری تا بہ پیل و شد عیال اللہ حق نعم المعیل و نخوت و دعوی و کبر و ترہات و دور کن از دل کہ تابیابی نجات و اینہم غمما کہ اندر سینہ ہاست و از غبار گرد باد بود ماست و این عمان بیخ کن چون داس ہست اینچنین کن آسچنان و سواس ماست و وانکہ ہر رنجی ز مردن پارہ ایست و جزو مرگ از خود برگیر جا رہایست

چون ز جز و مرگ نتوانی گریخت و دانگه گلشن بر سر تو خواجهند ریخت و جز و مرگ ارگشت شیرین مرتاب و انکه شیرین
 میکند گل را خدا به المعنی معیل عیالدار تر بات بضم و تشدید را سختی باطل لہو آمیز گرد و باد ہندی بگولانان بفتح
 غمناک فرماتے ہیں کہ شوہر نے اپنی عورت سے کہا کہ کھانک آمدنی و غلہ وغیرہ کی طلب و تلاش کریگی بہت گئی مثنوی رہنمائی
 اتنی ہی عمر کے لیے کیوں ایسی ہوس کرتی ہے عقلندی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے یہ دونوں مثل آہ کے گزر جاتے ہیں اگر صاف ہو
 جب اور تیرہ جو جب دونوں کو روار و ہر دم بھر نہیں ٹھہرتے پھر اس بیشی کی کا ذکر ہی کیا اس جہان میں ہزاروں جانورین
 کیسی خوش بختی سے زندگی کرتے ہیں کہ ذرا لوٹ پوٹ انکے دل میں نہیں ہوتی دیکھ تو فاختہ کیسی درخت پر بیٹھ کے شکر
 خدا کا کرتی ہے کچھ بھی سامان شب کا اسکے پاس ہوتا ہے بیل اسی کی حمین مشغوف ہے اور کشتی ہر اوجیب اعتماد رزق کا
 تجھی پر ہر باز نے پادشاہ کے ہاتھ سے پانی کی ہو نوید خدا تعالیٰ سے پالی ہو نامی مردار سے امید قطع کر کے اسی پر قانع
 ہو ایسے ہی پھر سے لے کے اکتی تک یعنی اذنی سے اعلیٰ تک سب عیال خدا کے ہیں اور کیسے اچھے عیال دار کے عیال
 ہیں جو بے نظیر و بے ہمتا ہو تو اپنے دل سے نخوت اور یہ یہودہ باتیں دور کر کہ اسی میں نجات ہے یہ جو اس قسم کے غم
 ہمارے سینوں میں بھرے ہیں خوب جان لے کہ یہ گولاجو ہماری بود بے بود کا ہے اسکے غبار سے ہیں یہ غمناکی کہ ہماری جڑ
 کھودنے والی ہے ایسی ہے جیسے ہنسیہ کہ بچ کنی ہماری کرتی ہے اور ایسا کر اور ویسا کر یہ سب ہمارے و سواس ہیں انہی کچھ
 نہیں ہوتا اور خوب سمجھ لے کہ مرنے کا ایسا بڑا رنج ایک پیش ہے جسکے یہ جملہ رنج ایک پارہ ہیں اگر شکو کوئی تدبیر آتی ہو تو اس
 جزو پارہ مرگ کو آپ سے دور کر اگر مرگ کے اس جزو سے آپکو نہیں بچا جگا سکیگی تو جان لے کہ سب کا سب تیرے سر پر
 اور صاف لکھا اور اس جزو سے بچنے میں کل کا بچاؤ ہے کیونکہ مصداق موتو اقبل ان تو تو اسکے ہو جائیگی اور جب یہ جزو مرگ
 کے تجھ پر شیریں ہو جائیں گے تو جان لے کل بھی اسکا خدا کے فضل سے شیریں ہو جائے گا الخلاف شرح بحر العلوم میں چند
 جوی کو خوبے اور پیش کو پیش ننگہ کو بنگہ دیابی کو پابی گلشن کو گلشن ارگشت کو ازگشت کل کو گل بکاف عجی غلط
 لکھا ہے قولہ درد ہا از مرگ می آمد رسول و از رسولش روگردان ای فضل و ہر کہ شیریں زیت آخر تلخ مردہ ہر کہ اوق
 را پرستہ جان نبردہ گو سفندان راز صحرامی کشند و آنکہ فرہ تر مرا ورامیکشند و شب گذشت و صبح آمد و قمر چندی
 این فسانہ را ز سرہ تو جوان بودی و قانع تریدی و ز طلب گشتی خود اول زربدی و زربدی پر پیوہ چون کاسدندی و
 وقت پیوہ نہفت کاسدندی و پیوہ ات باید کہ شیریں تر شو و چون رسن تابان نہ واپس تر و وہ جنت بانی جنت
 باید ہم صفت و تاباید کار ہا باصلحت و جنت باید پر مثال ہر گز نہ درد و جنت کفش و موزہ و رنگہ گر کے کفش از دو
 تنگ آید پاپا ہر دو جنتش کارنا بد مرتابہ جنت گر یک خرد و آن دیگر بزرگ و جنت شیریشہ دیدی و دیدی گر گ
 راست تابید بر شہ جنت جوال و آن کے خالی و آن یک مال مال و من روم سوے قناعت دل تجوی و تو چہ نا
 سوے شتاعت میروی و خرو قانع از سر اخلاص سوزہ زین نسق میگفت باذن تابروزہ المعنی جوال بضم نہفتی

تو بخوانم جنت و کمتر زن بغل، جنت انصاف نیم جنت و غل، چون قدم باشاہ بابک میزنی، در ہوا چون ہشت را
 رگ میزنی، با سگان براستخوان در چالشی، چون نے اشکم تہی در نالشی، سو می من منگر بخواری سست
 سست، تا نگویم انچہ در رگملے تست، عقل خود را از من افزون دیدہ، مر من کم عقل را چون دیدہ، پچو
 گرگ زشت اندر ماجم، ای رنگ عقل تو بے عقل بہ، المعنی دعوت بالفتح کسی کو کھانے کے واسطے بلانا واکسر
 نسب میں دعوی کرنا مطراق بضم ہر دو طا کر و فروشان و بخل با دیروت ہندی اس کی موچنچون کو تا و دینا
 بابک نام پادشاہ کہ تانا اردو شیر کا تھا چائش حملہ تجہ نہی ہر جیدن سے شوہر کی گنگو سن کے عورت نے اسکو لکارا
 کہ ای ناموس کیش یعنی لوگوں سے چشمداشت آبرو کی رکھنا یہی تیرا دین ہوا ب میں زیادہ تیرے داو میں نہیں
 آؤں گی یہ باطل و لغو باتیں اپنے ہر دعوی اور دعوی نسب کی ست کر ہا یہ غرور و نخوت چھوڑا کیسے کرو فرار
 شان و بخل اپنے فعل و عمل کے گناہ تک جتے گا ذرا اپنے حال کو دیکھے تو شرماہ غرور و دعوی اور لغو و چھوڑا اور
 دل کو اسے الگ کر تو نہات ہائے کبر و بی ہی بری چیز جو نہ کہ فقیر اور کبر کہ از حد براہی جیسے ہاڑا اور برف ہر اور کپڑے بھیگے
 ہوے یہ تیرا دعوی اور موچنچون کو تا و دینا کما تنک گھر تو تیرا ایسا ہی جیسے مڑھی کا گھر جسکو اوہن البیوت البیت العنکبوت
 کہا ہے یعنی سست ترین گھروں کا گھر مڑھی کا ہر تو نے قناعت سے اپنی جان کو کب سے فروخت کیا تو نے تو قناعت
 کا نام سیکھ لیا ہر حضرت پیغمبر نے کہا ہر کہ قناعت ایک گنج ہو سواہل گنج ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں جگو میں سوار خ کے
 دیکھتی ہی نہیں پھر گنج تیرا کہاں ہر جب قناعت سوار گنج روان کے نہیں ہر تو تو قناعت کی شخی مت مار تو کیسا قناعت والا
 ہر جو غم و رنج جان کا ہر تو جگو اپنا جنت مت کہ اور بہت بغلین مت بجا میں جنت انصاف کی ہوں جنت کھٹے عذابا
 کی نہیں ہوں تو کیسے شاہ بابک کا ہمدام اور برابر زنی بنتا ہر جب ہوا میں ہشت کی رگ کھولتا ہر کہ مراد کمال
 تاواری سے ہر تو تو کتوں پر ہڈی کے واسطے حملہ کرتا ہر اور زکے مثل خالی پیٹ سے فریاد و نالہ تیری طرف
 خواری کے ساتھ سست سست نگاہ سے مت دیکھے ایسا نہ کہ تیری رگ رگ میں جو بھرا ہو اسکو
 کھول دوں تو نے اپنی عقل کو مجھے بڑے سمجھا ہر پھر تو نے مجھی کم عقل کو کیوں دیکھ رکھا ہر آب تو بچہ گرگ بہ
 کی طرح مت جھپٹ اور مت دبا یہ عقل جو جگو ہو ایسی بری تنگ کی چیز ہو کہ اس سے بعقل اچھا اختلاف شرح بحر العلوم
 میں بکالے مانجہ مانجہ کی شکل کچھ لکھا ہر قولہ چونکہ عقل تو عقیدہ مردم ست، آن نہ عقل مت آن کہ مار و کثروم ست، خصم
 ظلم و مکر تو انتہا دہ دست مکر تو زما کو تاہ بادہ ہم تو مائے ہم فسوگر ای عجب ہر مار گیر و مارے ای تنگ عرب ہر نراغ اگر
 زشتی خود بشتا ختی، ہر بھو برف از رنج و غم بگداختی، ہر مردا فسوگر بخواند چون عدوہ او فسون برابر مارا فسون ہر وہ
 گزینودی دام او افسون مارہ کو فسون مارا رگشتی شکار ہر مردا فسون گزیر حص کسب و کار ہر دنیا پر آئینا افسون مارہ
 مار گوید ای فسوگر میں وہیں ہر آن خود دہدی فسون مابین ہر تو بنام حق فرہی مر مراد تا کنی رسوا سے شور و شرم ہر

نام حتم بست ہے آن راسے توہ نام حق را دام کردی واسے توہ نام حق بستاند از تو داد من بہ من بنام حق سپردم جان
 و تن بہ یا بزخم من رگ جانے بروہ یا ترا چون من بزندانی بروہ زن از نیگو نہ خشن گفتار ہاہ خواند بر شوی خود آنظہار ہاہ
 المعنی عقیدہ سردار قوم و برگزیدہ و رسن و پائے بند خصم بالفتح دشمن و مالک و صاحب خشن ہر چیز سخت و درشت
 عورت کہتی ہر کہ جب عقل تیری عقیدہ یعنی رسی و دھنکنا لوگون کی ہر کہ کسی کو چلنے نہیں دیتی تو وہ عقل نہیں ہر مار کو کڑو
 ہر جگہ دیکھے لوگ رگ جاتے ہیں تیرے ظلم و مکر کا مالک و دشمن اللہ ہوا اور تیرے مکر کا ہاتھ جسے کوتاہ ہو تو سانس بھی
 ہوا و بنگی بھی اور مار گریہ بھی اور مار بھی پس ای ننگ عرب تجسسا اور کون ہر تو اپنے آپ کو نہیں جانتا جیسے کو الہی برائی
 نہیں پہچانتا اگر پہچانتا تو مثل برت کے بیخ و غم سے گل جاتا تیرا وہ حال ہر جیسے افسونگر دشمن کے مانند مار پر افسون پہونکتا ہو
 اور مار اسپر افسون پہونکتا ہو مار کا افسون وہی پھسکا راسکی کہ مثل آواز افسونگر کے ہر جو چھو کرنے کے وقت نکلتی ہر
 مگر مار کا افسون اس افسونگر کا دام ہر اگر دام نہوتا تو یہ افسونگر افسون مار کا شکار کیون ہوتا اور کیون اس میں پھنستا
 ہاں افسونگر اپنے کسب و پیشہ کی حرص سے اس وقت افسون مار کو دریافت نہیں کرتا نہ سمجھتا ہر مار کتا ہر ای فسون گر
 خبر دار ہو خبر دار تو نے اپنے طور و طرز دیکھے اب میرے افسون کو دیکھ لیتے ہی تو نے نام حق سے بھگو دھوکا دیا اور
 مجھے شور و شر کر کے رسوا کرتا ہر چھو تو نام حق نے مقید رکھا ہر نہ تیری راسے نے اور تیرے حال پر افسوس کہ
 تو نے نام حق کو دام تر ویر بنایا ہر اب نام حق ہی میری داد تجھ سے لے میں نے اپنا جان و تن اسی کے حوالہ کر دیا
 بس یا موافق میرے زخم کے تیری رگ جان کو قطع کرے یعنی میرے ہی سے بیخ میں بھگو مارے یا میرے ہی مثل
 کسی زندان میں بھگو لیجے جیسے میں تیرے زندان میں ہوں آلفقہ عورت نے اسی قسم کی سخت باتیں اور طو مار
 شوہر کے سامنے پڑے الخلاف شرح بحر العلوم میں درمیان زن و دین کے و او عاطفہ نہیں ہر اور خشن کی جگہ جس لکھا
 نصیحت مرد کی عورت کو کہ فقیر و ن کو خوار مت جان او معاملہ حق میں انکی نسبت کمان کمال کا
 کرا و رطعہ مت کر فقیر فقیر و ن میں اپنی مفاسی کے خیال سے

قولہ مرد چون این طعنہ از زن شتفت بہ مستمع شد بعد ازین بازن چہ گفت بہ گفت ای زن تو زنی یا یا محزن بہ
 فقر فقر آمد مرا طعنہ مزین بہ مال و زر سر را بود و چون کلاہ بہ کل بود کان کر کہ سازد پناہ بہ آنکہ زلت و جہد رعنا پادش بہ
 چون کلاہش رفت خوشتر آیدش بہ مرد حق یا شد مانند بصرہ بس رہ نہ بہ کہ پوشیدہ نظر بہ وقت عرصہ کردن آن
 برودہ فروش بہ بر کند از برودہ جامہ عیب پوش بہ و برودے بر ہنش کے کند بہ بل یکا سہ خدمہ ہاے کند بہ گوہ
 لکن شرمندہ است از نیک و بد از بر نہ کردن او از تور بد و خواجہ در عیب ست غرقہ تا گوش بہ خواجہ را مالست
 و دلش عیب پوش بہ کر ملے عیب نہ بیند ملے بہ گشت دہمار اطعما جملے بہ در گرد آگو یہ سخن چون نہ کان بہ
 لہ نہ یاد کلاہ او مرد کان بہ المعنی بالحقن بضم بیار حزن کل بالفتح ہندی گنا عرصہ بالفتح ایک بار غلام کہ کتبی

چیز کا کسی پر تعدد بالضم وبالفتح وفتحین مکر و فریب کالہ متاع گرانا یہ کہ کالا بھی کہتے ہیں فرماتے ہیں مرد نے جب یہ طعنے عورت سے سنے اب تو یہ سن کہ بعد اس سننے کے اُسے عورت سے کیا کہا یہ کہا کہ اے عورت تو عورت ہو یا بالخرن ہو اے صاحب رنج بسیار تو نہیں جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کے حق میں الکفر فخری فرمایا ہو پھر پھر طعنے کیوں کرتی ہو یعنی فقر میرا فخر ہو مال و زراں ایسا ہی جیسے سر کی ٹوپی لیکن جو گنجا ہو اپنا عیب چھپانے کو ٹوپی کی آڑ بہت ڈھونڈتا ہو ہر وقت سر کو چھپائے ہی رہتا ہو اور جسکی زلفت و جدر عنا و زیبا ہو جب ٹوپی اتر جاتی ہو تو اور اچھا ہو جاتا ہو تو نہیں جانتی کہ مرد حق کے پاک صاف مثل بینائی کے ہیں اور جو مرد حق نہیں ہیں پوشیدہ نظر میں یعنی اندھے اب بتا کہ یہ برہنہ اچھی یا وہ پوشیدہ نظر اچھی دیکھ تو بردہ فروش جب بردہ کو خریدار کے سامنے کرتا ہو تو اُس کے کپڑے کہ ایک عیب پوش چیز ہیں اُٹا لیتا ہے جبکہ اُس میں کچھ عیب نہیں ہوتا اور جو اُس بردہ میں کچھ عیب ہوتا ہو تو اُس کو تنگاب کرتا ہو بلکہ کپڑے اُٹارنے میں ہر طرح مکر و فریب ملاتا ہو اور کہتا ہو کہ نیک و بد ہر قسم کے آدمی حاضر ہیں یہ اُسے شرماتا ہو اور اگر تنگاب کیا جائے تو احتمال ہو کہ شرم کے مارے تیرے پاس سے بھاگ جائے اب مقولہ مولانا رح کا ہے کہتے ہیں کہ عجب تماشا ہو کہ بردہ کا عیب دیکھتے ہیں اور خواجہ کا عیب کوئی نہیں دیکھتا جو کان تک عیب میں ڈوبا ہوا ہو اور اُس کی وجہ یہ ہو کہ خواجہ کے پاس مال ہو وہ مال گنجے کی سی ٹوپی اُس کا عیب چھپائے ہوے ہو اور تیز اُس سے تو ہر کسی کو طمع ہو چاہے کسی کو دے نہیں بس وہ طمع کسی طامع کو اُس کے عیب نہیں دیکھنے دیتی سب کے دلوں کی جامع ہو گئی ہو کوئی اُس سے جدا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی فقیر ایسی بات کہے کہ زریکا بلکہ زری کی کان ہو باوصف اس کے بھی اُس کی متاع کو اپنی دکان لینے گوش و دل میں ہرگز دخل نہیں دینگے اختلاف شرح بحر العلوم میں دوسرے شعر میں گفت بجائے گفت اور بالخرن بجائے بالخرن کس واسطے کہ وہ عورت ہو اب نہیں ہو سکتی اور برہنہ اُس بجائے برہنش اور خواجہ در عیب بجائے عیب اور رو رو نیا بردہ نیا ہڈی جگہ غلط لکھا ہو قولہ کار در ویشی ورے فتم تست نہ سوی در ویشان تو منکر تست بہت نہ زانکہ در ویشی ورے کارہاست نہ و مبدم از حق مریشان راعطاست نہ بلکہ در ویشان ورے ملان ایچ ہوزی دارند ورزقی از ذوالجلال نہ حق قلے عادل ست و عادلان نہ کے کند استگری بایدلان نہ آن کے رافعت نہ کالا دہند نہ وین و اگر برابر سر آتش نہند نہ آتشش سوزد کہ دارد این گمان نہ برد خدائے خالق ہر دو ہمان نہ فقر فخری نے گرافست و مجازہ صد ہزار ان غریبہا نہست و نازہ از غضب برین لقبہا راندہ نہ مار خو و مار گیرم خوانندہ نہ گنجگیرم مار و دندانیش کنم نہ تاش از سر کو فتن این کنم نہ زانکہ آن دندان عدو جان اوست نہ من عدو را میگویم نیز ظلم و بیست نہ از طبع ہرگز نخواہم من فسون نہ این طبع را کردہ ام من سرنگون نہ برایش بس کہین طبع از خلق نیست نہ از قنات و دل من عاجزست نہ از ہزار و ہزار بنی چنان نہ زان فرود آنا نند این گمان نہ جو نکہ گردی گشت نہی نہ

فقرت عز و الجلال ہر سرکہ مفروش و ہزاران جان بزمین ہر از قناعت غرق بحر انگبین ہر صد ہزاران جان تلخی
کش نگہ ہر چو گل آغشته اندر گلشکہ المعنی کارافراستی امر کارافراستی صدرالوربا بالانشین مخلوق مصقول
میعقل کردہ شدہ طلع بضم و میم مشد و طبع کیسے والی تخری سنرا و رو بہتر و صوٹ صغنا گلشکہ گلقد اور ایک قسم
شیمینی یہ مثل اعرابی نے اس بات پر ایراد کی ہر کہ ہر کوئی دوسرے کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہر چنانچہ کتاب ہر کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل نے دیکھا کہ ایک نقش بد صورت ہر جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہر آپ
نے اُس سے کہا کہ ای ابو جہل تو سچا ہر اور تو نے سچ کہا مگر تو کارافراست یعنی فضول ہر کہ اپنے مال کو دیکھتا ہر اور جگہ بتاتا ہر
جسکو دیکھ رہا ہر وہ خود تو ہی ہر اور صدیق نے جو انکو دیکھا کہا ای آفتاب تو نہ شرق سے ہر نہ غرب سے جیسا کہ یہ آفتاب
ہر بلکہ نور خدا کا ہر جس کی صفت میں لا شَرَّ قَبِيْظٍ وَلَا غَرْبَیْہِ آیا ہر خدا شجکو روشن رکھے آپ نے اُن سے بھی کہا کہ
ای عزیز تو نے سچ کہا خدا کرے تو اس دنیا سے نا چیز سے چھوٹا ہوا رہے ماضی میں نے عرض کی کہ ای بالانشین مخلوق
کے تھے دونوں گویندوں کو جنگے قول با ہم ضد و خلاف تھے راست گو کیسے کہا فرمایا میں ایک آئینہ مصقول
ہوں ترک دہند دونوں جیسے گورے اور کالے میں ویسے ہی آپ کو مجھ میں دیکھتے ہیں معقول ہر جس کے
سامنے آئینہ ہوگا بڑی بھلی جیسی ہر اپنی ہی صورت اُس میں دیکھے گا اب وہ اعرابی کہتا ہر کہ ای عورت تو جگہ طامع
لوگوں سے بتاتی ہر اس تخری زنانہ سے بڑھ کر قدم رکھا اور اس سے الگ ہوا اور تخری زنانہ یہ کہ عورتیں ہر بات
میں اپنے واسطے بہتر و صوٹ صغنی ہیں جگہ جو طمع ہر اُسکا مادہ رحمت ہر چہرہ اقسام الوان کی نعمت چنی ہوئی اور جہاں
وہ نعمت موجود ہر وہاں طمع کمان اور طمع کا کیا کام تو ہمیں دو ایک دن فکر کا امتحان تو کر تو فقر میں شجکو دوہری
غنا معلوم ہو کہ دنیا کی غنا اگر ہی ہر اور یہ دوہری والمضاعف تو فقر پر صبر کر اور یہ ملال چھوڑ دے اس واسطے کہ فقر میں
حضرت ذوالجلال نے بڑی عزیزین رکھی ہیں ترش روئی مت کر دیکھ تو ہزاروں جانیں قناعت سے کیسے شیریں شد
میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ کچھ بچہ پروا اُن کو نہیں بیٹھی بیٹھی زندگی اُنھیں کو حاصل ہر لاکھوں جانیں تلخی کش ہیں
انکو دیکھ کہ گل کی طرح جو تلخ مزہ ہو گل شکر میں لت پت ہیں یعنی سراپا شیریں ہو رہی ہیں الخلاف شرح بحر العلوم
میں کاسے کو کے اور افراستی کو افراستی اور نہ چیز بہیز صد کو کی جگہ صد اور طمع را مادہ رحمت کی جگہ مادہ رحمت
ایسے ہی قلمی میں گر میں نے تو اپنی کتاب میں نامہ کو مادہ بر عایت لفظ نعمت کے بنایا ٹھیک نہیں ہر قولہ ای
دیغا مر ترا گنا بدے ہر تا زباجم شرح دل پیدا شدے ہر لہن سخن شیرست در پستان ہاں ہر بے کشندہ خوش
نیکر دوروان ہر مستمع چون تشنہ و جویندہ شدہ و اعظا از مردہ بود گویندہ شدہ مستمع رلیہ چون از واید ملال ہر صد
نہاں گز و دیکھتن گنگ و لال ہر چونکہ نا محرم آید از دم ہر در پس پردہ بود اہل حرم ہر در و کیہ تخری ہر و ناگزیند
بر کشتا شکران شیدان روی بندہ ہر کرانجہ و کش و زبنا کشندہ از ہوا بی قوت ہر بنا کشندہ کے بود و ناگزیند تخری ہر ہر

از برای گوشِ محسوس و مشکِ راقی پیدا خوشدم کردہ ہر شرم کردہ و پشیم کردہ نامی راقی بیودہ خوشدم کردہ ہر انس آمدہ ہر اہم کردہ
حق زمین و آسمان ہا ساخت ست و در میان بس نار و نور افراخت ست و این زمین را از ہر اے خاکیان و آسمان را
مسکن افلاکیان و مرد سفلی دشمن بالا بودہ مشتری ہر مکان پیدا بودہ ای ستیزہ چ تو بر خاستی و خوشیشتن را ہر
گور آراستی و گر جهان را ہر در مکنون کنم و رونے تو چون نباشد چون کنم و گریبان پر شود ز رو و نقود و بیضے
حق جوے نتوان رہودہ ترک جنگ و سر زفتن ای زن بگو و ورنیکوئی بترک من بگو و مرا چہ جای جنگ نیک
ویدہ کین دلم از صلحما ہم میردہ بر سر لین ریشما نیشم مزن و زخمہا بر جان پیجویشم مزن و گر خش کردی و گر نہ
آن کنم و کین ہمین دم ترک خان مان کنم و پاتھی گشتن بہ است از کفتن تنگ و رنج غیبت بہ کہ اندر خانہ جنگ و
المعنی گنجائین الف فاعل کا ہر جیسے و انامینا مین ہا مصدر کا جیسے ہناین ستیران پوشندگان روے بند
نقاب کش یعنی خوش اہم ہر آشتم بالفتح جسکو بودہ ہونہ معلوم ہو اہم بالفتح دیو و شیطان آعرابی عورت سے
کہتا ہر کہ ہاے افسوس اگر تجھ مین سائی ہوتی تب میری جان سے جو کچھ میرے دل مین بھرا ہو اُس کی شرح پیدا
ہوتی کیا کروں تیرا طرف نہیں اب یہ حال ہر کہ یہ سخن شیر کی طرح میرے جان کی پستان مین جمع ہر جب تک کوئی
کھینچنے والا نہو کیسے روان ہو دستور ہر کہ جب سننے والا مشتاق و طالب ہوتا ہر و اعظا اگر مردہ ہو تب بھی گویندہ
ہو جاتا ہر اور جب مستمع کو واعظ سے ناخوشی و ملال ہو یعنی وعظا اسکا خوش نہ آے اگر سوز بانین اُس کی گفتگو کی
ہر تب بھی وہ گونگا اور ہر زبان ہر ظاہر ہر جب نا محرم گھر مین آتا ہر تو سب اہل حرم جو گھر کی عورتین مین اُس سے
پر وہ مین ہو جاتی ہر اور جو کوئی محرم بے گزند آتا ہر تو وہ چھپنے والیاں سب روے بند و نقاب کھول دیتی ہر
سب جانتے ہر کہ جسکو قضا و قدر نے خوب و خوش اور زیبا کیا ہر تو واسطے دیدہ بینا کے کیا ہر کہ اُس کی خوبی دیکھے
نہ اندھے کے واسطے بھلا چنگ کی آواز اور اسکی زیر و بم ہرے چس کے کانوں کے واسطے کب ہر خدا تعالیٰ
نے مشک کو بیفائدہ خوشدم نہیں کیا بلکہ قوت شمع کے واسطے کہ اسکی بوسونگھے نہ خشم کے واسطے کہ بوبدلو کی
دریافت سے بے بہرہ ہو ایسے ہی نامے کو بیفائدہ خوش دم نہیں کیا ہر یہ انسان کی تفریح کے لیے ہر نہ دیو و
شیطان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہر و بان دونوں مین بہت سے نار و نور افراختہ کیے ہر
بس زمین کو مناسب جا کیوں کے جانا ہر کہ انکا مسکن ہر اور آسمان کو افلاکیوں کا مقام ٹھہرایا ہر آندہ جو
شخصی سفلی ہر وہ دشمن بالا والوں کے ہر ایسے ہی ہر کوئی خریدار ہر مکان کا ظاہر ہوتا ہر نہ کہ تو ای ستیزہ چ
کہ ہر وقت لڑائی مین غطان پہچان ہر انھی اور گور کے واسطے اپنا سنگار کرتے لگی یہ نہیں جانتی کہ اگر سارا
جوان مین ہر کیوں سے بھر دوں اور تیری روزی ایسے نہو تو مین کیا کروں اگر سیا بان زرو نقود سے بھر جائین
یہ بیفائدہ تھا بلکہ جو بھر تو کوئی لچا ہے بس ای عورت یہ جنگ و ملا مت چھوڑ اور جو اس کو نہیں چھوڑتی

تو جھوٹا چھوڑ چکو کسی نیک و بد کی جنگ کا موقع نہیں رہا اس واسطے کہ دل میرا خود صلحوں سے بھاگتا ہے جھکو نہ کسی کی جنگ سے غرض نہ کسی کی صلح سے میرے دل میں تو خود زخم بھرے ہیں تو اور اپنے دھنک مارتی ہو اور میں اپنے آپ میں نہیں ہوں تو زخم بھر لگاتی ہو اب اگر خاموش ہوئی بہتر ورنہ میں اسی وقت سب گھر بار ترک کرتا ہوں اسکے کہ تنگ پائون پھر نا اچھا جوتی تنگ اچھی نہیں اور مسافت کا رخ اچھا گھر کی لڑائی اچھی نہیں اختلاف شرح بحار العلوم میں ستیران کو ستیران اور بجائے نامے را کے نام حق راستیہ پنج ستیرہ پنج اور سرزنش کی جگہ رہنی کہ یہ تو ہوبوہی سکتا ہے جان پنجویشم کو جانب خوشم لکھا ہے

مراعات زن کی شوہر کے ساتھ اور اپنے کسے سے استغفار کرنا

قولہ زن چو دیداراکہ تند و توسن ست ہگشت گریان گریہ خود دام زن ست ہگشت از تو کے چنین پنداشتم ہ از توسن امید دیگر داشتم ہ زن درآمد از طریق نیستی ہگشت من خاک شما ام نے تے ہ جسم و جانم ہرچہ ہستم آن تست ہ حکم فرما جلی فرمان تست ہ گرز و روشی دلم از صبر جست ہ بہر خوشم نیست از بہر تواست ہ تو مرا در درو با بودی دوا ہ من نہ خواہم کہ باشی مینوا ہ جان تو کہ بہر خوشم نیست این ہ از برے تست این بانگ خنیں ہ خوش من و امید بہر خوش تو ہ ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو ہ کاش جانت کش روان من فدی ہ از ضمیر جانن واقع ہدی ہ چو تنو با من این چنین بودی بظن ہ ہم زبان نیز از گشت ہم زن ہ خاک را بر سیم وز کردیم چون ہ تو خنیں با من ای جان را سکون ہ تو کہ در جان و دلم جا میکنی ہ زینقد راز من تیرا میکنی ہ تو تیرا کن کہ ہست دستگاہ ہ ای تیرا ترا جان غدر خواہ ہ یادنی کن از نانی را کہ من ہ چون صنم بودم تو بودی چون من ہ بندہ بروفق تو دل افروختست ہ ہرچہ گوئی بخت گوئم سخت ست المعنی توسن بالفتح سرکش تیرا بیزاری دستگاہ سامان و مقدورستی بکسر زن نیک و خاتون خنیں معنی بسیاری گریہ و نالہ یعنی جب عورت نے دیکھا کہ یہ تند و توسن ہو گیا اس سرکش تو رونے لگی کہ رونا خود و غور توں کا بال ہو کہا میں جھکوا یا نہیں جانتی تھی میں تو تجھے اور ہی امید رکھتی تھی پھر بطریق نیستی اسے ازادہ بخرکنے لگی کہ میں تمھاری خاک ہوں زن سنی یعنی خاتون کب ہوں تیرا جسم و جان اور جو کچھ میں ہوں تمھاری ملک ہو تم حکم کرو سارے حکم تمھارے واسطے میں کیا ہوں اگر محتاجی سے میرا دل صبر چھوڑ بھاگا تو یہ میرے اپنے واسطے نہیں تمھارے واسطے ہو کہ تمھاری تکلیف نہیں دیکھ سکتی تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے میں بھی نہیں چاہتی کہ تو فاقہ میں رہے قسم تیری جان کی یا میری جان تجھ پر فدا یہ تیرے ہی لیے ہے جو جان میری تیرے واسطے ایسی چلائی روئی ہے نہ اپنے واسطے میری ذات خالی قسم تیری ذات کے واسطے ہے ہر دم یہی چاہتی ہے تیری خدمت و طاعت میں رسواں لافسوس تیری جان چہ میری جان فدا ہو میری جان کی جیسے واقع ہوئی تیرا جان چھوڑا

میں نہیں جانتی تھی کہ جھکوا یا گیاں میری طرف سے ہر لے میں جان سے بھی بیزار ہوئی تن سے بھی میرے کس کام کے میں میں نے سیم و زر و دونوں پر خاک ڈالی جب تیرا میرے ساتھ حال ہو کیونکہ میری جان کا صبر و سکون تو تو ہو میری سیم و زر

اسکا کیسے قائم رہتا کہ سوا ایسے رونے کے کہ خود دل کو نرم کرتا ہو وہ دلربا بھی تھی لاجرم اُسی باران سے ایک برق چمکی کہ وہ برق محبت ہو اور اُن سے مرد و حید کے دل میں آگ لگا دی اس سبب سے کہ یہ مرد بندہ اسکی صورت خوب کا تھا اور اب جو کسے بندگی شروع کی تو خیال کرو اسکا کیا حال ہو گا یہی سمجھ لے کہ جسکے کبر سے تیرا دل کانپتا ہو جب وہ تیرے آگے روئے تو تیری کیا کیفیت ہو جائیگی **الخلافا** شرح بحر العلوم میں بکلمے ہر چمکے ہر چشم اور بجائے خرد تا ختم خود دریا ختم اور گردن را کو گردان جرم کو جزم اور بجائے ماننے ماند سب غلط ہیں قولہ آنکہ از نازش دل و جان خون بودہ چونکہ آید در نیازا و چون بودہ آنکہ در جو رجائش دام ماست و عذر ما چہ بودہ و در عذر غاست و آنکہ جز خونریزیش کارے نہ بودہ چون نہند گردن زہے سودا و سودہ آنکہ جز گردن کشی ناید از وہ سر نہ پیش تو چون باشد بگوہ چون پے یکنکن آتش آفریدہ کے تواند آدم از جوابریدہ زین للناس حق آراست ست و زانچہ حق آراست کے مانند جست و آنکہ عالم مست گفتش آدمی کہ کھینے با حیرا میزدی و آب غالب شد بر آتش از نیب و زاتش او ہوشہ چو باشد در حجب و چونکہ دیگے مائل آمد ہر دورا نہ نیست گردان آب را گردش ہوا و ظاہر بر زن جواب ارغابی و باطناً مغلوب و زن را طالبی و اینچنین خاصیت در آدمی ست و ہر حیوان را کست آن از کمی ست و بمعنی نیب بکسر مالہ نہاب بمعنی غارت حجب مالہ حجاب پردہ مائل مانع و بازدارندہ یہ سبب بھی مقولات مولانا رحم کے ہیں فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس کے ناز سے دل و جان خون ہو جب وہ نیاز کرے تو کیسا حال ہوا اور جس شخص کی جو رجوانیسی خوش آئند ہو کہ خود بخود ہم آگے دام میں پھنسیں جب وہی عذر کو مستعد ہو تو پھر عذر ہمارا کیا چیز ہو وہ ظالم جسکا سوا خونریزی دوسرا کام نہ تھا اگر وہ گردن سانے جھکا دے تو عجب سودا با سودا اور وہ گردن کش کہ جس سے سوا گردن کشی اور کچھ نہ ہو سکے اور تیرے آگے سر رکھ دے تو بتا کیا کیفیت ہوا اور جب عورت معشوقہ جھکوا لند

تعلے نے تسکین مرد کے واسطے پیدا کیا چنانچہ فرمایا **ہو الذی خلقکم من نفس واحدہ و خلق منہا زوہا لیسکن الیہا وہ اللہ ایسا جو جسے پیدا کیا مخلوقات واحد آدم علیہ السلام سے اور پیدا کیا آدم سے انکی زوجہ حوا کو تا وہ اُن سے آرام پائیں پھر ایسی معشوقہ سے کہ جسے جدا ہووے آدم حوا سے کب جدا ہووے اور لو اللہ تعلے نے فرمایا جو زینت للناس حب الشهوات **بن النصار زینت** دی گئی جو خدا کی طرف سے انسان کو محبت مشتیات کی عورتوں سے پھر اُس چیز سے جسکو حق نے زینت دی ہو اور آراستہ کیا ہو کیسے چھوٹ سکتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کلام سے عالم مست ہو جانا تھا کھینے یا حیرا کے کلام کرنا جسے امر مائشہ کلام کر چیشہ فرمایا کرتے تھے اور انکی باتوں کے مشتاق ہوتے تھے اب اُن سے بڑھ کے کون ہو پانی آگ پر غلا ہر غالب ہو کہ آگ کو لوٹ دیتا ہو پیشی بجھا دیتا ہو اور وہی پانی آگ سے کھولتا ہو جو حجاب میں ہوتا ہو بس اب مرد جو آگ زن اور حجاب خیمہ اسکی محبت مثلاً کسی دیگ میں پانی رکھا جائے جو یہ دیگ دو نوں میں مائل ہوگی اسوقت میں آگ پانی پر غالب**

ہو جائیگی اور اُس پانی کو ہوا بنا کے اُڑائیگی اور نیست کرے گی پھر گو بظاہر مثل آب کے عورت پر تو غالب ہو جوش
آتش کے ہو لیکن باطن میں آب دردیگ کی طرح مغلوب و طالب ہو زن کا ہی اور یہ اس قسم کی خاصیتیں خاص
آدمی میں ہیں اور حیوان میں محبت کم ہو سو وہ اسکی کمی سے ہو کہ انسان سے کتر ہو الخلاف شرح بحر العلوم میں
آب را کی جگہ برابر را غالبی کے بجائے از غالبی غلط ہو

اس حدیث کے بیان میں جو فرمائی ہے اِنَّ الْمَرْءَ لَغُلْبٌ الْعَاقِلُ وَغُلْبُ الْجَاهِلِ بِبَیِّنَاتٍ عَوْرَتِیْنِ
غالب ہو جاتی ہیں عاقل پر اور غالب ہو جاتی ہیں جاہل پر

قولہ گفت ہنمبر کہ زن بر عاقلان ۛ غالب آید سخت بر صاحب دلائل ۛ باز بر زن جاہلان چیرہ شونہ زن کہ ایشان تند و
بس خیرہ رواند کہ کم بود شان رقت و لطف و وداد ۛ زن کہ حیوانیست غالب بر نہاد ۛ مرد و رقت و صفت
انسانی بود ۛ خشم و شہوت و صفت حیوانی بود ۛ پر تو حق است آن معشوق نیست ۛ خالق است آن گویا مخلوق
نیست ۛ المعنی یعنی رسول مقبول نے فرمایا ہو کہ عورت عقل مند و ن پر غالب ہو جاتی ہو خصوص صاحب دلون پر
تو از حد کیونکہ وہ خوش خلق ہوتے ہیں البتہ جاہل اُس پر غالب ہو جاتے ہیں اس سبب سے کہ یہ از بس تند اور
شوخ صورت ہوتے ہیں انکی بد خوئی سے دُشمنی ہیں آن میں نرم دلی و مہربانی و دوستی کم ہوتی ہو اس واسطے کہ
انکی نہاد و سرشت پر حیوانیت غالب ہو ظاہر کہ محبت و نرم دلی و صفت انسانی ہو ۛ خشم و شہوت و صفت حیوانی آب
تو اس بات کو سمجھے رہ کہ وہ جو معشوق تیری ہو پر تو حق کی ہو خالق ہو وہ گویا مخلوق نہیں ہو کہ تیرے دلیلیں یہ محبت اُسے پیدا کی

تسلیم کرنا مرد کا آپ کو حکم زن میں اور اس کے اعتراض کو شمارہ حق کا جاننا

قولہ مردان گفتن پشیمان شد چنان کہ عوانی ساعت مردن عوان ۛ گفت خصم جان جان چون آدم ہر سر جان
من لکد ہا چون زدم ۛ چون قضا آید نازد فہم و راے ۛ کس نمیداند قضا را جز خداے ۛ چون قضا آید فرو شود بصر ۛ
تا نداند عقل پایا را ز سر ۛ زن امام المتقین و اداین خبر کہ اِذَا جَاءَ الْقَضَاءُ اَعْمٰی الْبَصَرِ ۛ چون قضا بگذشت خود را
میسوزد ۛ پردہ بدریدہ گریبان میدرد ۛ مرد گفت ای زن پشیمان میشوم ۛ گر بدم کا فر مسلمان میشوم ۛ من گنگار
تو ام رنجے بکن ۛ بکن کیباریم از پنج و بن ۛ کا فر پیرا پشیمان میشود ۛ چونکہ عذر آرد مسلمان ۛ من گنگار
تو ام رنجے بکن ۛ عذر من پذیرو بشنوائین سخن ۛ حضرت پر محبت و پر کرم ۛ عاشق او ہم وجود ہم کفر و ایمان عاشق
آن کہیر با مس و لقرہ بندہ آن کیما ۛ المعنی امام المتقین لقب حضرت علی مرتضیٰ ز مرد اُس کہنے سے ایسا پشیمان
ہوایسے عوانی سے وقت مرنے کے عوان گما دشمن اپنی جان جان کا لین کیسے ہو گیا اور میں نے اپنے جان کے سر پر
لا تین کیسے باہرین سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ جب حکم الہی آتا ہو فکر و سمجھ نہیں رہتی نہ کوئی اُس حکم کو سوا خدا کے جانتا ہو هیچ
نکدہ حکم الہی آتا ہو آنکسین عوانی میں ہوا عظمیٰ ہا یہی نہ ہو کہ چلنے نہ پاؤن کہ نہ کسی اپنے کو سمجھتا ہو

اسی واسطے امام المتقین حضرت علی شہ خدائے خبر دی ہو کہ جب حکم الہی آتا ہے بینائی اندھی ہو جاتی ہے اور جب یہ حکم آتی ہو گزرتا ہو تو اپنی جان کو کھاتا ہے اور ضیعت ہو کے گریبان بچاڑتا ہے لہذا یہ اعرانی بھی پیشان ہوا اور کما امی عورت میں پیشان ہوتا ہوں اگرچہ بدکار ہوں مسلمان ہوتا ہوں میں تیرا گنگا رہوں تو بچھڑا رحیم کر میری جزبیا دیکھا رگی ست کھو د تیری میری سے بے نام و نشان ہو جاؤنگا بوڑھا کا فر اگر پیشان ہوا اور غدر کرے تو مسلمان ہو جاتا ہے پھر مسلمان کا غدر قابل قبول ہی ہوتا ہے میں گنگا رہوں تو بچھڑا رحیم کر غدر میرا مان لے اور ایک بات میری سن اللہ کی دگاہ بڑی پر رحمت ہے اور پر کرم جسکے عاشق اہل و بود بھی ہیں اور اہل عدم بھی یعنی جو موجود ہیں وہ بھی اور جو معدوم ہیں وہ بھی سب اسکو ملتے جلتے ہیں کفر و ایمان دونوں اسی کے طالب و عاشق ہیں وہی دونوں کا مطلوب و معشوق ہے اور بس و نقرہ دونوں بندے اس کیلئے چلے جسکو مس رکھے چلے جس کو کندن بناوے

اس بیان میں کہ موسیٰ اور فرعون دونوں سخر ایک مشیت کے ہیں جیسے زہر اور فاد زہر اور نور و ظلمت اور مناجات فرعون خلوت میں تو عزت و آبرو اسکی ہے

قوله موسیٰ وفرعون معنی راہی ہے ظاہر آن رہ دارد و این پیر ہی ہے روز موسیٰ پیش حق نالان شدہ بہ نیم شب فرعون ہم گریبان شدہ کہین چہ غلست ایخدا برگردنم ہے ورنہ غل باشد کہ گوید من بنم نہ زانکہ موسیٰ را منور کردہ بہ ماہ جانم را سیرہ رو کردہ بہ بہتر از ما سہ بنو داستارہ ام ہے چون خسوف آمد چہ باشد چارہ ام ہے تو ہم کرب و سلطان میرند نہ گرفتہ خلق پیکان میرند نہ میرند آن طاس و غوغا میکنند ماہ را زان زخمہ رسوا میکنند منکہ فرعون ہم ز شہوت و اے من ہے زخم طاس ان بنی الاعلاے من ہے خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات ہے میشکا فذ مشخ را در بیشہ ات ہے باز شانیہ را موصل میکند شخ ریکہ را مصل میکند شخ را بر تیشہ دستی ہست نے ہے ہیج شخ از دست تیشہ رست نے حق آنقدرت کہ در تیشہ تراست ہے از کرم کن این کچہ ما را تو راست ہے باز با خود گفت فرعون ای عجب ہے من بقربارتا ام چلہ شب ہے در نشان خاکی و نوزون میشوم ہے چون بہو سے میرسم خون میشوم ہ رنگ زر قلب دہ تو میشود ہے پیش آتش چون سیرو میشود ہ ما کہ قلب و قالبم در حکم اوست ہے کخط مغزم میکند یک کخط پوست ہے کخط ما ہم کند یکدم سیاہ ہے خود چہ باشد غیر این کارا کہ ہے سہر کر دم چونکہ گوید کشت باش ہے زرد کر دم چونکہ گوید زشت باش ہے پیش چوگانہ حکم کن فکان ہے سید ویم اندر مکان و لا مکان ہے چونکہ میرنگی اسیر رنگ شدہ موسیٰ با موسیٰ در جنگ شدہ چون ہیرنگی رسی کان داشتی ہے موسیٰ وفرعون دارند آشتی ہے المعنی را ہی بالفخ غلام قل بفتح طوق آہنی و بند پیکان بالکسر و کاف فارسی پیالہ گھڑی کا آشتی صلح یعنی موسیٰ اور فرعون دونوں معنے کے غلام ہیں بظاہر اتنا ہی فرق تو ہے کہ موسیٰ راہ رکھتے ہیں اور فرعون بیراہنی بس ہادی و مصل کا تفاوت ہے دن میں حضرت موسیٰ خدا تعالیٰ کی حضور میں تزاری ہو مناجات کرتے تھے آدمی رات کو فرعون بھی اس کے سامنے گریبان اور نالان ہوتا تھا

اور کتا تھا کہ اے خدا کیسا طوق میری گردن میں تو نے ڈال دیا ہو اور میری گردن پھانسی ہو اگر یہ طوق نہ تو بھلا کون ایسا ہو کہ کے میں ہی میں ہوں تو نے موسیٰ کو منور کیا ہو اور میرے ماہ جان کو سیر رو کر دیا ہو کیا بہتر ماہ سے میرا ستارہ جو مراد جان سے ہو نہ تھا اب جو اسپر خسوف آگیا تو میں کیا تدبیر کروں میری نوبت کہ رب و سلطان سے بچانے ہیں یعنی مجھ کو رب و سلطان مشہور کیا ہو حالانکہ میرا ماہ گسن میں ہوا اور یہ گھڑیاں بجا رہے ہیں گھڑیاں بجا بجا کے شور کرتے ہیں اور میرے ماہ کو اس ضرب سے رسوا کرتے ہیں کہ وہ تاریک و سیاہ ہو تیرا حال تو یہ کہ خواہش نفس سے فرعون بن رہا ہوں کہ قابل و اسے کرنے کے ہوں اب یہ زخم جو گھڑیاں کی آواز کی طرح ربی الا علی کا ہو مزید بران ہو جس سے فصاحت و رسوا ہوں پھر کتا ہو کہ موسیٰ اور ہم دونوں خواہ ماہ شان اے غلام تیرے ہی ہیں اور ایک ہی بیشہ کے دو درخت مگر فرق یہ ہو کہ تیشہ تیرا ایک درخت کی شاخ پھیر دیتا ہو اور دوسرے کی شاخ کو نہیں پھیرتا اور پھر اس شاخ کو اور شاخ سے پیوند کر دیتا ہو تا عمدہ مینوہ بکثرت حاصل ہوا اور دوسرے کو معطل ویسے ہی چھوڑتا ہو کہ وہ بے بار و خراب رہتا ہو جس کو ہندی محاورہ میں ٹھٹھہ کہتے ہیں بس پہلی شاخ موسیٰ ہیں دوسری میں ہوں شعر آئندہ میں خود ہی استفہام کرتا ہو خود ہی جواب دیتا ہو کہ کسی شاخ کو بھی تیشہ پر قدرت و قوت ہو کتا ہو نہیں اور کوئی شاخ تیشہ کے ہاتھ سے چھوٹی ہو کتا ہو نہیں جس کو اس قدرت کے حق و طفیل سے کہ وہ تیرا تیشہ ہو اپنے کرم سے میری کچھون کو سیدھا کر دے جیسے تیشہ لکڑی کی تیرے سینہ نکال دیتا ہو پھر فرعون نے متعجب ہو کے اپنے دل میں کہا کہ بڑا تعجب ہو میں بھی رات بھر یا رتنا کتا ہوں اور مناجات کرتا ہوں اور پوشیدہ خاکساری کرتا ہوں اور بخوبی موزون ہوں کوئی بھی نہیں پھر موسیٰ کے سامنے سچ سے خون کیون ہو جاتا ہوں یعنی ہم تن چشم و غضب اب مقولے مولانا جہ کے ہیں کہ زرقاب پر کیسے بہت سے رنگ تو بتو پڑھاتے ہیں مگر وہ جب آگ کے سامنے جاتا ہو آخر یہ رو ہو جاتا ہو یہی حال فرعون و موسیٰ کا ہو ایسے ہی ہم ہیں کہ ہمارا قلب و قالب اے جان و حق دونوں اسی کے حکم میں ہیں دم بھر میں ہکو مغز بنا دیتا ہو دم بھر میں پوست کسی وقت ہکو ماہ بنا دیتا ہو اور کسی وقت سیاہ کر دیتا ہو سوال کے اور کام خدا کا کیا ہو جب کہہ دیتا ہو کشت ہو جاتا ہو ہم سبز ہو جاتے ہیں اور ہو کتا ہو زشت ہو جاتا ہو ہم زرد ہو جاتے ہیں جو مراد بہار و خزان سے ہو الغرض وہ جو ہو گان حکم کن فکان کے ہیں انکے سامنے ہم مثل گند کے ہیں وہی ہکو مکان و لامکان میں دوڑاتے پھرتے ہیں جیسا جسکو حکم ہو اور وجہ اسکی یہ ہو کہ جب پیرنگی اسپر رنگ کی ہوئی اور ہر رنگ سے اُسے جلوہ کیا تو ایک موسیٰ دوسرے موسیٰ سے لڑنے لگا کہ یہ اثر رنگ کا ہو گو دراصل دونوں ایک ہیں اسی پیرنگی کے رنگ لیے اس رنگ نے دونوں میں جدا جدا تعین پیدا کر دیا اور جب تو پیرنگی کو پہونچے اور یہ مقام ہو جھکنا نصیب ہو جیسا کہ عالم ادویہ میں تھا تو موسیٰ اور فرعون میں بخوبی ملت یہ صلح ہو کوئی تڑابی نہیں ایسی کہ اصل

میں دونوں ایک ہیں اس مقام میں نہ کفر نہ اسلام اور ظاہر کہ عالم میں کفر و اسلام کمان مقابلہ کو
 اسیر چوگان حکم کے ہوئے اُسے پہلے کفر کی طرف پھینکا پہلے اسلام کی طرف اختلاف شرح بحر العلوم میں
 بجائے موصل میکنے کی بجائے ہذا دوسرا مصرعہ اور شلخ برقیہ کے درمیان میں نہیں لکھا اور ماکہ قلب کوئی
 کہ قلب اور زرد کرم کو زرد کریم جو موزون نہیں ٹھیک نہیں لکھا ہے قولہ گر ترا آید برین نکتہ سوال ہر رنگ
 کے خالی بود از قیل وقال ہذا عجیب کین رنگ از بیزنگ خاست ہ رنگ با بیزنگ چون در جنگ خاست ہ اصل
 روغن زاب افرون میشود ہ عاقبت با آب مند چون میشود ہ چونکہ روغن راز آب سرشته اندہ آب باروغن چرامند گشتہ اندہ
 چون گل از غارت و غار از گل چرا ہ ہر دو در جنگند و اندر را جزا ہ یا نہ جنگست این برائے حکمت است ہ ہر دو جنگ خرفروشان
 صنعت است ہ یا نہ اینست و تان حیرانست ہ کنج پاید جست این ویرانست ہ اسچہ تو کنش تو ہم میکنی ہ زان تو ہم
 گنج را کہ میکنی ہ چون عمارت دان تو وہم وراثت ہ کنج نبود در عمارت جایا ہ در عمارت ہستی و جنگی بودہ نیست را
 از ہستمانستہ بودہ ہے کہ ہست از ہستی فریاد کردہ نیست خود آن ہست را واداد کردہ تو گو کہ من گریز اہم ز نیست ہ
 بلکہ او از تو گریزانست ہ بایست ہ ظاہر اسچہ اندت او سوے خودہ و ز درون میرانند ہ چو ب رود لعلماے باز گو نہ
 اے سلیم ہ نفرت فرعون میدان از کلیم ہ قومی اندر آتش سوزان چو درود قومی اندر گلستان بارخ و درود
 المعنی عمارت بکسر آبادی و آواد وید نیانفل باز گو نہ انا معاملہ نفرت بکسر رسیدگی و رد گلاب مولانا روم فرماتے ہیں کہ
 ہ جو ہننے کہا کہ بی رنگی میں جنگ نہیں ہر اس نکتہ پر اگر تو سوال کرے کہ کوئی رنگ خالی قیل وقال سے نہیں ہوتا
 اور تعجب یہ کہ یہ رنگ بھی بیزنگ ہی سے پیدا ہوا پھر رنگ با وصف اسکے کہ بیزنگ سے ہر کیون جنگ کو مستعد
 ہوا اور اپنی اصلیت سے الگ ہوا اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ روغن کی اصل آب سے ہر اسطور پر کہ اول السی وغیرہ
 جو چیزیں روغن کشی کی ہیں انکو پانی میں خوب تر کر کے بھیگا رکھتے ہیں اگر تر کر کے بھیگا نہ رکھیں تو روغن نہایت ہی
 کم نکلے بس پانی روغن کو بڑھاتا ہر آخر پھر یہی روغن پانی کی ضد ہو جاتا ہر کہ پانی سے چرچا تا ہر اور جلتا نہیں بس
 جبکہ روغن کو پانی سے سرشتہ کیا ہر اور اصل میں اسکے پانی تھا تو کیا سبب جو آب یا روغن با ہم ضد ہو جاتے ہیں
 ایسے ہی گل غار سے ہر اور غار گل سے حالانکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے سے جنگ میں ہیں
 ہر یا یہ جنگ نہیں ہر کوئی حکمت ہر جیسے جنگ خرفروشان کی صنعت و بناوٹ ہوتی ہر یہ بھی بظاہر لڑتے ہیں باطن
 میں ایک ہوتے ہیں یا نہ حکمت ہر نہ صنعت ہر مقام حیرانی کا ہر ثواب اس میں خزانہ دھونڈنا پہلے کیونکہ
 حیرت محمود ہادی معرفت ہر جو خزانہ ہر اور بھی حیرت ویرانہ اس خزانہ کا اسی میں ملیگا مگر جس خزانہ کا تو تو ہم کرتا ہر لے
 مال دنیا یہ وہ خزانہ نہیں ہر اسی کے تو ہم سے تو تو اسکو کھوئے ہوئے ہر تو اپنے وہم و فکرون کو ایسا جان جیسے آبادی
 پھر یہ تو معلوم ہر کہ آبادی خزانوں کی جگہ نہیں ہر بس اس آبادی میں جو وہم وراے ہیں ہستی اور خودی اور ہنگام

یعنی قبل و قال و خصوصت باہمی اور جو ان مراتب سے گزرتے ہوئے ہیں انکو انے ننگ و عار ہی نہ یہ کہ ہست نیستی کی فرما دکرے اور نیستی اسکو ناگوار ہو بلکہ نیست اس ہست کو خود بخوشی چھوڑ دیتا ہے اور واداد یعنی حوالہ کر دیتا ہے مطلق پر و انہیں کرتا تو یہ مت کہ کہ میں نیست سے بھاگتا ہوں اور لذائذ جسمانی سے متلذذ ہوتا ہوں بلکہ وہ خود تجھے بھاگتی ہے تو ذرا ٹھہر تو کسو اسطے کہ وہ لذت روحانی ہے اور تو اسیر لذت جسمانی کا پھر تجھے کیسے نہ بھاگے وہ ظاہر تجھ کو بلاتی ہے اور تیری رغبت اُدھر ہوتی ہے اور درحقیقت دُندہ رد کا لیے تیرے پیچھے ہے کہ تجھ کو ہکاتی رہتی ہے اور اسلیم تو سلیم الطبع ہے سمجھتا نہیں یہاں فعل واژگو نہ ہے یعنی اٹھا معاملہ ہے جیسے فرعون کو نفرت کلیم سے تھی ایک قوم تو ایسے ہیں کہ ہر چند آتش سوزان میں ہیں مگر مثل گلاب کے خندان اور شگفتہ ہیں جیسے وہ اپنی آگ میں خندان ہے اور آگ انکی رنگ اسکا اور ایک قوم وہ ہیں کہ گو گستان میں ہیں مگر باغ و دروہن پہلے تو نیستی والے ہیں کہ ہر حال میں خوش دوسرے ہستی والے کہ کیسا ہی عیش و آرام ہو مگر باغ و فکر سے خالی نہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں بجا ہے گنج باہر حست کے گنج باہر گنج

سبب حرمان اشتیاق کہ خسر الدنیا والآخرۃ یعنی زیانکار رہو دنیا و آخرت کا

قولہ چون حکیم اعتقاد ہی کردہ است کہ کاسمان بیضہ زمین چون زردہ است کہ گفت سائل چون باندین خاکدان کہ در میان این محیط آسمان کہ ہجو قندیل معلق در ہوا کہ نے با سفل میرود نے بر علاء آن حکیمش گفت کہ جذب سما کہ از ہبات شش باند اندر ہوا چون زمنا طیس قہر بہت کہ در میان ماند کہنے آویختہ کہ آن در گفت آسمان با صفا کہ کے کشد در خود زمین تیرہ راہ بلکہ دفعش میکند از شش ہبات کہ زان باند اندر میان عاصفات کہ پس ز دفع خاطر اہل کمال کہ جان فرعونان باند اندر ضلال کہ پس ز دفع انہجہان و آنجمان کہ ماندہ انداز پیرمان بے این و آن کہ سر کشی از بندگان ذوالجلال کہ ہوا کہ دارند از وجود تو ملال کہ کہ با دارند چون پیدا کنند کہ گاہ ہستی مر ترا شید ا کنند کہ کہ ہائے خوش چون پیمان کنند کہ زود تسلیم ترا طیفان کنند کہ آہنجان کہ مرتبہ حیوانیت کہ گوا سیر و سنبہ انسانیت کہ مرتبہ انسان بدست اولیا کہ سنبہ چون حیوان شتاش ای کہیاد المعنی حکیمک میں کاف تصغیر و تعظیم و تحقیر و دونوں کا ہو سکتا ہے مقتا طیس بالکسر سنگ کہ لوہے کو کچھ پختا ہے ریتہ ڈھالا ہوا عاصفات ہوا ہائے تند طیفان از مد گذشتن سنبہ بالفتح فریشتہ و چیزے چرب کیا خداوند و پاکیزہ و پہلوان فرماتے ہیں کہ جب حکمانے یہ اعتقاد کیا کہ آسمان مثل اٹدے کے ہے اور زمین ایسی جیسے زردی تو ایک سائل نے پوچھا کہ اس خاکدان یعنی دنیا کا در میان محیط آسمان کے کیا حال ہے کہ یہ قندیل کی طرح معلق ہے کہ نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر چڑھتی ہے اس حکیم نے کہا کہ شرق و غرب جنوب و شمال تحت فوق چھوٹے طرف سے آسمان کی کشش ہے اس سبب سے یہ نیچے میں رہتی ہے جیسے مقتا طیس سے ایک چھوٹا سا قہر ڈھال کے آسمان کوئی چیز آہن کی چھوڑ دیا کہ کہ ہر طرف کی کشش سے چھ مین

معلق رہ جائیگی دوسرے حکیم نے کہا کہ آسمان بڑی صاف شفاف شہر ہے وہ ایسی زمین سی تیرہ مکدر شہر کو اپنی طرف
کیوں کھینچے گا کہ غیر مناسب ہے بلکہ چھوٹے طرف سے وہ اُسکو ٹالتا اور دفع کرتا ہے اس سبب سے یہ تند ہواؤں کے درمیان
میں ٹکی ہوئی ہے جس لیے ہی یہ سمجھ لو کہ جو لوگ فرعون طہنت میں اُنکو بھی اہل کمال ہر طرف سے دفع کرتے ہیں اسوجہ
سے انکی جان گراہی میں رہ گئی ہو اور اس جہان کے لوگ اور اُس جہان کے جو دونوں اُنکو دفع کرتے ہیں اسوسطے بدون
ہدایت اسکی اور اسکی پیہرہ ہو گئے ہیں افسوس تو خدا کے خاص بندوں سے جو انبیاء اور اولیاء میں سرکشی کرتا ہے اور پیہرہ نہیں جانتا
کہ وہ تو خود بخود ملامت کھتے ہیں پھر تیری سرکشی کیا ہے ورنہ انکے پاس ایسا مہرہ کہا ہے کہ اگر چاہیں تو تیری آہستی کے
شککہ کو شید کر لیں تو خود بخود انکی طرف کھنچے آوے جو اس کہہ با کو اپنے چھپا لیں تو فوراً تیری تسلیم و رضا کو کفر و ظیان بنا دیں
ایسا جیسا کہ وہ مرتبہ حیوانی کا کہ وہ گرفتار و فریفتہ انسانی کا ہے یعنی درحقیقت ہے تو وہ مرتبہ حیوانی اگر اُسکے ایسے گرفتار
و فریفتہ ہیں کہ اُسکو مرتبہ انسانی جلتے ہیں سو یہ دور ہے یہ تو اولیاء کے ہاتھ اور قبضہ میں ہے وہ انسانی مرتبہ کو پہونچے
ہیں اور یہ جو سنبھہ ہوا اسکو اے دانا مثل حیوانی کے جان یہ مرتبہ انسانی نہیں ہے قولہ بندہ خود خواند احمد در رشادہ
جملہ عالم را بخوان قل یا عبادہ عقل تو بچوں شتریان تو شترہ میکشانہ ہر طرف در حکم مہ عقل عطلند اولیا و عقلماہ
بر مثال اشتران نا انتہا ہ اندر ایشان بنگر آخر از اعتبار ہ یک قلاوز است جان قصد ہزار ہ چہ قلاوز چہ اشتران ہ باب
دیدہ کان دیدہ بیند آفتاب ہ نک جہان در شب ہ مانند سیخ و وزہ منتظر موقوف خورشید است و روزہ اینت دیباے
نہان در زیر کاہ ہ پابرین کہ ہیں منہ با اشتباہ ہ اینت خورشید نہان در ذرۃ شیر زرد پوستین بر فہ اشتباہی و گمانے
در درون ہ رحمت حق ست ہر ہنمون ہ ہر عہد فرد آدم در جہان ہ فرد بود و صد جانش در نہان ہ عالم کبرے
بقدرت غرہ کردہ کرد خود را در کہین نقشے نور دہ اہل انش فرد دیدند و ضعیف ہ کے ضعیف ست آنکہ ہاشہ شہر حین ہ اہل ان
گفتند مردے بیش نیست ہ و اے اُنکو عاقبت اندیش نیست ہ عاقبت دیدن بود از کالی ہ دور بود ہ ہر نفس از جہاں ہ
المعنی رشاد و بفتح راہ راست پر آنا قلاوز بفتح اول و ضم وا و راہبر و ہراول لشکر اور سوار محافظ لشکر اینت یعنی نہی عالم
کہے جہان عالم صغرے انسان سخزہ بالفتح بیگار و سخز حضرت احمد علیہ السلام نے حکم خدا تعالیٰ رشاد اور راہ راست
بتانے کے معاملہ میں جملہ عالم کو اپنا بندہ کہا ہے چنانچہ قل یا عباد یعنی کہ اے محمد اے بند و میرے کلام الہی سے ثابت ہے عقل
تیری مثل شتریان کے ہے اور تو شتر ہے اور تیری کیل اُسکے ہاتھ میں وہ ہر چیز تلخ کی طرف کھینچتی ہے اور اولیا کا
یہ حال کہ وہ عقل کی عقل ہیں اور جملہ عقلین لا انتہا مثل اونٹ کے جنکی زمام اُسکے ہاتھ میں ہے انہیں ذرا عبرت کی
نظر سے دیکھ کہ ایک محافظ اور لاکھوں ہائیں اب کہتے ہیں قلاوز کیا اور شتریان کیا تو ایسی آنکھ پیدا کر کہ جو آنکھ
آفتاب کو دیکھے و کہہ رات میں جہان کیسا سیخ و وز رہتا ہے اے بند و مسدد اور منتظر موقوف برآمد غرہ خورشید ہ ظاہر
کہ رات میں کام جہان کے بند ہو جاتے ہیں سیخ و وز کہنے سے اشتباہ و پشت بند ہونے کا ہے اور نیز ہدایت ستلگان

کہ بمنزلہ میخون کے ہیں پس نور شیدہ را دشخص کامل سے ہے کہ کاروبار معنی کا اسپر موقوف ہو اور وہ کامل عجیب نور شیدہ کی
در حقیقت ہو تو آفتاب اور ذرہ میں چھپا ہوا اور ہر شیر زلیکن پوشین ہرہ کا چھپنے ہوئے یعنی بظاہر حقیر و ضعیف اور باطن نہایت
عزیز و قوی اور عجیب و دیرا زیر کاہ ہے جیسے کاربزمین کہ نیچے پانی ہوتا ہے اوپر گھاس سے پٹا ہوا اور بند تو اس کا ہر خبر دار
شبہ کے ساتھ پانوں مت رکھ کہ اُسکے نیچے دیرا چھپا ہوا ہے یہ دونوں شعر متن میں لوٹ لوٹ ہو گئے ہیں ٹھیک
یون ہی ہیں جس ترتیب سے میں نے معنی لکھے اور جو بظاہر انکو حقیر دیکھ کے لوگوں کے دل میں اشتباہ و گمان
پیدا ہوتے ہیں کہ کامل ہے یا غیر کامل یہ اشتباہ خدا کی رحمت ہے لوگوں پر کہ اگر یقین انکو کامل و رہنمون جان لیں اور
پھر بھی انحراف کریں تو ضرور عتاب الہی میں پڑیں ہر تعمیر تنہا جہان میں تشریف لائے گو تنہا تھے بظاہر مگر پوشیدہ
سیکڑوں جہان کے ساتھ تھے اس عالم کبری کو اپنی قدرت سے مسخر کیا اور آپ کو ادلے سے ادنیٰ نقش میں لپٹا
یعنی عجز و انکسار اختیار کیا احمقوں نے ان کو تنہا اور ضعیف دیکھا یہ سمجھا کہ جو شخص بادشاہ کا دوست ہے وہ ضعیف
کیسے ہو احمقوں نے انکو کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور تنہا اور واسے اپنی بات میں کہ عاقبت اندیشی نہ کی کہ وہ ایک
کیسے ہیں جبکہ مالک سارے جہان کا مددگار ہے پس یہ کو تہ اندیش ناقص عاقبت اندیش کیسے ہوتے کہ عاقبت اندیشی

کاملوں کا کام ہے اور ہر دم جاہلون سے دور رہنا اخصین کا طریقہ ہے

حقیر دیکھنا دشمنوں کا صلاح اور صلاح کے ناقص کو جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو ہلاک کرے
تو انکی نظریں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے و اذیر یومئذ انما انما فی انفسکم فی اقلکم قلیلاً و اقلکم
اقلکم لیقنعن الله امر ان کان مفعولاً یعنی ایسا وقت ہے کہ دکھائے اللہ تعالیٰ کافروں کو جو وقت
مقابل ہو تم تمھاری آنکھوں میں قلیل اور قلیل نکو انکی آنکھوں میں تاجاری کرے
اللہ اس کام کو جو لوح میں کیا گیا ہے

قولہ بشنوا کنون قصہ صلح روانہ بگذر از صورت طلب معنی آن کہ زمانہ صورت بین نہ بیند عاقبت عاقبت
بینی بیالی عاقبت عاقبت صلح بصورت بد شتر ہے بریدندش زہل انقوم مرہ از برے آبجو خشمش شدند
آب کور و نان کور ایشان بندہ ناقہ اللہ آب خور و از جوئے مرغی ہے آب حق را داشتند از حق دریغ و ناقہ صلح
چو جسم سالخان ہ شد کینے در ہلاک طالحان و تابران است حکم مرگ و در وہ ناقہ اللہ و سقیما ہے کہ وہ شجرہ
تہر خدا را ایشان بخت و خونہاے اشتہ شہرے درست و روح صلح بر مثال اشتہری ست و نفس گرہ
مرہ اپون پے برست و روح چھون صلح و تن ناقہ است و روح اندر وصل و تن در فاقہ است و روح
صلح قابل آفات نیست و زخم بر ناقہ بود و بر ذات نیست و روح صلح قابل آزمائست و نوریزدان سنہ
کفار نیست و روح ازان ہر است بانجے نشان و تاش آزاد مندند استخوان ہر خیر کذا لہ اذن اذن و است

آب این خم متصل با آبجوست ہر زان تعلق کرد با جسمش آہ ہر تاکہ گرد و جملہ عالم را پناہ ہر کس نیاید بر دل ایشان
ظفر ہر بر صدف آید ضرر نہ بر گہر ہر نافہ جسم ولی را بندہ باش ہر تاشوی باروح صالح خواجہ تاش ہر گفت صالح
چونکہ گرد و این حسد ہر بعد سہ روز از خدا نفقت رسد ہر بعد سہ روز در گراز ہانستان ہر آتشی آید کہ دارد سہ نشان ہر
رنگ روے جملہ تان گرد و گرد ہر رنگ رنگ مختلف اندر نظر ہر روز اول روے تان چون زعفران ہر در دوم رو
سرخ ہر چون ارغوان ہر المعنی طالع مردید کردار ہر بریدن کوئچہ مارنا نفقت بلا ارغوان بافتح گل سرخ رنگ فراتے
ہین اب مجھے قصہ صالح پیغمبر اور انکی قوم شود کاشن اور جلد می صورت کو چھوڑ کے اُسکے معنی کی طرف کہ کوئی صورت
معنی سے خالی نہیں ہر رجوع کر اور معنی کو دھونڈو اس سبب سے کہ صورت ہین عاقبت و انجام کو نہیں دیکھتا
اور جو عاقبت کو دیکھتا ہر وہی عاقبت پاتا ہر حضرت صالح کا ناقہ صورت میں شتر تھا انکی قوم نے جو تلخ خوشی اُسکے
کو بچین مار دین اور مختصر قصہ اسکا یہ کہ انکی قوم طالب معجزہ کی ہوئی انکی دعا سے ایک پتھر پھٹ کے اُسہین سے ایک
ناقہ نکلا اور اُسی وقت کچھ جنا جیسا کہ اُن لوگوں نے چاہا تھا اور وہ پانی بہت پیتا تھا یہ اپنے مویشی کے پیاسے
رہنے کے لحاظ سے اُسکو پانی سے روکتے تھے صالح نے کہا ناقہ اللہ کو پانی سے مت باز رکھو ایک دن اپنے مویشی کو پلاؤ
ایک دن اُسکو پینے دو یہ بات اُنہر بھاری پڑ گئی اور ایک شقی نے اُسکے کو بچین مار دین صالح نے سُکر کہا جب تک اُسکا
کچھ تم میں ہر جب تک خیر ہر اور کچھ بھاگ کے پہاڑ میں غائب ہو گیا پھر صالح نے کہا تین دن بعد ہلاک ہو جاؤ گے
چنانچہ بعد میں اُسکا بیان ہر اور وجہ کو بچین مارنے کی یہ قسمی کہ پانی کے پیچھے اُسکے دشمن ہو گئے حق تو یہ ہر کہ خدا
تعالے کے آب کو راور تان کو رتھے کہ خدا کے آب و نان کا حق نہ پہچانا اور اُسکے ناقہ کے پانی دینے کے روادار
نہوے اُسکے ناقہ نے پانی پیئہ کی نہر سے پیا اور انکو آب حق کا حق کو دیتے ہوے دریغ آیا بس وہ ناقہ صالح کا
مثل جسم صالح لوگوں کے ان پر کردار و ن کے ہلاک کے واسطے ایک کین بنگیا جسکی سبب سے ہلاک ہوے
آب دیکھو کہ اُس امت پر موافق حکم مرگ و مرد کے اس ناقہ اللہ نے کیا کیا جسکی نسبت فرمایا تھا ناقۃ اللہ و سقیما
یعنی یہ ناقہ اللہ کا ہر اسکا پانی بند مت کر جب نافرائی کی شخہ قمر خدا کا اُچھل پڑا اور کہا ایک اونٹ کا خون بہا ایک
شہر میں ہر بیٹے اسکے عوض میں ایک شہر غارت کرو لگا آب مقولے مولانا رام کے ہین روح صالح ایسی ہر جیسے
اشتر اور نفس گمراہ جیسے پے بُر کو بچین مارنے والا کہ چلنے نہیں دیتا پھر کہتے ہین کہ روح مثل صالح کے ہر اور
تن اُسکا ناقہ بس روح تو وصل میں ہر اور تن ناقہ یعنی رنج میں روح صالح قابل آفات کے نہیں ہر زخم ناقہ پر
ہر اسکی ذات پر نہیں ہر روح صالح قابل آزار کے نہیں ہر اور روح خدا کا نور ہر یہ کفار پر فریفتہ نہیں بلکہ اُنسے
بزار روح کفار کی اس سبب سے تن کے ساتھ پوشیدہ اور پیوستہ ہوئی ہر کہ یہ اُسکو ستائیں اور وہ ان کا امتحان
دیکھے اور ستاواہی کفر کہ روح کو از بس ناگوار ہر اور یہ کفار اس سے بچر کہ روح کا آزار خدا تعالیٰ کا آزار ہر

کسواسطے کہ اس خم کا پانی نہر سے ملا ہوا ہو اور اولیا کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ اسواسطے کیا ہو کہ وہ عالم پناہ ہوے اور عالم کویلیات سے بچائے رہے آنگے دل پر کوئی ظفر یا پ اور غالب نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب کوئی ضرر آتا ہو تو صدف پر آتا ہو گھر پر نہیں آتا تو جہاں تک ہو سکے جسم ولی کے ناقہ کا بندہ بن تو روح صلح کا خواہہ تاش ہو جائے آئندہ پھر بیان قصہ صلح کا کرتے صلح کے کہا کہ جب تنہا یہ حسد کر کے ناقہ کو پڑ کر دیا تو جان لو کہ تین دن بعد تیر خدا کی بلا نازل ہوگی یعنی تین روز بعد جو دن جہاں نشان آئیگا تو آتش آئیگی اسکے تین نشان ہونگے تھارے سبکے رنگ بد بجا بیگی اور رنگ رنگ مختلف کا تھو نظر آئیگا پہلے دن تو تھو تھارے زرد مثل زعفران کے ہو جائیگی اور دوسرے روز سرخ مثل ارغوان کے الخلاف شرح بحر العلوم میں نہ بیند عاقبت کو بہ بیند اور نان کو کو بتور روح ازان کی جگہ حق اور بجائے آتے آتے کہ آتش کا آنا ثابت ہو اسی کتاب سے اور ارغوان کی جگہ بھی زعفران کہ نہ رنگ ٹھیک نہ قافیہ قولہ در سوم گرد ہم رو ہا سیاہ بہ بعد ازان اندر رسد قمر آہ بہ گر نشان خواہید از من این وعید بہ کہہ ناقہ بسوے کہ دوید بہ گر تو انیدش گرفتن چارہ است بہ ورنہ خود مرغ امید از دام جست بہ چون شنید نداین از و کلمہ بتک بہ دپے اشترویدند بہ جو سگ بہ کس تمانست اندران کرہ رسید بہ رفت در کسرا ہاشد نا پدید بہ پھر روح پاک کو از رنگ تن بہ میگزید و جانب رب المنن بہ گفت دیدید این قضا بہر شدت بہ صورت امید را گردن زدوست بہ کہہ ناقہ چہ ہاشد خاطرش بہ کہہ بجا آرید ز احسان و برش بہ گر بجا آید دلش رسید زان بہ ورنہ نو میدید ساعد را گزان بہ چون شنید نداین وعید منکر بہ چشم نہادند از منظر روز اول روی خود دیدند زرد بہ میزدند از نا امید می آہ سرد بہ سرخ شد روے ہم روز دوم بہ نوبت امید و تو بہ گفت گم ہاشد سیہ روز سوم روے ہمہ بہ حکم صلح راست شد بے لمحہ بہ دہنی آورد جبریل امین بہ شرح این زانو زدن را جاثمین بہ زانو آندم زن کہ تعلیمت کنند و زچنین زانو زدن ہیست کنند بہ منظر گشتند زخم قمر را بہ قمر آندست کرد آن شہر را بہ صلح از غلوت بسوے شہر رفت بہ شہر دیدند از میان دو دو تفت بہ المعنی وعید وعدہ عذاب بہر حکم واستوار بر تحفہ بردند و معنی نیکی و احسان منکر بہ بالضم تیرہ لخصہ بالضم جنگ عظیم ما خود از کم ہم بافتح گشتنی تفت بافتح سوختہ و غضبنا کہ یعنی تیسرے دن سبکے شمع سیاہ ہو جائیگی پھر قمر خدا آئیگا اور اگر یہ کہو کہ ہم اس بات کو کیسے سچ جانیں کوئی نشان تیرہ بھی اسکا ہو تو وہ یہ کہ چہ اس ناقہ کا پہاڑ زمین بھاگ گیا ہو اگر اسکو پکڑ لاؤ گے تب تو بن پڑگی ورنہ جان لو کہ مرغ امید کا تھارے دام سے ٹک گیا جب صلح سے یہ بات سنی سب مثل کتے کے کہہ کی طرف دوڑے مگر کوئی اسکو نہ پاسکا وہ بھاگ کے پہاڑوں میں گھس گیا اور غائب ہو گیا اس تک کوئی نہ پہونچ سکا جیسے جان پاک ننگ تن سے رہا نہ ان کی طرف بھاگتی ہو صلح نے کہا دیکھتے اب یہ حکم بہر ہو گیا جو ملنے والا نہیں اور کوئی صورت امید کی آہین نہ رہی امید کی گردن لٹکی تھو مقولہ صلح کا کہ کہہ ناقہ کا کیا ہو خاطر اسکی ہو کہ اسکو احسان و نیکی سے راضی ہو اگر راضی

[illegible]

اور مثالیں شیون ہجو شکر سنائیں تازہ شیر شیرینی سے پیدا کیا اور شیر و شہد باتون میں ملایا وہ باتین میری تم میں
 زہر ہو گئیں اسوٹے کہ سرپاٹون سے تم خود زہر شان تھے بس بقول مشہوس در کان نک ہرچہ در افتاد نک شدہ
 اب میں تیرے نگین کیون ہوؤں اسلئے کہ غم سزگون ہو ایسے ای قوم حرون تم ہی خود غم تھے آسکو تو بتاؤ جسے مرگ غم
 پر نوحہ کیا ہوا دشمنوں کے مرنے سے اپنے بال کھسوتے ہوں الخلاف شرح بحر العلوم میں نالہ کو ناکہ اور جا نگز کو
 جانفزا اور بچلے در ہلاک دشمنان ریش سرچون شد لکھا ہر قولہ رو بخود کرد و گفت ای نوحہ گر ہنوحات رانی نیز
 این نفر کہ نہ بخوان ای راست خواندہ بین ہا کیف اسی علت قوم کافرین ہا باز اندر چشم دل او گریہ یافت ہر رحمتی
 بے علتے بروے بتافت ہا قطرہے بارید و حیران گشتہ بودہ قطر بے علت از دریاے جودہ عقل او میگفت کین
 گریہ زہیت ہا ہر چنان افسوسیان شاید گریست ہا ہرچہ میگفتی بگو بر فعل شان ہا ہر سپاہ کینہ بر فعل شان ہا ہر دل
 تاریک پر زنگار شان ہا ہر زبان زہر چہون مار شان ہا ہر دم و دندان گسار انہ شان ہا ہر دہان و چشم کز دم خانہ
 شان ہا ہر ستیز و تخر و افسوس شان ہا شکر کن چون کرد حق مجوس شان ہا دست شان کز پائے شان کز چشم کز ہا
 ہر شان کز صلح شان کز چشم کز ہا از پے تقلید و از ریات نقل ہا ہا ندادہ بر سر این ہر عقل ہا ہر خرنے جملہ گشتہ پیر خرنے
 از زبان و چشم و گوش و ہر گراہ المعنی آنرا بفتح تین گروہ مردم از یک تادہ و نیز یک کس افسوس طنز و ظرافت و تسخر
 تسخیر بالفتح تسخر یعنی بعد اسکے صلح نے اپنی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ ای نوحہ گر نوحہ تیرا ان لوگوں کے مناسب ال
 و لائق نہیں یہ تو ٹیڑھی بات مت کہ دیکھ تو کیف اسی پیچھے قوم کافرین کے کیسا لگا ہوا ہے یعنی کیسے غم کھاؤں
 قوم کافرون پر تیرا محزون نے اپنی چشم دل میں گریہ پایا سو یہ گریہ رحمت بے علت کا تھا ای خاص الخاص رحمت
 خدا بے علت و بے سبب آنسو کا پینچہ برساتے تھے اور حیران تھے اور یہ آنسو بے علت تھے صرف دریاے
 جود آہی سے عقل انکی کستی تھی کہ یہ گریہ تیرا کس سبب سے ہو کیا ایسے افسوسیوں پر رونالائق ہوا یا یہ رونے کے
 قابل ہیں بتاؤ کس بات پر روتا ہو آیا انکے فعل پر اور انکی سپاہ کینہ پر یا انکی نعل ہر پر یعنی الٹی چال پر یا ان کے
 ولی تاریک پر زنگار پر یا زبان ہجو مار پر یا انکے دم و دندان جو سگ کے سے تھے اپنے پانکے دہان و چشم پر جو کز دم خانہ
 تھے کہ منہ سے بات نکلتے تھے جب یا آنکھ سے دیکھتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ ڈنک مار رہے ہیں یا انکی لڑائی اور
 تسخر و طنز پر شکر نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ نے انکو قید کر دیا محکومانے محکوم کر دیا جکے ہاتھ ٹیرے پائون ٹیرے آنکھیں
 ٹیڑھی محبت ٹیڑھی صلح ٹیڑھی غصہ ٹیڑھا مراد اس سے افعال اعمال سوچہ بوجہ عادت و طبیعت ہر سبب
 ٹیڑھے تقلید اور تقلین کر کے ہر عقل کے سرپاٹون رکھا اور آسکو پامال کیا کوئی پیر کا خریدار نہیں جو مراد اپنی عقلات
 سے ہو اور سب بوڑھے گدھے اپنی زبان و چشم و گوش سے کہ نہ سب سے اچھی بات کہتے تھے اور نہ آنکھ سے بے پلے کو
 دیکھتے تھے ہر کلن سے نصیحت سنتے تھے اور سب ایک سے الخلاف شرح بحر العلوم میں بد فعل کی حکم بھی

بد فعل لکھا کہ نخل قافیہ کا ہے بر سر پر عقل کی جگہ بر جملی اگر یہ ہو سکتا ہے مگر سر برایت پہلے کے مناسب ہے
 معنی اس آیت میں مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ یَلْتَقیان یعنی اَللہ تعالیٰ نے دو دریا
 پیدا کیے ایک تلخ ایک شیریں اور حال یہ کہ دونوں ملے ہوئے ہیں اور ان دونوں میں پردہ
 ہے کہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکتا

قواہ از بہشت آورد و زردان بندگان و تا ناید شان سقر پروردگان و اہل نار و خلد را بین ہم دوگان و در میان شان
 بزمخ لایغیان و اہل نار و اہل نور آمیختہ و در میان شان کوہ قاف لایغیتہ و اہل نار و نور با ہم در میان و در میان
 شان بحر زرف بیکران و ہر چو در کان خاک و زر کرد اختلاط ہر در میان شان صد سیابان و رباط و ہچنان کہ عہد در
 دروے شبہ و مختلط چون بیہان یکشبہ و صلح و طالع بصورت مشتبہ و دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ و ہجر را
 نیمیش شیرین چون شکرہ طعم شیرین رنگ روشن چون قرمز نیم دیگر تلخ ہچون زہر مارہ طعم تلخ و رنگ مظلم قیہ دار و
 ہر دو بر ہم میزند از سخت و اوج و بر مثال آب دریا موج موج و صورت بر ہم زدن از چشم تنگ و اختلاط جاننا
 در صلح و جنگ و موحامے صلح بر ہم میزند کینہ از سینہ بر می کنند و موحامے جنگ بر شکل و گردہ ہر بار می کنند
 زیر و زبر ہر تلخان را بشیرین می کنند و تا کہ اصل ہر با باشد رشدہ و قہر شیرین را تلخی میبرد و تلخ با شیرین کجا اندر خورد
 المعنی سقر بفتخین نام دوزخ اختلاط آمیزش رباط بفتح مسا فرخانہ عقدہ بالکسر سلک متنبہ بالضم آگاہ قیر یا لکسر
 ایک روغن بد بو سیاہ رنگ ہوتا ہے رشد سید ما چلنا فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بہشت سے بندوں کو دنیا میں لایا
 بدین اعتبار کہ آدم علیہ السلام بہشت سے آئے جو ابو البشر ہیں تو انکو ان لوگوں کو دکھائے جو سقر پروردہ ہیں
 اب تو اہل نار و اہل خلد و دونوں کو دیکھ کیسا انہیں بزمخ لایغیان ہے یعنی پردہ جس سے ایک دوسرے پر غالب نہیں
 ہو سکتے کیسے اہل نار و اہل نور و دونوں با ہم ملے ہوئے ہیں اور انکے در میان میں ایک کوہ قاف اٹھلے الگ
 الگ کر دیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ اہل نار و اہل نور و دونوں آپس میں گنبد ہیں اور دونوں میں ایک دریا عمیق حاکل
 ہے جسکے کوئی اس پار نہ کوئی اُس پار جو مراد اہل دنیا و اہل دین سے ہے جیسے کان میں خاک و زر ملے ہوئے
 ہوتے ہیں اور انکی صفت میں سیکڑوں بیابان اور سیکڑوں مکان فاصل ہیں اور جیسے لڑی میں درو شبہ
 ای پوتمہ پروئی ہوئی اور سب مہمان رات کی رات کے نبات و قرار سے جدا صلح اور طالع یعنی نیکو کار و بدکار
 و دونوں ایک صورت کے ہیں تو انکے میں کھول شاید اس بھید سے آگاہ ہو جائے کہ کون صلح ہے کون طالع
 ایک دریا ہے کہ نصف اُسکا شیرین مثل شکر کے ہے اور میٹھا اور چاند کی طرح رنگ بھی روشن اور نصف اُسکا تلخ
 مثل زہر سانپ کے اور کڑوا مزہ اور رنگ سیاہ جیسے قیر سیاہ رنگ اور بد بو ہوتا ہے و دونوں سخت و اوج سے
 لوٹ پوٹ ہوتے ہیں جیسے آب دیا کا موج موج ہوتا ہے مگر گنبد اور آمیختہ ہو جانے کی صورت چشم سے تنگ ہے

چشم بین نہیں آتی اور انکی جان کا اعتلاط صلح و جنگ میں ہو موبین صلح کی ایک دوسرے پر مارتے ہیں کمینوں کو سینوں سے کھال ڈالتے ہیں موبین ان کی جنگ کی دوسری شکل پر ہیں کہ محبتوں کو لوٹ پوٹ کر دیتی ہیں محبت انکی تلخ لوگوں کو شیریں کی طرف کھینچتی ہو اور شیریں کو دیتی اور واسطے کہ محبتوں کی اصل رشدی اور راستی راہ و ہدایت اور قرائن شیریں کو تلخ کر دیتا ہو اسلئے کہ تلخ و شیریں کا میل نہیں مل سکتا الخلاف شرح بحر العلوم میں بکے بندگان کے بردگان دوسری میں دوکان کو ہمدان لکھا ہے قولہ تلخ شیریں زین نظر ناپید پدید از دریچہ عاقبت تائید دید چشم آخرین تو اندید راست و چشم اول بین غرور ست و خطاست و ای بسا شیریں کہ چون شکر بود و ایک زہر اندر شکر مضروب و آنکہ زیرک تر بود بشناسدش و چونکہ دید از دورش اندر کشش و آنکہ بشناسدش چون بو کند و آن دگر چون بلب و دندان زند و آن دگر در پیش رو سے بے برد و آن دگر چون دست بند کرو و پس لبش روش کند پیش از گلوہ گر چہ نعرہ میزند شیطان کلوہ و اندر گرد و گلو پیدا کند و اندر گرا در بدن رسوا کند و اندر گرا در حدت سوزش دہد و مہدم زخم بگرد و زش دہد و آن دگر را بعد ایام و شہور و آن دگر را بعد مرگ اندر قبور و در دہندش مہلت اندر قعر گور و لا بدان پیدا شو و یوم النشور ہر نیات و شکری را در جہان و ملتے پیدا ست در دو زمان و سالہا باید کہ تا از آفتاب و لعل یا بد رنگ رخشانی و تاب و ہج سال و ہفت باید تا درخت و باید از میوہ رسانی فرجبت و باز ترہ و در و ماہ اندر رسد و باز تا سالے گل احمر رسد ہر این فرمود حق عز و جل و سورۃ الانعام و ذکر اجل و این شنیدی موبہویت گوش با وہ آب حیوانست خوردی نوش با وہ آب حیوان خوان خوان این را سخن و جان تو بین در تن حرف کہن و نکتہ دیگر تو بشنوا و رفیق و بھوجان او سخت پیدا و دقیق و المعنی مضمر بالضم پوشیدہ حدیث بفتح تین و ضوین غلظ پڑنا یوم النشور و زقیامت ترہ ہندی ساگ گل احمر گلاب بتائید صدر فرماتے ہیں کہ یہ تلخ و شیریں اس نظر ظاہر سے نہیں ظاہر ہوتا اسکو در پچہ عاقبت سے دیکھ سکتے ہیں کہ انجام کسکا کیا ہو کون غلہ می ہو کون ناری اسکو تو چشم آخرین ہی ٹھیک دیکھ سکتی ہو چشم اول بین غرور و خطا ہو یعنی ای مخاطب بہت عمل بظاہر ایسے شیریں ہوتے ہیں جیسے شکر لیکن اس شکر میں زہر چھپا ہوتا ہو اور زہر کیا ہو یا دسمہ اور فریب و مکر اور غرور اور قیمت اپنی دوسرے پر اور بخوبی عذاب خلد سے یا دخول کافس کافس کی خاطر کرتا ہو اور خدا کی مہربانیوں سے بھٹتا ہو اور علیٰ ہذا لیکن اس زہر معنوی کی پہچان بہت دشوار البتہ جو زیرک تر ہیں وہ تو دور ہی سے اسکی کشش دیکھ کے پہچان لیتے ہیں کہ زہر معنوی ہو اور وہ کشش صفات مذکورہ سے کسی قسم کی ہو بعض ایسے ہیں کہ اسکو سونکے پہچانتے ہیں کہ اس میں زہر کی ہر بعض ایسے کہ جب انکے لب و دندان تک پہنچ جائے یعنی چمکے بعض ایسے کہ سامنے آتے ہی سرخ پا جاتے ہیں بعض ہاتھ سے چھو کر رد کر دیتے ہیں ان اشعار میں مراتب جس کے بیان فرمائے کہ سمع بصر شہم وائقہ لمس ہر انداز میں پہچانتے والوں کے

محسب ظاہر عادت کے پس یہ زہر کسی کے لب تک پہنچاؤنے فوراً وہیں سے اُسکو روکیا لگے تک نہیں چلنے دیا اگرچہ شیطان چلاتا رہا کہ کھاؤ یہ شکر ہو یہ وہی بات ہو کہ شیطان اپنے عمل کو اس کے عمل میں ایسا ملا دیتا ہے کہ یہ نہیں جانتا اور کیے جاتا ہے شیطان سمجھنے نہیں دیتا کراٹے جاتا ہے اور جسکے گلو تک پہنچاؤ اسکا گلو گیر ہوا اور جسکے گلو سے اتر کے بدن میں سرایت کی اُسکو رسوا کیا کسی کو حدیث یعنی طہارت وضو غسل وغیرہ میں سوزش ڈالتا ہے اور زخم جگر دوزگاتا ہے کہ گھڑوں پانی خلاف حد شرع صرف و خراب کرین تاہم آپ کو ظاہر بخانین اور اس بات سے غافل کر دے شعر بزد و وع کوش و صدق و صفاہ و لیکن میفرماے بر مصطفیٰ اور کسی کو بعد ایام و مشور کے تیز ہوتی ہے اور کسی کو مرنے کے بعد قبر میں جب جانچ پڑتال ہوتی ہے اور کسی کو گور میں بھی مہلت دیتے ہیں اُسپر قیامت کے دن ظاہر ہوگا اور ضرور دیکھے گا کہ یہ عمل میرا نہ ہو در شکر تھا آسے کہ ہر نبات و شکر یعنی بیٹھی چیزوں کے واسطے جو جہان میں ہوتی ہیں ایک مہلت زمانہ کے دور کی لگی ہوئی ہے دیکھو لعل کیسی بیٹھی عزیز شہر ہے اُسکو بھی برسوں درکار ہوتے ہیں تب آفتاب سے رنگ و تاب درخشانی پیدا کرتا ہے درخت میوہ دار بھی جانچ سات برسین بارور ہوتا ہے اور نصیب کی خوبی جو میوہ ہے حاصل کرتا ہے ساگ وغیرہ جو گئی گزری چیزیں یہ بھی دو مہینے میں تیار ہوتی ہیں اور گلیسٹخ سال بھر میں اسی واسطے خدا عزوجل نے سورہ انعام میں ذکر اجل کا فرمایا وہاں اہل الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلہم و اجل سے عندہ وہ اللہ ایسا ہے جسے پیدا کیا تھو مٹی سے جیسے کہ پیدائش حضرت ابوالہریرہ کی مٹی سے ہوئی ہے پھجاری کیا ایک وقت معین اور ہر شے کے وقت کا نام رکھا ہوا ہے اُسکے نزدیک پس یہ اوقات جو مذکور ہوئے سب اس کے معین کیے ہوئے اور نامزد کیے ہوئے ہیں اب فرماتے ہیں یہ باتیں تو تو نے سنیں مگر خدا تعالیٰ تیرے بال بال کو گوش بنادے تا تو عمل کرے اور یہ آجھواں ہے جو تو نے پیا خدا تجھ کو نوشگوار کرے کہ تیرے رونگٹے میں رچ جائے تو اس فن کو سخن مت کہ آجھواں کہ کہ حرفوں کے پُرانے تنوں میں میں نے جان تازہ ڈالی ہے اے رفیق ایک نکتہ اور مجھے سن جان کی طرح نہایت ظاہر بھی ہے اور دقیق بھی ہے جیسے جان میں قاف بھرے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں مانتہ کو مانتہ و بجلے پیش روے پے کے بابوی روش کو روشن مانتہ پیداست کی جگہ برات لکھا ہے قولہ در مقلے ہست این ہم زہر مارے از تصاریف خداے خوشگوار ہے در مقلے زہر و در جلتے دوا ہے در مقلے کفر و در جلتے رواہ در مقامی خار و در جلتے چو گل ہے در مقلے سرکہ در جلتے چو مل ہے در مقلے خوف در جلتے رجاء و در مقامی منع در جلتے عطا ہے در مقلے فقر و در جلتے غنا ہے در مقلے قہر و در جلتے رضا ہے در مقلے جور در جلتے وفا ہے در مقلے بخل در جلتے سخا ہے در مقلے عیب در جلتے ہنر ہے در مقلے سنگ و در جلتے گہر ہے در مقلے درد در جلتے صفا ہے در مقلے خاک و جلتے کیسا ہے در مقلے خفیل و جلتے شکر ہے در مقلے خفگی و جلتے مطر ہے در مقامی ظلم و جلتے محض عدل ہے در مقلے جہل و جلتے عین عقل ہے مگر چہ اینچاہ و مگر نہ چاہن بودہ چہ پیدا بخاہد رسد در مان بودہ

آب در غورہ ترش باشد و لیکہ چون بانگورے رسد شیون و نیکہ باز در خم میشود تلخ و حرامہ در مقام سرگے
نعم الاوامہ اینچنین باشد تفاوت و مامورہ مرد کامل این شناسد و بطورہ المعنی تصاریف بدل جانے اور
گذر جانے والی چیزیں مطر بفتح تین باران غورہ ہوا و مجہول انگور خام ترش اوام بکسر ہندی سالن آن شعار میں مقامات
متضاد کا بیان ہے کہ کامل کو انواع اقسام کے مقامات پیش آتے ہیں کسی مقام پر تو زہر مار زہر ہو اور کہیں اس کے تصاریفات سے
وہی زہر خوشگوار ہو کہیں زہر زہر ہو اور کسی مقام پر دو اسی جگہ کفر کفر ہو اور کسی جگہ روا کہیں غار غار کہیں وہ غار گل کسی
مقام پر سرکہ ہو کسی جگہ شراب ہو کوئی مقام خوف کا ہو کوئی رجا کا کوئی مقام منع کا ہو کوئی عطا کا کوئی جگہ فقر کی ہو
کوئی غنا کی کوئی جگہ فقر کی کوئی خوشنودی کی کہیں مقام جور کا ہو کہیں وفا کا کہیں بخل کا کہیں سخا کا کسی مقام پر عیب
عیب ہو کسی مقام پر نہر ہو کسی مقام پر سنگدہ ہو کسی مقام پر گرستی ہو در کسی جگہ صفا کسی جگہ خاک و در کسی جگہ کیسا کبھی
خفیل ہو کبھی شکہ کبھی شکلی کبھی مطر کسی شکار نے ظلم کہیں محض عدل کہیں جبل کہیں بن غل اگرچہ ایک مقام پر ایک
شیر گزند جان کی ہوتی ہو وہی دوسرے مقام پر علاج و درمان ہو جاتی ہو جیسے کہ انگور کا رس کٹھا ہوتا ہو لیکن جب
انگور کے مقام پر پہونچتا ہو شیون اور خوب ہو جاتا ہو پس وہی رس پھر عجب خم میں جاتا ہو تلخ و حرام ہو جاتا ہو
اور جب سرکہ کے مقام پر پہونچتا ہو تو اچھا خاصہ سالن ہو ایسے تفاوت و مامور کے اپنے اپنے مقامات پر بہت
ہوتے ہیں مرد کامل ہر ایک کے طور کے وقت ہر ایک کو پہچانے اور سمجھے یہ وہی بات ہے شعر اگر درویش بر جالی

بماندی ہر دست از دو عالم بر فشانید ہ

و معنی آگاہ جو کچھ ولی کامل کرے مرید کو نہیں چاہیے کہ تا کہ گستاخی ہو کہ حلاو اطیب کو نقصان
نہیں کرتا مریض کو نقصان کرتا ہو اور جازا اور برف کے انگور کو ضرر نہیں پہونچاتا ہے کو
پہونچاتا ہو کہ یعجز لک اللہ ما تقدّم من ذنبک و ما تاخر یعنی تاکہ نہتے اللہ تجھ کو تیرے گناہ
جو سابق ہوے اور لاحق یعنی لگے کچھ سب

قولہ گرے زہرے خورد نوشے بودہ در خورد طالب تہ ہوشے بودہ رب ہبے از سلیمان آمدست ہ کہ مدہ
غیر مرازین ملک دست ہ تو لکن بر غیر من این لطف وجودہ این حسد را اند اما آن نبودہ نکتہ لاینبی میخوان
بجان ہ سر من بعدے ز بخل آن مدان ہ بلکہ اندر ملک دید او صد خطر ہ موبہ ملک جہان بدیم سر ہ ہم
سرہ ایم سرہ ایم دین ہ امتحانے نیست مارا مثل این ہ پس سلیمان بتے باید کہ اوہ بگذر د با صد ہزاران رنگہ
و بود ہ با چنان قوت کہ او را بودیم ہ موج آن ملکش فروے بہت دم ہ خوان تو الیقینک غلے گریستہ ہ چون بماند
از ملک و تحت خود تھی ہ چون بر فشانست زین اندوہ کردہ بر ہمہ شاہان عالم رحم کردہ شد شفیع و گفت این
ملک و لو اہ با کمالی وہ کہ دادی مر مرا ہ ہر گرا ہ ہری و بخشی از کرم ہا و سلیمانست و آنکس ہم نہ بود او بجای ملی با شد ہی ہ

خود ہی چہ بود منم بیدعی ۴ شرح این فرض ست گفتن ایک من ۴ باز میگردد بقصہ مردوزن ۴ المعنی دست معنی ظفر و نصرت معنی دعویٰ کنندہ فرماتے ہیں کہ اگر ولی زہر کھائے تو اُسکے لئے شد و آبجیات ہو جائے اور اگر طالب و مرید کھائے تو اُسکے ہوش بگڑ جائیں یعنی اسکو اُسکی برابر ہی نہیں کرنا چاہیے حضرت سلیمان نے رَبِّتِ ہَبْ بے کہا کہ میرے سوا اور کو اس ملک پر فتح و ظفر مت دے چنانچہ قرآن مجید میں یہ قول انکی طرف سے ہو رَبِّتِ ہَبْ بے لَمَّا کَانَ لَا یُخْبِرُنِیْ بَعْدَیْ اِیَّیْ رِبِّیْ اِیسا ملک نکلو دے کہ سوا میرے کوئی اُسکے لائق نہ ہو تو یہ لطف و جو و تحیر کر میرے غیر پر مت کر فرماتے ہیں اگرچہ یہ بات مشابہہ بحسد ہے لیکن حسد نہیں تھا تو نگتہ لاینبیٰ کو ہوش سے پڑھ اور پھر بعید من بعدی کو نخل سے مت جان بلکہ یہ اس سبب سے کہا کہ ملک میں انھوں نے سیکڑوں خطرے دیکھے کہ اس ملک جہان کے بال بال میں ہم سر ہو اور ہم سر میں تینوں داخل ہیں سر اور بعید آئی اور دین مستقیم دیکھیے ان سب کی محافظت رکھتا ہو یا نہیں ہو کو امتحان ان باتوں کا نہیں ہو بس ایسے ویسے طالب کا کام نہیں ہو کوئی سلیمان ہمت ہو کہ وہ لاکھوں رنگ و بو کے ساتھ اس ملک کو بسر کرے اور سنبھلے رہے یہ ایسا سہل کام نہیں دیکھو تو حضرت سلیمان با وصف ایسی قوت کے کہ اُنکو حاصل تھی خود اُنکا اُس ملک نے کیسا دم بند کیا جو معلوم ہے کہ اب تو آیت اَلْیَقِیْنَا عَلَیْکَ رِیْہِ جسد کو پڑھ اور کیسے اپنے ملک و تخت سے خالی رہے تھے معنی آیت کے ڈالا جانے اُسکے تخت پر ایک ٹکڑا دھڑکا تشریح اسکی یہ کہ جب لشکر والے حضرت سلیمان کے جہاد میں کمی کرنے لگے آپ نے دل میں خیال کیا کہ میری ستر عورتیں ہیں ایک رات میں سب کے پاس جاؤں سب حاملہ ہوں اور زمان مہمود پر سب کے لڑکے ہوں تو ستر ہوں جہاد میں خوب مدد ہو جائے اور زبان سے انشاء السد نہ کہا گو دل سے تو تصدیق تھی اسی کے نتیجہ میں یہ ہوا کہ سوا ایک کے کوئی حاملہ نہ ہوئی اور وہ بھی نصف دھڑکا بچہ جنی اُسکو اُنکے تخت پر لیجا کے ڈال دیا اور تاکید انشاء السد زبانی کہنے کی ہوئی پھر انھوں نے تو بہ کی اور ملک و تخت جو اُنسے خالی ہوا اُسکی یہ صورت ہوئی کہ انکی عورتوں میں ایک عورت خفیہ بت پرست تھی السد تعالیٰ کی آزمائش اُنپر آئی صخر جنی نے انکی صورت بنکے انکو ٹھنی انکی جسکے تابع سب جن و پری اور جوش و طیر تھے انکی عورت سے لیکے پہن لی سب اُسکے تابع ہو گئے آخر آصف بن برخیا نے جب قرآن یعنی زبور اُس جن کے آگے پڑھی ایسا گھبرا کے بھاگا کہ راہ میں انکو ٹھنی نکل کے دریا میں گری اتفاقاً ایک پھلی نے نکل لی اور حضرت سلیمان کا یہ حال ہوا کہ یہ اپنی ذلت و خواری کا سامنا دیکھ کے بھاگے اور ایک شہر میں بھینا رہ کے گھر تخت مزدوری پر رہے ایک پھلی وہ انکو دیتا تھا بعد چندے ایک پھلی جو انکو دیتی اُسکے پیٹ میں وہ انکو ٹھنی نکل آئی پھر بدستور اپنے حال پر ہو گئے بس اسی اندوہ کا عذاب پڑھا تھا جو انھوں نے اپنی کیفیت دیکھ کے اور بادشاہوں پر رحم کیا کہ شاید ایسا ملک پائیں اور میری طرح آزمائش میں پڑیں اس واسطے لاینبیٰ لا احد

من بعدی کما اور سب پادشاہوں کے سفارشی ہو کر کہا کہ میرا سالک و چھنڈا اگر کسی کو دے تو میرا سالک بھی اسکو دے جو تو نے مجھ کو دیا ہو کہ متعل آزمائش کا بھی ہو سکے اور تو اپنے کرم سے ایسا ملک بالکمال جسکو دے اور بخشے تو وہ شخص سلیمان ہو اور وہ میں ہی ہوں وہ زمرہ بعدی سے نہوگا بلکہ معنی سے اور خود معنی کیا چیز ہو جس میں مغارت ہی نہیں خاص میں ہی ہوں اور اس قول کا میرے کوئی معنی نہیں ہو سکتا جیسے شاعرین نے اعتراض و توجہ میں لکھی ہیں میری دانست میں اعتراض و توجہ کی کیا بات ہو اس میں تو مبالغہ کمال اتحاد و محقق اپنی صفات کا اس شخص میں فرماتے ہیں کہ جس میں میری صفات ہیں وہ میں ہی ہوں بدون قید معنی کے اور جو میری صفات پر نہیں اس کے لیے قید بعدی کی جو نہ کہ مطلقاً کسی کو نہ ملے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات کی شرح کہنا فرض ہو لیکن میں قصہ اعرابی کی طرف پہر لٹا ہوں اور ان دونوں عورت و مرد کا بیان کرتا ہوں

خلاصہ ماجرای اعرابی اور اس کے جھٹکا

قولہ ماجرای مردوزن را مخلصی ہ باز می جوید درون مخلصی ہ ماجرای مردوزن اقتدا و نقل ہ این مثال نفس خود میدان و عقل ہ این زن و مردی کہ نفس ست و خرد نیک پاست ست بہر نیک و بد ہ دین دو پاستہ درین خاکی سرا ہ روز و شب در جنگ و اندر ماجرا ہ زن ہمچو ابد و حیات ہ یعنی آب و روان و خوان و بجا ہ نفس ہ چون زن پے پارہ گری ہ گاہ خاکی گاہ جوید سروری ہ عقل خود زین فکر ہا گاہ نیست ہ در داغش جز غم اند نیست ہ گرچہ سر قصہ این دانہ است دام ہ صورت قصہ شنوا کنون تمام ہ گریبان معنوی کامل شدی ہ خلق و عالم عاقل و باطل شدی ہ گر محب فکر متعین ہ صورت صوم و نماز نیستی ہ ہر پہ ہے دوستان با یکدیگر نیست اندر دوستی الا صورت ہا گواہی دادہ باشد ہر ہا ہ بر مجتہد مضر و حقاہ زانکہ احسان ہا ظاہر شاہد اند ہ بر مجتہدے سرا ہر چند شہادت کہ راست باشد کہ دروغ ہ مست گاہی انے و گاہی زدوغ ہ دروغ خورہ مستی پیدا کند ہ ہے ہوے و سرگراینا کند ہ آن مرائی در صلوة و در صیام ہ میناید جد و ہدے بس تمام ہ تا گمان آید کہ اوست و لاست ہ چون حقیقت نگری غرق ریاست ہ المعنی مخلصی خلاصی و بے خلاص اور یہ لفظ بالفتح ظرف و بالضم مصدر می ہو اور بالضم اور کسر لام اسم فاعل خلاص کنندہ و بفتح لام اغلاص کردہ شدہ راجع مقام اصناف از چند بجم موقوف مرد لائق و لا بکسر دوستی و محبت و نزدیکی ماجرا سرگذشت حوتج بروزن اخیر تصغیر حاجت اور یہ تصغیر تحقیر کی ہر تینے ایک مخلص کا دل پھر طالب و جو یاں اس بات کا ہو کہ مردوزن کے مخلص کو بیان کروں کہ کون موقع اُنے رہائی کا ہو یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ماجرا مردوزن کا یہ تو ایک نقل ہو کہ کسی اسم کو کسی سے پر لیتے اصل مثال تو اپنے نفس و خرد کو سمجھ کہ مردوزن ان دونوں سے مراد ہر بس یہ دونوں مردوزن کہ نفس و خرد ہیں اچھے مفید کیے ہیں کہ ان میں دونوں سے بنیاد نیک و بد کی ہو اور دونوں اس سرے خاکی خواہ دنیا

خواہ وجود انسان میں پابستہ بین اور رات دن ایک جنگ اور ایک سرگذشت میں بین عورت تو مرد سے
 حاجتیں گھر کی چاہتی ہو یعنی آبرو اور روٹی اور خوان طعام اور مرتبہ آور و عورت بھجوزن نفس ہو اور زن اسکو
 اس سبب سے کہا کہ قرآن شریف میں سپر طلاق تائید کا ہے جیسے نفس امارہ اور لوامہ و مطمئنہ و مطمئہ بتا ہے تائید
 یہ تو اپنی تدبیرون میں رہتا ہے کبھی خالی بنتا ہے کبھی سرداری ڈھونڈتا ہے لیکن عقل ان فکرون سے خبردار
 نہیں ہے اس کے دماغ میں سوا اللہ کے اور کسی بات کا غم نہیں وہ صرف اللہ ہی کو جانتی ہے اگرچہ بھید اس
 قصہ کا دانہ اور دام ہے یعنی اصل مطلب یہی کہ سب اس دانہ و دام میں پھنسے ہیں لیکن اب پوری پوری
 صورت قصہ کی سنو کہ معنی کے باتوں کا اگر پورا پورا بیان کیا جاتا تو ساری مخلوق اور تمام عالم آنکھوں سے بیکار و
 باطل ہو جاتا اور سلسلہ دنیا کا بگڑ جاتا شعر بعد میں استفہام اقرار می ہے کہ اگر محب فکر معنی کا ہے تو کیا تو صورت
 اپنے صوم و صلوة کی نہیں ہے ضرور ہے اور یہ صوم و صلوة ایسے ہیں جیسے دوست ایک دوسرے کو تحفے بھیجتے ہیں
 یہ معنی کے تحفے ہیں اور تحفوں کی ضرورت کوئی صورت ہوتی ہے صورت سے خالی نہیں ہوتا تاہم تحفے مجتہدوں دلی
 پر جو پوشیدہ ہیں گواہی دین اس سبب سے کہ ظاہر کے احسان اور جہد پوشیدہ مجتہدوں پر شاہد ہیں اب
 اس میں ایک بات یہ بیشک ہے کہ شاید تیرا کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا کبھی شراب سے مست ہوتا ہے کبھی مست
 سے یعنی کبھی وہ باخلاص ہے کبھی بے اخلاص جیسے مٹھاپی لیا اور مست بن گئے ہاں ہو اور مستیان ظاہر
 کرنے لگے چنانچہ ریاکار صوم و صلوة میں بڑی جد و جہد پوری پوری کرتے ہیں تا لوگ گمان کریں کہ مست
 محبت کے ہیں اور جو بحقیقت غور کرد تو یہاں میں دو بے ہوشے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں کہ محبت فکرت و
 معنیستہ یہ مصرع یوں لکھا ہے میں نے اسکو یوں ٹھیک سمجھا ہے کہ محب فکرت معنیستہ اس واسطے کہ شرح میں غلطیان
 کتابت کی اکثر دیکھنے میں آئیں میرا اعتقاد اس پر نہیں رہا ہے ہوسے کو ہا سوے لکھا ہے غرق کو عرق قولہ
 حاصل افعال بروئے رہبرست ہا نشان باشد برا پنچہ حضرت ہا رہبر کہ حق بود گا ہی غلط ہا کہ گزیدہ باشد و
 گاہے سقط ہا شاہد صادق اثر دار ہے ہا لیکہ آنرا کے شناسد ہر کس ہا یارب آن تمیز دہ مارا بخواست ہا نشانایسم
 این نشان کثر ز راست ہا حس را تمیز دانی چون شود ہا زانکہ حس بنظر بنور اللہ بود ہا در اثر نبود سبب ہم منظرست ہا
 پنچہ خویشی کہ محبت خیرست ہا نبود آنکہ نور حقش شد امام ہا مر اثر را یا سبہا را غلام ہا چونکہ نور اللہ در آمد در مشام ہا
 مر اثر را پنچکس نبود غلام ہا تا محبت در درون شعلہ زندہ زفت گرد و در اثر فارغ کند ہا حاجتش نبود پی اعلام ہر ہا
 چون محبت نور خود ز در سپہر ہا ہست تفصیلات تا گرد و تمام ہا این سخن لیکن مجتہد و اسلام ہا کہ چہ شد معنی ہرین
 صورت پذیرد صورت از معنی قریبست و بعید ہا در دلالت پنچہ آئند و درخت ہا چون باہست روی و درخت ہا
 دانستن کہ خاک و آب و آفتاب ہا چون درخت گشت عالی در شباب ہا و رہا ہست بگردانی نظر ہا دور و نزدیک ہا

از یکدگر ترک مایات و خاصیات گوہ شرح کن احوال آن دوزرق جوہ المعنی سقط در اصل بمعنی غلط و خطا کے ہر مجازاً بد مقام بفتح دملغ زفت محکم واستوار مایات کسی چیز کی حقیقت بتائید سابق فرماتے ہیں کہ افعال برونی و ظاہری سے جو حاصل ہوتا ہے وہی رہبر نشان مافی الضمیر کا ہوتا ہے کہ اسکے دل میں یہ ہے اور یہ راہبر کبھی حق ہوتا ہے کبھی غلط کبھی پسندیدہ کبھی بد آئینہ شاہد صادق کے اثر بہت ہوتے ہیں لیکن انکو ہر کوئی پہچان تو نہیں سکتا شعر آئندہ میں دعا ہے کہتے ہیں کہ ای پروردگار ہمارے ہم تجھے مانگتے ہیں تو وہ تیرے ہکو عطا کر جس سے ہم اس نشان کٹر کو راست سے پہچان لیں تو جانتا ہے کہ جس کو تیرے بذات خود کیسے ہو اس سبب سے کہ جس خود نور شہر کو نکلتی ہے ہکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نظر بنور اسد یا کوئی حدیث ہے یا کوئی قول ہے اور جو اثر نہیں ہوتے تو سبب مظهر ہوتے ہیں جو افعال میں خواہ ربائی خواہ غیر ربائی جیسے خویشی و یگانگی کہ محبت سے خبر دیتی ہے مگر ہاں جبکا امام پیشوا نور حق کا ہے وہ اثر اور سبب کا غلام و مطیع نہیں ہوتا اس نور اسد کے ہونے کے جسکے دماغ میں بھر جائے ظاہر کہ وہ اثر کا کیون غلام ہوگا کہ محبت دل میں اثر کرے اور شعلہ زن ہو اور ہتھوڑوں کے اثر سے فارغ کر دے اسکو حاجت کسی کے اعلام محبت کی کیون ہوگی جب اسکی محبت کا خود نور آسمان پر پہنچ گیا فرماتے ہیں کہ اس میں بہت تفصیل ہیں اگر وہ بیان کی جائیں تب سخن تمام ہو لیکن تو ان کو ڈھونڈ میں تو سلام کرتا ہوں اگرچہ جو کہا گیا کہ اسی صورت میں معنی ظاہر ہیں لیکن تاہم صورت معنی سے قریب بھی ہے اور بعید بھی اور دونوں ایسے ہیں جیسے دلالت آب و درخت کی کہ درخت آب ہی سے جستا بڑھتا ہے آب آئین ایسا آئینہ ہوتا ہے لیکن جو مایات کو آب و درخت کی دیکھو تو دونوں نہایت دور ہیں و آنکہ دیکھ کہ آب و خشک و آفتاب سے کیسا درخت عالی جوانی کے وقت میں ہوتا ہے اور جب انکی مایات کی طرف نظر کرے تو تینوں ایک دوسرے سے دور دور ہیں اب تو بیان ان مایات و خاصیات کا ترک کر اور ان دونوں رزق جو کی جو اعرابی ہے اور اسکی عورت شرح کر الخلاف شرح میں در اثر کو در اثر اور مرثیہ کو سین سے اور بجائے عالی در شباب کے عالم در شباب

راضی ہونا اعرابی کا عورت کی التماس پر اور مبالغہ کرنا کہ مجھ کو اس تسلیم میں کوئی جیلہ اور امتحان نہیں ہے

قولہ ہر دگفت اکنون گذشتہ از خلاف ہر کس از خلاف ہر چہ کوئی مرزا فرما نیرم ہر بدو نیکب آید اور اینکرم ہر وجود تو شوم من منعم ہر چون مجھ حب لیتی و یضیم ہر گفت زن آہنگ بزم میکنی ہر بخت کشت سرم میکنی ہر گفت و البعد عالم السرائی ہر کافر از خاک آدم راضی ہر در سہ کز قالب کہ دانش را ہر ہر چہ در الوح و در الراح ہر یاد داد دشمن لوح محفوظ ہر تاہا نیست انچہ در الراح ہر

تا ابد ہرچہ کہ از پس بود و پیش بہ درس کرد از علم الہامی خوش بہ تاملک بخود شد از تدریس او بہ قدس دیگر یافت از تقدیس او بہ آن کشادشان کز آدم رونمودہ در کشاد آسمانہا نشان نبودہ در فضائی عرصہ آن پاک بان بہ تنگ آمد عرصہ ہفت آسمان بہ گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است بہ من گنجم پہنچ در بالا و پست بہ در زمین و آسمان و عرش تیر بہ من گنجم این یقین دان ای عزیز بہ در دل مومن گنجم ای عجب بہ گرم را جوئی در ان دلمہا طلب بہ گفت فاذل فی عبادی تکتفی بہ جثۃ من رؤیتی یا متقی بہ عرش با آن نور باہنای خوش بہ چون بدید اورا برفت از جہلے خوش بہ المعنی تبر بالکسر و تشدید را نکوئی و احسان صلی برگزیدہ الواح جمع شمتہ چو بی یاسی و حاجی فراتے بن اعرابی نے عورت سے کہا اب سارا جھگڑا اور خلاف میں نے چھوڑا حکم تیرے واسطے ہو ابھی تیغ میان سے کھینچ اور مجھ کو مار ڈال تو جو کچھ کہے میں تیرا فرمانبردار ہوں چلے نیک کر چلے بد میں کسی کی طرف دیکھو نگاہ بھی نہیں اب میں تیرے وجود میں آپ کو معدوم کر دوں گا اس واسطے کہ جب تو میری محبت ہو اور احب بھی ویسے کہا ہو یعنی محبت اندھا بہر اگر دیتی ہو تو پھر تیرے نیک و بد کو میں کیسے ٹوکوں گا اور دیکھو نگاہ عورت نے کہا کہ ان باتوں سے ارادہ احسان و نیکی کا ہو یا تو اس جیل سے میرے دل کا بیدار لیتا ہو مرد نے کہا قسم ہو اللہ کی جو جلتے والا اسرار پوشیدہ اور خفی کا ہو اور جسے خاک سے آدم کو چیدہ اور برگزیدہ پیدا کیا آئندہ اشعار پھر صفات خدا تعالیٰ میں ہیں اور وہ اللہ جس نے تین گز کا قالب آدم کو دیا اور اس اتنے سے قالب میں جو کچھ الواح میں کہ آسمان میں تھا یا جو کچھ ارواح میں تھا اب ظاہر کر دیا اور سارے عالم وجود کی لوح محفوظ اُس کو یاد کرادی جو کچھ الواح میں تھا اب اُس نے جان لیا اور جو کچھ کہ ابد تک ہو کہ منجملہ اسکے جو پہلے وجود آدم سے ہو چکا تھا وہ اور جو بعد کو ہونے والا تھا اب کے اسم و نام پڑھادیے چنانچہ قرآن میں ہی و علم آدم الاسرار کما سکھائے اُس نے آدم کو جملہ چیزوں کے نام تو ہنگام عرض ملائک کے جو آدم نے نام اشیا کے ملائک سے پوچھے جملہ ان کے سبق سے حیران رہ گئے اور ان کی تدریس سے بخود ہوئے اور انکی تقدیس سے دوسرا قدس انکو حاصل ہوا جیسا کہ فرمایا ہو نعم عرضہم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ہولاء المکتوم صادقین پھر پیش کیا خدا نے اُن چیزوں کو فرشتوں پر کہ تم ان چیزوں کے اگر اپنی بات میں سچے ہو تو مجھ کو نام بتاؤ اور بات وہی جو فرشتوں نے کہا تھا کہ تو ایسے کو غیظہ کرنا چاہتا ہو جو زمین میں فساد اُٹھائیں گے اور غوریزی کریں گے جس جو کشاد کہ آدم سے فرشتوں کو حاصل ہوئی انکے آسمانوں میں نہ تھی اور آدم کی جہان پاک کے میدان کو ایسی فضا بخشی اور کشاد عطا کی جہر میدان ہفت آسمان کا تنگ ہوا آسمان مجبول ملے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا جو کہ میں دراز زمین و آسمان میں نہیں سماتا ہوں اور زمین آسمان ہی مطلق نہیں بلکہ عرش بھی پس ای عزیز اس بات کو تو یقین جان لے لیکن تعجب

مجبوریہ کہ مومن کے ذرا سے دل میں سا جاتا ہوں اگر کچھ ڈھونڈھے تو ان دلوں میں ڈھونڈھا اور فرمایا کہ تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو ضرور دیکھے گا ایک جنت میری دیدار سے ایسی متقی جیسا کہ فرمایا فادخل فی عبادی وادخلی جنتی شعر مولانا رحمہ اللہ اسی آیت سے ہے اور جو آیت میں فادخلی وادخلی صبح موت کے ہیں وہ برعایت نفس مطمئنہ کے ہیں اور شعر میں داخل صیغہ مذکر برعایت محل عرش نے باوصف اپنے نور و چوڑائی کے جو اسکو دیکھا تو اپنے آپ سے باہر ہو گئے الخلاف شرح بحر العلوم میں عالم السرخانی بزیادت واولکھاہے اور شان نبود کو ہندو قولہ خود بزرگی عرش باشد بس پدیدہ یک صورت کیست چون معنی رسید ہر ملک میگفت مارا پیش ازین ہا ملتے میبود بر روی زمین ہ تخم خدمت در زمین میکا شتیم ہ زمین تعلق باعجب میداشتیم ہ کین تعلق چیست با این خاک مان ہ چون سرشت ما بدست از آسمان ہ الف ما انوار با ظلمات چیست ہ چون تو اند نور با ظلمات زیست ہ آدما این الف از بوی تو بود ہ زانکہ جسمت را زمین بدتا ریود ہ جسم خاکت را ازینجا بافتند نور پاکت را ازینجا بافتند انکہ جان ما ز نورت یافتست ہ بیش بیش از خاک آن برتافتست ہ در زمین بودیم و غافل از زمین ہ غافل از بے کہ دروے بدوفین ہ چون سفر فرمودار از ان مقام ہ تلخ شد مار از ان تحویل کام ہ تاکہ جہتہا ہیگفتیم ما ہ کہ بجای ما کہ آید ایخداہ نور این تسلیج و این تہلیل ما ہ میفروشی بہر قال و قیل را ہ حلم حق گستر دہر با بساط ہ کہ گوئید از طریق انبساط ہ ہرچہ آید ہر زبان تان ہیخداہ ہ بچو طفلان یگانہ با پدر ہ ما میدانیم خود را ز شما ہ لیکہ مچویم آواز شما ہ المعنی الف بالکسر خوگر می و دوستی تحویل پھر نا پھر نا تسلیج سبحان اللہ کنا تہلیل لا الہ الا اللہ کنا بتائید صدر فرماتے ہیں کہ بزرگی عرش کی خود ظاہر ہ جسکی صفت میں مجید آیا ہے لیکن معنی کے ہوتے صورت کو کون پوچھتا ہے آئندہ کیفیت ملائک کی مذکور ہے کہ ہر فرشتہ کتنا تھا کہ قبل اس سے چکو زمین سے نہایت الفت تھی ہم خدا تعالیٰ کی بندگی کا تخم زمین میں بوتے تھے اور جو ہمارے دل کو ایک تعلق زمین سے تھلینے زمین پر دل لگتا تھا اس سے حیران و متعجب تھے کہ ہماری سرشت تو آسمان سے ہوئی پھر ہماری دل لگی خاک سے کیوں ہے ہمارے انوار کو الفت ظلمات سے کیوں ہے اور نوری ظلمت میں جو تیرہ خاک ہے کیسے زیست کر سکتا ہے آب ای آدم معلوم ہوا کہ یہ الفت تیری بوسے تھی اس سبب سے کہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین سے تھا تیرے جسم خاکی کو یہیں سے بننا اور تیرے نور کو بھی یہیں چمکایا فاعل دونوں فعل کے قضا و قدر اور جو یہ ہماری جانوں نے تیرے نور سے نور پایا ہے بہت ہی بہت سبب خاک سے چمکا ہے ہم زمین میں تھے اور زمین سے غافل نہیں جانتے تھے کہ ایسا بڑا خزانہ زمین میں دبا ہے جب چکو اس مقام یعنی زمین سے سفر کا حکم ہوا موافق اس آیت کے انی باطل فی الارض خلیفہ تھی یہ کہ ہر فرشتہ زمین کو چھوڑ دو ہم اس میں اپنا ایک خلیفہ کریں گے تو ہکو اس جگہ پہنچانے سے

بڑی تلکامی ہوئی یہاں تک کہ ہم بڑی محنتیں کرتے رہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے قالوا انجیل قیسا میں فیسدا فیما ویسفک الدمار فرشتوں نے کہا کیا کرے گا تو زمین میں غلیظ ایسے کو جو اُس میں فساد اٹھائے اور خوریزی کرے اور کہتے تھے کہ اے خداوند کریم کون ہماری جگہ آئیگا ہمارے تسبیح و تہلیل کے نور کو جیسا کہ کہا و نحن تسبیح بحمک و تقدس لک یعنی ہم تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں قال و قبل کے ساتھ پتا ہوا کہ تعالیٰ کے علم نے کہہ دیا کہ ہمارے دل سے واقف تھا ہماری عرض معروض کا بساط فرخ پھلایا تھا بمقتضائے انبساط کہ جو تمہارا دل چاہے اور جو تمہاری زبان پر گزرے کہو ہم تمہاری بات سنیں گے جیسے پہلے ہوئے بچے باپ سے کہتے ہیں اگرچہ ہم تمہارا بھید خوب جانے ہوئے ہیں لیکن تمہاری آواز ڈھونڈتے ہیں یعنی زبان سے کہلانا قولہ زانکہ این دمابے نالائق ست ہر رحمت من بر غضب ہم سابق ست ہر اظہار این سلیق اے ملک ہر توفیق و اعیہ اشکال شک ہر تابگوئی و نگیں بر تو من ہر منکر علم نیا روم دوم زدن ہر صد پد ر صمد در اندر علم ماہ ہر نفس زائد در اقد در فنا ہر علم ایشان کف بحر علم ماست ہر کف رود آید مے دریا بجاست ہر خود چلویم پیش آن در این صدف ہر نیست الا کف کف کف کف ہر حق این کف حق آن دریاے صاف ہر کا متحانے نیست این گفت و نہ لاف ہر از سر مر و وفا هست و خضوع ہر حق آنکس کہ بد و دارم بر جوع ہر گریہ پیش است این ہوس ہر امتحان را امتحان کن یک نفس ہر سر پہوشان تا پدید آید سرم ہر امر کن تا ہرچہ بروی قادر ہر دل پہوشان تا پدید آید دلہم ہر تا قبول کرد ہر انچہ قابلہم ہر چون کم در دست من چہ چارہ است ہر دگر تا جانن چہ کارہ است ہر افعی دم نفس و فریب و لاف سبق بالفتح آگے چلنا اور دوسروں سے بڑھ جانا داعیہ خواہش و ارادہ کف بفتح و تشدید فاعندی جھاگہ جیسے کف دریا و کف مایون خدا تعالیٰ نے فرمایا اس سبب سے ٹکڑ خست کرنے کی دیجاتی ہے کہ تمہارے دم نہایت نالائق ہیں یعنی فساد اور خشک دم اور دعویٰ تسبیح و لاف تقدیس جو قابل غتاب و غضب کے ہیں لیکن رحمت ہمارے غضب پر سابق ہے ہر غضب قدم رکھنے نہیں پاتا کہ یہ اُس سے آگے قدم بڑھا کے رکھ دیتی ہے کہ فرشتہ تو نے جو اظہار اس سبق کا کیا ہے اور اور دن سے آگے بڑھ کے چلا ہے میں تجھ میں اشکال شک کی خواہش رکھتا ہوں یعنی ٹھہراتا ہوں کہ معذور تھا شک کی اشکال پیدا ہوئیں اس سبب سے کہ اٹھا تو تو کہے اور میں تجھ پر گرفت نکر وں اور جو منکر میرے علم کے ہیں دم نہ مار سکیں ہمارا وہ علم جو کہ سیکڑوں پاپ اور سیکڑوں مان ہر دم اس میں پیدا ہوتی ہیں اور فنا ہوتی ہیں کہ جسے زیادہ دنیا میں کوئی شفیق و علیم نہیں سوا اُنکی یہ کیفیت ہمارے جو علم کا دریا ہے انکا علم اس دریا کی جھاگہ ہیں جو دریا میں آتی جاتی رہتی ہیں مگر دریا قائم رہتا ہے اب مولانا رحم فرماتے ہیں میں اُنکے علم کے سامنے کیا کسی کے علم کا نام لون کہان در کہان صدف بس جو کو ٹکا تو یہی کہوں گا جھاگہ کی جھاگہ کی جھاگہ کا جھاگہ سوا اسکے کچھ نہیں یہاں تک کہ حضرت آدم اور ملائکہ کا تھاپ پھر وہ اعرابی اپنی عورت کے سامنے

قسم کما کے کتا ہو کہ قسم ہو اس کف یعنی علم ملیون اور اُس دریائے صاف کی جو علم خدا تعالیٰ کا ہو کہ میری یہ بات نہ امتحان تیرا ہو نہ میری سنجی بمقتضائے ہر و وفا اور عجز و زاری کے ہو قسم ہو اُسکی کہ جسکی طرف میں رجوع ہو رہا ہوں اگر تیرے نزدیک یہ بات ہو کہ میں تیرا امتحان کرتا ہوں اپنی ہوس سے تو تو دم بھر میرے امتحان کا امتحان کر لے اپنا بھید مجھ سے مت چھپائے تو میرا بھید تجھ پر کھل جائے مجھے اُس بات کو کہ جس پر میں قادر ہوں دیکھ تو کرتا ہوں کہ نہیں تو اپنا دل مجھ سے مت چورائے تو میرا دل بھی کھلے اور جس چیز کے قابل ہو قبول کرے میں کیا کروں میرے اختیار میں کوئی بات نہیں ہو نہ مجھ کو کچھ بن آتا ہو تو میری جان کو تو دیکھ یہ کس کام کی ہوس ہے کیا ہو سکتا ہو الخلاف اندر علم ماکو علم ما اور ولی دریا کی جگہ دل دریا شرح بحر العلوم میں غلط لکھا ہے

مقرر کرنا عورت کا طریق تلاش روزی اور مان لینا شوہر کا

تو کہ گفت زن نک آفتابی یافتست و علی زور و شانی یافتست و نائب رحمن خلیفہ کر دگار و شہر بغداد است از وے نو بہار و گر بہ پیوندی بدان شہ شہ شوی و سوے ہر ادبارتا کے پیروی و دوستی مقبلان چون کیماست چون نظر شان کیماست خود کجاست و چشم احمد برا بوبکرے زدہ و از یک تصدیق صدیقی شدہ و گفت من شہ را پذیرا چون شوم و بے بہانہ سوے او من چون روم و نسبتی یاد مرا با حیلے و ہیچ پیشہ راست شد بے آلتہ و ہجو مجنونیکہ بشنید از یکے و کہ مرض آمد بہ لیلۃ اندکے و گفت آوہ بے بہانہ چون روم و در بہانہ از عبادت چون شوم و کتبتے کنت طیباً عاذراً و کنت ائشے کتبتے شائفاً و قل تعالوا گفت حق را بدان و تا بود شرم دشمنی مارا نشان و شیران را اگر نظر آلت بدے و روز شان جولان و خوشحالت ہستہ و گفت چون شاد در کرم میدان رود و عین ہر بے آلتی آلت شود و زانکہ آلت دعویست و ہستیت و کار در بے آلتی و ہستیت و گفت کے بے آلتی سودا کنم و تانہ من بے آلتی پیدا کنم و پس گواہی باید مہر مغربی و چشم رحمے کند در مطابی و گو گواہی غیر گفت و کو درنگ و دانا تا رحم آرد شاہ شنگ و کین گواہی کہ گفت و رنگ بد و نزد آن قاضی القضاۃ ابجرح شدہ و پس گواہی زاندر و ن می باید مہر و گواہی از برون می باید مہر و صدق مے باید گواہ حال او و تا بتا بد نور او بے قال او و المعنی پذیرا مقبول کے معنی میں بھی ہو آوہ بمعنی آہ عیادت بکسر یا پر سی قاضی القضاۃ قاضی قاضیان جرح باضم ریش و زخم فرماتے ہیں کہ عورت نے مرد سے کہا ہے آفتاب نکلا اور جہان جو تیرہ و تاریک ہو رہا تھا روشن ہو گیا شہر بغداد میں ایک خلیفہ نائب خدا کا ہو جس سے بغداد و گلزار و بلخ بہار ہو رہا ہو اُس بادشاہ سے مل کہ تو بھی بادشاہ ہو جائے اس ادب و بدعتی کے پیچھے کتبک پھر یگا مقبلوں کی دوستی مثل کیماست کہ کہ ایک دم میں طالع کو اعلیٰ بتاتی ہو اور انکی نظر جیسی کیما کمان ہو کہ جس پر طالع کندن ہو جائے دیکھو ذرا آنکھ کھلی جائے

آلی ابو بکر پڑھی ایک ہی تصدیق میں تمام عالم میں صدیق ہو گئے اعرابی نے کہا کہ میں پادشاہ کے بیان مقبول کیسے ہو گا بدون کسی جیلہ بہانہ کے اسکے پاس کیسے جاؤں کسی جیلہ سے جکو نسبت ہونا چاہیے بھلا کوئی پیشہ بھی بے آلہ کے ٹھیک ہوا ہے جیسے مجنون کہ ایک شخص سے اسنے سنا کہ لیلی کچھ بیمار ہو گئی ہو کہا آہ بے بہانے کیسے جاؤں اور جو عیادت سے رہاؤں تو کیسا نا کارہ بنوں کیا اچھا ہوتا کہ میں کوئی طبیب عاذق ہوتا کہ اس جیلہ سے لیلی کی طرف پر شوق ہو کے جاتا اسد تعالیٰ نے بھی حضرت کو حکم کیا کہ تم انکو بلاؤ تا تمھارے بلانے سے انکے ناخواندہ بننے کی شرم ٹوٹ جائے اور انکو ایک نشان لمباے شہپر کے پاس مثل اور پرندوں کے آلہ نظر کا نہیں لہذا دن کو کو نوں میں گھستا پھرتا ہو اگر ہوتا تو یہ بھی اور پرندوں کے مانند اڑتا پھرتا اور خوش حالت ہوتا عورت نے کہا کہ جب پادشاہ میدان کرم میں جاتا ہے پیسے سخاوت کرنے پڑا ہا ہو تو کسی جیلہ آلہ کی حاجت نہیں ہوتی بے آلتی عین آلت ہو جاتی ہو تو فکر بے آلتی کی کیوں کرتا ہو اس سبب سے آلت سے دعویٰ اور ہستی معلوم ہوتی ہو کہ ہم بھی کچھ ہیں اور معاملہ اچھا بے آلتی وہستی سے نکلتا ہو مرد نے کہا کہ ایسی بے آلتی کے خط کا میں کب خریدار ہوؤں اور اسکو اچھا جانوں جب تک کہ اپنی بے آلتی اچھی طرح نہ پیدا کر لوں پس اپنی مغلسی پر کوئی گواہ ضرور جیسے تو بادشاہ میری مغلسی پر رحم کرے اب تو یہی بتا کہ سوائے رنگ برنگ باتوں کے اور کوئی گواہ بھی ہو کہ بادشاہ شوخ و طریف جسکی گواہی سنکے رحم کرے نہ کہ ایسا گواہ جو گفت و رنگ یعنی مکر و فریب سے تھا قاضی القضاۃ کے نزدیک جو بادشاہ ہو اگر جرح ہو گیا اسے خاص جرح زخمی و ریش جو مراد ہگڑے ہوے گواہ سے ہی پس مجھ کو تو گواہ اندرون سے چاہیے ہو نہ گواہ بیرون سے یعنی صدق درکار ہو کہ حال اندرون کا گواہ ہو تو نور اسکا بدون اسکی گفتگو کے چکے اختلاف شرح بحر العلوم میں شاد کرم کو شاد کرم لکھا ہو اور کو گواہی کو تو گواہی شاہ سنگ میں لفظ شاہ مکرر اور ابجر جرح اور شاہ کو بتلید

تحفہ لیجانا اعرابی کا سبوا آب باران کا باد یہ سے بغداد کو خلیفہ کے پاس اس گلشن سے کہ وہاں پانی کا قحط ہے

قولہ گفت زن صدق آن بود کہ بود خویش پاک بر خیزے تو بامجہود خویش آب باران ست مارا در سیوہ ملک و سرمایہ و اسباب توہ این سبوی آب برابر دار و روہ بدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شوہ گو کہ مارا غیر ازین اسباب نیست در مظاہرہ ہیچ بہرین آب نیست کہ خزائنش پر زرد فاختہ است کہ اینچنین آبش نباشد نادرست چہیست آن کوزہ تن محصور ماہ اندران آب حواس شور ماہ ایخدا و نداین خم و کوزہ مراہ در پذیر از فضل اللہ اشتہری کہ کوزہ باونج لولہ تیغ حس پاک دار این آب را از ہر نجس کہ تا شود زین کوزہ منفذ سوے بحرہ تا بگردد کوزہ من خوے بحرہ تلحہ بدیہ پیش سلطان شہری بہ پاک بیند باشد شہرہ مشتری بہ نہایت گرد و آبش جہازان

پیشود از کوزه تا صدر جهان و لولہا بر بند و پر دارش زخم و گفت محض من ہوا البصار کمہ ریش او پر با و کین ہدیہ کر است
 لائق چونان شے اینست راست و ان ہند انست کا بچا پر گز رہست جاری و جلہ چون شکر و در میان شہر
 چون دریا روان و پرز کشیتسا و شست ماہیان و رونبر سلطان و کار و بارین و حسن و جبری کشتا الا نثارین
 و چمنین حسا و ادکات ماہ قطرہ باشد دران بحر صفا و بازو و بازین و بازیاہ از کہ از من جندہ ام الکتاب
 المعنی جہود استطاعت و قدرت کردہ شدہ و کوشش کردہ شدہ مظاہرہ نفع و زلے معجمہ سیابان جس سے
 سسل گذر جائے تو کہ ہوا و مہول ہندی نوئی ام الکتاب سورہ الحمد و قرآن مجید و لوح محفوظ و عقل اول کہ مرتبہ مدت
 کا ہر عورت نے کہا کہ صدق تو یہ ہے کہ اپنی بود سے یعنی جو کچھ تیرے پاس موجود ہے تو اس میں سے کوئی پاک چیز اپنی
 استطاعت و لے کے پاس لیجا چتا چنہ ایک گھر پانی میں نہ کا گھرے میں ہوا و تیری ملک اور چہ سرمایہ اور تیرے
 اسباب سے اس گھرے پانی کو اٹھائے اور تھنہ کر کے شہنشاہ کے پاس لیجا اور کہہ کہ ہمارے پاس سوا اسکے کوئی
 اسباب نہیں ہے نہ ہمارے جنگ میں اس سے بہتر پانی اگرچہ خزانہ اسکا در فاخر سے بھرا ہو لیکن ایسا پانی اسکا یہاں
 بھی نہو گا یہ ایسا نہ در ہر گویا در خوش آب کی آب سے زیادہ آئندہ مقولات مولانا رحم فرمائے ہیں کوزہ کیا ہے یہ
 تن محصور ہمارا ہے اور اس میں آب شور جو اس کا بھرا ہے جس امر خدا و ندا اس میرے غم و کوزہ کو اپنے فضل سے
 قبول کر اور اسکا خریدار ہو جیسا کہ تو نے فرمایا ہوا ان الصدا شترے من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لم یجتہ
 بیشک الصد خریدتا ہے مومنوں سے انکی جان اور انکے مال کو اس عوض میں کہ انکے لیے جنت ہے یہ ایک
 کوزہ ہے کہ حسین پانچ ٹونیاں بیخ حص کی ہیں اس کے پانی کو ہر جس سے پاک رکھ تو اسکی راہ و جریان
 دریا کی طرف ہوا اور اس دریا سے اسکی خوبی دریا کی سی ہو جائے اور جب تھنہ اعزلی کی طرح تو اسکو سامنے
 سلطان کے لیجائے تو اسکی پاکی و طہارت دیکھ کے بادشاہ بھی خریدار ہووے اور جو بادشاہ خریدار ہو جائیگا تو پھر
 اس میں بے نہایت پانی ہو جائیگا جسے کہ اس ایک کوزہ سے سو جہان تک بھرجائیگے تو اسکی ٹونیاں بند کر دے
 اور ختم سے بھرا رکھ جو عشق ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو قل المؤمنین بغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم ذلک
 از کی لہم ان الصخیرہ یصنعون کہ امر محمد مومنوں کو کہ بند کریں آنکھیں نا محرم سے اور محفوظ رکھیں اپنی فرجوں کو
 محل حرام سے یہ بڑی پاک بات ہے انکے واسطے بیشک الصخرہ در ہر اس سے جو کچھ وہ کہتے ہیں آئندہ پھر ذکر
 اعزلی کی طرف رجوع فرمایا یعنی پانی لیکے چلے کا قصد تو کیا لیکن ریش پر باد تھی اس بات سے کہ ایسا تھنہ
 کے پاس ہے بیشک لائق ایسے ہی بادشاہوں کے ہے جیسا کہ بادشاہ بغداد کا ہے اور یہ نہیں یا تتا تھانہ ہوا
 بادشاہ بغداد کے جہاں ہر جو مثل شکر کے شیرین ہوا اور شیرین نہرین اسکی دریا کی طرح جا ہی میں شہرین کشتیوں
 کشتیوں میں کشتیوں میں ایسی عقیق و عریض ہیں آب چل بادشاہ کے پاس وہاں کو کاندہ و بادشاہ

کہ حسن تجری من تحتہ الانار کا کھل رہا ہے یعنی جنت ہو رہا ہے پھر مقولہ مولانا راح کا ہے کہ ایسے ہی ہمارے جس اور ادراکات ایک قطرہ ہیں اُس بحر صفائیں جیسے اعرابی کا گھڑا تھا اور دجلہ آب تو پھر ڈھونڈو اور پھر دیکھ اور پھر حاصل کر اور کس سے جسکے پاس ام الکتاب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا علمائے دین الخلاف شرح بحر العلوم میں پاک بر چہرے کو پاک بر خیز می لکھا ہے اور تا صد جہان کو اصد لوہا کو تو جہاں بر بند کو بر بند

نزدین سینا عورت کا سپو کو اور اسپر مہر لگانا

قولہ مرد گفت اگر زن سپو را سر بہ بندہ بین کہ این ہدیہ است مارا سود مندہ درند در دوز تو این کو زہ را کہ تا کشاید شدہ بہدیہ روزہ را کہ چنچین اندر ہمہ آفاق نیست کہ جز حقیق و مایہ اذواق نیست کہ زانکہ ایشان را بہاے تلخ و شورہ دانما بر علتند و نیم کورہ مرغ کا ب شور ہا شد سکشن کہ او چہ دانہ جائے آب روشنش کہ ایکہ اندر چشمہ شورست جات کہ تو چہ دانی شط و جیحون و فرات کہ ایکہ تو نارستہ زین فانی رباط کہ تو چہ دانی سحر و سکر و انبساط کہ و بردانی نقلت از اب و جدست کہ پیش تو این ناما چون ابجدست کہ ابجد و ہوز چہ فاش است و پدیدہ بر ہمہ طفلان و معنی بس بعید کہ بس سپو برداشت آنمذرب کہ در سفر شد میکشیدش روز و شب کہ بر سپو لرزان بد از آفات دہرہ میکشیدش از بیابان تا بشہر المعنی رحیق شراب خالص اذواق جمع ذوق شط کنار دیا و جو و رود جیحون و فرات ہر دو نام دریا صحو بالفتح ہوشیاری از مستی اور پاک ہونا آب پد رہ پدید ہونے کہا اگر عورت اس گھرے کا سر بند کر دے دیکھ یہ تحفہ ہمارے واسطے نہایت سود مند ہے اسکو نہ مین سی دے تو پاوشاہ اس تحفہ سے روزہ کھولے روزہ کھولنا اس سبب سے کہا کہ گویا ایسے نفیس پانی سے اب تک اُسکا روزہ کھا کبھی نہیں پیا اس سبب سے کہ ایسا پانی تمام جہان میں نہیں ہے یہ پانی رحیق ہے نہایت صاف اور مایہ اذواق یعنی مزے اس سے پیدا ہوتے ہیں اور بتے ہیں اور یہ اسوجہ سے اسنے کہا کہ ہمیشہ تلخ و شور پانی پی پی کے پر طلت اور اندھی و صندی ہو رہی تھی آئندہ مقولات مولانا راح جس مرغ کا کہ آب شور میں مسکن ہوتا ہے وہ قدر آب روشن کی جگہ کی کیا جانے اگر مخاطب تیری جب چشمہ شور میں جگہ ہے تو شط و جیحون و فرات کو کہ چشمے بہشتی ہیں کیا جانے تو تو اس فانی مسافر خانہ سے اسی خلاص نہیں ہو تو ہوشیاری اور مستی اور انبساط حق کو کیا سمجھے اور اگر کچھ جانتا ہے تو وہی نقل باپ دادے کی جیسی اُنسے سنتا آیا ہے اس سحر و انبساط کے نام سے اُنسے جگہ یا دین سے لڑکون کو لکھ اسکو تو خیال کر ابجد ہوز لڑکون پر کیسی فاش و ظاہر ہے لیکن معنی اسکے اُنسے نہایت دور ہیں یہی تیرا حال ہے آئندہ پھر ذکر اعرابی کا ہے کہ اُس اعرابی نے بعد درست ہو جانے کے گھرے کو اُٹھایا اور سکیا لڑت دن اُسکو لادے رہتا تھا اور آفات زمانہ سے ڈرتا رہتا تھا کہ ایسا نہویہ گھر لپکتا جلتا

اور جگل جگل سے شہر شہر کو لیے جاتا تھا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے آبن کے آسے اور بجائے اذواق
اور اق قولہ زان مصلی باز کردہ ازینا زہد رب سلم و رد کردہ در نماز کہ نگہدار آب مارا از خسان کہ یارب این مرد را
بدان در یارسان کہ گرچہ شویم آگست و پرفتن ست کہ لیک گوہر ہزاران دشمن ہمت کہ خود چہ باشند گوہر آب
کو شست کہ قطرہ زان آب اصل گوہر است کہ از دعا ہائے زن و زاری او کہ وز عجم مرد و گرانباری او کہ سالم از دزدان
و از آسیب سنگ کہ بردتا دار اختلاف بید رنگ کہ دید در گاہے پر از انعاما کہ اہل حاجت گستریدہ دامعہ
و مبدم ہر سوی صاحب حلبتہ کہ یافتہ زان در عطا و نعتہ کہ بہر گہر و مومن و زیبا و زشت کہ بچو خورشید مطہل چون
ہشت کہ دید قوے در نظر آراستہ کہ قوم دیگر منتظر برخواستہ کہ خاص و عامہ از سلیمان تا بہرہ زندہ گشتہ چون جہان از
نفع صورہ اہل صورت زان جو اہر یافتہ کہ اہل معنی بحر تار یافتہ کہ آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ کہ آنکہ باہمت
چہ با نہمت شدہ کہ باہک نی آید کہ ای طالب بیا کہ جو محتاج گدایان چون گدا کہ جو محتاج ست خواہد طالبی کہ
ہچنانکہ تو بہر خواہ تا بے کہ المعنی مصلحا بجائے نماز مطر ابر بارندہ الغرض مرد تو اُدھر گھر لیک گیا عورت نے یہاں
مصلحا ہچھل کے بڑی زاری کے ساتھ رب سلم کا ورد نماز میں یعنی بخشوع و خضوع شروع کیا کہ کتنی تھی ای میرے
پروردگار ہمارے پانی کو چورون وغیرہ سے بچاؤ اور اُس دریاہک پہونچاؤ اگرچہ شوہر میرا بڑا واقفکار و پرہیزجو
لیکن اُسکے پاس گوہر جو اور گوہر کے ہزارون دشمن چھہکتی تھی گوہر کیا چیز ہو وہ تو آب کو شہر ہو اُس پانی کا تو
ایک قطرہ اصل و نژاد گوہر کی ہو بس عورت کی دعا و زاری اور مرد کی محنت و گرانباری کے تصدق سے چورون سے
اور سنگ سے صحیح و سالم اُس گھرے کو بے تامل دار اختلاف تک لے گیا وہاں پہونچ کے ایک بار گاہ پر از انعام
و کیسی کہ ماہمند اپنے اپنے دام حاجت کے لگائے ہوئے تھے اور ہر حاجتمند کو ہر طرف عطا و خلعت مل رہا تھا
کافر و مومن اور اچھے بُرے سب کے حق میں وہ بار گاہ آفتاب تھی جس سے زرو جو اہر پیدا ہوتے ہیں اور اہر
باران جسکی صفت کشتی ہے من الماہر بلکہ بہشت تھی کہ جبین ہشتی کو سب کچھ حاصل ہوگا ایک قوم کو انعام الرام سے
آراستہ ہوا کہ ایک قوم منتظر خواستہ یعنی مال و عطا کی پانی تمامی خاص و عام سلیمان سے مورتک اُسکی عطا
سے ایسے زندہ ہوئے تھے جیسے نفع صورے جہان جی اٹھیکا جو اہل صورت تھے انھون نے اُس سے جو اہر
پائے اور اہل معنی نے ایک بحر تار پایا انقصہ فیض صورت اور فیض معنی دونوں وہاں جاری پائے جو شخص
بے ہمت تھا اگر گدا وسائل ہمت والا یعنی بلند ارادہ اور بلند انداز ہوا اور جو باہمت تھا اگر شاگرد و صاحب کیسا
بہشت ہوا کہ جسکی حد نہیں اُس بار گاہ میں جو دیکھا رہا تھا کہ ای طالبو آؤ تمھاری طرح جو محتاج گدا کا ہو اور
محتاج محتاج کے کہ وہ طالب جو دکا جو طالب اُسکا جو جسے تو بہ تائب کو ڈھونڈ مٹی ہو کہ کوئی پختہ کار ہے
ہیچک بیان کہ جیسے گدا عاشق کرم کا ہو کرم عاشق گدا کا ہو اگر گدا کا صبر بڑھا جائے کرم گدا

کے دروازہ پر آئے اور کرم کا صبر ٹھہرایا تو گدا کرم کے دروازہ پر آئے لیکن صبر کمال
گدا کا ہوا اور نقصان کرم کا

قولہ جو دیوید گدا یان وضاعت بہ بچو خوبان کائنہ جو بند صاف بہ رے خوبان زائے زیبا شود بہ روی احسان
از گدا پیدا شود بہ چون گدا آئینہ جو دست ہان بہ دم بود پر دوسے آئینہ زبان بہ بس ازین فرمود حق وردہ الصبحی
بانگ کم زن ای محمد برگدا بہ بس گدا یان آئینہ جو دقتندہ وانکہ با جہند جو مطلقندہ آن یکی جودش گدا آرد پدید بہ
واندگر کشند گدا یان را مزید بہ وانکہ جزاین دو بود خود مردہ ایست بہ او برین در نیست نقش پردہ ایست بہ
المعنی ضعات بہ کسر جمع ضعیف کم بعضی نفی مطلق کے ہر فرہاتے ہیں جو خود فقیر و ن اور ضعیفون کو ڈھونڈتا
ہو یہیے معشوق اچھا صاف آئینہ ڈھونڈتے ہیں صورت خوبون کی آئینہ سے زیبا ہوتی ہو اور صورت احسان
کی فقیر سے پیدا ہوتی ہو یعنی خدا کے احسان کی کس واسطے جیسے گدا تیرے احسان کا عاشق ہو تو خدا کا گدا ہو
اُس کا احسان بچہ عاشق ہو بس جبکہ گدا آئینہ جو دائمی کا ہو تو جہد ابراہیم پر دم پھونک کے یعنی سختی کے اُس آئینہ
کو تاریک مت کر کہ نقصان کی بات ہو پھر صورت جو کی مفقود ہو جائیگی اسی سبب سے خدا تعالیٰ نے سورہ
والضحیٰ میں فرمایا ہو فاما السائل فلا تنر سائل کو محروم مت پھر اسی کا نفی مصرعہ ثانی اس شعر کا ہو بس علی العموم
فقیر آئینہ جو دق کے ہیں اور جو فقیر باقی ہیں وہ تو جو مطلق ہیں یعنی بلا اس قید کے کہ آئینہ جو دق کے ہیں
وہ خود جو دہی جو دہین مگر ان جو دالون ہیں کوئی ایسا ہو جس کا تھوڑا جو دہو کہ اُس کو گدا ناپا ہر کر رہا ہو اور کسی کا
مزید ہو کہ وہ فقیر و ن کو بہت بخشا ہو اور جو شخص ان دونوں کے سوا ہو ایک مردہ ہو اور وہ اس دروازہ پر ایسا ہو
جیسے دروازوں کے پردوں پر نقش تصویر کے ہوتے ہیں بچان اور بچس اور دروازہ سے باہر

فرق اس بات کا کہ ایک تو فقیر بھی خدا کا ہو اور تشنہ اور مشتاق بھی خدا کا اور ایک فقیر
خدا کا ہو اور تشنہ عیبر کا

قولہ یک درویشی کہ او تشنہ خداست بہ ہست دائم از خدایش کار راست بہ یک درویشی کہ تشنہ غیر شدہ
او فقیر و ابلہ و بچہ شدہ نقش درویشی ست افنی اہل جان بہ نقش سگ را تو بیند از استخوان بہ فقر لغزدار و
نے فقر حق بہ پیش نقش مردہ کم نہ طبق بہ ماہی خاکی بود درویش نان بہ شکل ماہی یک از دیدمان بہ نقش
ماہی کے بود درویش آب بہ آن نہ آبے نیگہ و در خراب بہ مرغ غناست او نہ سیرغ ہوا بہ لوت نوشاوند نوشد
از خدا بہ عاشق حق ست او بہر نوال بہ نیست جائش عاشق حسن و جمال بہ گر تو ہم میکند او عشق ذات بہ ذات
نیو و ہم اسما و صفات بہ وہم مخلوق ست و مولود آدم ست بہ حق نزائید ست اولم بولد ست بہ عاشق تصویر
و ہم غم نشین کے بود انہماستان ذوالامن بہ عاشق آئی و ہم کہ صادق بودہ آن جائز نش تاجہ عیبر کا

شرح میخوابد بیان این سخن در یک میترسم ز افهام کن در فهمای کنتہ کو تہ نظر صد خیال بد در آرد و فکر در
 ہر سلع راست ہر کس چہر نیست و طعمہ ہر مرغی انجہ نیست و خاصہ مرغی مردہ پوشیدہ چہ خیال نمی ناید و دیدہ
 نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک و رنگ ہند و را چہ صابون و چہ زاک و نقش گر گلین نگاری بر ورق ہوا و نبارد
 از غم و شادی سبق و صورتش گلین و او فایغ از ان و صورتش خندان و او زان بے نشان و این غم و شادی
 کہ اندر دل خفیت و پیش آن شادی و غم چہ نقش نیست و صورت خندان نقل از بہرست و تا از ان صورت
 شود معنی درست و صورت گلین نقش از بہرست و تاکہ مارا یاد آید راہ راست و نقشہای کا ندرین جامہ است و
 از بہرین جامہ کین چون جامہ است و تابرون جامہ بینی و بس و جامہ بیرون کن در آرد ہم نفس و زانکہ جامہ
 در آنسوراد نیست و جامہ از تن تن زبان آگاہ نیست و باز میگردم سوے قصہ عرب و از بیان سر را ز بولعجب و
 المعنی لوت بود و مجهول اقسام طعامی لذیذ فکر کسرا دل و فتح ثانی جمع فکر بالکسر و بالفتح کے زاک ہندی پشلی
 مولانا رحم فرماتے ہیں درویش دو قسم ہیں جیسے کہ سرخی میں لکھے گئے لیکن جو فقیر کہ نقشہ اور مشتاق خدا کے ہیں
 ہمیشہ انکا خدا تعالیٰ سے ہر کام راست و درست ہوتا ہے جو فقیر نقشہ اور مشتاق غیر خدا کے ہیں وہ محض محتاج اور
 احق اور بخیل ہیں وہ ایک تصویر درویش کی ہو بیان اور نقش سگ ہو تو بھی انکی حیثیت کے مناسب اسکو بھی
 والدے وہ فقیر لقمہ کا ہو فقیر خدا کا نہیں ہو اور ایک مردہ پھر مردہ کے آگے طباق کیوں رکھتا ہے جو فقیر روٹی کا ہو
 وہ خاکی مچھلی ہو کہ صورت مچھلی کی رکھتا ہے اور دریا سے جو عشق ہو بھاگتا ہے مچھلی کی تصویر پانی کی محتاج ہو پانی
 ایسے کہ وہ بے پانی کے خراب نہیں ہوتی وہ گھر پھر غا جو اسکی کیا پرواز کیا از ان سیرغ نہیں ہو جو ہوا پر اڑتا ہے وہ
 لوگوں کی انواع اقسام نعمتیں لذیذ کھاتا ہے خدا کی محبت کی نعمت سے محروم ہو کوئی عشق مجازی کا ظاہر عاشق بننے
 عاشق حسن و جمال خدا تعالیٰ کا بنتا ہے اور حقیقت جان اسکی عاشق نہیں ہو وہ عاشق نوال کا ہو تر نوالے کھائے کہ
 ملتے ہیں اور نذر و عطیات علاوہ اسکے اگر وہ اس عشق مجازی کو عشق ذات کا تو ہم کہے تو وہ عشق ذات نہیں
 ہو وہم اسما و صفات کا ہو اسواسطے کہ وہم صفات عشق سے پیدا ہوتا ہے اور یہ یعنی وہم مخلوق و مملود ہے اور اللہ تعالیٰ
 کی ذات لم یولد کہ کسی سے وہ زائیدہ نہیں ہو پھر عاشق زائیدہ کا کیسے عاشق ذات کا ہو سکتا ہے جو شخص اپنی وہم
 کی تصویر کا عاشق ہو بس وہ عاشق خدا سے ذوالمنن کا کہ ہے البتہ اگر وہم کے عشق میں صادق اور پورا ہو اور
 جان سے عاشق ہو تو وہ اسکو حقیقت تک پہنچاتا ہے اب فرماتے ہیں کہ اس بات کا بیان بڑی شجاعت ہے مگر پرانی
 قصہ و النون سے ڈرتا ہوں نہیں کر سکتا جب لوگ کو تہ نظر اور پرانی فہم والے ہیں سیکڑوں خیال بد اپنی فکر میں
 لایکے خوب جان لو کہ سلع و جہد راست پر ہر کوئی غالب و قابو یافتہ نہیں ہے جیسے ہر مرغ حیرت انگیز کی خوراک
 نہیں نہیں ہے آدہ خاص مرغ نہیں ایسا کہ مردہ گلا ستر پر خیال اندھا بیدار ظاہر ہے کہ مچھلی کی تصویر کو دریا و خاک

اور ہندو سیاہ رنگ کے رنگ کو صابون و پھنگری سب برابر ہیں وہ سفید ہی نہیں ہو سکتا اگر کسی کی تصویر ورق پر ایسی لکھی کہ جس سے حالت نگین کی مترشح ہو تو کیا اُسے غم و شادی کا سبق ہی نہیں پڑھا تصویر کی صورت نگین ہو مگر وہ اُس غم سے فارغ ہو اور کسی تصویر سے شگفتگی شکستی ہو مگر وہ اُس شگفتگی سے بے نشان ہو پس یہ غم و شادی ظاہری جو دل میں بھی ہوئی ہو اُس غم و شادی حقیقی کے مقابل سوائے نقش کے نہیں ہو لہذا اگر عاشق مجاز کے وہ صورت خندان نقش کی تیرے واسطے ہو کہ تو اُس صورت سے اپنے معنی کو درست کرے اور صورت نگین نقش کی جو عشق حقیقی ہو ہمارے واسطے ہو تاہو اپنی راہ راست یاد ہو جائے تمام مراد ذات انسان سے نقش تمام اسرار باطنی از برون برون ظاہر آزاہمین مجاوزت کا ہے یعنی ظاہر سے اُدھر جاوے جو دظاہری لکین میں کاف بیان جاوے کہ جام جام ہو جسکے معنی شیشہ جام ہوے معنی یہ کہ تیری ذات ایک جام ہے اس میں نقش و نگار اسرار کے لکھے ہیں اور اس وجود ظاہری کے اس پر شیشے لگا دیے ہیں تو باہر شیشوں سے جو کچھ ہو بیندہ پس اُسی کو دیکھے اندر کے نقش و نگار نہ دیکھنے پائے اب اگر ہمنفس اگر ہوس نقش و نگار اندرونی کی ہو تو اس بیرونی جامہ کو اُتار ڈال کہ قابل اندر جانے کے ہو جائے دیکھ تو جام میں کوئی بھی بغیر کپڑے اُتارے جاتا ہے ایسے ہی جامہ کے ساتھ اُدھر بھی راہ نہیں ملتی ہے کسو واسطے کہ وہ ایسی راہ ہے جہاں جامہ تن سے اور تن جان سے واقع نہیں ہوتا سب نسبتاً نسبتاً ہو جاتے ہیں شعر بعد گریز ہے کہ یہ راز تو بوجہ ہے اسکا بھید بیان سے باہر اسکو چھوڑ کے قصہ عرب کی طرف پھر لوٹتا ہوں الخلاف شرح میں بجائے از دریا رمان کے روان نقش کے قبل لفظ جز نہیں لکھا جامہ اوہ چون کے درمیان میں لفظ کین رہ گیا اور اخیر کا شعر یعنی زانکہ با جامہ الخ یہ نہیں قائم کیا ہے معنی دیگر اشعار میں اسکے الفاظ پائے جاتے ہیں

پیش آنا نقیبوں و ربانوں کا خلیفہ کے واسطے عزت اعرابی کی و قبول کرنا تحفہ کا

قولہ آن عرابی از بیابان بیدہ بردار اختلاف چون رسید پس نقیان پیش اعرابی شدند پس گلاب لطف بر رویش زدند حاجت او نعم شان شدیم قال کار ایشان بد عطا پیش از سوال پس بد گفتند یا وجہ العرب از کجائی چونے از راہ و لعب گفت و ہم گریا و بے وجہ ہم چون پس ہشتم نہیدہ ایک در رومان نشان ہترہست و قزاق خوشتر ز زر جعفرہست ایکہ یک دیدار تان دیدار ہا ای نثار دید تان وینار ہا ای ہمہ نظر بنور آمد شدہ و از برحق بہر بخش آمدہ و تازید آن کیما ہاے نظر ہر سر مسہلے شخاص بشر ہ من غویم از بیابان آدم ہ برا مید لطف سلطان آدم ہ بوسے لطف او بیابان ہا گرفت و ذہاے ریگ ہم ہانڈا گرفت ہ تا بد بخاہر دینار آدم ہ چون رسیدم مست دیدار آدم ہ بہر تان شغفے سوئے تا نو او دیدہ و اوجان چون حسن تا نو ارا بدیدہ بہر فرج شد کہے تا گد تان ہ فرج او شد جال ہ اوجان ہ ہجو اعرابی کہ آجائے ہ شغفہ

آمد عباس حرب از بہر کین بہ برقع احمد و استیز دین بہ گشت دین را تا قیامت پشت و رو بہ نور خلافت او و
 فرزندان او آمدہ عمر بقصد مصطفیٰ تیغ بر کف بستہ صد پیشا قباہ گشتہ اندر شرع میرا المؤمنین ہمیشہ او و مقتدا
 اہل دین بہ آن علت کش سوے ویرا نہا شدہ و جو خبر گنج ناگہ باز دہ بہ نشنہ آمد سوے جوے آبخوہ دید
 اندر جوے خود شمس و قمر من برین در طالب چیز آدم بہ صدر گشتم تا بدلیز آدم بہ آب آوردم تجمہ بہرزان بہ بوے
 تا غم بہر تا صدر جهان بہ نان برون را اند آدمی را از بہشت بہ نان مرا اندر بہشتی در سرشت بہ رستم از آب زان بہ چون
 ملک بہ بیغرض گروم درین دور فلک بہ بیغرض نبود بگردش در جہان بہ غیر جسم و غیر جان عاشقان بہ عاشقان
 کل نہ این عشاق جز بہ ماند از کل آنکہ شد مشتاق جز بہ چونکہ جزوے عاشق جزوے شود و زود مستو قش کل خود و دہ
 ریش گاو و بندہ غیر آمد او بہ غرق شد کن در حیشے در زدا و المعنی قمع بانفع توڑ نا اور خوار کر تا قمر بضم و تخیف میم
 و بصورت شعر تشدید میم بھی جائز ہر نام خلیفہ دوم ریش گاو احمق تخیش بفتح گیاہ خشک یہ اشعار بھی مثال اشعار سابق
 کلام اعرابی سے ہیں کتابہ کہ دیکھو حضرت عیسیٰ دشمنوں سے بچکے ایک حجرہ میں جھپٹے وہ جھپٹنا انکا چوتھے آسمان
 کا جھپٹنا ہو گیا کہ خدا تعالیٰ نے انکو اٹھالیا اور چوتھے آسمان پر پہونچا یا مختصر ذکر انکا یہ ہے کہ جب یہود نے قتل پر
 مستعد ہوئے تو یہ ایک حجرہ میں کہ وہاں دو چار اور لاوی بھی تھے گئے اور اسد سے پناہ چاہی اسنے ان کو اٹھالیا
 اور انکی شبیہ اور پر ڈال دی اسکو انھوں نے سولی دیدی دانہ گندم کا دام آدم کلنا یہ اس دام میں پھنسے اور انکے
 وجود سے خوشی مروم کی ہوئی باز اپنی خورش دیکھ کے دام میں آتا ہے پھر وہ پہونچہ بادشاہ کا پاتا ہوا و قبال دیدہ
 چہرہ مکتب کو جاتا ہے کسب ہنر کے واسطے اس امید پر کہ باپ ہکو چڑیاں لے دیگا اور مہربانی کرے گا پھر وہ اس مکتب
 کی بدولت صدر نشین ہو جاتا ہے اور ماہانہ استاد کا مکے علم و فضل سے چودھویں شب کا پانچواں ہوا حضرت
 عباس چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ انکا نام حرب بھی تھا عداوت کی رو سے جنگ بدر میں واسطے
 شکست دینے اور خوار کرنے آنحضرت کے آئے اور مخالف و دشمن دین کے تھے آور وہی عباس ایمان لاکے
 دین کے پشت و رو بن گئے اہل قوت و خوبی قیامت تک اور خلافت انکی اولاد کی سیکڑوں برس رہی اور ایمان
 لانے کی یہ صورت ہوئی کہ جب آنحضرت سے شکست پاکے یہ اور قریش اسیر ہوئے حضرت نے سب سے
 فدیہ طلب کیا عباس نے اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ دیکر کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے کہا کہ تھے ایک بدرہ
 چلتے وقت جو ام الفضل کو دیا جو وہ زر کمان ہو پس انھوں نے جانا کہ اس بات سے تو سوا خدا کے کوئی خیر تھا انکو
 بکھینچے خبر ہوئی ضروریہ معجزہ ہوا کہ مسلمان ہوئے حضرت عمر کہ قریش سے سیکڑوں عہد و بیان قتل آنحضرت کا کہنے
 شیعہ کتب آئے اور حال یہ کہ وہی امیر المؤمنین اور پیشوا و مقتدا دین ہوتے وہ کسی چیز کہ جنگ کو گمان لینے
 گیا اسکو کیا خبر تھی کہ جان گنج جو چیز باؤں اسکا گنج پر پڑا اور گنج پنا ایک پناہ خانہ کہ دین پناہ گاہ ہے اپنی

نہرین شمس و قمر پائے قمر اصطلاح کیا گیا کہ رونا میں نقرہ کو کہتے ہیں اور زر کی نسبت شمس سے ہو پس مبالغہ فرمایا کہ نقرہ و زر کیا معنی جو اصل نقرہ و زر کے ہیں وہی ملنے اور پانی میں عکس الٹا ہوتا بھی ہے یہاں تک اس اعرابی کا بیان اس بات کا ہے کہ میں کیا خیال کرتا تھا اور کیا میرے دیکھنے میں آیا اب کہتا ہوں کہ میں تو اس امید پر آیا تھا کہ کوئی چیز حاصل کرونگا سو یہاں آگے میں سائل سے صدر و بالائشیں ہو گیا میں روئی کے واسطے تحفہ میں پانی لایا تھا سو روئی کی بونجھو صدر جہاں تک لیگی عجب حال ہے کہ روئی نے آدمی کو بہشت سے نکالا اور میری روئی کا خمیر خاص بہشت میں ہوا جو مکان خلیفہ سے ارادہ ہوا اب میں مثل فرشتوں کے آبنان سے چھوٹ گیا یعنی آب و نان کا غم نہ رہا اس سے بری ہو گیا بے غم و بی فکر ہو کے اس دور فلک میں پھر ونگا اور بغیر غرض رہو ننگا آئندہ مقولات مولانا رکھے ہیں یعنی جہاں میں ہرگز کو گردش ہے مگر بغیر غرض نہیں اگر بغیر غرض ہے تو سو اہم و جان عاشقوں کے نہیں وہ بھی جو عاشق کل کے ہیں اسی عاشق حقیقی نہ عاشق جزو کے اسی مجازی اس واسطے کہ جو جزو کا مشتاق ہوا وہ کل سے محروم رہا ظاہر ہے کہ کل ذات خدا تعالیٰ کی ہے اور ہر جزو اس کی خواہ عاشق ہو خواہ معشوق اور رجوع جزو کا کل کی طرف ضرور پھر جبکہ عاشق جزو کا جزو ہے اور معشوق اس کا اپنے کل کو چلا گیا یہ ریش گاؤ اور بندہ غیر کا ٹھہ گیا اور مثل اس ڈوبتے کے جو گھاس پکڑتا ہے جسکی ہندی ہے ڈوبتا سوار پکڑتا ہے کہ سوار پکڑنے سے بچ نہیں سکتا پس عاشق کل کا ہونا چاہیے جو باقی اور بے فنا ہے اگر یہ جزو فنا ہو کے اس کل میں ملا تب بھی نور ملے اور یہ بھی ہو المقصود اختلاف شرح بحر العلوم میں دانہ گندم کے بجائے گندم گون کہ محل قافیہ اور بے معنی ہے اور میرا مومنین کی جگہ امیر المومنین اور حنیفہ کی جگہ خلیفہ مظلوم مثل عرب اذان میث فاذن بالحرقة و اذان سرق فاسرق فی الدرة یعنی جب زنا کرے تو حرہ کے ساتھ کر اور اگر چوری کرے تو درہلی کر

قولہ نیست حاکم تا کند تیار او کار خواہ خود کند یا کار او فاذن بالحرہ ہے این شد مثل فاسرق الدرة بدین شد منتقل بندہ سوے خواہ شد او ماند زار ہوے گل شد سوے گل و اماند غار ہے ہجو آن ابلہ کہ تاب آفتاب دید بردیوار و حیران شد شباب عاشق دیوار شد کین با ضیاست و بختبر کان عکس خورشید سہاست ہ چون باصل خویش پیوست آن ضیاء دید دیوار سپہ ماندہ بجا او ماندہ دور از مطلوب خویش سے ضلع پنج باطل پائے ریش ہنچو صیادے کہ گیر دسایہ سایہ کے گرد و راسرا پد سایہ مرے گرفتہ مردخت ہ مرغ حیران گشتہ بر شلخ درخت کین مدغ بر کہ میخند و عجب اینت باطل اینت پوشیدہ سبب ورتو گوئی جزو وہیوستہ گلست و خار میخور خار مقرون گلست جزو یکہ نیست پیوستہ بکل ورنہ خود باطل بدے بعث رسل ہ چون رسولان از پے پیوستند پس چہ پیوندند شان چون می کنند این سخن پایان ندارد ابے غلام ہ

ز انکہ برے سخت دار و این کلام المعنی منتقل ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے والا مدفع و ملغ والا جبر بالفتح
و تشدید کشادہ کرنا ربط پہلے شعر کا سابق سے یہ ہو کہ جب عاشق جزو کا بندہ اُسکا ہو چکا اور اُسکے گل میں لچلنے
سے ڈوبتے کی طرح پکڑنے لگا تو آب اسکا ماکم کون ہو کون اسکی غنوار سی کرے آب یہ اپنا کام آپ کرے یا
اسکا فعل جو عشق جزو کا ہو سو وہ جزو کمان قاذن باحرۃ اسی واسطے تو مثل ہوا اولیٰ ہی فاسرق الدرۃ یعنی
زنا کر حرہ سے اور چوری کر موتی کی قول عرب کا ہو مطلب یہ کہ ہمت پست نہ کرے بڑھی رکھے ایسی ویسی چیز پر
نہ گر پڑے بندہ تو اپنے خواجہ کی طرف گیا یہ زار و خوار رہ گیا بوسے گل کی گل کے ساتھ گئی خار رہ گیا جیسے وہ احمق
کہ اُسنے چمک آفتاب کی دیوار پر دیکھی اور فوراً حیران ہو گیا اور عاشق اُسکا بگیا کہ یہ دیوار ہی پر ضیاء ہوا اس سے
یہ خبر کہ یہ روشنی آفتاب آسمان کے عکس کی ہو جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی تو وہی دیوار سیاہ اپنے
تھکنے رہی ہوئی دیکھی پس اپنے مطلوب سے دوڑ پڑا سہی برباد گئی رنج پیو وہ اٹھایا پاؤں گھائل ہوئے
اب قدم آگے نہیں بڑھ سکتا آؤ مثل اُس صیاد کے کہ کسی پرند کا سایہ زمین پر پکڑ کے بیٹھ رہا کہ مین نے مرغ
پکڑ لیا بھلا اس سایہ سے اُسکو کیا سرمایہ حاصل ہو گا یہ تو مرغ کے سایہ کو خوب زور سے پکڑے ہوئے ہو اور
مرغ شاخ درخت پر حیران ہو کہ یہ کیا کرتا ہو یہ بد ملغ کسپر ہنستا ہو عجب باطل شخص ہو اور عجب سبب اس کے
ہنسنے کا ہو آب فرماتے ہیں اگر تو یہ کہے کہ جزو تو کل سے پیوستہ ہوتا ہو الگ کب ہوتا ہو تو ہم کہتے ہیں تو گل
کی طرح خار تو کھالے خار بھی تو گل سے پیوستہ ہوتا ہو کل جزو ایک طریق پر کل سے پیوستہ نہیں ہیں اگر ایسا ہو
تو بخت پیغمبر و ن کا باطل ہو جائے یہ لوگ بھی تو واسطے ملانے جزو کو کل سے مبعوث ہوئے ہیں اور جب وہ
خوٹے ہوئے یکتین ہیں تو اب یہ کسکو ملائین القصہ فرماتے ہیں اس سخن کی تو اسے لڑکے کچھ حد نہیں ہو اس واسطے
کہ اس کلام میں نہایت بسط و شرح ہو الخلاف حیر العلوم میں بجائے تیارا تیار اور اس شعر میں چون باصل
انخ و دوسرا مصرعہ دید پر دیوار و حیران شد شباب جو اوپر گزرا پھر لکھ دیا ہو پیوستہ کل کو گل بکاف فارسی غلط لکھا ہو

دیدینا عرب کا تحفہ آب اپنا ملا زمان خلیفہ کو

تو کہ شج کن مال عرب ای با نظام روزیکہ شد حکایت کن تمام بانقیان مال خود گفت آن عرب چون
گفت او دید ہنگام طلب آن سب سے آب را در پیش داشت تخم خدمت را در آنحضرت بکاشت گفت
این ہدیہ بر سلطان بریدہ سائل شدہ راجحت واخریدہ آب شیرین و سب سے تیز بود ز آب ہارائے جمع آمد
بگوہ خندہ می آمد نقیان را از ان یک پذیرفتند آئرا ہجو جان زانکہ لطف شاہ خوب با خبر کردہ بود اندر
ہمہ ارکان اثرہ غمے شاہان در عیت با کند چرخ اخضر خاک را خضر کند شہ جو حوضی دان چشم چون
لوما آب دولولہ رود از گولما چونکہ آب جملہ از حوضیت پاک ہر یکے آب دہد خوش ذوق ناک

وروان حوض آب شورست و پلید ہر کے لولہ ہان آرد پدیدہ زانکہ پیوست است ہر لولہ محوض ہ خوش کن
 ورمعنی ایخرف خوش ہ لطف شاہنشاہ جان پیو ملن ہ چون اثر کردہ است اندر کل تن ہ لطف عقل خوش نہادی
 خوش بس است ہ چون ہمہ تن را در آرد در ادب ہ عشق شنگ بیقرار و میسکون ہ چون در آرد کل تن را در تنوای ہ
 لطف آب بحر کو چون کوثرست ہ سنگ نیش جملہ دروگو ہرست ہ ہر ہر کا ستا بدان معروف شد ہ جان شاگردش
 بدان موصوف شد ہ پیش استاد اصول ہ ہم اصول ہ خواند آن شاگرد چست با حصول ہ پیش استاد فقیہ آن
 فقیہ خوان ہ فقیہ خواند بے اصول و بے بیان ہ پیش استاد دی کہ او بخوی بود ہ جان شاگردش از و نحوے
 شود ہ باز استاد دی کہ او مجربست ہ جان شاگردش از و نحوست ہ زین ہمہ انواع دانش روز مرگ ہ دانش
 فقرست زاد راہ و برگ ہ المعنی گوہندی گرخصتر سبز لولہ بود و ٹوٹی کول بجان غمی تالاب کو چک خوش بافتح
 کسی فکر مین دوب جانا استا بالضم مخفف استاد زاد و برگ ہر دو معنی توشہ آور فرمایا ہ کہ اس غلام اس کلام مین ہی
 شرح و ضبط ہ لہذا اب تو شرح حال عرب کی نظام کے ساتھ کریغے موتی کی سی لڑی پرو دین ہنیں ہ شام ہوئی
 اسکی حکایت تمام کر حال یہ ہ کہ اس عرب نے نقیبون سے مال اپنا لکما جب کہ لیا تو انھون نے ہر یہ طلب کیا
 اور دیکھا تو یہ وہی سبواب کا سامنے رکھے ہوئے تھا اور تخم خدمت کا اس بارگاہ مین بور ہا تھا کہ یہ ہدیہ خدمت
 لایا ہون اور کہا کہ یہ تحفہ پادشاہ کے پاس لیجاؤ اور مین ساہل پادشاہ کا ہون چکو حاجت سے چھڑاؤ اس
 گھرے مین پانی شیر مین تیز بوینھ کے پانی سے تھا جو کسی گڈھے مین جمع ہو گیا تھا یہ کیفیت دیکھ کے نقیبون
 ہنسی تو آتی تھی لیکن بجان و دل اسکو قبول کر لیا اس سبب سے کہ بادشاہ نہایت اچھا اور باخبر تھا اسکے لطف
 نے تمامی ارکان دولت مین اپنا اثر کر رکھا تھا آئندہ مقولات مولانا رح پادشاہ ہون کی خو رعیت مین جگہ کرتی ہ
 دیکھ چرخ سبز مین کو کیسا سبز کر دیتا ہ پادشاہ ایسا ہ جیسے حوض لشکر و حشم جیسے ٹوٹیاں حوض کی پس
 ٹوٹی مین پانی حوض ہی سے آتا ہ آب جو پانی جملہ ٹوٹیوں کا ایک ہی حوض پاک سے ہ تو ہر ایک
 ٹوٹی آب خوش اور پاکیزہ دیگی اور اگر اس حوض مین آب شور و پلید ہ تو ہر ٹوٹی وہی ظاہر کریگی کسواسطے
 کہ ہر ٹوٹی حوض سے پیوستہ ہ تو اس بات مین خوب خوش و غور کر اب فرماتے ہن کہ لطف شاہنشاہ کا مسافر
 کی جان ہر جو کل تن مین اثر اپنا مثل جان کے کرتا ہ جیسے لطف عقل خوش نہاد کا نہایت خوش ہ کہ سارے
 تن کو ادب مین گھیر لیتی ہ اور عشق شوخ و شنگ بیقرار و میسکون ہ کہ وہ تن کے کل کو اپنی خاصیت کے
 موافق جنون مین گھیر لیتا ہ اسواسطے کہ یہ دونوں بھی پادشاہ ہن لطف آب اس دریا کا کہ وہ مثل کوثر کے ہ
 اسکے سنگریزے جملہ دروگو ہر مین ایسا معلوم ہوتا ہ کہ یہ دریا مراد دریاے علم سے ہ یقرینہ ذکر علوم کے جو مابعد
 اسکے ہ جس ہنر مین جو استاد مشہور ہوا اسی سے جان شاگرد کی موصوف ہوئی مثلاً جو استاد اصول کا ہ

اُسکا شاگرد اصول پڑھنے کے چست و با حصول ہو جاتا ہے اور جو استاد صرف فقہ کا ہے اُسکے آگے فقہ پڑھتا ہے
بے اصول و بے بیان کے بیان بھی ایک علم ہے اور جو استاد نحو کا ہے اُس سے شاگرد کی جان نحوی ہو جاتی ہے اب
رہا استاد دراہ طریقت یعنی خدا کا جو اُسین نحو ہے اُسکے شاگرد کی جان شاہ مین نحو ہو جاتی ہے تعالیٰ شانہ اُحاصل
یہ سب انواع دانش کے ہیں مگر مرنے کے دن دانش فقر ہی کی ساز و برگ و توشہ راہ کی ہے اور سب بیکار الخلاف
شرح بحر العلوم میں بچے در دران حوض کے در دران خوش رہا دی مین یا نہیں لکھی

ماہر ایک نحوی کا کشتی مین کشتیان کے ساتھ اور جوابے نیا سکا

قولہ اُن کے نحوی کشتی درشت ہے رو کشتیان نمود اُن خود پرست ہے گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لاہ
گفت نیم عمر تو شد بر فنا ہے دل شکستہ گشت کشتیان ز تاب ہے لیک آندم گشت خاموش از جواب ہے با کشتی را
بگردانی نکلند ہے گفت کشتیان بدان نحوی بلند ہے ہیچ وانی آتشا گردن بگو ہے گفت نے از من تو سہا ہی مجہ ہے گفت
کلی عمرت ای نحوی فناست ہے زانکہ کشتی غرق این گردا بہاست ہے محوی باید نہ خواہیچا بدان ہے گر تو محوی بیخطر
در آب ران ہے آب دریا مردہ را بر سر بند ہے و رہو دژندہ ز دریا کے رہہ چون بمرودی تو ز اوصاف بشہ ہے بکسارت
نہد برفرق سر ہے ای کہ خلقاں را تو خرم خواندہ ہے این زمان چون خبرین تیغ ماندہ ہے گر تو علامہ زلمنے در جہان ہے نک
فتاے اینجہاں مین این زمان ہے مرد نحوی را از ان در دو خیم ہے تا شمارا نحو آموختیم ہے فقہ فقہ و نحو نحو و صرف
صرف ہے در کم آمدیانی ای یار شگرف ہے اُن سبوسے آب دانشماے ماست ہے وان علیفہ و جلہ علم خداست ہے ما
سبوسا پر بدجلہ میر ویم ہے گر نہ خردانیم ما خود را خیم ہے آنغرب باری بدان معذور بود ہے کوز دجلہ غافل و پس دہر بود
گر ز دجلہ با خبر بودے چو ما ہے او نہر دی آن سبور را جا بجا ہے بلکہ از دجلہ اگر واقع ہدی ہے آن سبور ابر سرنگی نہدی ہے
اُن سبوسے تنگ پر ناموس و تنگ ہے شد حجاب بحر زن اورا بنگ ہے المعنی درشت ای سوار شد سہا ہی
شناوری فقہ کہ علم معرفت احکام شریعت و دانشمندی نحو نام علم و راہ و مانند و سوسے و مند و اینک اسلوب
وہر گردانیدن صرف نام علم و بالکسر ہر شہر خالص ایک نحوی کشتی مین سوار ہوا اور ملح کی طرف وہ خود پرست
منوجہ ہوا خود پرست اس واسطے کہا کہ اپنی نحو کا اُسکو غور گھنڈ تھا اور ملح سے پوچھا تو نے کچہ نحو سے پڑھا ہے
ملح نے کہا نہیں کہا آدمی عمر تیری فنا پر گئی یعنی برباد ہوئی ملح اس بات کے رنج سے دل شکستہ تھا و لیکن
اُسوقت کچہ جواب نہ دیا خاموش ہو رہا اتفاقاً ہوائے کشتی کو گرداب مین ڈال دیا اُسوقت ملح نے اُس نحوی
سے پکار کے کہا بتا تو کچہ پیر نا بھی جانتا ہے کہا نہیں مجھ سے سہا ہی کو کیا پوچھتا ہے مجھ مین سہا ہی کہاں ملح نے کہا
میری آدمی عمر تو نے فنا پر بتائی اب ای نحوی تیری کل عمر فنا پر ہے کس واسطے کہ یہ کشتی انھیں گردابون مین اب بوی ہے
اُنکے مقولات مولانا رحمہ کے ہیں کہ بس اسی کو جان لے کہ یہاں بھی نحو چاہیے ہے نہ نحو عشق کو نحو درکار نہیں ہے

ہاں اگر تو بخوار تو بخوف و بیخوف اس دریا میں گھس دیکھ تو آب دریا کا کیسا مردہ کو سپرد رکھ لیتا ہے اور جو زندہ ہے وہ دریا سے بچ نہیں سکتا ایسے ہی اگر تو بھی اوصاف بشری سے مرہا لگتا تو بحر اسرار کا شجرہ فرق سپرد رکھ لیگا آخر نحوی تو مخلوق کو بہت گدھا کرتا رہا ہے جیسے کہ عادت اہل علم کی ہے اکثر جاہل کو گدھا کہتے ہیں اس وقت میں کیسا خود گدھے کی طرح بیخ میں ٹھٹھکے رہ گیا ہے اور اس کا اشارہ وقت مرگ سے ہے کہ آدمی سرد ہو جاتا ہے ہم تو شجرہ علامہ نمان جب جانیں کہ اسی وقت میں فنا اس جہان کی دیکھے اور آپ کو فنا کرے اگر یہ نہیں تو کچھ علامہ نہیں ہے جو شخص نحوی ہے اس پر دروازہ بند کر دیا ہے تو ٹکوں ٹکوں کی ہنسنے سکھائی ہے اور خوب جان لے فقہ کی فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف کہ عبارت تنیوں کی اصل اصول سے ہے ایسا رنگت کم آمد میں پایا گیا ہے عجز و فروتنی میں نہ یہ کہ مخلوق کو فر سمجھے اور اپنے علم پر فخر کرے یہ تو سمجھ وہ گھڑا جو اعرابی کا ایسی تو ہماری دانشیں ہیں اور جیسے خلیفہ ایسا دجلہ علم خدا کا ہے اب ہماری حماقت دیکھ کہ ہم گھڑا بھرے دجلہ کو لیے جاتے ہیں اس حال پر اگر ہم آپ کو خرنجانیں تو بیشک خود خرمین اور بھلا وہ عرب جو لے گیا تو وہ معذور تھا کہ دجلہ سے غافل اور بہت دور تھا اور اگر ہماری طرح دجلہ سے خبر ہوتا تو وہ بھی گھڑا اپنا جا بجا لیے نہ پھرتا بلکہ اگر دجلہ سے واقف ہوتا تو اس سب کو کسی سنگ پر مار دیتا پس یہ گھڑا تنگ و خرد تیرا جو ناموس و تنگ سے بھرا ہے اپنے ذرا سے علم سے توقع بڑی عزت و حرمت کی مخلوق سے رکھتا ہے اور اسی واسطے حاصل کیا ہے یہی حجاب و پردہ بحر علم خدا کا ہے اسکو پتھر پر مار دے اور اس بحر علم کا طالب ہو

قبول فرمانا خلیفہ کا اس ہدیہ کو بلماں نیازا اور سب کو زور سے بھر دینا

قولہ چون خلیفہ دید و احوال شہنشاہ آن سبورا پر ز زکر و دوزید و داد بخشش و غلتے خاص بہ آنغرب را کرد از خاتمہ خلاص و پس نقیبہ را بفرمود آن قبادہ آنچنان بخشش و آن کرداد کہ بوسے وہ این سبوی پر ز زکر چونکہ و اگر دوسرے دہش بہرہ از زہن شکست فتادست این سفرہ از زہن دہش بود نزدیکترہ چون بکشتی در نشیند رنج راہ و خود فراموشش شود این جاگاہ و پچنان کرد و دادندش سبویہ پند و بردند تا دجلہ دو توچہ چون بکشتی در نشست و دجلہ دیدہ سجدہ میکرد از حیا و تحمیدہ کاسے عجب لطف این شہ و اب راہ وین عجب ترکوستہ آن آب راہ چون پذیرفت از من آن دریائے جودہ آنچنان جنس دغل را ز دوز و دہ کل عالم را سبودان ای پسرہ پر شدہ از علم و خوبی تا بسرہ قطرہ از دجلہ خوبی اوست کہ کان ٹیکنچہ زہری زیر پوست و در بیدی قطرہ از دجلہ جدا کہ این سبوا و را فنا کردی فنا کہ گنج مخفی پذیر ہی پاک کردہ خاک را تابان تر از افلاک کردہ گنج مخفی پذیر ہی خوش کردہ خاک را سلطان اطلس پوش کردہ آنکہ دیدندش ہمیشہ بخوندہ و بخودانہ بر سوستے زدندہ ای ز غیرت بر سوستے زدہ و ان سبوز شکست کامل تر شدہ و خم شکستہ آب از ان تاریختہ و صبر درستی زمین شکستہ انگینختہ و جزو زخم بر قصبت و کمال و عقل جزو را نمودہ این حال دے سبویہ پیدا درین حالت نہ آب و خوش زمین و اشہار عالم بالیہ صواب

چون در معنی ز نے بازت کنند پر فکریت زان کہ شبہارت کنند پر فکریت شد گل آلود و گران بہ زانکہ گل خواری ترا
گل شد چوان بہ نان گاست و گوشت کمتر خورازین بہ تانمانی ہچو گل اندر زمین بہ خاک مہ مخور دیم عمرے در تہ بہ خاک
مارا خور و آخر در جزاہ چون گرسنہ میشوی سگ میشوی بہ تند و ہر پیوند و ہر گس میشوی بہ چون بکشتی سیر مرداری شوی بہ
یہ خبر چون نقش دیواری شوی بہ بس دے مردار و دیگر دم گے بہ چون کنی در راہ شیران خوش تکی بہ آلت لشکار خود جز
سگ بدان بہ کمترک انداز سگ را استخوان بہ زانکہ سگ چون سیر شد سرکش شود کہ کے سوے صید و شکارے خوش
دودہ آنہر را بینوائی میکشدہ تا بدان در گاہ و آن دولت رسیدہ المعنی قبا و بالضم بادشاہ عظیم و ہاب بسیار
بخشنده جب خلیفہ نے اُس عرب کو دیکھا اور اُسکا حال سنا اُس گھرے کو تو زر سے بھر دیا اور اُسپر بھی زیادہ کیا
اوجہ نشین کین اور خلعت خاص دیا اور قانون سے چھڑا دیا پھر اُس بادشاہ عظیم جہان بخشش و خردا دے ایک
نقیب کو حکم دیا کہ یہ سب پر زر اُسکو دیدے اور جب لوٹ کے جاوے اُسکو دجلہ کی طرف لیجا خشکی کی راہ سے اُسکو ایسا
لبنا سفر پڑا کہ دجلہ کی راہ سے بہت نزدیک پڑیگا جب کشتی میں سوار ہوگا سرخ راہ جو اس جگہ تک آنے میں پڑا ہو خود
بھول جائیگا پس ایسا ہی کیا وہ سب پر زر اُسکو دیدیا اور دجلہ تک دو تو لینگے یعنی چھپاکے جیسے کسی چیز کو دو تہ
میں چھپاتے ہیں جب کشتی میں بیٹھا اور دجلہ دیکھا سمجھے کرتا تھا اور جیسے جھک جھک جاتا تھا کہ اچھ عجیب
کیسا لطف اس بادشاہ بخشندہ کا ہو اور بڑے تعجب کی یہ بات کہ میرے اُس سریل پانی کو اُس نے لیا کیسے اُس
دریائے جو دے میری کھوٹی جنس کو زود زود لینے لاؤ لاؤ کہ کے خرید لیا اب مقولات مولانا رح کے ہیں کہ تین
اچھ تمام جہان کو ایسا جان جیسے سب پر زر اعرابی کا کہ علم و خوبی سے بھرا ہوا ہو سرتک اور لبالب سوہ ایک
قطرہ اُسکے دجلہ خوبی کا ہو اور با وصف ایک قطرہ ہونے کے ایسا بھرا ہوا ہو کہ اپنے پوست میں نہیں سماتا
اور اگر یہ سب قطرہ کو دجلہ سے جدا دیکھتا تو اُسکو فنا کر دیتی یعنی سب اُسکو مانے اور جانے ہوے ہیں کوئی غافل
نہیں غفلت انکی موت و فنا ہو وہ ایک گنج مخفی تھا کہ اُسے خاک کو تابان تر افلاک سے کر دیا جیسا کہ فرمایا ہو گشت
کثر اُخفیاً فاجبت اَنْ اُعرف فخلقت اُخلق میں ایک خزانہ چھپا ہوا تھا سو میں نے اس بات کو پسند کیا کہ پہچانا
جاوے پس مخلوق کو پیدا کیا پھر اسی کی تائید میں فرمایا کہ وہ ایک خزانہ پوشیدہ تھا بھرا ہوا اُسے جوش کیا اور
اس خاک کو سلطان اطلس پوش کر دیا اور جنھوں نے اُسکا جلوہ دیکھا ہو وہ ہمیشہ بخود دین مصداق ع کا زاکہ خبر
نہ خبرش بازینا مد کے اور انھوں نے بخود و ن کی طرح اس سب پر سنگ مارا ہو جسکو گل عالم پر فرمایا ہو اچھ مخاطب
بنما ظہیر ہونے کے اگر اس سب پر تو نے پھر مارا اور توڑا تو سب توڑا نہیں بلکہ اس شکست سے کامل تر ہو گیا
ایسا ہوا کہ خم نوٹا ناگہ پانی اُس سے نہ بنا اسلئے کہ یہ شکست باطنی ہو نہ ظاہری بلکہ اس شکست سے سیکڑوں
درستیاں پیدا ہوئیں اور وہ یہ کہ جزو جزو خم کا رقص و مال میں ہو جو اس عقل جزوی ظاہری کو حال و بعد

معلوم ہوتا ہے اور معتقد علیہ اسکے نہیں اس وقت میں وہ حال ہوتا ہے کہ نہ سبہ معلوم ہوتا ہے نہ آب اس نہ جسم نہ جان پس اب تو اس کیفیت کو مزے سے دیکھ کہ تیرے حال کو اللہ تعالیٰ بہت اچھے طور پر جانتا ہے کسی کی عقل جانے یا نہ جانے کیا پرواہ اگر تو دروازہ معنی پر دستک دیکھا قضا و قدر ضرور کھول دینگے تو اپنی فکر ظاہری کے پروہاں نوح ڈال تو جگہ شبہا زبنا دین تیری فکر کے پرستی کے سنے لٹھڑے بھاری ہو رہے ہیں اس سبب سے کہ تیری عادت بگل خواری کی ہر گل جگہ گوان ہو رہی ہو نان گل ہر اور گوشت بھی گل ہر ان دونوں کو نہایت کم کھا تو تو گل کی طرح زمین میں نہ رہ جائے اس واسطے کہ گلخوار کیلے سست و مضمحل ہوتے ہیں جنہے ایک عمر غذا میں خاک کھائی ہے جسکو شعر صدر میں جتایا ہے آخر اسکے بدلہ میں خاک ہکو کھا لیگی اس گلخواری کی بدولت تیری یہ کیفیت ہے کہ جب بھوکھا ہوتا ہے تو سگ ہو جاتا ہے تندا اور بد پیوند اور بد رنگ اور جب سیر ہوا تو مردار ہو گیا اور مثل نقش دیوار کے بچر او دھس بس جب تیرا یہ حال ہو کہ کسی وقت مردار کسی وقت سگ تو شیر و ن کی راہ میں تو خوش تک کب ہو سکتا ہے تو اپنا آلہ شکار کا سگ کو جان جو نفس ہے یہ جگہ عالم لاہوت تک پہنچانے کا گرا سکو بھوکھا رکھ ڈھی اسکے آگے کم ڈال موٹا ست ہونے دے اس سبب سے کہ کتا جو موٹا اور سیر ہوتا ہے تو سرکشی کرتا ہے اور اچھی طرح مید و شکار کی طرف نہیں دوڑتا اس عرب کو تو خیال کر بیٹائی یہاں تک کھنچ کے لائی تو اس دنگاہ میں پہنچا اور وہ دولت پائی جیسا کہ معلوم ہوا اختلاف شرح بحر العلوم کے پہلے شعر میں بجائے شیند کے رسید غلط ہے قولہ در حکایت گفتہ ام احسان شاہ و در حق آن مینواسے بے پناہ و ہر چہ گوید مرد عاشق بوسے عشق و از دہانش بچہ در کوئی عشق و گر گوید فقہ فقر آمد ہمہ بوسے فقر آید از ان خوش و دمہ و و رگوید کفر دار دوسے دین و آید از گفت شکش بوی یقین و و رگوید کثر نماید راستی و ای کثری کہ راست را راستی و کف کثر کثر بحر صافی غاشست و اصل صاف آن فرع را آراستہ است و آن کفش را صافی و مخلوق دان و بچہ و دشنام لب معشوق دان و گشت این دشنام مطلوب و خوش زہر عارض محبوب او و از شکر گر شکل نانے سپیری و طعم قند آید نہ نان چون بیزی و گرت زرین بیا بد مونی کے ہلدا اوراپے سجدہ کنی و بلکہ گیر داند آتش انگند و صورت عاریتیش را بشکند و تا ناند بر ذہب نقش و شن و زانکہ صورت مانعست و راہزن و ذات زرش داد و رانیت ست و نقش بت بر نقد ز عاریت ست و بہ یکیکی تو گلیسی را مسوزہ و ز صمد ع ہر گس گذار روز بہت پرستی گر بمانی در صورت صورتش بگذار و معنی سانگہ مرد حے ہر بے حاجی طلب و خواہ ہند و خواہ ترک و یا عرب و سنگر اندر نقش و اندر رنگ او و بنگر اندر عزم و در آہنگ او و گریاہ است و ہم آہنگ تو است و تو سپیدش و ان کہ ہر رنگ تو است و این حکایت گفتہ شد زیر وزیر و بچہ کار عاشقان بے ہاوسہ و سرندار و کزانل بود دست بپیش و پاندارد با بد بو دست خویش و بلکہ چون آبست ہر قطرہ ازان و ہم سرست و ہا و ہم بے ہر و و آن و المعنی و دمہ بفتح ہر و و دال مکر و فریب

و چا پلوسی و شن بختین بت یکیک ہندی پستو صداع بضم در دوسر فرماتے ہیں کہ سہن اس حکایت میں بیان چہان
 بادشاہ کا کیا ہو چسا کہ اُسے اُس مغل بے پناہ کے ساتھ کیا لیکن ہو یہ کہ مرد عاشق جو کچھ کہتا ہو اُسکے دہان سے
 بے عشق ہی عشق کی کو چہ میں کو اچھلتی ہو مثلاً اگر فقہ کو کہے کہ یہ بالکل فقر ہو مال آنکہ فقہ علم شریعت کا ہو اسکو فقر
 سے کیا سرکار مگر فقہ سے بے فقر کی بر ملا کھے اور اگر کفر کی بات کہے تو وہ بے دین سے بودار ہو اور وہ کلام
 اُسکا جو شک والا ہو اُس سے بویقین کی آئے اگر کثر بات کہے تو راستی جتائے کہ او عجیب کثر ہو تو کہ تو نے راستی کو
 آراستہ کیا کف سے مراد گفت ہو اور کف بر غایت بحر پس جو جھا کھج کہ بحر صاف سے اٹھا ہو یعنی جو بات کہے کہ عاشق
 کے دل سے پیدا ہوئی ہو اُسکی اصل پاک صاف ہو اُسے اس فرع کو بھی آراستہ کر دیا ہو تو ان جھا کھن کو صاف
 اور راست درست جان اور ایسا سمجھ جیسے معشوق کے لب سے گالی کہ گالی اگر نامطلوب ہو اور اسکا کوئی طالب
 نہیں مگر عاشق کو جو طالب عارض محبوب کا ہو خوش آتی ہو اگر شکر سے بشکل نان کے کچھ پکائے تو جب کھائیگا
 آسین مزہ قند کا آئیگا نہ روٹی کا سو اسطے کہ اصل اُسکی شکر ہو نہ گندم اور دشنام کی اہل لب معشوق اگر کوئی ہومن
 بت زین پائے تو وہ اُسکو کسی سجدہ کرنے ولے کے سجدہ کے واسطے ہرگز نہیں چھوڑیگا بلکہ اُسکو لیکے آگ میں
 ڈالےگا اور اُسکی صورت عاریتی کو جو بت کی پیدا ہو گئی ہو بگاڑیگا اسواسطے کہ اس سونے پر نقش بت کا نہ رہے
 ایسے کہ صورت آدمی کو معنی سے مانع اور راہزن ہو نہ یہ کہ زر کو پھینکے کسواسطے کہ وہ زر اُسکو داد آئی ہو نقش
 بت کا جو اُسپر ہو یعنی ذات زہر وہ عاریت ہو تو جو یوں کے سبب سے کنبل مت جلا اور مکتھون کی دقت و در دوسر
 سے دن کا کھانا مت چھوڑا ان اشارے یہ معلوم ہوتا ہو کہ تو عاشق کی اس قسم کی باتوں پر جو مذکور ہو ہیں مثل کفر اور
 کج وغیرہ کے مت جا اُسکی اصل کو دیکھے رہ بت پرست مت بن اگر صورت میں پھنسا رہے گا بیشک بت پرست
 ہی ٹھہریگا تو اُسکی صورت کو چھوڑا اور معنی کو دیکھ تو مردج کا ہو یعنی قصد ج کا رکھتا ہو کوئی حاجی جس سچ کر لیا ہو
 اپنے ساتھ کو ڈھونڈو اور وہ چاہے ہندو ہو چاہے ترک چاہے عرب تو اُسکے رنگ و نقش کا مت خیال کر اُسکے
 عزم و ارادہ کو دیکھ کہ تجھ سے پہلے حاجی ہو چکا ہو وہ اگر سیاہ ہو اور تیرا ہم آہنگ ہو تو تو اُسکا اپنی طرح سپید
 جان کسواسطے کہ جس رنگ میں تو ہو اُسی رنگ میں وہ ہو آخر ایک ہی رنگ تو ہوا فرماتے ہیں کہ یہ حکایت اول سے
 آخر تک جو مراد زیر و زبر سے ہو مثل کام عاشقون کے کہ عشق ہو بے پاوسر کی گئی اور بے پاوسر اس اعتبار سے کہ
 سرا کا تو یوں نہیں کہ یہ ازل سے پہلے ہو جسکی صفت لا ابتداء کہ ہو بے پاس لحاظ سے کہ یہ ابد کی خویش و یگانہ
 ہو جسکا وصف لا انتہاء کہ اور عشق کا ہونا قبل ازل سے ثابت چنانچہ منجملہ اول اقوال مولانا جامی رح کے یہ شعر ہو
 شعر نواے ولبری باخویش می ساختہ قمار عاشقی باخویش می باختہ اب فرماتے ہیں بلکہ یہ حکایت مثل
 دیا کہ ہو ہر قطرہ جسکا یعنی نقطہ نقطہ ایک دیا ہو کہ اُسکا سر بھی ہو اور پائون بھی اور دونوں نہیں بھی اگر ہو

توسر اسکا کنارہ اور پانوں اسکے روانی اور بظاہر نہ سہر نہ پانوں انخلافت شرح بحر العلوم میں دن کو دن مروجی کو روز سر
نہار و کو سر کہ اردو قولہ حاش لہذا این حکایت نیست ہیں ہر قدر حال ماوتست این خوش بین ہر پیش ہر صوفیہ کہ او
بافر بود ہر چہ آن ماضیت لایذکر بود ہر چون بود فکرش ہمہ مشغول حال ہر ناید اندر دہن او سر کمال ہر ہم عرب ماہم
سیر ماہم ملک ہر جملہ کا یوفکت عتہ من انک ہر عقل شود ان این نون نفس وطیع ہر این دو ظلمانی و منکر عقل شمع ہر
ہشتون اکون اصل انکارا زہر خاست ہر زانکہ کل را گونہ گونہ جزو ہاست ہر جزو کل نے جزو ہر نسبت کل ہر نے جو ہر
گل کہ باختر جزو کل ہر لطف سبزو لطف جزو کل بود ہر بانگ قمری جزوی از بلبل بود ہر گر شوم مشغول اشکال و حجاب ہر
تشنگان را کے تو ائم و ادب ہر گر تو اشکالے بگی و حرج ہر صبر کن انصبر مضیاح الفرج ہر احمکن حجاز انکلاہ
زانکہ شیر اندر این بیشما ہر احتما ہر ووا ہر و دست ہر زانکہ خاریدن فرونی کرست ہر احتما اصل دوا آمد
یقین ہر احمکن توت جانت بین ہر قابل این گفتا شو گوشتدار ہر تا کہ از زر سازمت من گوشتوار ہر گوشتوارہ چہ کہ
کان زرشوی ہر تا کماہ و تاثر یا ہر شوی ہر اول ہر شوی کہ خلق مختلف ہر مختلف حاتمہ از یاتا العت ہر در حروف مختلف
شور و شکست ہر گر چہ از یک روز مرتبا پائی ست ہر از یکے رو خند و دیگر متحد ہر از یکے رو ہرل و از یک رو سے جدا
المعنی حاش لہذا پائی ہر واسطے اللہ کے اشکال بالکسر و شوری و بفتح صورتہا و رسنا حرج بگی سختی احتما بالکسر
ہر ہر کرنا بجا کا اور حمایت کرنا متحد ایک ہر نا قید بالکسر بیعتے کوشش و ضد ہرل اور ہر جو کھا ہر این حکایت سہ حاش لہذا
ہر حکایت نہیں خبردار یہ نقد ہمارے تیرے حال کا ہر اسکو اچھی طرح دیکھ اور غور کر جو شخص کہ صوفی ہر اور بافر ہر وہ ماضی
ہر نظر نہیں کرتا ماضی کو لایذکر جانتا ہر اور جو ہمہ تن فکر اسکے حال میں مشغول ہوتی ہر اس سبب سے اسکے ذہن میں فکر مال
و انجام بھی نہیں گذرتی اور جو یہ کہتے ہیں کہ عرب بھی ہم ہیں سبوحی ہم ملک بھی ہم یہ سب وہ ہر کہ ہمتان کہا جاتا ہر اس پر
قسم ہمتان سے یہ جملہ فنون نفس وطیع کے ہیں تو عقل بن اور ان کو پہچان یہ دونوں اندھیر جی ہیں اور منکر عقل کے
جو مثل شمع کے ہر عقل شمع سیری و است میں مثل ب لعل کے ہر آب مجھ سے سن کہ اصل انکار کی باہم نفس و
طیع اور عقل کے کیسے پیدا ہوئی ایسے پیدا ہوئی کہ وہ ذات جو کل ہر اسکے قسم قسم کے جزو ہیں اور یہ جزو جزو
کل کے تو ہیں لیکن ایسے جزو نہیں کہ کل سے ان کا لگا دہو جیسے لوگل کی کہ جزو گل کی ہوتی ہر یہ ایسے جزو نہیں ہیں
ایسا جانتا ہے جیسے سبزہ کا لطف جزو ہر لطف گل کا اور بانگ قمری کی جیسے بانگ بلبل کی کہ بذات خود
جدا جدا ہیں اب فسر مالتے ہیں کہ اگر میں مشغول ان دشواریوں اور جواب کا جو ان میں ہیں ہوں تو یہ سب کو
پانی کیسے پھر پھاؤں یہ سب سے مراد مشتاقان شتوی ہیں اور اگر تو ابھی اشکال و حرج کلی کے ساتھ
ہو کہ کل بیان کیا جاے تو صبر کر کس واسطے کہ صبر کنی کشود کی ہے اشکال و حرج ایسا ہے جیسے زید عدل
تو بیمار اندیشوں کا ہر ان سے ہر ہر کراد ہر کرنا ہوں ہر ہر کر کس واسطے کہ یہ جنگ شیروں کے ہیں خود ہر ہر

پر ہیز سب دواؤں کا سردار ہو بہت کریمت کر اس واسطے کہ بہت کان کریدنے سے بہراپن ہی ٹھہرتا ہے جس سے
دواؤں کی اہل پر ہیز ہر اس پر سب کا یقین ہو تو پر ہیز کر پھر اپنی جان کی قوت دیکھ کیسی بڑھتی ہے تو میری ان
باتوں کو مان و قبول کر اور سن تو میں ایک گوشوارہ زر کا تیرے واسطے بناؤں اور گوشوارہ کیا جیسے ہر کان زر
کی ہو جائے اور ماہ و فتر یا پر پہونچ جائے آگے بیان امسی گوشوارے کا ہر فرماتے ہیں کہ اول تو اس بات کو سن کہ
یہ خلق مختلف سب مختلف الحال ہیں مثل حروف الف بے کے یا سے الف تک کہ الف مراد واحد احد سے ہے اور جو
یا سے الف تک کما نہ بالعکس تو یہ ایسا ہر جیسے نیچے سے اوپر کو جانا بنظر ترتیب حروف الف بے کہ الف سے
یا تک ہیں اس سبب سے کہ غرض بیان مخلوق سے ہے اور ساری مخلوق پستی میں ہے اور سب سے بالا حضرت
واجب تعالیٰ یا بضرورت قافیہ کے ایسا فرمایا ہے بنظر مال کہ دونوں طرح واحد ہر آب جو ہر حرف
کہ مختلف ہیں ان میں شور و شک ہے مثلاً آب ت ش اگرچہ یکروہین اور یک روئی کے سبب سے سراپا
ایک ہیں مگر نقطے جو مثل نقطون شک کے لگے ہوئے ہیں کہ مثلاً ے اقلا ت مذاہب ہیں یہی باعث فتنہ اور شور
باہر گر کے ہیں اور یہ جو یکروہین کوئی ان میں ایک دوسرے کی ضد ہیں کوئی متحد ہیں مثلاً سنی شیعہ کہ دونوں
مسلمان ہیں اور کوئی اہل نزل اور کوئی اہل جہد جیسے اشتیا اور اتقیا کہ یہ بھی اسلام کے رو سے یکروہین الخلاف
تشریح بحر العلوم میں بجائے حال و دست کے حال او ما ہم ملک کو ماتم ملک اور فنون کو وزن خاست کو خواست پجو
بوکل چہ بو الصبر کو الصبر احتما کو اجتماعا حالند کی جگہ جالند اور جد کو حد قولہ بس قیامت روز عرض اکبر ست پ عرض او
خواہد کہ بازیب و فرست پ ہر کہ چون ہندو سے بد سودا نیست پ روز عرضش توبت رسوا نیست پ چون نہ وارد
روسے ہون آفتاب پ او خواہد خربے ہون نقاب پ برگ یک گل چون غار و خارا پ شد بہاران دشمن ہمار
او پ دانکہ سرتا پا گشت و سوسن ست پ پس بہار اور او چشم روشن ست پ خار بمعنی خزان خواہد خزان پ تا زندہ پہلو
خود با گلستان پ تا پوخذ حسن آن رنگ دین پ تا نہ بینی جنگ و آن درنگ این پ پس خزان اور بہار
است و حیات پ یک نہ ماندنگ یا قوی زکات پ باغبان ہم داند خزا در خزان پ یک دید یک نہ از دیہان پ
خود جان این یک گشت و باقیان پ جملہ اتباع و طفیل انداز فلان پ او جہان کامل ست و مفرد ست پ
نسخہ کل وجود اور ابد ست پ بس بھی گویند ہر نقش و نگار پ مرودہ مرودہ تک ہی کہ بہار پ تا بود تابان شکوفہ
چون زرہ پ تا کنند آن میوہ پید اگرہ پ چون شکوفہ ریخت میوہ سر کند پ چون کہ تن بشکست جان سر بر کند پ
میوہ معنی او شکوفہ صورتش پ آن شکوفہ مرودہ میوہ نمیش پ چون شکوفہ ریخت میوہ شد پید پ چون کہ آن
گم شد شد این اندر فرید پ تا کہ نان شکست قوت کے دہد پ تا مشکست خوشم کے سے دہد پ تا ہلہیلہ
نکند با دور پ کے شود خود صحت افزا و دیر پ المعنی عرض با تعظ ہر کہ تا کسی چیز کا کسی پر بہا نہ ان میں

اعتقاد زائد ہر فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا میں تو یہ طلل و اختلاف ہیں جو اشعار صدر میں مذکور ہوا اگر قیامت کا دن
 غرض الکر کا ہو گو خدا تعالیٰ پر اب بھی کچھ چھپا نہیں لیکن اس دن غرض پاکر ہو گا کہ سب کو اپنے اپنے عمل پر
 ظاہر کرنا ہوں گے پس غرض وہی چاہیگا جو با زیب و بافر ہو گا اور جو کوئی مثل ہندو نہایت سیدہ کار و سیدہ و ہر
 غرض کے دن اسکی باری رسائی کی ہر اب نہیں چھپ سکتا پھر فرماتے ہیں سبکی ایسی صورت روشن نہیں ہے جیسے
 آفتاب وہ یہی چاہتا ہے کہ رات ہی رہے جو مثل نقاب کے ہو کہ میرا غیب ڈھکا ہو اسکو وہ دن سخت ناگوار ہو گا اسلئے
 کہ جب وہ بالکل ظاہر ہو ایک گل کا سامان بھی نہیں رکھتا تو وہ ہمارا اسکے اسرار کی دشمن ہو گی جیسا کہ قیامت کے
 روز کا فرد بد اعمال دنیا کو یاد کر بن گے اور چاہیں گے اور جو سر سے پاؤں تک گل ہو اور سوسن ہو یعنی آزاد اسکی
 اس ہمارے دونوں انگلیں روشن ہیں اسکو کچھ غم نہیں ہاں خار جو بے معنی ہو خزان ہی خزان چاہتا ہے تا گلستان
 کے ساتھ ہم نشست ہو اور اسکے پہلو میں رہے اور جو کہ خزان مراد دنیا سے ہو جو حن گل اور تنگ خار کو چھپائے
 ہو ہے کہ نہ تجھ پر اسکی خوبی ظاہر ہو نہ اسکی تنگ و دونوں کو نہیں جان سکتا اسلئے کہ یہاں دونوں برابر و یکساں ہیں
 بس خار کے لیے خزان ہو ہمارو حیات ہو کہ وہ سنگ و یاقوت کا تو ایک دکھا رہی ہو کات نام ایک شہر کا ہو خراسان
 سے معلوم ہوتا ہے کہ یاقوت وہاں کا اچھا ہوتا ہے آہستہ اسکو باغبان خزان میں بھی جاتا ہے کہ یہ حیات ہو یعنی کامل
 اسکے نیک ہر سے خوب واقف ہو کہ یہ حسن و خوبی سے بالکل عاری ہو اور اس کامل ایک شخص کا دیکھنا اچھا ہو
 سارے جہان کے دیکھنے سے جو حشر کے دن کچھین گے پھر فرماتے ہیں کہ اگر فلاں اس کامل کو یک کس مت جان
 یہ خود ایک جہان ہو سو اس کے جو باقی ہیں سب اسی کے تلح اور طفیل ہیں جیسے قطب الاقطاب کے ہوتے ہیں
 اور وہی جسکو یک کس کہہ کر ایک جہان کامل ہو اور ہو مفرد کل وجود کا نسخہ اسکے ہاتھ میں ہو سب کو دیکھنا جانتا ہو
 تب اس نسخہ میں جو نقش و نگار ہیں یعنی نیک و صالح یا ہم خردہ پر خردہ پہنچانے ہیں کہ دیکھو اب ہمارا آتی ہے
 اور اب شکوفہ زہر ہونے کی طرح چمکتے ہیں اور ان شکوفوں میں جو میوؤں کی گرہ ہیں ظاہر ہوتی ہیں جنم تول ہو جب شکوفہ
 یعنی میوہ کا بچل چھڑ جاتا ہو میوہ ظاہر ہوتا ہے ایسے ہی جب تن شکستہ ہوتا ہے اور چھوٹتا ہے جان ظہور کرتی ہو لاجرم
 شکوفہ صورت ہو اور میوہ معنی ہو گویا شکوفہ خردہ ہو میوہ اسکی نعمت اور جب شکوفہ چھڑ گیا میوہ ظاہر ہوا
 بس وہ کم ہوا اسکی زیادتی ہوئی تیری دانست میں ہماروت ہو شکوفہ عمل صالح میوہ نتیجہ اسکا شکوفہ کا چھڑنا
 عمل سے چھوٹ جانا کہ بعد موت کوئی عمل نہیں اب نتیجہ ہی نتیجہ ہو اب دونوں شتر بعد کے نظیر ہیں یعنی جینک
 روٹی توڑ کے کھاتے نہیں توت نہیں دیتی اور بدون توڑنے خوشہ کے شراب نہیں بنتی اور جب تک ہلید
 اور دو اون کے ساتھ ٹوٹ کے نہیں ملتا وہ دوا صحت افزا نہیں ہوتی غرض ان دونوں نظیروں سے شکست
 ہو جیسے اوپر کہا ہے چون کہ تن شکست اخلافت شرح میں ہمارا اسکے بجائے ہمارا غلط ہوا ہجکا

ادویہ کے ریح جو یعنی شش کے ہر لکھا ہر اور ہو سکتا ہے

بیان صفت پیر کہ کون ہے اور پیر دی اُس کی کس طور پر چاہیے

قولہ ام صیاد الحی حسام الدین بکیر ایک دو کا قد برفراور و صفت پیر ہر کہ جسمت نازک ست و بس نزار ہر برنی آید
جہان ربے تو کار ہر کہ جسم نازک راز و نیست ایک بے خورشید مارا نور نیست ہر کہ جسم مصباح و زجاہہ گشتہ ہر
لیک سرخی دل ہر رشتہ ہر چون ہر رشتہ بدست و کام تست ہر در ہاے عقد دل ز انعام تست ہر بر نویس احوال
پیر راہ دان ہر پیر را بگزین و عین راہ دان ہر پیر تابستان و غلقان تیر راہ ہر خلق مانند شبند و پیر راہ ہر کردہ ام
بخت جوان را نام پیر ہر گزرتی پیر ست نے را نام پیر ہر چنان پیر ست کش آغا نیست ہر با چنان در سیم انجام
نیست ہر خود قوی تری بود خرمین ہر خاصہ آن غری کہ باشند من لدن ہر پیر را کہ بگزین کہ بے پیر این صفت ہر است بس
پر آفت و خوف و خطر ہر آن رہے کہ ہر با تو رفتہ ہر بے قلا و زاندران آشفتہ ہر پس رہے را کہ نہفتی تو پہنچ ہر
این مرد تنہا ہر ہر سر پہنچ ہر ہر کا وہ بے مرشدے در راہ شد ہر او ز غولان گرہ و در چاہ شد ہر المعنی مصباح بالکسر چراغ
زجاہہ بضم قندیل آگینہ و ترہ ہر با لضم و تشدید را حروارید بزرگ عقد بالکسر مہدی لڑی تیر راہ سالون من لدن از نزد خدا غول
بالضم دیو جن جو بیابان میں رہتے ہیں اور لوگوں کو بہکاتے ہیں مولانا رح فرماتے ہیں اور صیاد الحی حسام الدین
کی طرف مخاطب ہیں کہ ایک دو کا قد ہے اور صفت پیر میں انہر کچھ بڑھا اور زیادہ کر کہ جسم تیرا نہایت نازک و نزار ہے
تخل ایسی تکلیف کا نہیں لیکن کیا کیجیے کہ کام جہان کا بے تیرے نہیں نکلتا چھر کہتے ہیں اگر چہ تیرے جسم نازک میں زور
نہیں ہے مگر خورشید بغیر ہماری آگینیں بھی تو روشن نہیں اگر چہ تو مصباح و زجاہہ ہو گیا ہے لیکن سر گرہ اور ہر رشتہ دل کا
تو تلخ ہو آئے کہ یہ مغلّٰں توڑہ کشاکش و فٹنا مضباح المصباح حنفی و زجاہہ سے مثال اللہ کے نور کی ایسی جیسے
چراغدان اس پر چراغ اور چراغ بھی شیشہ کی قندیل میں یہ نہایت مبالغہ اُسکی صفت میں ہے کہ تو خدا کا نور
ہو گیا ہے اور خدا کے نور کا قندیل اور جو ہر رشتہ دل کا تیرے اختیار و تیرے منہ میں ہے لہذا یہ مروارید بزرگ جو میر
دل کی نظم میں ہیں تیرے ہی عطا و انعام سے ہیں تو کچھ احوال پیر راہ دان کا لکھ چنانچہ انھیں کی طرف سے کہتے
ہیں کہ پیر کو مخلوق میں سے چھانٹنے لے اور اسکو راہ دان کیا معنی عین راہ سمجھ پیر ایسا ہے جیسے موسم گرمی کا اور
مخلوق جیسے سالون کا مہینہ جس قدر گرمی زیادہ ہوگی اسی قدر سالون میں برسے گا اور مخلوق کو نفع پہونچے گا مخلوق
ایسی ہے جیسے رات تیرہ و تار یک اور پیر جیسے ماہ کہ اُسکے نور ہدایت سے راہ کے نشیب و فراز نظر آتے ہیں
پیر ایک بحث جو ان ہر مخلوق کے لیے کہ فوائد بہت جو ان کے ظاہر پہنچے اسکا نام پیر رکھا ہے لیکن اس سبب سے
پیر اسکا نام نہیں رکھا ہے کہ وہ زمانہ کا پیر کیا ہوا ہے اور حکم ملکہ خدا کی طرف سے پیر ہے پیر مگر کی تو ابتدا ہے کہ فلان سنہ
کی پیدا نشی ہے یا پیر ہے کہ اسکا کوئی آغاز نہیں ہے پیر مگر کی عمری میں شریک بھی ہوتے ہیں یہ درہم پیر

اسکا کوئی شریک نہیں دیکھو شراب پُرانی کیسی قوی ہوتی ہے یہ بھی پُرانی شراب ہو اور خاص وہ شراب جو من لدن
 نیلے عطاے الہی سے ہو پھر اسکی قوت کو خیال کرو تو پہر کو چھانٹو اور اختیار کر کہ سبیلِ میر کے یہ سفر راہ خدا کا پُرانت اور
 پر خوں و خطر ہر خیال تو کردہ راہ کہ حسین بار ہا تو گیا ہے سب رہبر کے اسین کیسا پریشان ہوتا ہے چھسردہ راہ کہ جس میں
 کبھی نہیں چلا ہے خبر وارتہامت جا اور رہبر کو مت چھوڑو چھٹھس سب مرشد کے اس راہ میں چلا وہ ضرور غول و شیطان
 سے گمراہ ہوا اور کنوین میں گرا قولہ گر نباشد سایہ پیر اور فضول ہا بس ترا سر گشتہ دار و بانگ غول ہا ثنولت اذ رہ
 می برد اندر گزند از تو و اہی ترورین رہ بس بدند ہا از نبی بشنو ضلال رہودان ہا کہ چنان کردہ بلیس بدرودان ہا
 صد ہزاران سالہ راہ اذراہ دور ہا بردشان و کردشان زاد ہار غور ہا استخوان ہا مناشان ہا بین و موسے شان ہا عمر
 بن و مران خر سوسے شان ہا گردن خر گیر دوسے راہ کش ہا سوسے رہبانان و رہدانان خوش ہا ہین ہل غمراہ
 و دست از دوسے مار ہا زانکہ عشق اوست سوسے ہمزہ زار ہا یکرمانے گر لفظت و اہلیش ہا اور وہ فرسنگھا سوسے
 حشیش ہا دشمن راہ ست خرست علف ہا ای بسا خر بندہ را کردہ تلف ہا گردانی رہ ہر انجہ خر بخواست ہا
 عکس آن کن خود بود آن راہ راست ہا شاوژد آہن پس انگہ خاں ہا ان من لم یصبر تالیوا ہا باو اذ ارد کم ہا بن
 دوست ہا چون یضلک عن سنبل اللہ اوست ہا این ہوا را نشکند اندر جان ہا پنج چیزے ہا جو سایہ ہر مان ہا
 المعنی جو رہو او مروت بر ہنہ حشیش گیاہ خر بند مالک خرینے اور فضول اگر تیرے سر پر سایہ پیر کا نہہا تو بانگ غول
 کی تلو سر گشتہ اور گمراہ کرے گی اور یہ غول جھک راہ سے پھیر کے نقصان میں ڈالے گا جیسے داہی بلکہ زیادہ اس راہ میں
 بہت ہوئے ہیں قرآن سے گمراہی ان رہروہن کی سن کہ اُنکے ساتھ ابلیس بدعان نے کیا کیا لاکھوں برس کی
 راہ جو راہ راست سے دور تھی پھر انکو ڈالا اور بد بختی سے برہنہ کیا انکی ہڈیاں دیکھو اور بال دیکھو اور عبرت لے کر اور
 اپنے خر کو اسطون مت ہانک قید موہو خون کی اس سبب سے کہ یہ مدتوں رہتے ہیں تو اپنے گدھے کی گردن کڑا دے
 راہ پر کھینچ لاو اور جو راہ بان اور زاہدان میں اسچھے انکی طرف لپکا تھمرا تو اپنے خر کو خود رے مت چھوڑو اور ہاتھ
 سے الگ مت کر اسواسطے کہ ہمزہ زار کا عاشق بن لینے اچھی خورش کا سکورو کے رہ ایک دم بھی اگر غفلت سے اس کو
 چھوڑ دے گا تو گھاس کی خاطر کو سوئے چلا جائیگا مطلب یہ کہ خرم اوٹھس سے ہو اگر خوش خوراک بنائے گا تو بھر قابو نہیں
 آنے گا جو خرست علف کا ہر وہ راہ کا دشمن ہے ہر جگہ منہ مارے گا کہ ہی سبب سے بہت خر بند تلف ہوئے ہیں
 اور اسکے منہ مارنے کی آفت میں پڑنے ہیں اگر تو راہ سے ناواقف ہو تو ہے ہم تجکو بتائیں کہ جو کچھ خر تیرا چاہے اسکے
 خلاف کر بس یہی سیدھی راہ ہے یہ نفس تیرا موش ہے اور موہجات کے معاملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہو شاوژد آہن تم خاں ہوا ان من لم یصبر تالیوا یعنی عورتوں سے مشورہ تو کرو مگر اسکے خلاف کرو اور
 بیشک جو خلاف نہیں کرتے گا مارا پڑے گا اسلیئے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں پس خلافت انکا کھیک نہ لے

یہی حال نفس کا ہر توحص و آرزو کا دوست مت بن اور ولا تبتج الہوی فیضات عن سبیل اللہ دھیان کر کہ یہ اللہ کی راہ سے ہسکانے والے ہیں مت پیروی کر حرص کی کہ بہکانے جگو اللہ کی راہ سے لیکن اسکے توڑنے واسطے جہان میں سوائے سایہ ہمارا ہیون کے یعنی جو اس راہ چلنے والے ہیں اور کوئی جیسز نہیں ہے

وصیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قال انبی علی السلام اذا تقربت الناس الی فانفقتم بانواع البز فقر برب اللہ بانواع العقل و التبر بربکم بالدرجات و الترفی عند الناس فی الدنیا و عند اللہ فی الاخرۃ جسوقت کہ تقرب ڈھونڈھیں لوگ اپنے خالق کے سامنے قسم قسم نیکیوں سے تو تقرب ڈھونڈھ کر علی اللہ کی طرف قسم قسم کی عقل اور انواع انواع دل سے پس تو سبقت کرے گا لوگوں پر درجات و تقرب میں لوگوں کے نزدیک دنیا میں اور اللہ کے نزدیک آخرت میں

قولہ گفت پیغمبر علی را کسے علی ہر حصے پہلوانے پردلی ہا لیک بر شیرے کن ہم اعتماد ہا اندرا در سایہ نخل امید ہا ہر کسے کہ طاعت پیش آورد ہا بہر قرب حضرت یحون و چند ہا تو تقرب جو عقل سرخوش ہا نے چو ایشان بر کمال ہا برخوش ہا یا علی از جملہ طاعات راہ ہا برگزین تو سایہ خاص اکہ ہا ہر کسے در طاعتے بگرختند ہا خوشن تخلصی انمیتند ہا تو برودر سایہ قافل گرہ ہا تاری زان دشمنے پیمان ستیز ہا از ہمہ طاعات است لائق ست ہا سبق یابی بر ہر آنکو سابق ست ہا چون گرفتہ پیرہن تسلیم شو ہا بچو موسیٰ زیر حکم خضر و ہا اندر آہوہر سایہ انعامی ہا کش نشانہ بردار زہ ناقلی ہا پس تقرب جو بد و سوسے اکہ ہا سر بیج از طاعت او بچو ہا ہا زانکہ او ہر غار گلشن کند ہا دید ہاے کورار روشن کند ہا قفل ادا در زمین چون کوہ قاف ہا روح او سیرغ لبس عالی طواف ہا دستگیر و بندہ خاص اکہ ہا طالبان را میر و تاج پیشگاہ ہا اگر بگویم تا قیامت نعت او ہا بیج اورا غایت و مقطع مجو ہا آفتاب روح رائے آن خلک ہا کہ ز نورش زندہ اند انش و ملک ہا در بشرد و پوش گشت ست آفتاب ہا ہر قسم کن واللہ اعلم بالصواب ہا بمعنی ہر دل بہادر اعتماد مالہ اعتماد بر نکوی مستحق بالفتح پیش رفتن ناقل ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا پیشگاہ صدر مجلس و سخن خانہ ایک دفعہ حضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی تم شیر حق کے ہمارے پہلوان ہر دل ہو لیکن اپنی شیری پر بھر و سامت کرو اور کسی نخل امید کے سایہ میں داخل ہوجو سے امید برائے جو لوگ کہ طاعت پیش لاتے ہیں تو اسی واسطے کہ قرب خدا قائلے کا حاصل ہو جو بچوں و چند ہر تم آسکا قرب اپنی عقل و دل سے ڈھونڈھو نہ اور دن کی طرح نیکی و کمال سے آخر علی جملہ طاعات سے جو اس راہ میں کرو ان سب سے سایہ کسی خاص بندہ خدا کا اختیار کرو ہر کسی نے ایک طاعت اختیار کی اور اپنے واسطے ایک غلص پیدا کیا تم جاؤ اور کسی قافل کے سایہ میں پناہ بگرو تب اس چھبے دشمن نفس سے رہائی پاؤ گے جملہ

طاغوتوں سے بھارے لائق می ہو اور جو لوگ سابق ہیں ان پر اسی سے سابق ہو جاؤ گے جب تم نے پیر بن تسلیم
کا پنا تو جاؤ موسیٰ کی طرح خضر کے علم میں چلو ظاہر ہو خضر صرت بنے تھے اور موسیٰ رسول اولو المعزم لیکن بموجب
حکم رب کے موسیٰ کو خضر کے حکم میں چلنا پڑا واسطے حصول ہدایت کے تم اس عاقل کے سایہ میں داخل ہو کہ اسکو
بھارے سر سے کوئی دوسری جگہ نہ لیجا سکے بس ایسے سے قرب خدا کا ڈھونڈو اور اسکی طاعت سے کسی وقت بہت
پچھرو اتن سبب سے کہ وہ ہر خار کو گل کیا گلشن بناتا ہو اور اندھون کو اٹھیا رہ کرتا ہو اسکا سایہ زمین میں ایسا ہے جیسے
کوہ قاف بے جنبش اور روح اسکی ایک سمیخ عالی طراف ہو وہ اسکا خاص بندہ ہو اور لوگوں کا دستگیر مظلوموں کو
صد مجلس تک پہنچاتا ہو جو قرب الہی ہو اگر میں اسکی نعمت قیامت تک کروں تو اسکی نہایت و مطلق کو تب بھی مت
ڈھونڈو وہ آفتاب روح کا فلک ہو اور وہ ملک نہیں جس کے نور سے اس ملک زندہ ہیں یہ اور ہی فلسفہ
وہ ایک آفتاب ہے بشر میں چھپا ہوا بس اسی کو سمجھ لو اور الہی اچھی طرح جاننے والا ہے اختلاف تشریح میں جو بدو کو
جوید و لکھا ہو قولہ صبر کن بر کار خضر سے بے نفاق ہونا گوید خضر و ہذا فراق ہا گر حب کشتی بشکند تو دم مزن ہا گر حب
طنفی را کشد تو موکلن ہا دست اور احق جو دست خویش خواند ہا تا ید اللہ فوق اید پیغمبران ہا دست حق میر اندیش
زندہ کند ہا زندہ چہ بود جان پائیندہ کند ہا یا باید راہ را تنہا برو ہا و ز سر خود اندرین صحرا برو ہا ہر کہ تنہا تادین
راہ را برو ہا ہم بون ہمت پیران رسید ہا دست پیر از غائبان کوتاہ نیست ہا دست از قبضۃ اللہ نیست ہا غائبان را
چون چنین غفلت دہند ہا حاضران از غائبان لاشک پند ہا غائبان را چون نوالہ میدہند ہا پیش حمان تا پہنچتا ہند ہا گوئی
کو پیش شہ بند دگر ہا با کسے کہ ہمت بیرون سوے در ہا فرق بسیارست تا ید و حساب ہا آن را کہ کشف
و این زلال حجاب ہا جہد نے کن تا رہی یا بے درون ہا ورنہ مانی طلقہ وارا ز در بردن ہا چون گزیدی
پیر نازک دل مباش ہا دست در بزدہ جواب و گل مباش ہا در ہر زخمے تو پر کینہ شوی ہا پس کجا
بے صیقل آئینہ شوی ہا المعنی موکدن بال محسوس ہا جیسا کہ مانتی لوگ محسوس ہوتے ہیں تو کہ نعمہ کشف بالفتح ہوتا
اور پردہ کسی چیز سے اٹھا دینا فرماتے ہیں اے بے نفاق خضر کے کام پر جو کچھ وہ کرے صبر کر تو ایسا نہ ہوت
موسیٰ کی طرح دق ہو کے کدے جاؤ اب ہمارے بھارے جدائی ہو جیسے موسیٰ سے کدیا تھا ہذا فراق یعنی تو
بیک اگر وہ کشتی توڑے دم مت مار اور اگر کسی طفل کو مار ڈالے بال مت کھوٹ جیسے خضر نے کشتی توڑی
اور لڑکے کو مارا اسکے ہاتھ کو خدا نے اپنے ہاتھ کیا ہو جب تو ید اللہ فوق اید پیغم جاری کیا ہو یعنی اللہ کا
ہاتھ اولیاء کے ہاتھ پر ہو وہ ہاتھ حق کا پھیرتا ہو اور زندہ کرتا ہو بلکہ زندہ کیا جان پائیندہ بخشتا ہو خبردار اس راہ
میں بدون یار کے تنہا مت چل اور اپنی خود سری سے اس صحرا میں ہرگز مت چل جسے تنہا بطور مشاڈناہد کے
اس راہ کو قطع کیا وہ بھی بیرون ہی کی ہمت کی مدد سے پہنچا اگر یہ کہا جاسے کہ وہ تنہا چلا پھر بیرون کی مدد

کسی تو کہنے ہیں کہ پیر کا ہاتھ غائبوں سے بھی کوتاہ نہیں ہو اور اسکا ہاتھ سوا قبضہ اللہ کے نہیں ہو جس یہ لوگ جب غائبوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں حاضر تو بیشک غائبوں سے اچھے ہیں خیال کرنا چاہیے کہ جب غائبوں کو لو الہ دیتے ہیں تو مہمان کے سامنے کیسی نعمتیں نہ رکھیں گے کمان ہو وہ شخص جو سامنے بادشاہ کے کمر بستہ کھڑا ہو معتابل اس شخص کے جو باہر دروازہ کے کھڑا ہو اور اہل حجاب جو غائبوں کی عون و مدد سے نجب کریں تو کیوں نکرین اسکا کہ اہل کشف اور اہل حجاب میں بہت تفریق ہو جو حساب و شمار میں نہیں آتا آب تو ایسی جہد و کوشش کر کہ انکے درون مجلس میں راہ و دخل پائے نہیں تو حلقہ کے مثل باہر دروازہ کے رہ جائے گا اور یہ بھی تجھ سے کہے دینا ہوں کہ جب تو پیر اختیار کرے تو نازک دل مت ہو کہ ذرا میں بگڑ گئے اور گرا پڑا انکی طرح جو محض آرام طلب اور بالکل آب و گل ہیں صفت بن مستعد خدمت ہو خیال تو کر اگر ذرا زخم میں تو پرکینہ ہوگا تو بے صیقل کے آئینہ کب بنے گا آخر آئینہ کو بھی تو کھرچتے پھیلے ہیں جب جلا پاتا ہو الحلاف شرح میں بجائے باکسے تاکسے دراز دربرون کی جگہ از اندرون اور درمہر کو درمہر غسلا لکھا ہو

حکایت قزوینی کی کہ اپنے جسم پر صورت شیر کی بنوائی اور زخم سوزن سے گھرایا

تو کہ ابن حکایت بشنو از صاحب بیان ہر طریق عادت و قزوینیان ہر تن و دست و کتفا بید رنگ ہر میزند از صورت شیر و پلنگ ہر بر جان صورت پیادے بے گزند ہر از سر سوزن کبود مہا ز نند ہر سوے دلا کی بشد قزوینی ہر کہ کبودم زنستان شیرینی ہر گفت چہ صورت زخم ای پہلوان ہر گفت بزن صورت شیر ثریان ہر عالم شیرست نقش شیر زن ہر جہد کن رنگ کبودی سیر زن ہر گفت برہر معصیت صورت زخم ہر گفت برشاہ گم زن آن رقم ہر تا شود پشتم قوی در رزم و بزم ہر با چنین شیر ثریان در عہد جزم ہر چونکہ او سوزن فرو کردن گرفت ہر درد آن در شاہ کہ مسکن گرفت ہر پہلوان در نالہ آمد کا سنی ہر مرا کشتی چہ صورت میرنی ہر گفت آخر شیر فرمودی مرا ہر گفت از چہ عضو کردی ابتدا ہر گفت از دم گاہ آغازیدہ ام ہر گفت دم بگزار اس دودیدہ ام ہر از دم و دم گاہ شیرم در گرفت ہر دمگاہ او دمگاہ حکم گرفت ہر شیر بیدم باش گوای شیر ساز ہر کہ دلم سستی گرفت از زخم کا ز ہر جانب دیگر گرفت آن شخص زخم ہر بجایا بایموا سائے و رحم ہر ہا نگ زد او کین چہ اندست از ہر گفت این کوششست ای مرد نکو ہر گفت تا کوشش بنیاد ای ہمام ہر گوش را بگزارد کہ کن کلام ہر جانب دیگر خلش آغاز کرد ہر باز قزوینی فغانے ساز کرد ہر کین سوم جانب چہ اندست نیز ہر گفت نیست اشکم شیرایز ہر گفت گو اشکم بنا شد شیرا ہر خرد چہ شکم باید این او ہیرا ہر المعنی حسنی بفتح روشن و تابان و رفیع کا ز مضرض محابا و مواسا ہر دو بضم رعایت و دوستی ہمام سردار او ہر امالہ او بار بدیختی فسادے ہیں یہ حکایت سن کہ اہل بیان نے اسکو قزوینیوں کی عادت و طریق کے بیان میں لکھا ہو کہ وہ جسم اور ہاتھ اور دستاؤں پر جہاں چاہتے ہیں صورت

شیر و پلنگ کے بیدارنگ بنواتے ہیں اور ایسی صورت پر پہاڑ پر سوئی سے نیلا گودواتے ہیں بس ایک
 قزوینی ایک دلاک کے پاس گیا کہ مجھ سے شیر مینی لے اور نیلا گودے دلاک نے جو مراد نیلا گودے والے
 سے ہی پوچھا کیا صبر بناؤں ای پہلوان بتا کما شیر زریان کی صورت بنا تیرا طالع بھی شیر ہو اگر برج اسد تو بھی
 شیر بنا اسی میں جہد کر اور خوب گہرا نیلا بھر دے پھر دلاک نے پوچھا کس مقام پر صورت بناؤں کہا میرے شانہ گاہ
 پر نقش بنا دے تو پشت میری رزم و بزم میں قوی رہے ایسے شیر زریان سے اور ہر عزم و جزم میں پیچھے ہر اڑد
 قطعی میں جب کہ وہ دلاک سوئی چہونے لگا اور درونے اُسکے شانہ گاہ میں ٹھکانا بکڑا یہ چلانے لگا کہ اگر مرد دفع
 میں تو مر جاتا ہوں تو کیا صورت بناتا ہی کہا آخر تو نے شیر کو کہا تھا وہی بناتا ہوں کہا کون اعضا شیر سے شروع کیا ہو
 تمہا اُسکی دم گاہ سے شروع کیا ہی کہتا ہی میرے دودیدے دم کو چھوڑ دے اُسکی دم و دم گاہ سے تو میرا دم ایسا
 گھٹ گیا کہ مرا جاتا ہوں اور اُسکی دم گاہ نے خود میری دم گاہ سختی میں ڈالی ہی اگر شیر بنانے والے دم مت بنا گو
 شیر بیدم ہو تو ہو کہ میرا دل زخم کا زخم مرد سوزن سے ہر گسست ہونے لگا جو مراد غشی سے ہر آب دلاک دوسری
 طرہ زخم لگانے لگا بید صرک اور بے رعایت اور بے رحم پھر وہ چلا آٹھا کہ یہ شیر کا کونسا جسم ہو کہا ای بھلے آدمی
 یہ کان ہیں کہا خبر دار کان اس شیر کے ای ہام نہون کے دیتا ہوں تو کانوں کو چھوڑ دے اور باتیں اپنی کم کر چھر
 اُس نے اور طرف جھوٹا شروع کیا تب بھی قزوینی چلانے لگا کہ یہ تیسری جانب شیر کا کونسا بدن ہو کہا ای عزیز یہ
 شیر کا شکم ہو کہا شکم بھی مت بنا گو شکم ہو یا نہوا ایسے مدبر کو شکم ہی کیا چاہیے اترا دھندہ بجاے مشتق دھستے مزید
 مبالغہ کے ہر اختلاف تشریح میں بے گزند کی بلکہ بنگرند اور بجاے کہو دی شیر کے شیر قولہ درد افزون گشت مکن
 زخمنا و خود چہ اشکم شیر را بہر خدا با خبر شد دلاک بس حیران کا نہ تا بدیر انگشت دردندان کا نہ ہر زمین
 زد سوزن زخمت ادا شد و گشت در عالم کسے را این قنادہ خبر بے گوش و دم و شکم کہ دید و این چنین شیر خدا خود
 نا فرید و چون نداری طاقت سوزن زدن و از چنین شیر زریان بس دم مزن و ای برادر صبر کن بر مرد و پیش و
 تار ہی از پیش نفس کبر خویش و کان گرد ہے کہ رہید نذا وجود و چرخ و ہر وہاں شان آرد و خود ہی ہر کہ مرد اندر زن او
 نفس گہر و مرد و فرمان برد خورشید پر و چون دلش آموخت نعم افزودن و آفتاب اور آینا بد سوختن و گشت
 حق در آفتاب بنجر و کہ تزا در کذا عن کہنم و خدنگا نے کہ خدا بد کار شان و میل کردی آفتاب از غار شان و
 غار جملہ لطف چون گل مشود و پیش جزوے گوہر کل میشود و چیت تعلیمش خدا افزا شستن و خوشیتن را خاک
 و غارے داشتن و چیت تو حدیث خدا و موختن و خوشیتن را پیش واحد سوختن و گر ہی خواہی کہ بفرزدی چور و
 ہستی بچون شبے خود را بسوز و ہستیت در ہست آن ہستی نواز و ہر جو مس در کیا اندر گردا و در من و ماتحت
 گردے نو دست و ہست این جملہ خرابی از دو ہست و المعنی خیر و سر گشتہ و حیران و متعجب گہر با ہست

دکات فارسی آتش پرست تہتم بالضم روشن و تابان قزوینی کہتا ہے درود بہت ہونے لگا زخم کم لگا خدا کیواسے شیر کے لیے شلم ہی کیا ہو یا ہوا دلاک متعجب ہوا اور حیران اور بہت دیر تک انگلی دانت میں دبائے رہا پھر اس استاد نے غصہ کے مارے سوئی زمین پر ٹپک دی اور کہا عالم میں کسی کو ایسا اتفاق پڑا جس نے شیر بے گوش دوم و بے شلم کا دیکھا ہو یا شیر تو خدا نے پیدا ہی نہیں کیا جب کو طاقت ایک سوئی لگانے کی نہیں رکھتا تو شیر ژر یان سے بات مت کر آب مقولات مولانا کے ہیں کہ اگر بھائی نیش کے درد پر صبر کرتا اپنے غش کا ذرے نیش سے چھوٹے ٹھکس واسطیکو گروہ کہ اپنے وجود و خودی سے چھوٹ گئے ہیں چرخ اور ہر ماہ سب انکو سجدہ کرتے ہیں اور جس کے تن میں یہ نفس کا فرم گیا اس کے فرمانبردار خورشید و ابرو دونوں ہو گئے جن کا فیض بے پایاں ظاہر و عیان ہے جب دل اسکا شمع روشن کرنا سیکھ گیا اور شمع روشن کر لی تو پھر آفتاب اپنی حرارت سخت نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ حق تبار نے آفتاب مقیم اے روشن میں فرمایا جو قرآن مجید میں ہے اصحاب کہف کے ذکر میں و تری الشمس اذ طلعت تزاو عن اعینہم ذات البین و اذ اغربت تقرضہم ذات الشہال سینے دیکھے گا تو آفتاب کو جو وقت نکلتا ہے تو کتراتا ہے سب ہی طرف ان کے غار سے اور جب غروب ہوتا ہے تو الگ ہو جاتا ہے جانب چپ تا حرارت اسکی لگنے غارتک نہ پہنچے وہ سونے والے جہا معاملہ خدا سے تھا کہ وہ اصحاب کہف ہیں آفتاب بھی وہاں ٹھک کے بچ کے نکلتا ہے پس جب خدا تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے تو خارجہ لطف مثل گل کے ہو جاتا ہے اور سامنے جزو کے گوہر کل ہو جاتا ہے جیسے آفتاب کہ وہ جزو ایک کل کا ہے اسکے سامنے اصحاب کہف گوہر کل ہو گئے ہیں اب فرماتے ہیں تعظیم کیا ہے خدا افراشتن یعنی خدا کا بلند کرنا اعلیٰ و اکبر ہر شخص سے اسی کو جانتا اور آپ کو اس کے سامنے خس و غار سجھنا اور توحید کیا ہے خدا سیکھنا یعنی ایک جانتا ایک کہنا ایک گھٹنا فرض خدا ہی خدا کرنا اور اس واحد کے سامنے اپنی ہستی بلا کے خاک کر دینا و فی کا نام نہ رکھنا جیسے کسی کو کہتے ہیں کہ سوا اس بات کے کچھ نہیں سیکھا ہے اگر چاہتا ہے کہ مثل روز روشن کے روشن ہو وں تو یہ ہستی تیری جو مانند شب کے تیرہ و تاریک ہے اسکو جلا دے تو اپنی ہستی کو اس ہستی ہستی نواز میں ابی گلا دے جیسے کیا میں مس گل کے سونا ہو جاتا ہے تو نے من و ما میں اپنا ہاتھ خوب جابا ہے لہذا جو کچھ خرابی ہے انہیں دے ہو تکرار بہت کی واسطے حریت تاکید کے ہر اختلاف تشریح بحر العلوم میں یہ مصرع یوں لکھا ہے شیر بے دم و سر و شکم اول تو دم کا غلط مشدہ ہوتا ہے تا موزون ہو دوسرے دلاک کے بنانے سے سر بنانا اشتراک نہیں معلوم ہوتا بلکہ گوش ایس صحیح یوں ہی ہوگا شیر بے گوش دوم اشکم الہ اور ذکر تزاو رکذا کہ یہ بھی ناموزون ہے اور غلیم و

توحید ہر دو باضافت جہا مضاف الیہ تداردی

جانا گرگ ورو باہ کا ہمارا شیر کے شکار کو

قولہ شیر و گرگ ورو ہے ہر شکار و رفتہ بود ندو طلب و در کو ہمارا و کان سے باہم اندران محرابے طرف و صید ہا گیر بسیار

و شکر و تاب پشت ہمدگر از صید با سخت بر بند باز و قید با گرچہ را ایشان بشیر ز را ننگ بود با یک کردا کر ام
 و ہر ای نمود با انجین شہ را از لشکر ز جنتست با یک ہمرہ شد جماعت و جنتست با انجین میرا از آخر تنگہا ست با
 اب میان اختران ہر سخاست با امر شاہ ہم ہم پیر را رسید با گرچہ رائے نیست رایش را ندید با در ترانوہ جو رنیتق زر
 شدست با بے از آنکہ جو چو زر جو ہر شدست با روح با قالب کنون ہمرہ شدست با مدتی سگ حارس در گشتہ شدست با
 چونکہ رقتند این جماعت موسے کوہ با در رکاب بشیر با فر و شکوہ با گا و کوہے و بز و خرگوش زفت با یا قند و کار ایشان بیش
 رفت با ہر کہ باشد در پے شیر عراب با کم نیاید روز و شب اورا کباب با چون دہم در ہمیشہ آوردہ دہ خان با کشتہ و مجروح
 اندر خون کشان با گرگ و روبہ رایت بود اندران با کہ بود قیمت بدل خسروان با المعنی قید با فتح نفع تدبیر غل
 و ہمتا حارس نگہبان زفت با فتح سطر عراب با لکس جمع حرب جس سے مراد غلبی و شیر اور پھر یا اور لوکھری تینوں شکار
 کی تلاش میں پہاڑوں کی طرف گئے اس امید سے کہ تینوں کے ہمارے کے بڑے بڑے جنگلوں میں بہت
 سے اچھے اچھے شکار پکڑیں تھے کہ ایک دوسرے کی مدد سے کس کس کے گٹھے شکار اور قائدوں کے
 باندھیں اگرچہ شیر کو ان سے ننگ تھی لیکن اپنی بزرگی و راکھی اور انکی ہمراہی کی آب مقولات مولانا رح کے
 بین کہ جیسی ان سے شیر کو ننگ تھی ایسی ہی بادشاہ کو شکر سے زحمت ہوتی ہو مگر جماعت جب ہمراہ ہوئی تو زحمت
 سے منع بھی نہیں کرتا چاند کوتاروں میں ہوتا تگ ہر کہ مثل پادشاہ و جماعت کے یہ بھی اسے ہمہ نہیں مگر وہ ان میں
 خلع کے واسطے شامل ہوتا ہوا رہی تھا کہ اپنے نور سے اور ان کو چھپا دیتا ہو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حکم مشورے کا پہنچا چنا پھر قرآن مجید میں ہر دشا اور ہم نے الامر یعنی شیر کو و صاحب کو معاملات میں اگر کسی کی را
 ہمتا ان کی رائے کی نہ تھی جو ترانوہ میں جو رفیق زر کا ہوتا ہی یہ وجہ نہیں ہر کہ جو زر کی طرح جو ہر ہو گیا ہر
 بار روح جواب قالب کی ہمراہی میں ہر یا تھا کہ ایک مدت چو کیدار و رگاہ کا بنا ہر مسیری دانست میں سگ سے
 وہ سگ مراد جو قالب حضرت دم کا کھا تھا جس قالب نہ روح ہو سکتا ہی نہ کتا مثل قالب آدم علیہ السلام کے
 پھر استینا فافراتے ہیں کہ جب یہ گروہ پہاڑ کی طرف شیر با فر و شکوہ کی رکاب میں گئے نیل گائے اور جر کو ہی اور
 خرگوش بہت سے موٹے موٹے پائے اور خوب کام الکابن پڑا پھر مقولہ مولانا رح کا ہر جو کوئی شیر غل کے پیچھے ہوتا ہی
 اسکو کسی وقت کباب کی کمی نہیں ہوتی رات دن افراط رہتی ہر جب اس شکار کشتہ خستہ کو خون میں اتھرتے ہوئے
 کو چنگل میں لائے تو پھر با لوکھری کو یہ لالچ ہوا کہ اسکا حصہ موافق عدل بادشاہوں کے ہوا ہر برابر الخلافہ شہرح
 بحر العلوم میں بار و قید با بقا و باز و قید با بزا و قاف لکھا ہر خرگوش زفت کو زفت لکھا ہر قولہ نکس طبع ہر دوشان
 بر شیر زرد و شیر دانست آن طمہارا سند ہر کہ باشد شیر اسرار و اسیر ہر او بداند ہر چہ اندیشہ ضمیر ہر بین نگہ دار ہی
 دل اندیشہ خوہ دل ز فکر تھا سے بدور پیش او ہر داند او خراہیمہ اند خورش ہر درخت خستہ دبر اسے روی پوش ہر

شیر چون دانت آن و سواس شان با داگنت و داشت آندم پاس شان با لیک با خود گفت بنمایم سزا با مر شمارا
 امر حسینان گما با مر شمارا بس نیامد راسے من با ظن تا نیست در اعطاسے من با ذکر و جو رای تان از راسے من با
 از عطا دے جهان آرا سے من با نقش ما نقاش چه اسکا لد و گر با چون سگانش اوش کبشید و خبر با این چنین نطق
 خنیا دہمن با مر شمارا بودنگ نہ من با ظن اشد و کرا با گر ہرم سر بود عین عطا با و را ہم چہ را ازنگ تان با
 با ماند دجان این وستان با شیر با این فکر میزد خندہ فاش با از تبسمہا سے شیرا من مباشر با مال و نیا شدہما سے
 حق با کردار و استانت ہم ضرور و دوق با فقر و بخوری بہشت ست اے سند با کان تبسم دام خود را بر کند با اے
 سبند بختین حکمہ گاہ و نسبت چیز سے چیز سے اور بلندی کسی چیز کی ذق گداسے و تبشید قات کوٹنا اٹھا کر ناسینے
 جب گرگ در و باہ کو پلا بچ پیدا ہوا ہر بر حصہ کا تو اسکا عکس مشہر پر بھی پڑا اور اُسے نسبت اُنکی طرف سمجھی پھر
 مقولات مولانا رحمت کے جن کہ جو شخص شیر اور بادشاہ اسرار کا ہر جو کچھ کسی کا دل سوچے وہ جان لیتا ہے تبسم دار
 اے دل اندیشہ خواب کو اُسکے سلسلے اندیشہ بد سے بچائے رہ وہ جانتا ہے لیکن اپنے خر کو چپ چاپ ہانکے
 جانتا ہے زبان سے کچھ نہیں کہتا اور تیرے سامنے اپنی رو پوشی کے لیے ہنستا ہے پھر استیانت ہے کہ جب شیر نے
 ان کا دسواں جان لیا کچھ نہیں کہا اور اسوقت الکا پاس و ناظر رکھا لیکن اپنے دل میں کہا کہ تمکو اسکی سزا دیکھا و ن گاہ
 کہ تم ناچیز و گدا ہو میری راسے کو کافی ہوتی جو گمان تھا را میری عطا و ن میں اس قسم کا ہر تم کیا ہو تمھاری راسے
 کا وجود میری ہی راسے سے ہوا میری ہی عطا و ن جہاں آرا سے بھلا نقش نقاش کے ساتھ کیا سوچے اور کیا
 اندیشہ کرے جبکہ جو کچھ سوچ و سگانش نقش کی ہر وہ نقاش کی بخشی ہوئی ہر تم اور ایسے ظن ناچیز و ن کے سے میرے
 ساتھ یہ تو تمھارے واسطے میرے ساتھ بڑے تنگ کی بات تھی بس اگر ظن عین با لشد ظن اُسکو کا جو تم ہو سرتہ کا ٹون
 تو نہایت ہی خطا ہے یعنی گمان کرنے والے اللہ کے ساتھ گمان با تم وہ ناچیز ہو کہ تم سے آسمان کو تنگ
 ہو اس واسطے کہ وہ آباے علوی کہلاتا ہو اور تم موا لید ثلاثہ سے اب میں تم کو تمام کر کے تمھارے تنگ
 سے اُس کو چھڑا دوں گا تو جہاں میں یہ بھی ایک داستان رہا ہے شیر اس فکر سے بر ملا ٹھٹھے مارتا تھا مولانا رح
 فرماتے ہیں کہ شیروں کے ہنسنے سے بچنت مت رہا نکا ہنسا ضرور شکوہ رانے گا یہ دنیا کا مال بھی خدا تعالیٰ کا
 تبسم ہے جس نے ہم کو مست و مغرور و فقیر اپنا بنا رکھا ہے البتہ فقر و بخوری بہشت ہے اس کے ساتھ وہ تبسم دام اپنا
 آکھٹیر لیتا ہے اور یہ اُس کے چہنساو سے کل کے بہشت میں پڑ جاتا ہے الخافست نثرین و دانست کی
 جگہ دانست لکھا ہے

کہنا شیر کا گرگ کو بطور امتحان کہ اس شکار کا حصہ کر

قولہ گفت شیر از گرگ این را بخش کن با عدلت را تو کن از گرگ کن با نایب من با شش و قیمت گری با

تا پدید آید کہ تو بہ گوہری چہ گفت از نہ گاو حشی بخش است بہ آن بزرگ و تو بزرگ و زلفت و حشمت بہ ہر مہر کہ ہر میانست
و وسط بہ رو بہاگر گوش بستان بے غلط بہ شیر گفت اگر گرگ چون گشتی بگو بہ چون کہ من باشم تو کوئی ما تو بہاگر
خود چہ سگ بود کو خوش دید بہ پیش من چون شیر بے مثل و ندید بہ گفت پیش آکس خرے چو نتوندید بہ پیش آمد
پنجمہ زداور اورید بہ چون ندیدش مغز تہ ہرے رشید بہ در سیاست پوستش از سر کشید بہ گفت چون دید منت از
خود بہر دہا این چنین جان را بایدا زار دہا چون نہ گشتی فانی اندر پیش من بہ فرغ آمد مر ترا گردن زد و بہاگر چہ
غالب دارم اندر بذل فضل چہ گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل بہ کل شئی ہالک الا وجہ او بہا چون نہ در وجہ او ہستی
مجموعہ ہر کہ اندر وجہ ما باشند فنا بہ کل شئی ہالک نبود ہزا بہ زان کہ در الاست او از لا گذشت بہا ہر کہ در الاست
اوفانی نگشت بہا ہر کہ بر در او من و مای زندگی بہ رو بآبست و بر لامی تند بہا طبعی و وسط چیزے کہ متوسط با سشد
ای میانہ سیاست سزا شیر نے کہا اگر گرگ اس شکار کو تو ہی تقسیم کر کہ تو گرگ کہن ہو تو ہی معات کو تازہ کر اسکی تقسیم
میں تو میرا نائب بن تو میرے جوہر ظاہر ہوں کہ کیسا جوہر والا ہو اگر گرگ نے کہا ای بادشاہ گاو حشی تو میرا حصہ ہو
جو بڑی اور موٹی ہی اسیلے کہ تو بزرگ ہو اور یہ شکار بھی بزرگ و موٹا اور جو بڑی ہیں کہ وہ میانہ اور متوسط ہیں میرے
مناسب اور ای رو بہا تو خر گوش لیلے اس میں کچھ غلطی نہیں ہو ٹھیک تقسیم ہو شیر نے کہا اگر گرگ بتا یہ تو نے کیسے
کہا کہ یہ میرا ہی تیرا میرے ہوتے تو ما تو کیسے کہ سکتا ہو گرگ کی چیز ہو ایک سگ ہو جس نے اپنے آپ کو
دیکھا اور پھر مجھ سے شیر بے مثل و بے ہمتا کے سامنے کس گرگ سے کہا سامنے آتے ساگدھا کسی نے نہ دیکھا ہوگا
جب سامنے آیا ایک چیمہ مارا سکو بچا ڈالا اسیلے شیر نے اس میں مغز نہ دیکھا نہ تدبیر رشید تو سیاست میں پوست اسکا
کھینچا اور کہا کہ جب میری دید نے تجھ کو بخود نہ کیا اور تو آپکو نہ بھولا تو ایسی جان کو زار و خوار مرنے چاہیے اور جب تو میرے
سامنے قافی نہوا تو تجھ کو فرغ ہوا تیرا گردن مارنا اگر چہ بخشش میں میرا فضل غالب ہو لیکن کبھی کبھی عدل سے فضل
کرنا ہوں لینے عدل بھی کرتا ہوں کہ عدل بھی فضل ہو خوب جان لے کہ ہر شے فانی اور ہلاک ہونے والی ہے
مگر اسکی ذات اور جو تو اسکی ذات میں نہیں ہو تو اپنی ہست مت ڈھونڈو تو بھی اور وں کے مثل فانی اور ہالک
ہو اور جو ہماری ذات میں فانا ہوا اسکا بدلہ کل شئی ہالک نہیں ہو الا سے مراد اثبات ہو لا سے مراد نفی پس جو
شخص ہماری ذات میں لا ہو چکا وہ نفی سے گذر گیا اب وہ مقام الا پر ہو یعنی اثبات پر اور جو اثبات پر ہو وہ فانی
نہیں ہوتا اور جو کوئی ہمارے دروازے پر من و ما کرتا ہو وہ رو بہ آب ہو اگر ڈوبنے والا اور عجیب کہ اپنی نفی پر
فخر کرتا ہو وہ رو بہ آب بر عایت لفظ ما کے کہ باقی کے معنی میں بھی ہو کیسا با آب ہو الخلاف متشرع ہیں ہر مہر
کو ہر مہر او بدل کو بند لکھا

قصہ اس یار کا کہ ایک یار کے دروازہ پر گیا

قولہ آن یکے آمد در بارے نزد گفت یا بش کیستی اے محمد گفت گفتش برو ہنگام نیست ہا چہین خوانی مقام خام نیست ہا
خام را جز آتش مجر و فراق ہا کہ نزد کہ دار ہاند از نفاق ہا چون توئی تو ہنوز تو نہ رفت ہا سوختن بایہ تر در نار نرفت ہا رفت آن
مسکین دسلے در سفر ہا و فراق دوست سوزید از شر ہا پختہ گشت آن سوختہ پس باز گشت ہا باز گرد خاندہ نیا گشت ہا
حلقہ زہر در لہد ترس و ادب ہا تانہ بکبے ادب حرفے ز لب ہا بانگ زہر بارش کہ برو کیست آن ہا گفت برو در ہم
توئی اے دلستان ہا گفت اکنون چون منے اے من و را ہا نیست گنجائش دو من در یک مرا ہا چون یکے باشند
ہم نہ دو توئی ہا ہم منے بر خیزد آگاہ ہم توئی ہا نیست سوزن را سر رشتہ دو تا ہا چونکہ بیکتا فی درین سوزن در آہ رشتہ را
باشد لبوزن ارتباط ہا نیست در ہذا محل سم الخیاط ہا کے شود بار یک ہستی جمل ہا خبر بمقرض ریاضات و عمل ہا
انہی نے ایک شخص آیا اور اُس نے ایک یار کے دروازے پر دستک دی یار نے اُس سے کہا اے معتمد تو کون ہو
کہا میں کہا جا وقت ملاقات کا نہیں ایسے خوان پر مقام خام کا نہیں خام کو سواے آگ ہجر و فراق کے کون پکائے
اور کون نفاق سے چھڑائے جب توئی تیری بچہ سے نہیں گئی تو تجکو آتش گرم میں جلنا چاہیے بس وہ مسکین گیا اور
سال بھر آتش فراق دوست سے سفر میں جلتا رہا جب پختہ ہو گیا جل کے تب لوٹا اور پھر اپنے شریک کے
گھر گیا اور اُس کے دروازے پر حلقہ سیکڑون ادب اور خوف سے کیا تا کوئی حرف بے ادب لب سے
نکل جائے یار نے اُس کے پکار کے کہا کہ دروازہ پر کون ہو جواب دیا کہ اے دلستان تو ہی ہو کہا اب جو تو میں ہو تو کون
بے تامل چلا آسوا سٹے کہ دو من لائق گنجائش ایک کے نہیں ہیں اور جب کمی ہو جاتی ہو بالکل تو دو توئی نہیں رجعتی
منی توئی دونوں اکٹھے جاتی ہیں قیام تو سوزن کے ڈورے کا سرود ہر نہیں ہوتا اگر ہی سوزن میں گھستا ہو
بس تو کیٹا ہو تو اس سوزن میں گھس رشتہ کو سوزن سے رہا ہونا چاہیے اور اونٹ کے لائق سوئی کا ناکہ نہیں
ہوتا اور وہ اونٹ نفس ہو اور اسکی ہستی بار یک ہونے کا علاج یہ ہو کہ مقرض ریاضت سے اسکو بار یک
کرے تب سوئی کے ناکے میں نکالنے کے لائق ہو جائے شعر صدر میں جو اشارہ لایۃ خلون انجنتۃ حشر علیٰ غل
فہ سیم الخیا ہا کا ہر یہی بات ہو کہ نفس تیرا جب تک اونٹ کی طرح موٹا اور قابل سوئی کے ناکے کے نکلنے کے
نہیں ہو دخول جنت ممکن نہیں قولہ دست حق بایہ مرآۃ فلان ہا کان بود بر ہر محاسن کن فلکان ہا ہر محال
از دست او ممکن شود ہا ہر حمد انیم اوسا کن شود ہا لکہ دابر ص صہ باشند مردہ نیز ہا زندہ گرد و از فسون انوریز ہا
وان عدم کہ مردہ مردہ تر بود ہا در کعب ایجاد و مضطر بود ہا کُلّ یوم ہنوسے طمان بخوان ہا مرد را بیکار و بی یاری
مدان ہا مستمدین کارش بہر روزان بود ہا کوسہ لشکر را روانہ می کند ہا لشکرے زار صلاب سوسے امات ہا
بہر آن تا در رحم روید نہات ہا لشکرے زار حام سوسے خاکدان ہا تازہ نو ماہ ہا پر گرد و جہان ہا لشکرے

ایک دل و یک کار باشند اور فتا بہر فی دہر ولی را مسئلے ست با لیک ناحق مبہر و جملہ کیے ست بہ المعنی خطوب
جمع خطب بمعنی کار بزرگ کر پاس بالکسر نہ مجازاً جامہ تینے جب وہ یا تربیت پا گیا تو اس کے بارے میں اس سے کہا
اندر اب تو جملہ میں ہو گیا مجھ میں تجھ میں فرق نہیں رہا نہ ایسے مخالفت جیسے چین میں خار و گل آب رشتہ یکتا ہو گیا
اور غلط کام کیا مثل حروف کس کے کہ اگرچہ بظاہر کاف و زون دو حرف ہیں مگر اثر میں ایک ہیں کثہ میں کاف و زون بھی
ہو اور مد بھی ہے بمعنی کشش کس کاف و زون مثل کند کے اپنی کشش میں ہیں تا عدم کو بڑے بڑے کاموں کی طرف
کھینچیں کس جملہ صورتوں میں وہ ہری کند چاہیے اگرچہ وہ دو زون اثر میں یکتا ہیں اگر دو یا زون واسے ہیں یا
چار یا زون واسے دو زون راہ قطع کرتے ہیں جیسے مقراض دو پا والی ایک پا ہو جاتی ہے جیسا کہ کترنے کے وقت
اس کا ایک ہی پاؤں چلتا ہے پھر دوسری مثال ہے مثلاً وہ دھوبی جو دو شریک ہیں انکو بچشم غور دیکھ کہ بظاہر ایک
دوسرے میں خلافت ہے ایک تو کپڑا تھہر میں ڈالتا بھگوتا ہے دوسرا شریک اسکو خشک کرتا ہے پھر وہ اس خشک کو تر
کرتا ہے گویا خصوصیت سے بند کو پورتا ہے لیکن یہ دونوں عندیاء ہر گز اور استیزہ نہ ہوتے ہیں مگر ایک دل اور ایک کار
تو ایسا ہی طرح اسکو غور کر کے دیکھ ایسی ہی ہر اہمیا و دنیا کی اپنی اپنی ایک راہ ہے لیکن وہ راہ ان کو حق تک
لیجاتی ہے بس جملہ ایک ہے اختلاف تشریح میں کثہ اندر کی رے رنگی اور کثہ اندر کو گندہ راہ اور انبا زکو انبار اور
بازو کو بازو ان غلط لکھا ہے

منہم لگاڑ نا سخن سے بسبب ملائت سننے والوں کے

قولہ چونکہ حج مستحب و محبوب بود و سنگھاسے آسیرا آب برد و رفتن این آب فوق آسیاست بہ رفتش در آسیا بہر ثما
ست بہ چون شمار حاجت طاحون نہاند بہ آب را در جوے اصلی باز راند بہ ناطقہ سوے وہاں تعلیم راست ہے ورنہ خود
ان آب را جوے جداست بہ میر و دیے بانگ و بے تکرار بہ تکتا آلا تھار تا گلزار بہ اے خدا جان را تو بجا آن مقام بہ
کادر و ہجرت می روید کلام ہا تاکہ سازد جان پاک از سر قدم ہا موی عرصہ حق زمینا نہ عدم بہ عرصہ بس با کشاد و با فصحا بہ
دین خیال نہ نیست نہ و با بدو بہ تنگ تر آمد خیالات از عدم بہ زان سبب باشد خیالی اسباب نعم بہ باز ہستی تنگتر
بہ و خیال بہ زان شدہ روے نمہ چون ہلال بہ باز ہستی جہان جس درنگ بہ تنگتر آمد کہ زندان بہت تنگ بہ
عدت تنگ بہت ترکیب و عدد بہ جانب ترکیب جسمانی کشد بہ زان سو جس عالم توحید دان بہ گریکے خواہی بد انجا بہ
بران بہ امر کن یک فعل بود و زون و کاف بہ در سخن انتادہ منے بود صاف بہ آین سخن پایاں نداد و باز گرد و ہا چہ
شد احوال گرگ اندر نہر و المعنی طاحون آسیا قمر مے ہیں جب جماعت سننے والوں کی سو گئی اور کوئی میرے
سخن کا سننے والا نہ رہا تو میرے دہن کی بچکی جو آب نطق سے چل رہی تھی اس کے پتھر بھی پانی بہا لے گیا
اور یہ بچکی بھی بگڑ گئی تھی اس پانی کا جو مردانہ ناطقہ ہے مافوق آسیا سے فلک سے ہے اور جو اس آسیا سے دہن میں جاری ہے

یہ مختار سے نفع کے واسطے ہر آب جو تم کو حاجت اس چلی کی نہ رہے تو اس آب کو اُسکی اصلی نہر کی طرف جس کو فوق آسیہ
 کہا ہے پھیر دیا یہ ناطقہ آب جوے خدا کا ہے اور جریان اسکا دینِ مین واسطے تعلیم کے ہے جب یہ بات نہیں رہتی تو خود خاموش
 ہے آواز اور بے تکرار اُن گلزاروں کو جو تختہ الایمان ہاں چلا جاتا ہے سینے جنات جنکی صفت ہے جناتِ تجزی مین
 تختہ الایمان آب دعا کرتے ہین کہ امی بار خدا یا تو میری جان کو ایسا مقام دکھا جس مین بے حرف و لفظ کے کلام پیدا ہوتا
 ہے امی کلام نفسی تا جان پاک میرے سر سے قدم بنائے اور مینا نے عدم سے غصہ حق کی طرف دوڑے کہ وہ ایک میلان
 نہایت کشادہ اور بافضا ہے جس سے یہ عالم خیال و نیست تو شہ اور سامان پاتا ہے یہ خیالات جو اس عالم خیال
 مین نظر آتے ہین اور عدم سے آئے ہین مگر نہایت ہی تنگ آئے ہین اس سب سے ان کو ہر
 خیال اسبابِ غم کا ہوتا ہے بچے جو کچھ مہمان ہو وہ خیال ہی شہ ہی سببِ غم کا ہو جاتا ہے جیسے جامی رحمہ اللہ نے نفی ہنگ
 شعر ہے ہر جان شاعری با مالیت ہے بیتی در ز خوابے یا خیالیت ہے پھر ہستی جو ہوئی وہ خیال سے بھی تنگ تر
 ہوئی اسی سبب سے روئے قمر بلال ہو گیا کہ قمر اور بلال مین کیا دوست ہے فقط دس بارہ روز تجھ ہستی جہان جس دنگ
 کی نہایت ہی تنگ ہوئی اسی کی زندان بھی ایسا تنگ و قلیل نہیں غرض اسکو کچھ ثبات و قیام ہی نہیں اور علت
 تنگی کی ترکیب و عدد ہر اور اسی ترکیب کی طرف جس سبب کی کھینچی ہین اور اس عالم جس کے بے طرف عالم توحید ہے
 اسکو جان اور اس تعدد سے گزر کر ایک کو چاہتا ہے تو اس طرف اپنی حس کو دوڑا کر کن ایک فعل تھا کہ جو ارادہ
 اکی مین گذرا ہو کیا وہی فعل کاٹ و لون سے سخن مین پڑا اور سخن بنا اس لیے کہ معنی توصاف تھے لیکن اس فعل کا
 اطلاق بھی کسی سے ضرور چاہیے تھا تو بس اسی ارادہ کی تاویل اس کاٹ و لون سے ہے کہ گزیرا کہ یہ سخن
 انتہا نہیں رکھتا تو بڑے اور گرگ کا حال بیان کر کہ مشیر کی لڑائی مین اسکا کیا حال ہوا الخلاف تشریح مین
 بلال کو بلال لکھا ہے اور عدد کو عدد

ادب کرنا شیر کا گرگ کو بسبب اُسکی بے ادبی کے

قولہ گرگ را بر کند سر آن سرفراز ہا تا مانند دوسرے واقیاز ہا فانتنا منہم ست ای گرگ پیر ہا چون نمودی مردہ در
 پیش امیر ہا بعد از ان رو شیر بار و باہ کرو ہا گفت این را بخش کن از بہر خوردن سجدہ کرد و گفت کین گا و سہین ہا پشت
 خوردت با مشد ای شاہ مہین ہا آن بزار ہر میانہ روز را ہا سینچے با شد شہ فیروز را ہا دان دگر فرگوشش
 ہر شام ہم ہا شب چروہ ای شاہ با لطف و کرم ہا گفت ای رو بہ تو عدل افزودختی ہا این چنین قسمت نہ کہ موختی ہا
 از کجا موختی این ای بزرگ ہا گفت ای شاہ جہان از جان گرگ ہا گفت چون در عشق ما شستی گرد ہا ہر سدا
 بر گزردستان دیرو ہا رو بہا چون چلبلی مار شدی ہا چون ہا آزاریم جو نہا شدی ہا ما تر او جملہ
 اشکالان ترا ہا پاسے برگردون ہنعم نہ ہا ہا چون گرفتہ عبرت از گرگ دنی ہا پس تو رو بہ عیسی شہیر مینی ہا

بزرگوں کو دیکھو اور نصیحت پکڑو اور حدیث یہ ہر امتی بذمہ مرحومہ لیس لما عذاب فی الآخرة عذابا علیہما فی الدنیا العشتن و
الزلزال والقتل امت میری مرحوم ہو انکو عذاب آخرت میں نہیں ہر اور عذاب اُن کا دنیا میں نفع ہے ہن اور زلزلے
اور قتل نفعی عذاب آخرت کی یہ کہ اکثر قبل دخول دوزخ سے مشغول ہن اور بعض جو دوزخ میں داخل ہون گئے ان کو
تھوڑا قیام ہوگا اور جو ہمیشہ رہیں گے وہ غشی میں رہیں گے ان کو عذاب معلوم نہ ہوگا جو عاقل ہن وہ اپنی ہستی و
خود کو بالکل ترک کرتے ہن جب انھوں نے فرعون اور عاد کا حال سنا اور انجام کو سمجھا اور جو ترک نہیں کرے گا تو اس
قابل ہو جائیگا کہ اور لوگ اس کی گراہی کا تجربہ دیکھو دیکھو کے عبرت پذیر ہوں گا

تہدید کرنا نوح علیہ السلام کا قوم کو کہ مجھ سے مست لڑو میں روپوش ہوں خدا کا پس تحقیقت
خدا سے لڑتے ہو نہ مجھ سے

قولہ گفت نون اند نصیحت قوم را کہ در پذیرید از خدا آخر عطا بنگرید اور سرکشان من من نیم ہا من بجان مردم بجانان نیز نیم ہا
من ز جان مرحوم بجانان زندہ ام ہا نیست مرگم تا ابد پایندہ ام ہا چون مردم از حواسات بشر ہا حق مرا شد سمع و
ادراک و بصیر ہا چونکہ من من نیستیم ایندم ز ہوسٹ ہا پیش ایندم ہر کہ دم ز دو کا فراوسٹ ہا ہست اند نقش این
روباہ شیر ہا سوے این رو بہ بناید شد و لیر ہا گززد و سے صورتش می نگردی ہا غرض شیران از وی نشوی ہا
گر نبود وی نوح را از حق ندی ہا پس ہمانے را چنان بزم زدوی ہا تصد ہزاران شیر و داند رستن ہا ہر دو عالم را
ہمی دیدار زسنے ہا او ہر دن رفتہ بذا و سنے ہا او چو تیش بود و عالم خرمنے ہا چونکہ خرمن پاس عطر او شد ہا
او چنان شعلہ بران خرمن گماشت ہا المعنی ہو بالضم اسم ذات خدا سے قائلے ندی اما لہذا ارزن بالفتح
چنینہ باجرہ غشتر بالضم ذہم حصہ ایودہ یک حضرت نوح نے اپنی قوم سے نصیحت میں کہا مختارے بیچ میں میں
بنی عطیات خدا سے ہوں اس خطا کو اسکی مانو اور ای سرکشو غور کرو میں میں نہیں ہوں میں تو اپنی جان سے مر گیا
اب جانان کی مدد سے جیتا ہوں میں اپنی جان سے تو مر گیا جانان سے زندہ ہوں اور اب مجھ کو موت نہیں میں
ہمیشہ ہوں جب میں حواسات بشری سے مر گیا تو حق قائلے ہی میری آنکھ کان اور ادراک ہو گیا
اور جب کہ میں میں نہیں ہوں اور یہ دم میرا ہو یعنی ذات خدا سے ہی بس اسی دم کے سامنے جو کوئی
دم مارے گا کافر ہوگا میرے اس نقش میں جو بختلہ رو باہ کے ہر شیر ہا اس رو باہ کے سامنے و لیر
نہ جانا چاہیے اگر از روے تصویرت کے تو گرویدہ نہیں ہوتا اور ایمان نہیں لاتا تو کیا غرض شیر کی بھی نہیں سنتا
کہ وہ وحی ہو اگر نوح کو خدا قائلے سے ندانہ ہوتی تو ایک جہان کو ایسا لوٹ پوٹ کیسے کر دیتے نوح
کے ایکسٹن ضعیف میں لاکھون شیر قوی تھے جب تو وہ دونوں جہان کو مثل دائہ ارن کے بے حقیقت
سمجھتے تھے وہ مادہ میں و خودی سے نکلے ہوئے تھے وہ مثل ہنگ کے تھے اور عالم ایک خرمن ہر گاہ خرمن

خاندان کے عشر کا نکلیا تو انھوں نے ایسی آگ سپر تعینات کی کہ اُس خرمن ہی کو نہ چھوڑا اختلاف تشریح میں دلیر کو دیر لکھا ہوا اور ندی کو دیر سے قول ہر کہ اور پیش این شیر نہان ہا بے ادب چون گرگ کشاید وہاں ہا ہا جو گرگ اُن شیر برور اندیش ہا فائتقما منتقمش بر خزانہش ہا زخم یاد ہا جو گرگ از دست شیر ہا پیش شیر ابلہ بود کو شد دلیر ہا پیش شاہ و شیر ہر کو شد دلیر ہا غالباً از جان خود گشتت سیر ہا کاشکے اُن زخم بر جسم آمدی ہا تابدی کا یمان و دل سالم ہی ہا تو تم گبست چون انجار سید ہا چون تو اُنم کردن این سر را پدید ہا یک ہم رزمے بگویم ہا شما ہا ہو کہ وریا بید گردید آشنای ہم جو اُن رو باہ کم اٹھم کنسید ہا پیش اور وہا بازی کم کنید ہا جملہ ما و من ہر پیش او نمید ہا مالک ملک دست ملک اور او بید ہا چون فقیر ایند اندر راہ راست ہا شیر و صید شیر خود اُن شماسست ہا زانکہ او پاک دست و سبحان و صفت او ست ہا بے نیاز ست او ز غر و مغر و دست ہا ہر شکار و ہر کراماتے کہ هست ہا از ہر اسے بندگان اُن شہست ہا گفت ایس اللہ بکاف عہدہ ہا تا بگرد بندہ ہر سو حیلہ جو ہا نیست شہ راطع بہ خلق ساخت ہا اینہما دو است خنک آنکو شناخت ہا آنکہ دولت آفرید و دوسرا ہا ملک و دولت چاکر آید ورا ہا پیش سبحان بس نگہدارید و دل ہا تا نگردید از گمان بدخل ہا کہ بے بند فکر و سر و دستو ہا ہا جو اندر شیر خالص تار مو ہا آنکہ او بے نقض و سادہ سینہ شد ہا نقشہ شایع را آئینہ شد ہا سر ہا را بیگان موقن شود ہا ترا کہ مومن آئینہ مومن شود ہا مومن او و مومن تو بیگان ہا در میان ہر دو فرق بیکران ہا چون زند او نقد ہا را ہر محک ہا پس یقین را با زندا ند از شک ہا چون شود جاننش محک نقد ہا ہا پس بے بند نقد را و قلب را ہا لہنی رو باہ بازی مکاری تموقن یقین کنندہ قلب بالفتح کھوٹا جو کوئی سلسلے اس جھپے شیر کے بے ادب ہو کے گرگ کے مثل ٹھہ کھوٹا ہا شیر گرگ کی طرح اسکو بچھاڑ دیا ہا اتا ہا اور فائتقما منتقم اُس سے کہد تیا ہا کہ بے تیرے فعل کا یہ بد لا ہا وہ شخص گرگ کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم ہی پائے گا جو احمق کے مانند شیر کے سامنے دلیر جا بیگا شیر اور شاہ ابن و لون کے سامنے جو شخص دلیر گیا وہ اکثر اپنی جان سے سیر ہوا اور وہ زخم شیر کا ایسا نہیں جو جسم پر آئے اگر جسم پر آتا تو اچھا ہی نہوتا دل و ایمان تو سلامت رہتا اب اس موقع پر میری قوت نے مجھ کو جواب دیا پھر کیسے اس بھید کو ظاہر کر سکوں لیکن ایک رزمہ ہی تم سے کہوں شاید تم اسکو سمجھ جاؤ اور اُس سے آشنا ہو جاؤ رزمہ کہ اُس کو پھری کی طرح شکم کو کم کر داور وہ بازی و مکاری مطلق نہ کرو جتنے ما و من اور عجیب و غرور ہیں سب اسکے سامنے رکھ دو اسلیکے کہ مالک ملک کا وہی ہو پس اسکی ملک اُسی کو دید و تم اپنا سمجھ کے ما و من میں مت پڑو جب تم فقیر ہو جیسے اللہ الفی و ائتم الفقرا اور راہ راست پر تو شیر اور صید شیر سب مختاری ملک ہو اس واسطے کہ وہ پاک ہو اور سبحان و صفت اسکا وہ غر و مغر اور پوست سب سے بے نیاز ہو جو شکار اور جو کرات ہر اُس بادشاہ نے سب اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا ہا دیکھ تو اُس نے ایس اللہ بکاف عبدہ کہنا اور جیسے کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہر جو بندہ ہر طرف حیلہ و مہر و مصلحت پھر سے اُس بادشاہ کو کچھ طمع

کسی سے نہیں ہر مخلوق ہمارے واسطے سب کچھ اور یہ دولت بنائی ہو کیا خوش وہ شخص ہر جس نے اس کو سچا نا خیال تو کرے جسے
 وہ دولت پہنچائی اور دونوں جہان ملک و دولت اس کے کس کام کا ہر اور اس کے نزدیک کیا چیز وہ پاک سبحان جو کم اپنے
 دل کو اس کے سامنے رکھے یہ تو کافی گمان بد نہ اپنے جس سے نہ امت ہو کس واسطے کہ ہر بری فکر اور بھید اور سب
 کچھ بے جا جانتا ہو جیسے شیر خاںس بن بال دیکھ لیتے ہیں اس نے اپنے سینہ کو نقش ہوا ہوں سے صاف و سادہ کیا اسکا سینہ
 غریب کے تشنوں کا کمر اسرا غیب میں آئینہ بنا وہ ان عیدوں کا جو پہنچے ہیں مشک انھیں کندہ ہو جاتا ہر اس لیے کہ اسکا
 نام بھی مومن ہو اور یہ بھی اب مومن ہو گیا جس بلوچ المومنین براق المومنین کے مومن آئینہ مومن کا ہر یہ بھی آئینہ اسکا
 ہو گیا اب فرماتے ہیں کہ اسکا نام مومن تو ہو اور توشی مومن ہو اگر دونوں میں فرق ہے حد ہر اس واسطے وہ ہر کسی کے
 نقد ایمان کو کوئی امتحان پر لگا کے جانچتا ہر کھتا ہو اور یقین و شک کو خوب جان لیتا ہر لینے جس وقت کہ جان مومن کی
 محبت اس کے نقد کی ہوتی ہو تو وہ دیکھ لیتا ہو کہ یہ نہ نقد ہو اسکا کھرا اور وہ کھوتا ہو الخلفاء شریح بحر العلوم اور حضرت
 علی دونوں میں فاضل مہتمم لکھا ہر جس سے شعر موزون نہیں ہوتا اور رد ہا کو جوہ اور سر مار اور مو بہ بند
 او مو مئے اور نقد مارا میں نے مہتمم کو مہتمش اور سر مار کو سر مار اور مو مئے کو مو مئے اور مو مئے کو مو مئے اور
 نقد مار کو نقد مارا بنایا ہر ناظرین کو اختیار ہو اگر اچھے معانی مریوط انھیں غلط سے جو شرح اور علی میں لکھے ہیں بے بد
 کر لین بہتر محکو دونوں کا اعتبار نہیں کہ غلطیان دیکھتا چلا آتا ہوں کیا عجب کہ یہ بھی مشکل انھیں غلط سبابت
 کے ہوں

جٹھانا پادشاہوں کا صوفیوں کو تو چشم انکی حق سے روشن ہو

تو کہ پادشاہان راجین عادت بود این شہید باشی از یادت بود دست چپ شان پیدانان ایستند از ان کہ
 دل پہلوے چپ باشد بندہ مشرف و اہل قلم بردست راست ہر زانکہ علم غلبت و خط آن دست راست ہر
 حاجبان پیش رو موضع و ہند کا یکنے جانتا وہ آئینہ ہند حاجبان این صوفیائے اندک پسند سادہ و آزادہ و
 انگندہ سر سینہ صیقل زوہ از ذکر و فکر ہر تا پذیرد آئینہ دل نقش بکر ہر کہ او از صلب فکر خوب زاوہ
 آئینہ و پیش او باید ہواد عاشق آئینہ باشد روے خوب و صیقل جان آمد و تقوی القلوب ہر کہ دارد روے
 خوب با نظام طالب آئینہ باشد و اسلام ہر المعنی مشرف بالضم نویسنہ جو اور نویسنہ و ن کی خبر داری کو یقین ہو حاجب
 در بان مثبت با فتح قرار دینا لکھتا فرماتے ہیں یہ تو نے سنا ہوگا اور تجھ کو یاد بھی ہوگا کہ پادشاہوں کی عادت ہوتی ہو
 کہ بائیں ہاتھ کو ان کے پہلو ان کھڑے ہوتے ہیں اس واسطے کہ دل بھی بائیں پہلو میں مقید ہو تا ان سے اسکا
 تقویت ہو اور مشرف و محرسید ہر تا کہ بدین مناسبت کہ علم تحریر و خط اسی ہاتھ سے تعلق رکھتا ہو حاجبان کو سنا
 چکے ہو سیتے ہیں کس لیے کہ آئینہ جان کے ہیں اور آئینہ سے بہتر ہیں اور وہ واجب بھی صوفی لوگ

ہیں اور کہیں کہ سادہ اور آزاد اور سرکشندہ سینے ذکر و فکر آئی سے صیقل کیے ہوئے تول ان کا جو آئینہ ہر
نقش بکرو جیسی کا چھو ہاتھ لگایا ہوا نہیں ہر کپڑے مقولات مولانا سے ظاہر ہر جو کوئی پشت فطرت سے خوبصورت پیدا
ہوا ہر ان کے سامنے آئینہ رکھنا چاہیے کس واسطے کہ اچھی صورت عاشق آئینہ کی ہوتی ہر اور اورون کے جان کی
صیقل اور تقویٰ طلب کیا قال الدفاعة لمن یظلم شعرا اللہ فانما من تقویٰ القلوب پھر فرماتے ہیں جو کوئی
خوبصورت ہوتا ہر اور بانظام اہم مناسب الاعضادہ آئینے کا طالب ہوتا ہر الخلافت شرح میں بجا سے
عاجان کے موقیان اور عاجان کو عاجیان فطرت کی جگہ نکرت لکھا ہر

آنا ایک آشنا کا سفر سے واسطے ملاقات یوسف علیہ السلام کے

قولہ لشبرا کنون یک مثال منوی ہر تا نو دیگر قول صورت نشوئی ہر آمد از آفاق یار سے مرہبان ہر یوسف صلیقی
راشد مہمان ہر کا شتابود و وقت کو دیکھے ہر بر سادہ آشتاے متلی ہر یادادش جو راخوان و حسد ہر گفت آن
زنجیر بود و ما اسد ہر عار نبود شبیر از سلسلہ ہر از قضاے حق ندامت ماگلہ ہر شیر را بر گردن از زنجیر بود ہر بر ہمہ
زنجیر بازان میر بود ہر گفت چون بودے تو ز زندان و چاہ ہر گفت تجھون در محاق و کاست ماہ ہر در محاق الزماہ نو گرد
دوتا ہر نہنے در آخر بود ز رہا ہر گرچہ در وادہ نہماون کو قنند ہر نور چشم و دل شد فزع گزند ہر گد می رازیر خاک
انداختند ہر پس ز خاکش خوشنما بر غا ستمد ہر بار دیگر کو قنندش ز آسبا ہر قیامتش اسنرد و ومان شد جانغشا ہر
بازمان رازیر و ندان کو قنند ہر گشت عقل و جان و فہم سودمند ہر باز آنجان چونکہ محو عشق گشت ہر یوجب انشراع
آید بعد گشت ہر باز آنجان چون حق او محو شد ہر باز ماند از مسکرد سوے صومند ہر عالمے رازان صلاح آمد ہر قوم دیگر
را فلاح منتظر ہر این سخن پایان نداد و باز گرد ہر تاکہ با یوسف چہ گفت آن تیک مرد ہر اسٹعنے و سادہ بکسر باش
و بالین متلی بالضم تیک زندہ صوبیداری مولانا فرماتے ہیں اب مجھ سے ایک مثال منوی سن تو تو پھربات بھی صورت
کی نہ سنے وہ یہ کہ حضرت یوسف صدیق کا ایک یار مرہبان جہان میں پھر کے آیا اور ان کا همان ہوا اہن واسطے کہ
لڑکائین کی آشنائی تھی اور آشنائی کے بعد کے متلی اور کہنے انکو جو و حسد بھائیون کا یاد دلایا کہ وہ زنجیر تھی او میں
شبیر تھا شبیر کو زنجیر سے کب عار ہوتی ہر اور فصلے حق تھی بس میں قضا کی شکایت نہیں کرتا شبیر کی گردن پر گرچہ زنجیر
تھی پھر بھی وہ سب زنجیر بلذون کا سردار تھا پوچھا زندان و چاہا میں تو کیسے رہا کسا جیسے محاق و کاست میں چاند
دیکھ تو محاق میں اگرچہ ماہ نو دھرا ہو جاتا ہر بالآخر بدر آسمان کا نہیں ہوتا موتی کو خیال کہ دیکھ ہر دن میں
کوئی پیستے ہیں وہی نور چشم و دل کا ہوا غامز اور دشت نقصان کا لڑکائی اسکا پھر نہیں بگڑتا گھوٹون کو خاکست میں
ملا دیتے ہیں کیسے خوشے خاکستے اس میں پیدا ہوتے ہیں پھر ان خوشون کو جب کوٹا اودھکتی سے اسکی
قیمت ہر بھی تو مان جانغشا ہونے پھر وہ روٹی دانتون تلے کچی جاتی ہر تو وہ عصقل اور جان اور فہم

سودمند ہو جاتی ہو پھر وہ جان جب عشق میں محو ہو جاتی ہو مصداق لیلۃ الزراع یعنی خوش کرتی ہو زراع کو ہوتی ہو
اور وہی جان جب حق میں محو ہو جاتی ہو بس نشہ سے دور ہو کے بیداری کی طرف جاتی ہو پھر اس سے ایک جہان کی
صلاح کا ثمر حاصل ہوتا ہو اور دوسری قوم کے جو آئندہ میں منتظر طور کے ہیں ان کی منسلکات یہ سہ ہوتی ہو یعنی آئندہ
لوگ اسی پر چلتے ہیں شعرا بعد گریز تینے اس بات کی حد نہیں ہو تو اس سے لوٹ اور یہ بتا کہ یوسف سے اس فکر
سے کیا کہا اختلاف بجائے از زنجیر آزاد و رجب زنجیر با زبان پھر ساراں لکھا ہو

طلب کرنا یوسف علیہ السلام کا ارمان اس شخص سے

قوله بعد قصہ گفتنش گفت اے فلان ! میں چہ آوردی مرا از ارمان ! بردیہ اراں تمہید است آمدن ! ہست بے گندم
سوسے متاحون شدن ! حق تقاضے غلق را گوید بکشر ! ارمان کو از براے روز نشر ! جہنمونا و فرادے بے نوا !
ہم بدانسان کہ غفلت کم کذا ! میں چہ آوردید دست آویز را ! ارمان نے روز رستاخیز را ! امید باز گشتن تان نمود !
وعدہ امروز باطل نمود ! منکرے حمایت را از ظری ! بس ز مطیع خاک و خاکستر خورمی ! درینک جنین
دست تھی ! بردر آن دوست پا چون بے نہی ! اندکے صرغہ کن از خواب و خور ! ارمان بہر ملاقاتش بیر !
شو قلیل النوم تھا مجھ کو ! باش در اسرار از شہر و دُن ! اندکے جنبش کن بچون جنین ! تا بہ بخشندت حواس
نورین ! وز جہانے چون رحم بیرون روی ! از زمین در عرصہ واسع شوی ! آن کہ ارض اللہ واسع گفتہ اند !
عرصہ دان کا بنیاد در رفتہ اند ! المصطفیٰ ارمان بفتح و بضم میم تحفہ جنین وہ بچہ جو زہدان میں ہو روز نشر روز
قیامت پھر اصل کی طرف رجوع فرمائی کہ حضرت یوسف نے لہد نصتہ کہنے کے جو او پر گذر ارمان سے کہا کہ اے
فلان میرے واسطے اس سیر سے کیا تحفہ لایا یا غالی ! اچھا یا رون کے دروازے پر آنا ایسا ہی جیسے بے گندم
چکی کے پاس جانا کہ اسکو دانہ ٹوٹسکا بھی نصیب نہیں ہوتا ! اللہ تعالیٰ حشر کے دن مخلوق سے کہے گا کہ اس
روز نشر کے واسطے کچھ تحفہ لایا ہو وہ کہاں ہو عرض کر دو ! شہر مفتیس ہو آیا کہ یہ ! و لعدہ جہنمونا و فرادے
کما خلقکم اَوَّلَ مَرَّةٍ و مَرَّکُم مَّا خَوَّلَکُم و رَاَکُمْ کَرِّمٌ تحقیق آئے تم ہمارے پاس تنہا جیسے کہ پیدا کیا تھا
تم کو تنہا پہلی دفعہ بے مال و متاع و نیوی کے اور چھوڑا تم نے پس پشت وہ جو دیا ہم نے تم کو دنیائے
غرض دنیا کا مال و متاع وہین چھوڑا اس دن کے لیے کیا تحفہ لائے کہ وہ اعمال صالح میں طہر دار ہو کر اس
روز رستخیز کے واسطے کیا تحفہ لائے ہو اور کونسی دستاویز تھا رہے پاس ہو یا تم کو امید اس بات کی نہ تھی
کہ تم ہمارے پاس لوٹ کے آؤ گے اور یہ آج کا وعدہ تم باطل سمجھتے تھے تو تو اپنے گدھے پن سے منکر
اسکی معافی کا پریس اس کے باورچی خانے سے کیا خاک و خاکستر کھائے گا اور جو منکر نہیں ہو تو ایسے دوست
کے دروازہ پر غالی ! اچھا کیوں قدم رکھتا ہو ! اپنے خواب و خور روزمرہ میں ذرا کمی و تنگی کراؤ ! تحفہ اسکی ملاقات

کامیاب توتا جو تیرا معمولی پر اسین تھوڑا اٹھتا دے اور اس حاکم میں بھی ہر صبح اس سے مخفرت چلا کر کمال اللہ عز و جل کا توتا
 قَلْبًا مِنْ أَلْبِلْ مَا يَمْحُونَ وَبِالْأَسْحَابِ يَسْتَفِرُّونَ تھے وہ کہ تھوڑا رات میں سوئے نہ تھے اور ہمیشہ صبح کو استغفار کرتے تھے۔۔۔
 تھے تو ذرا سی جنبش کر مثل جنبین کے جو ظلمات مشیمہ میں ہر کہ ظلمت و ظلمت ہی لینے شکم اور مشیمہ مجر جنبش جو اس
 نور بین قصاص قدر اسکو بخشے ہیں بلکہ عجیبی سہی و کوشش ضرور ہر توفیق نور سے بہرہ باب ہو اور جو جان سے
 مثل رحم کے نکل جائے تو اس زمین دفن سے عرصہ صبح میں پہونچ جائے اور وہ عرصہ وہ ہر جسکو ارض اللہ واسعتہ
 کہا ہو اور وہ عرصہ جان انبیاء کے ہیں چنانچہ فرمایا اَرْضُ اللہ وَاَسْتَفْتَا بَرَّوْا فَيَمَّا زَيْنِ اللہ کی نہایت وسیع ہو
 پس ہجرت کر دتم اس میں قولہ دل نہ گرد و تنگ زان عرصہ فراخ ہو نخل تر آن چاند گرد و خشک شاخ ہو نامہ لک تو ہر چہ
 را کون بد کند دامادہ می شوی و سرنگون بد چونکہ معمولی نہ حامل وقت خواب ہو ماندگی رفت و شد می بی چہ و توبہ
 چاشنی وانی تو حال خواب را بد پیش معمولی حال اولیا بد اولیا اصحاب کہ فدا و عنود و در قیام و در قلب و در قوت
 ہی کشد شان بے تکلف در فعال بد پیچہ ذات الیمین ذات الشمال بد ہیبت ذات الیمین فعل حسن بد حبست آن
 ذات الشمال اشغال تن بد گرد توبہ ہیبت شان بد شوری درون بد نیست شان خوف و لا اہم یختر لون بد میر
 این ہر در تہ دم بد بد بد بے خبر زین بر و و ایشان در فرید نامی رود این ہر دو کار از انبیا بے خبر زین
 ہر دو ایشان چون صدا بد اگر حدایت بشنوند خیر و شر بد ذات کہ باشند زہر و بخر بد المعنی حامل بردارند معمول
 بردارند شدہ قلب گردش ز تو و یضمنین سونا اور وہ میدان فراخ جس سے بھی دلشک ہی نہونہ نخل تر رہاں کا بھی
 خشک شاخ ہو تو تجارت بیداری اپنے حواس کا حامل ہر جس سے است اور ماندہ اور سرنگون ہوتا ہی جیسے کہ
 کیفیت غنودگی کی ہر یا بار برداری کی اور جب تو معمول ہوتا ہی نہ حامل وقت خواب کے تو نہ ماندگی رہتی ہی نہ کوئی
 تہ و تاب تہس اسی اپنے حال خواب کو مقابل معمولی حال اولیا کے سمجھ کہ یہ ایک علمی ان کے حال کی ہو اور ایک
 باب ان کے جو ہیبت کی اور ہی معمولی انکو بے تکلف افعال کی طرف مٹھتی ہی مگر وہ بے خبر اس سے کہ یہ
 افعال ذات الیمین ہیں یا ذات الشمال ذات الیمین نکر کار جبکہ سپدے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اور ذات الشمال
 بد کہ جن کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا چنانچہ خود بھی تفسیر کی فرمائی کہ ذات الیمین کیا ہو فعل حسن ہیں و ذات الشمال اشغال
 تن اگر تو انکو ایسی بات میں جو ذات الشمال سے ہو بد شوری داخل دیکھے تو انکو اس سے کچھ خوف و حزن نہیں
 لکما قال اللہ تعالیٰ اِنْ اُولَیْکَ اَللہُ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ وَلَا اَہْمٌ یَخْرُؤُنَ بیشک اولیا اللہ کے نہ خوف ہو ان پر نہ ان کو
 کچھ غم ہو اور لوگوں سے تو یہ دونوں لینے فعل حسن اور اشغال تن ظاہر صادر ہونے ہیں اور یہ ان کو خوب جانتے
 سمجھتے ہیں لیکن یہ دونوں سے بچ رہیں گو کسی ہی زیادتی میں ہوں اور انبیا سے بھی دونوں صدور کرتے
 الیمین مگر وہ بھی مثل صدر کے دونوں سے بچ رہیں جیسے کہ اگرچہ خیر و شر کی صدا بلکہ سنا لے مگر ذات کوہ

کی دونوں سے بچ رہی ہو، نہ اسکو خیر کی خبر نہ شر کی الخلاف شرح میں بجائے خشک شمع کے شمع شمع چاشنی
دانی تو کی جگہ صرف چاشنی دان ذات کہ کی جگہ ذات اور

کناہان کا یوسف علیہ السلام کو کہ تیرے واسطے تحفہ میں آئینہ لایا ہوں کہ جب آئین
منہ دیکھو مجھ کو یاد کرو

تو کہتے یوسف ہیں بیاورار منان + اور شرم این تقا عا و رنخان + گفت من چندار منان بستم ترا ہا ارفانے
در نظر نامد مرا + جبہ راجانب کان چون ہرم + قطرہ راسوے عمان چون برم + زیرہ رامن سوے کرمان
آورم ہا گر بہ پیش تو دل وجان آورم + نیست تجھے کا دین انبار نیست + غیر حسن تو کہ اورا بار نیست + لائق
آن دیدم کہ من آئینہ نو پیش تو آرم چونورسینہ + تا بہ پنی روے خوب نمودوران + ای تو چون خوشید شمع آسمان ہا
آئینہ آوردست ای روشنی + تا چون پنی روے خود یاد مکنی + آئینہ بیرون کشید او از غل + خوب را آئینہ
باشد مشغل + آئینہ ہستی چہ باشد نیستی + نیستی بگزین گرا بلہ نیستی + نیستی و نقص ہر جائے کہ خواست + آئینہ
خوبی جلد ہستاست + بہر آن کہ نیستی پاود گیت + ہوا بچہ این ہستی ہمہ آلود گیت + چونکہ جامعہ چست و
دزدیدہ بود + منظر فرہنگ درزی کے شود + تا تراشیدہ ہی یا بد جزوے + تا دروگر اصل سازد یا فروغ +
خواجہ اشکستہ ہند + بخار و و + کہ در آنجا پاسے اشکستہ بود + کے شود چون نیست رنجور و نزار + آن جمال
صنعت طب آشکار + بخاری و دود نے مسہا ای کیا ہا گر نباشد کے ناہد کیا + نقصا آئینہ صفت کمال +
دان حقارت آئینہ عزوجل + المعنی حبسہ بفتح و تشدید با وزن یک سرخ ہندی رتی زیرہ معروف اور کرمانی
قسم اول ہوتا ہا پاود گئی پاودن سے صاف کرنا جذوع بغضتین تنہ ہاے درخت حضرت یوسف نے اپنے
ہمان سے کہا خبر درو ہوا ہاے یے جو تحفہ لایا ہو وہ لا اور اسکا حال یہ کہ اس تقاضا کی شرم سے غمان کرتا تھا کتا
میں نے تمہارے واسطے بہت تحفہ ڈھونڈھا کوئی تحفہ تمہارے لائق میری نظر میں نہیں آیا خیال کیا رتی
بھرنے کو کان کے پاس کیا لجاؤن اور قطرہ کو عمان کے سامنے کیا لاؤن دل میں گذرتا تھا کہ دل وجان بہت
عزیز چیزیں آگیا رنخان بناؤن لیکن کتا تھا یہ تو ایسا ہر جیسے زیرہ کرمان کو لے جانا کوئی تم ایسا نہیں جو انبار دنیا
میں نہو اگر نہیں ہو تو تمہارا سا حسن نہیں ہر جس میں کوئی شریک نہیں جس میں نے تمہارے لائق یہ بات
دیکھی کہ ایک آئینہ تمہارے پاس مثل نورسینہ کے لجاؤن تو تم اپنے روے خوب کو اس میں دیکھو کہ تم مانند
خوشید شمع آسمان کے ہو اور یہ بھی ہو کہ جب تم اس آئینہ کو ای روشنی عالم کی دیکھو گے تو مجھ کو بھی یاد کرو گے
یہ میرا یادگار ہو گا یہ کہم کے آئینہ نفل سے لگا لا اور سامنے رکھ کے کہا کہ خواہ صورت سب آئینہ سے مشغول
ہوتے ہیں اب مقولات مولانا رہ کے ہیں فرماتے ہیں کہ تیسری جو یہ ہستی ہو اسکا آئینہ نیستی جو اس ہستی کہ

فنا کر تو اصل مستی کی نیسی آئینہ بنے اور صورت اسکی اس آئینہ میں نظر آئے پس اگر تجکو خدا نے عقل دی ہو اور
 احمق نہیں ہو تو نیستی اختیار کرے در نیستی کو فت تاہست شدہ اور وجہ اسکی یہ کہ جس جگہ نیستی وکی پیدا ہوتی ہو وہی
 نیستی و نقص آئینہ خوبی جملہ ہست کے ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ نیستی ایک پالودگی ہو جس سے تمامی آلائش
 سے صاف ہو جاتا ہو اور جو یہ ہستی تیری ہو یہ بالکل آلودگی جس میں تولد پت ہو رہا ہو خیال تو کہ جب کچرا خوب چست اور
 ٹھیک سیاہ ہوا ہوتا ہو لکچر درزی کو اس میں ہوشیاری جنگلے کی کب حاجت ہوتی ہو جب بڑھئی نگرئی تراشیدہ یعنی
 تہ درخت سے جدا پاتا ہو تو اس میں وہ انجی کار گیری کر کے اصل و فرع کسی شے کی بنا کے دکھاتا ہو جس خواہہ کا کوئی عضو
 ٹوٹ جاتا ہو تو وہ وہیں جاتا ہو جہاں اور شکستہ پاتے ہیں یہ کب ہو سکتا ہو کہ کوئی شخص رنجور و نزار نمودار اسپر
 جمال فن طب کا ظاہر کیا جائے اور انا اگر تانبون میں ناچیزی و بے توقیری نہ ہو تو کیا ان کو کیون دکھائی جائے
 یہ نقص جو تیرے آئینہ میں ہیں کہ تو ان کو وصف کمال کا سمجھتا ہو خوب جان لے کہ اس سمجھنے میں تیری حقارت آئینہ
 عز و جلال کی ہو کہ ناقص کو کامل اور کامل کو ناقص جان رہا ہو اختلاف شرح میں ہستیا کو ہستیا لکھا ہو قولہ
 زانکہ صندرا صند کند پیدا یقین ہ زانکہ با سر کہ پدیدست انگبین ہ ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت ہ اندر استکمال
 خود و واسپہ تاخت ہ زان محی پر و لبوسے ذوالجلال ہ کو گمانے می برد خود را کمال ہ عظمت بدتر ز پندار
 کمال ہ نیست اندر جانت ای مغرور و ضال ہ از دل و از دیدہ ات بس خون رود ہ تا تو این مجھے بیرون روڈ
 علت ابلیس انا خیر بدست ہ دین مرض و نفس ہر مخلوق ہست ہ گرچہ خود را بس شکستہ بیندا و ہ آب صافی دان ہ
 سرگین زیر جو ہ چون بشورابی و در امتحان ہ آب سرگین رنگ گردد و در زمان ہ در تکب جو ہست سرگین ایفت ہ
 گرچہ جو صافی نماید ترا ہ ہست پیر راہ دان پر فطن ہ با غماے نفس گل را جوے کن ہ جوے خود را کے تو اند
 پاک کرد ہ نافع از علم خدا شد علم مرد ہ کے ترا شد تیج دستہ خویش را ہ رو بکراچی سپار این ریش را ہ آب جو سرگین
 نغاند پاک کرد ہ جہل نفسش را نہ و بد علم گرد ہ بر سر ہریش جج آمد گس ہ تانہ بیند تیج ریش خویش کس ہ وان گس
 اندیشما و مال تو ہ ریش تو آن ظلمت احوال تو ہ در ہند مردم بیان ریش تو پیر ہ آ زمان ساکن شود در و نفیر ہ
 تانہ پنداری کہ صحت یافتہ است ہ پر تو مرہم در آنجا یافتہ است ہ ہین زمرہم سرکش ای پشت ریش ہ وان ز پر تو
 دان بدان از اصل خویش ہ این سخن پایاں ندارد ای جوان ہ بشتر اکنون قصہ و ضمن آن ہ اسنے دو اسپہ اسپہ
 ڈاک مراد عجلت سے قتال گراہ متجھے مغروری تیج بقاوت دیاے ریم ہندی پرپ بتاؤید سالت فرمایا کہ نقص
 سے کمال اور کمال سے نقص جانا جاتا ہو اسواطیکہ با ہم صندہین اور صند کا یقین صند ہی پیدا کرتی ہو جیسے
 مقابل سرکہ کے شہد ظاہر ہو جسے اپنے نقص کو دیکھا اور پہچانا وہ اس کے استکمال میں دو اسپہ دوڑا یعنی
 بنایت شتابی کی اور جس نے آپ کو کمال گمان کیا وہ خدا ذوالجلال کی طرف نہیں اڑ سکتا جملہ علون سے

ایسی علت بدتر کوئی نہیں جو جیسی کہ علت پندار کمال کی آء مغرور گمراہ تیری جان میں ہر یہ علت سو بڑی مشکل سے
 جانے لگی اور بڑی مصیبت سے یہ مغروری تیری مٹے گی کہ دل و دیدہ سے بڑے خون ہما نا پڑیگی شیطان کی علت
 انا خیر تھا جبکہ قرآن شریف میں ہر قال انا خیر کلمۃ کما ابیس نے میں آدم سے بہتر ہوں بس راندہ گیا یہی مرض ہر مخلوق
 میں بکثرت ہر سب اس مرض میں مبتلا ہیں بہت ایسے ہیں کہ وہ آپ کو نہایت مشکستہ اور خاکسار دیکھتے ہیں لیکن
 حال یہ ہر کہ جیسے اور یہ صاف پانی نہر کا اور نیچے اُسکے گوبر اگر امتحان کی راہ سے اُس پانی کو کھلکھلاؤ تو وہ پانی مصیقت
 گوبر کا ہر نگ ہو جائیگا بس اگر فقا تیری نہر کی تک میں گوبر ہو اگرچہ تجکو نہر صاف معلوم ہو مگر یہیرا ہدان پر غنن جو
 کل باغون نفس کا نہر کن ہر وہی اسکو صاف کرے ورنہ نہر آپ کو کب پاک کر سکتی ہر خدا کے علم سے آدمی نے
 نفع پایا ہر جیسے ابتداء آدم علیہ السلام نے بس اسی کے علم سے امید صغائی کی رک تیغ اپنے دستہ کو آپ کیسے
 تراش سکتی ہر جا یہ زخم کسی جراح کے سپرد کر جب جو سرگین کو پاک نہیں کر سکتا اور جہل نفس کی گرد کو علم حجاز نہیں
 سکتا اور وہ ریش جسکو ہم کہتے ہیں جراح کے سپرد کر اسپر کھیاں بہت گھری ہیں جن کے سبب سے کوئی پیپ
 اُس ریش کی دیکھ نہیں پاتا اب جانا کھیاں کیا ہیں تیرے اندیشے اور تیری امیدیں اور زخم کیا ہر ظلمت تیرے احوال کی
 اور اگر اُس زخم پر تیرے کوئی پیر مرہم رکھے اور اسوقت درود نفیر سے تجکو تسکین بھی ہو جائے تو ہرگز یہ گمان مت کر کہ صحت
 ہوگی ہر نہیں یہ اُسی مرہم کا پرتو اسپر چمکا ہر جو تسکین ہوئی ہر خیر دار تیری پشت ریش ہر مرہم سے کنارہ کش مت ہو
 اور اسکو جو تسکین ہوئی ہر اُسی مرہم کے پرتو سے جان نہ اپنی اصل سے آئندہ گریز ہر دوسرے قصہ کی طرف کہ
 اہر جو ان اس بیان کی تو پابان نہیں اُسکے ضمن میں اب دوسرا قصہ سن الخلاف تشریح بحر العلوم میں راہدان
 کو راہدان قح کو قح سرکش کو سرکہ کش لکھا ہر

مرتب ہونا کاتب وحی کا اس سبب سے کہ پرتو وحی کا اسپر بڑا اور اس آیت کو قبل آنحضرت
 سے پڑھا اور کہا کہ میں محل وحی ہوں

قولہ پیش از عثمان کیے نسخ بود ہر کو بہ نسخ وحی جد سے مینود ہر چون بنی از وحی سرمودی سبق ہر اوامان لاوا لوستی
 بر ورق ہر پرتو آن وحی بروے تافتی ہر اور دون خویش حکمت یافتی ہر عین آن حکمت بفرمودی رسول ہر بنیقہ
 گمراہ شد آن بوالفضل ہر کا پنجمی گوید رسول مستیز ہر مرماہست آن حقیقت در ضمیر ہر پرتو اندیشہ اش ز دبر رسول ہر
 قہر حق آورد بر حاش نزول ہر پرتو آن ناگش بدل تافت ہر در دون خویشتن حرفے نیافت ہر ہم زناخی
 بر آمد ہم زوین ہر شد عدد و مصطفیٰ از روے کین ہر مصطفیٰ فرمود کا کبر و عنود ہر چون سبقتی اگر نور از
 تو بود ہر گر تو یمنوع آئی بود ہر این چنین آب سیہ بکشود ہر اندرون می سوختش ہم زین سبب ہر تو بہ
 کر دن سے نیارست اہر عجب ہر تاکہ نامو کش ہر پیش این و آن ہر نشکند بر بست از تو بہ دھان ہر

آہ میگرد و بندش آہ سودا چون در آمد تیغ سر را در بودا کرد حق ناموس را حد من حدید پا ای بسا بسته بہ بند ناپدید بہ کبر و کفر
 انسان بہ بند در راہ را بہ کو نیار د کرد ظاہر آہ را بہ المعنی نسانہ تہذیب سین زائل کرنے والا اور بدتر کو بہتر سے بدل دینے
 والا اور کتاب لکھنے والا جبر کبر و تشدید وال کو شمش مستنیر نور یا بندہ تہذیب بالفتح چشمہ آب سہ آب عمیق و سیاہی و دوات
 تہذیب لفظ تیز و آہن یعنی حضرت عثمان جامع القرآن سے قبل ایک کتاب تھا کہ وہ وحی کے لکھنے میں بڑی کوشش
 رکھتا تھا اور اس کتاب کو بعض نے مسیلہ کذاب بتایا ہے اور بعض نے عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو کہا ہے اور اسی قول
 کو صحیح لکھا ہے مگر مولانا نے ابھی کسی کا نام نہیں لیا ہے اور یہ جو کہا ہے زمان عثمان سے قبل بدین مناسبت کہ پہلے
 قرآن شریف ہر شخص کے پاس جبر و جود تھا اسکے وقت میں حج ہو کے مجموع ہوا تو عرض جب حضرت وحی کا سبق فرماتے وہ اسکو
 ورق پر لکھ لیتا تھا جو کہ پرتو اس وحی کا اسکے درون پر پڑتا تھا اور وہ اپنے درون میں اس پرتو سے حکمت پاتا تھا
 اور عین وذات اسی حکمت کو آنحضرت فرماتے تھے پس اتنی بات سے وہ کاتب بوالغفل مگر آہو گیا اور کہا
 جو کچھ نور وحی سے رسول مستنیر نور پاتے اور بہرہ یاب ہوتے ہیں اس کی حقیقت و اصلیت میرے دل میں ہوتی ہے
 من بعد ایک پرتو اس اندیشہ کا اس کے رسول مقبول کے دل پر پڑا کہ اس کاتب کو یہ اندیشہ اور خیال ہے مؤثر خدا
 کا اس کے حال پر نازل ہوا کہ ناگاہ ایک پرتو قہر کا اس کے دل پر ایسا پڑا کہ پھر اپنے دل میں اس نے ایک
 حرف بھی نہ پایا سب سہو محو ہو گیا پس سانحی سے بھی گیا اور دین سے بھی اور بمقتضائے عداوت حضرت مصطفیٰ علی
 اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے ٹھہرا چنانچہ آنحضرت نے سہرمایا کہ امی کبر اور عنود اب تو کیسے سیاہ ہو گیا اور وہ نور
 و اصل اگر تیرا تھا تو کدھر گیا اگر تو چشمہ نور آئی کا تھا تو یہ آب تو نے کیسا بہمایا ہے جو مراد کفر اور ارتداد سے ہے
 اور اس سبب سے اس کا بھی اندرون جلتا تھا اور ای مخاطب تعجب یہ کہ تو بہ نہیں کر سکتا تھا عوام کے سامنے
 اسکی عزت و حرمت نہ بگڑنے پائے ہیں تو بہ سے منہ بند ہو گیا تھا آہن کرتا تھا اور ان سے کچھ فائدہ نہ تھا اور کیسے
 ہوتا وہ تو تین قہر آبی کی تھی دفعہ آئی اور سر تار کے لے گئی خدا تعالیٰ نے ناموس لینے عصمت و عفت
 کو اسپر سیکڑوں میں بوجھ لوسے کا کر دیا کہ ہل نہ سکا الحق بہت لوگ بستہ بند ناپدید کے ہوتے ہیں یعنی
 غیب کی قید کے مقید اور وہ بند بسبب کبر و کفر کے ہوتی ہے اور یہ دونوں ایسی اس کی راہ بند کرتے ہیں
 کہ وہ آہ کو اپنی اس خرابی پر ظاہر نہیں کر سکتا آہ عبارت تو بہ و ندامت سے ہے اختلاف تہذیب میں
 بچاے بروے برو تافتے اور نساخی کو گستاخی کیر و عنود بدون عطف حدید کو جدید نہ بند کی جگہ نیست
 کہ یہ نیست ہو لکھا ہے قولہ گفت اغلالاً نعم بہ معقون یا نیست آن اغلال مارا از برون یا خلفہم سدا غشیانا
 ہمو بہ سے نہ بند بندہ را پیش و پس او بہ رنگ صحرا دار دآن سدا یکہ خاست بہ او یعنی داند کہ آن سدا
 قہناست یا شاہد تو سدا روے شاہد است نہ مرشد تو سدا گفت مرشد است یا ایسا کفار را سودای دین نہ

بندشان ناموس و کبر آن و این ہا بند پنهان یک از آہن تبر ہا بند آہن را کسند پارہ تبر ہا بند آہن را توان کردن جلد
بند غیبی را نہ داند کس دوا ہا مرد را زہر اگر نیش زندہ طبع او آن لحظہ بردفعے تند ہا زخم نیش اما چو از ہستی
تست ہا غم قوی گرد دگر دوردست ہا شرح ابن از سبب بیرون می جہد ہا لیک می ترسم کہ نومیدی دہد ہا
نہ مشو نومید و خود را ستاد کن ہا پیش آن فریاد رس فریاد کن ہا کاسے محب عفو از ما عفو کن ہا ای طیب رب نج
نا سو بر کن ہا عکس حکمت آن شقی را یادہ کرد ہا خود مبین تا بر نیار داز تو گرد ہا ای برادر بر تو حکمت جاریہ ست ہا
آن ز ابدانت بر تو جاریہ ست ہا گرچہ در خود خانہ نورے یافتست ہا آن ز سمع پادشاہان یافت ست ہا شکر
کن غوہ مشو مینی مزن ہا گوش دار و قنخ خود مینی بکن ہا عند ہزاران آہ کین عاریتی ہا امتان را دور کرد از امتی ہا
من غلام آنکہ اودر ہر رباط ہا خویش را واصل نہ بیند بر سماء ہا بس رباطے کہ بباہر ترک کرد ہا تا بمسکن در رسد
یک روز مرد ہا گرچہ آہن سرخ شد و سرخ نیست ہا بر تو عاریتے آتش ز نیست ہا المعنی جہتی زدن انکا رکرتا
رباط لنگر خانہ سماط دسترخوان پہلے دونون شعر مقتبس ہین آئہ کریمہ سے جو یہ ہر انا جعلنا فی اعانتا قلم

اغلا لا فی الی الاذقان فم تمحون وجعلنا من بین ایدہم سدا من غلغم سدا فاعشینا ہم فہم لا یبصرون بیشک کیے ہم نے
گردن میں کا فردن کے طوق سودہ اسکی ٹھوڑی تک ہین کہ سر اٹکا او پر ہی کور ہتا ہی جھکتا نہیں اور بنائی ہم نے
سلسلے اسکے ایک دیوار اور پیچھے اسکے ایک دیوار جو پردہ کیے ہر ان کے واسطے کہ اپنا پیش و پس اُنکو نہیں
سو جھتا یعنی ہماری آیتوں کے منکر ہین اور راہ ایمان کی اُنکو نہیں سو جھتی اور یہ اغلال خارج سے نہیں اور یہ
دیوار جو اسکے آگے پیچھے پیدا ہوئی ہر مثل صحرا کے ہر کہ جبین میدان ہوتا ہر کوئی اُڑ نہیں ہوتی اور وہ مطلق
نہیں جانتا کہ یہ دیوار حکم خدا کی ہر اور غیبی نہ خارجی تیرا معشوق جو کبر و ناموس ہر بھی سد صورت معشوق حقیقی کا ہر اور
مانع اسکی دید کا اور مرشد کیرا جو نفس و مشطبان ہر بھی سد قول اصلی مرشد کا ہر کہ اُسکو سننے سمجھنے نہیں دیتا
اتر مخاطب اکثر ایسا ہو کہ کفار کو سوداے دین پیدا ہوا مگر مہی ناموس و کبر اور شرم لوگوں کی اُن کی بند طبع
ہو گئی اور دین سے اُنکو باز رکھا یہ چھپی قید ہر لیکن قید ظاہر آہن سے تیر ہر اس لیے کہ قید آہن کو تو گھڑی
بارہ بارہ کر سکتی ہر بخلاف اسکے کہ یہ قید غیبی ہر اسکو کوئی جدا نہیں کر سکتا نہ اسکی کچھ دوا تھو بطور مثال
فرماتے ہین کہ اگر کسی آدمی کو زہر کاٹے تو طبیعت اسکی جو منتظم جسم کی ہر فوراً اسکی دفع پر مستعد ہوئے
اور دفع کرے لیکن یہ ڈنک جو تو نے اپنی ہستی کا کھایا ہر یہ دفع ہونے کا نہیں ہر یہ تو ایسا ہر کہ جتنا تو غم کھاتا
جاے اتنا ہی غم قوی ہوتا جاے اور دردست نہوئے اب فرماتے ہین کہ شرح اس نیش ہستی کی
میرے سینے سے باہر اچھل رہی ہر لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بیان کردن اور نومیدی اُسکا نتیجہ
ہو فرماتے ہین نومید مت ہو اور خوش رہ اور سامنے اُس فریاد رس کے فریاد کر کہ ای محب عفو کے جو کچھ ہماری

خطا ہو اسکو ہم سے غفور اور ای طیب بچنا سورکن کے تیری حکمت کے عکس یعنی پرتو نے اس بد بخت کو کہ مراد
اُسی نسخ سے ہے بیہودہ اور گمراہ کیا پس ہر شخص کو چاہیے کہ خود میں نہ بنے تا قہراً اسکو برباد نہ کرے آخر برادر
خوب جان لے کہ حکمت اُسکی تجھ پر جاری ہے اور وہ ابدان سے ہے کہ تیرے پاس عاریت ہو اگرچہ کسی نے خود ہی اپنے
گھر میں نور پالیا ہے وہ بھی اسی پادشاہ کی شمع سے چمکا رہے تھے اُسی کا عطیہ پادشاہان میں الفت نون زادہ ہے تو اس کا
شکر کر مفرودست ہونا کار نکیر میری بات دل لگا کے سن اور خود بینی کی جڑ نکال کے پھینک دے لاکھوں آہن کرتا
ہوں میں اس بات پر کہ اس عاریتی نے جسکو اوپر بدن کہا ہے بیسیون امتون کو امت پن سے دور کر دیا ہے تین تو
غلام اسکا ہوں جو بے طمع اور بے پروا ہے اور کسی نگر خانے کے دسترخوان پر آپ کو پہنچا ہوا نہیں پاتا بس یہ
دنیا کہ ایک رباط و مسافر خانہ ہے اسکو ترک کرنا چاہیے تو کسی دن مرد اپنے مسکن اور منزل مقصود پر پہنچے
آہن اگرچہ آگ سے سُجھ ہو جائے وہ سرخی اُسکی نہیں ہے وہ پرتو عاریتی کسی آتش زن کا ہے اگر حقیق کا
الخلافت شرح میں بچاے اغلال مارا از کے اتال لکھا ہے اور خاست کو خواست بینی ہزن کو بینی بکن
تو لہ گر شود پر نور روزن یا سرا ہے تو بدان روشن مگر خورشید را ہے و در دیوار گوید روشنم ہے پرتو سے
غیر کے ندارد بن منم ہے پس بگوید آفتاب امرا رشید ہے چونکہ من غائب شوم آید پدید ہے سبز با گویند ما سبز
از خودیم ہے شاد و خند انیم و پس زیبا خدیم ہے فصل تابستان بگوید کاے امم ہے خویش را بینید چون من بگذرم ہے
تن ہی نازد بخوبی و حال ہے روح بہمان کردہ فر پرو بال ہے گویش امرا بلبہ تو کیستی ہے یک دور و زار پرتو من زبستی ہے
غنج و نازت می نگہ در جهان ہے باش تاکہ من شوم از تو جهان ہے گرم واران ترا گوری کنند ہے کہ کشانت در تک گور کنند
تاکہ چون در گور یارانت کنند ہے طعمہ موران و مارانت کنند ہے گیر داز گندم تو بینی آن کسے ہے کہ بہ پیش تو ہی حروے
بسے ہے پرتو روح مست نطق و چشم و گوش ہے پرتو آتش بود در آب جوش ہے آن چنان کہ پرتو جان بر منست ہے پرتو
ابدال بر جان من بست ہے جان جان چون بر کشد پاراز جان ہے جان چنان گردو کہ بے جان تن بدان ہے سرازان
روحی نم من بر زمین ہے تا گواہ من بود در یوم دین ہے یوم دین کہ زلزلہا ہے این زمین باشد گواہ حالما ہے
گوئی خدشت جہرۃ اخبار ہا ہے در سخن آید زمین اوجی لہا ہے فلسفی گوید ز معقولات دون ہے عقل از دہلیز می ماند برون ہے
فلسفی منکر شود در فکر ظن ہے گوید و سر را بران دیوار زن ہے فلسفی کو منکر خانہ ایست ہے از حواس انبیا بیگانہ
ایست ہے نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہے ہست مخصوص حواس اہل دل ہے المعنی خد بالغ و خسار
مزیلہ بالعتق و باب موحہ علام مفتوح جگہ نجاست اور گو بر طوائف کی جہان بکسر جہندہ گندہ بوسے بد
بتائید صدر فرماتے ہیں کہ اگر روزن یا گھر پر نور ہو جائے تو تو اسکو پرتو منت جان مگر خورشید روشن کو جس
سے وہ پرتو ہو ہے اور جو در دیوار کمین کہ ہم روشن ہیں کسی غیبر کا پرتو ہم پر نہیں ہے ہم آپ ہی

آپ ہین تو نور شدید کہتا ہے کہ اگر وہ جب میں چھپ جاؤں لگا تب تجھ کو ظاہر ہو جائیگا کون روشن تھا اور کس کی روشنی
تم میں تھی ایسے ہی سبزے اگر کہیں کہ ہم آپ ہی سبز ہین اور شاہ و خدان وزیا رخسار تو فصل گرمی کی جو بہار ہو کہتی ہے کہ
اگر وہ جب میں نمون تب آپ کو دکھیو کہ کس سے سبز اور زیبا خد ہو رہے تھے تن انسان کا اپنے جمال و خوبی پر
کیسا اترتا و فخر کرتا ہے اور پوشیدہ روح نے اسکو زیبائی اور پرواں دیے ہین جو ایسی اڑنیں اڑتا ہے تو روح
کہتی ہے کہ اگر جس محل نجاست تو کون ہے یہ چند در میرے ہی پر تو سے تو نے زندگانی کی ہے اور غنچ و ناز جہان
میں دکھائے ہین ایسے جو جہان میں نہیں سماتے رہ کہ میں تجھ سے الگ ہو جاؤں پھر تو اپنا حال دکھیو کیا ہوتا ہے
جو تیرے دوست گر مارم ہین وہی تیرے واسطے گور کھودین گے تاکہ تجھ کو چھینچ کے گور کے گڑھے میں ڈال دین
اس لیے کہ جب تیرے یار تجھ کو گور میں ڈال دین تو تو خوراک مور و مار کی بنے اور یہ حال تیرا ہو کہ جواب تیرے سامنے
مارے محبت کے مے جاتے ہین یہی تیری بد بوسے اپنی ناک بند کرین اور سخت متفر ہون انسان میں جو نطق اور
چشم و گوش ہے جیسے گویا و بینا و شنوا ہو رہا ہے یہ سب روح کے پر تو سے ہے جیسے آگ کے پر تو سے پانی میں
جوش ہوتا ہے اب فرماتے ہین جیسے پر تو جان کا تن پر ہے ایسے ہی پر تو ابدال کا میری جان پر ہے کہ نطق و سمع و بصر
اُسکی اُس سے ہے معاذ اللہ اگر وہ جان کی جان اپنا قدم جان سے ہٹائے تو جان ایسی بیکار رہ جائے
جیسے تن بیکار ہو جاتا ہے سر اپنا زمین پر اس سبب سے رکھے رہتا ہوں کہ زمین یوم دین میں میری گواہ
بنے اور یوم دین وہ ہے کہ زمین جس دن ہلائی جائے گی زمین ہلایا جانا کا قال اللہ تعالیٰ اذ از لزلت الارض
زلزلما اور ظاہر باتین کرے گی اپنی خبروں سے جو اسکو معلوم ہوں گی اعمال مردم سے حکم و وحی خدا تعالیٰ
کے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے یومئذ نحدث اخبارا بان ربک اوحی لما آج بیان کرے گی زمین جن سے وہ
خبردار ہے اس سبب سے کہ ایسا ہی حکم اللہ تعالیٰ کا اسکو ہے آئندہ اعتراض ہین فلاسفہ پر جنکو زمین کی تحدیث
میں استعجاب ہوتا ہے فرمایا کہ فلسفی کے مقولات پنج پوچ کیا چیز ہین جنکی عقل بارگاہ الہی میں دروازے کی دہلیز پر
پاؤں نہیں رکھ سکتی باہر ہی کھڑی رہتی ہے فلسفی اگر اپنی فکر و گمان میں منکر اس بات کے ہوں تو ان سے
کہہ دے جاؤ اپنا سر اس دیوار پر مارو فلسفی تو منکر گریہ خانہ کا بھی ہے جس کو اس وقت کے سب لوگوں نے
سنا اور روناسکا ثابت ہے وجہ یہ ہے کہ جو اس انبیاء سے بیگانہ اور غیر ہین اپنے سے جو اس اُنکے بھی
جانتے ہین کس واسطے کہ نطق آب و خاک و گل کی سننا یہ اہل دل کے جو اس سے مخصوص ہے نہ اہل عقل کے الحلاف و شرح
میں اپنے رسم خط کے خلاف گوری کو کورے اور کو کثافات کے بجائے کش اوحی لما کی جگہ فارہا قولہ گویا وہ
کہ پر تو سوداے خلق ہا پس خیالات آورد و در راے خلق ہا بلکہ عکس آن فساد و کفر آوردین خیال منکرے را
نہ در و فلسفی فردی را منکر بود و رہا مذم منکر دیوے شود ہا گر نہ یدی دیو را خود را بسین ہا بے جنون نبود

کہو دی بر حسین ہر کراوردل شک و بچانیت و فلسفی و منکر نہایت ہا دنیا پر اعتقاد و گاہ گاہ ہا آن رگ فلسفہ
 کند رویش سیاہ ہا الخدرا و مومنان گودر شاست ہا در شابس عالم بے منتہاست ہا جملہ ہفتاد و دو دولت و دولت ہا
 وہ کہ روزی آن برآمد از تو دست ہا ہر کہ اورا برگ این ایمان بود ہا ہنچو برگ از نیم اولر زان بود ہا بر بلیس دیو
 زان خندید ہا کہ تو خود را نیک مردم دیدہ ہا چون کند جان باز گو نہ بوسین ہا چند و او بلا بر آید ز اہل دین ہا ہر
 دکان ہر ز رنما خندان شدہ است ہا زانکہ سنگ امتحان نہمان شدہ است ہا پردہ ای ستار از ما واکیر ہا باش اندر امتحان
 مارا مجیر ہا قلب پہلو میرند باز نشب ہا انتظار روز می دارد و سبب ہا باز بان حال زر گوید کہ باشش ہا ای مزدور
 تا بر آید روز فاش ہا صد ہزاران سال ابلیس بین ہا بود ز ابدال و امیر مومنین ہا ہنچو ز دبا آدم از نازیکہ داشت ہا
 گشت رسوا ہنچو سرگین وقت چاشت ہا ہنچو با مردان فرن ای بو البوس ہا بر تر از سلطان چہ میرانی فرس ہا
 المعنی الخدرا ہنچو فلسفہ بافتح فلسفی بن غیر بضم دستگیر و پناہ دہندہ فلسفی کتاب کہ سودا و خبط مخلوق کا ایسے خیالات
 جسے خانہ کا گریہ وغیرہ پیدا کر دیتا ہر ہا اور انکی راے میں تور ڈالتا ہر اور یہ ہر نہیں بلکہ ہر یہ کہ خود اسکے فساد و کفر
 نے اپنا عکس اسپر ڈال ڈال کے اس خیال منکری میں اسکو ڈالا ہر فلسفی منکر شیطان بلکہ اقسام جن کا ہر اور
 شیطان خسوقت وہ انکار کرتا ہر اسی وقت اسکو مسخرہ بناتا ہر کہ دیکھو میں موجود ہوں اور خود اسپر سوار اور یہ منکر ہوتا ہر
 ای فلسفی اگر تو نے جو شیطان کو نہیں دیکھا ہر تو اپنے آپ کو دیکھ کہیں بھی سیاہی پیشانی کی بے جنون کے ہوتی ہر جو علامت
 سودا کی ہر اور سودا مایہ جنون اور جنون والے آپ کو کہیں مرعہ سمجھنے لگتے ہیں کہیں گاؤ چنانچہ نفیلین انکی
 کتب طبیعہ میں مسطور ہیں ایسے ہی تو نے بھی شیطان سے آپ کو انسان سمجھ لیا ہر اور جو شخص ایسا ہر کہ اس کے
 دل میں ان باتوں سے شک اور شبہ ہر وہ چھپا ہوا فلسفی اور منکر نہانی ہر کبھی بھی جو اعتقاد اپنا اظہار کرتا ہر
 تو کیا اعتبار فلسفی بن کی جو رگ اس میں ہر وہ تو متھہ اسکا لاکر رہی ہر ہنچو ای ایمان والو ان لوگوں سے کہ یہ لوگ تحقیق میں
 ہیں انکی بات مت سنو متھارے بیچ میں بھی تو بے انتہا عالم ہیں ان کی بات پر کان لگاؤ جملہ ہفتاد و دو دولت تجھ میں ہیں
 اس اعتبار سے کہ یہ بہتر فرشتے اہل اسلام کے ہیں اور تو بھی اہل اسلام مگر افسوس کی بات ہر کہ یہ
 فلسفی بن کچھ سے ظاہر ہو جس کو کہ خدا تعالیٰ نے برگ اس ایمان کا دیا ہر یعنی ایمان نہ رکھتا ہر وہ پتے کی طرح
 اس کے خوف سے کانپتا رہتا ہر کہ ایسا نہو میرا ایمان سلب ہو جائے تو جو ابلیس و شیطان پر ہنستا ہر یہ وجہ ہر
 کہ آپ کو نیکر دیکھتا ہر اور جب جان تیری اس بوسیق کو جو اٹنا پہننے ہوے ہر لوے تو بھر دیکھ اہل دین تیرا
 حال دیکھ دیکھ کے کسی داویلا کرتے ہیں تہر دکان زر پر زر نما یعنی صراف زر فروش خرم و خندان ہر اور
 ہنچو زرتازہ روے اس سبب سے کہ سنگ امتحان چھپا ہوا ہر اور ہر کا عیب در پردہ اتنی خیال سے
 فرماتے ہیں کہ ایستار تو پردہ ہمارا جس سے ہمارے عیب ڈھکے چھپے ہیں مت اٹھا اور وقت امتحان کے

ہمارا دستگیر و پناہ بن زر قلب رات کو زنجیر کی برابری کرتا ہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور ذہب انتظاروں کا کرتا ہر کہ دن ہو تو میری اسکی کیفیت کھلے اور زبان حال سے کہتا ہر کہ اے مکار مزور ذرا ٹھہراہ دن نکل آنے سے تو تیرا حال فاش ہو جائے لاکھوں برس بلیس بعین ابدال رہا اور امیر مومنین کہ مومنین مراد فرشتوں سے ہوا انکا یہ معلوم تھا آخر آدم کے ساتھ بیچہ کیا اور اس ناز پر جو رکھتا تھا اترایا لاجرم کہ ہر کی طرح دو پہر کے قریب کیسا ہوا و نصیحت ہوا گو برا اور چاشت سے یہ مناسبت کہ اسوقت بسبب حرارت آفتاب کے گو برین سے نہایت بدبو پھوٹتی ہے جیسے بلیس سے پھوٹی بس اے لولہ لوس بیچہ مردوں سے مت کر بادشاہ سے اپنے گھوڑے کو آگے کیوں بڑھا تاہر گستاخی و بے ادبی سے ڈرتا نہیں الخلاف شرح میں شک و بیچانی کو شک بیچا نیست باز لبش کو باز مرشب لکھا ہے

دعا کرنا بلعم با عور کا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو جو اس شہر کو محاصرہ کیے ہیں بھرا د لوٹا اور قبول ہونا دعا کا

قولہ بلعم با عور راسخے جہان ہر سنبہ شد مانند غیلے زمان ہر سجدہ ناوردند کس را دون او ہر صحت رنجور شد افسون او ہر بیچہ زرد با موسیٰ از کبر و کمال ہر آنچنان شد کہ شنیدستی تو حال ہر صد ہزار ابلیس و بلعم ورجان ہر بچہ نینس بودست پیدا و نہان ہر این دورا مشہور گردانید اکہ ہر تاکہ باشد این دورا بر باقی گواہ ہر رہزنان را در بیابان چون کشند ہر یک و تن را سوے وہ زایشان کشند ہر تا بہ بیند اہل وہ گیرند پند ہر رویت ایشان بودشان آنچو بند ہر این دورا ز آ و بخت بردار بلند ہر و رندان شہر بس دروان ہر ند ہر این دورا پرچم بسوے شہر برد ہر کشتگان قہر را نتوان شمر د ہر نازنینے تو ولی در حد خویش ہر الدالد پامنہ از حد تو بیش ہر گزرنے بر نازنین تر از خودت ہر و ترک ہر ہم زمین زیر از دت ہر قصہ عاد و ثمود از ہر حیثیت ہر تا بدانی انبیا را تا زکیست ہر این نشان خست و قذت و صاعقہ ہر شد بیان ہر نفس ناطقہ ہر جملہ حیوان را پے انسان بکش ہر جملہ انسان را بکش از ہر ہش ہر اسمعنے بلعم ابن با عور ایک شخص تھا مستجاب الدعوات کفانیون سے خدا تعالیٰ نے اسکو اسم اعظم عطا کیا تھا اسکی برکت سے اسکی دعا قبول ہوتی تھی جب حضرت موسیٰ نے جباریوں پر جہاد کیا ان کے کہنے سے اس نے دعا کی خلاف مرضی حضرت رب العزت کے بس را ندہ گیا چنانچہ اسکی شان میں نازل ہر نمشلہ

کمل الکلب ان تکل علیہ طیث او تر کہ یلث پس مغل بلعم با عور کی مثل کہتے کہ ہر کہ اگر تو اس پر حملہ کرے جب بھون سے اور نہ حملہ کرے جب بھون سے غرض وہ کتا ہو گیا سنبہ بالفتح فریضہ اور کوئی مکنی چیز خست بالفتح زمین میں و صفا قذت بالفتح پتھر ڈالنا صاعقہ کڑک بادل کی جس کو رعد کہتے ہیں بلعم بن با عور کی تمام مخلوق جہان کی فریضہ تھی جیسے زمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جن کا معجزہ احیاء موتی اور ابراہیم رضی تھا

سوا اُسکے کسی کو سجدہ نہیں کرتے تھے جو مراد کمال اطاعت سے ہر اس لیے کہ اُسکے دم سے مریض صحت پاتے ہیں اسی اسم اعظم کی برکت سے اس بلغم باعور نے حضرت موسیٰ سے پیغمبر کیا آخر وہ حال ہوا جیسا تو نے سنا ہے اب کہتے ہیں کہ لاکھوں بلغم اور ابلیس جہان میں ہوئے ہیں کوئی ظاہر ہو گئے کوئی چھپے رہے ابلیس و بلغم سے یہ مناسبت ہے کہ انجام میں حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ ابلیس کا تابع ہو کے کافر ہو گیا جملہ اُن لاکھوں کے ان دو کو اللہ تعالیٰ نے مشہور کر دیا تھا یہ دونوں باقی پرگواہ ہوں جیسے رہزنوں کو جنگل میں مار ڈالتے ہیں دو ایک کو بستی میں بھی کھینچ لاتے ہیں اور مارتے ہیں تو بستی والوں کو بھی پند و عبرت ہو اور ان کا حال دیکھنا ان کے لیے قید ہو جائے تا وہ ایسے فعل میں جنبش نہ کر سکیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چوروں کو اونچی سولی پر لٹکایا ہے ورنہ شہر میں بہت جورتھے ان دونوں کو نیزہ اُسکے تھرکا شہر میں بیگیا جیسے دشمن کا سر کاٹ کے برسر نیزہ شہر میں پھراتے ہیں والہ جو اُس کے تھر کے کشتہ ہیں وہ تو بے گنتی ہیں اب فرماتے ہیں اگر تو اُسکی بارگاہ عالی میں ناز والہ تو اپنی حد پر رہ اور حد سے خبردار پاؤں مت نکالے اور ایسے سے اگر کھڑا جو تجھ سے ناز والا زیادہ ہے جیسا کہ موسیٰ اور بلغم کا حال تھا کہ موسیٰ رسول اولوا الزم اور بلغم صرف ایک شخص مستجاب الدعوات بظفیل اسم اعظم تو وہ حکموزمین کا ہفتم طبقہ جھکائے گا غاؤن و نمود کا قسطہ جہان میں کیوں مشہور ہے اسی واسطے کہ تو جانے انبیاء کو حق تعالیٰ کے سامنے بہت بڑا ناز ہے نازک میں کاف تصنیف تعظیم کا ہے وہ جو خست ہو کہ قارون زمین میں دھنس گیا اور قذوف جس سے قوم لوط پر تجھ بر سے اور صاعقہ جو قوم ثمود میں فرشتہ نے آواز سخت کی تھی یہ سب بیان انبیاء ہی کے نفس ناطقہ کی عزت کا ہے جیسے کچھ رب العزت کے سامنے اُسکی عزت تھی انسان ایسا اشرف المخلوقات ہے کہ جملہ حیوان کو اُسکے واسطے مارتا رہا اور ہوش کے واسطے جملہ انسان کا قتل روا ہے کہ جو انبیاء سے ظہور میں آیا

الخلاف بحر العلوم میں بجائے محبت صحبت از خودت کی جگہ بر خودت قولہ ہشش ہے باشد عقل کل اے ہوشمند و عقل جزوے ہشش بود اما نثرند و جملہ حیوانات وحشی زادی ہے باشد از حیوان انسی درمی پان خون آنها خلق را باشد سبیل ہے زانکہ وحشی انداز عقل جلیل ہے خون ایشان خلق را باشد روا ہے زانکہ انسان را نیند ایشان سزا ہے عزت وحشی بدن ساقط شدست ہے کان مر انسان را نفاعت آمدست ہاں ہے عزت باشدت اے نامرہ ہے چون شدی تو حمر مستغفر ہے خرنشاید گشت از بہر صلاح ہے چون بود وحشی بود خوش مباح ہے اگرچہ خرد اُنش آخور بود ہے پچ معذوش نمی دارد و درود ہاں ہے چون شد از آدم آدمی ہے کہ بود معذورا اے یار سہی ہے لا حسبم کفار را خون شد مباح ہے زانکہ ایشان دور بود از صلاح ہے جفت و فرزند ان شان جملہ سبیل ہے زانکہ بے عقلند و مطرود و ذلیل ہے باز عقلے کو رمد از عقل عقل ہے کرد از عقلے بچوانات نقل ہے المعنی نثرند بفتح و کسر اول سرنگون و پست و خوار و سرگشتہ نامرہ کھوٹا آخور ہندی پٹھان اسپان و خزان و غیرہ سہی معنیج ہنام فرماتے ہیں اے ہوشمند تو نے جانا ہوش

کیا چیز ہو عقل کل ہو اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقل بزدلی جو مشہور ہے یہ بھی ہوش ہے لیکن نرند و سرشتہ جتنے
 حیوانات ہیں خواہ وحشی خواہ آدمی سب حیوان انہی سے کمتر و کم ہیں سوائے انسان کے سب کا خون مباح ہے
 اس واسطے کہ یہ عقل جلیل سے وحشی ہیں و حیثیون کا خون کرنا مخلوق کو روا ہے اس سبب سے کہ یہ لائق و مقابل انسان
 کے نہیں ہیں و حیثیون کی عزت اسوجہ سے گر گئی ہے کہ یہ انسان کے مخالفت ہیں بس اس کو ہٹانے کا قصہ تیری عت کیا
 ہو کہ تو بھی حرم مستنفرہ سے ٹھہرے اقتباس ہے یہ کہ یہ سے کا نهم حرم مستنفرہ فرت من قسورہ گو یا کہ وہ کافر گدھے
 ہیں اپنی حماقت میں اور عدم فہم حق میں کہ بھاگتے ہیں شیر سے بس گدھے کفار اور شیر انبیا جسے گدھے بہت
 ڈرتے ہیں خر خانگی کو سبب صلاح کے کوئی نہیں مارتا کہ اس کو میل و انس آدمی سے ہو جاتا ہے اکثر گھر کی اور آدمی کی
 للکار وغیرہ کو سمجھتا جانتا ہے اور جو وحشی ہوتا ہے اس کا خون مباح جلتے ہیں اگرچہ سب جانتے ہیں کہ گدھا اپنا تھکان
 نہیں پہچانتا لیکن جبکہ گھر جاتا ہے وہ مار کے بھاگتا ہے کوئی معذرت نہیں رکھتا ایسے ہی جب آدمی بن سے آدمی وحشی
 ہوا تو آدمی بار ہمنام وہ کیسے معذور رہیگا لاجرم خون کفار کا کہ یہ بھی صلاح سے دور رکھے اور محض وحشی کھے مباح ہوا
 اور ان کی عورتیں اور بچے بھی مباح ہوئے اسلئے کہ سب بے عقل اور مردود و ذلیل ہیں اور وہ عقل و عقل کی عقل سے
 بھاگے یعنی عقل کامل سے مطلب یہ کہ وہ عقل و مطیع انبیا کا تو ہے مگر انبیا کی عقل میں اپنی فکر کو ملاتا ہے اس کو اتنا ہی کہنا
 چاہیے کہ اسے انسانیت سے حیوانیت کو نقل کی ہے اس مشابہت کی وجہ سے مباح الدم الخلفاء تاجر العلوم میں بجائے
 ناسرہ نادورہ آخر کو آج آدم کو آدم لکھا ہے غلط ہے ۔

اعتماد کرنا ہاروت ماروت کا اپنی عصمت کو ہر فن میں

قولہ ہجو ہاروت جو ماروت شہیرہ از تبر خورند زہر آلودہ تیرہ اعتمادے بود شان بر قدس خویش و پست بخر
 اعتماد گامیش و گرچہ او بشیر صد چارہ کند و شاخ شاش شیر زہر پارہ کند و گرشود پر شاخ ہجوں خار پشت و شیر خواہد
 گا و رانا چار کشت و باد صرصر کو درختان میکند و با گیاہ پست احسان می کند و ضعیفی گیاہ آن باد تندہ رحم کرد و دل کو
 از قوت مکند و تیشہ راز انبوی شاخ درخت کے ہر اس آید بر ملت نعت و ایک بر برگے کوید خویش را و جز کہ بر ریشہ نکوبد
 نیش را و شعلہ راز انبوی ہیزم چہ نعم ہے کہ رند قصاب انبویہ غم و پیش معنی صیت صورت بس زبون و چرخ را
 معیش می دارد نگون و توقیاس از چرخ و دلابے بگیر و گروشش از کبست از عقل منیر و گردش این قالب
 ہجوں سپر و ہست از روح مستر و سپر و المعنی شہیر مشہور بطریقین نافرمانی و ناسپاسی غار پشت نام جانور
 ہندی سیلی مستر بروزن موطر پوشیدہ بتائید صدر فرماتے ہیں جیسے ہاروت ماروت نے جن کا قطعہ مشہور ہے
 اپنی نافرمانی و ناسپاسی سے تیر زہر آلودہ کھایا اور قصہ ان کا بغیرہ اپنے قدس کے زمین پر آنا اور زہرہ نامے
 عورت پر فریفتہ ہونا اور اسم اعظم آسکو سکھانا اور اسکا اسمان پر آنا اور بصورت ستارہ کے مسخ ہو جانا

اور انکا چاہ بابل میں قیامت تک اسیر ہونا غلط صحیح جو کچھ مشہور ہو وہ معلوم مولانا فرماتے ہیں انکو اپنے قدس پر
 بہت بھروسہ تھا دوسرا مصرعہ مولانا کی طرف سے ہے کہ کوئی اسے پوچھے کہ گادیش کا اعتماد شیر پر یہ بھی کچھ چیز ہو اگرچہ
 گھاومیش شیر کے ساتھ سیکڑوں چیلے و چارے کرے لیکن شیر اسکی شاخ شاخ کو جب چاہے پارہ پارہ کر دے
 اگر گادیش غار پشت کے پر شاخ ہو شیر جب بھی اسکو مار ہی ڈالے گا غرض یہ کہ خداوند تعالیٰ کے آگے کسی کا زور
 و خود ریش نہیں جاتا البتہ مجر و فروتنی جیسے آدمی اگر چہ بڑے بڑے درختوں سر کشیدہ کو اٹکھڑ ڈالتی ہے لیکن گایاہ پست سے
 احسان ہی کرتی ہے اور ہر گاہ باوند نے گایاہ کی ضعیفی پر رحم کیا تو کبھی اسکو اپنی قوت سے نہ اٹکھڑے
 اور ضعیف پر رحم کرے تیشہ کو انہو ہی شاخ درخت سے کیا ہر اس اور کیا دوسرا سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے
 لیکن کسی برگ نرم کو اپنی چوٹ نہیں پہونچاتا اور اپنا ڈنک سواریشہ درخت کے کسی پر نہیں مارتا شغلہ کو انہو ہی
 ہیزم سے کیا غم بھلا قصاب بھی گلہ نعم سے بھاگتا ہے فرماتے ہیں یہ نظیر تو ہم نے بصورت ظاہر کے کمین
 لیکن بحقیقت معنی بہت قوی چیز ہے صورت اس کے مقابل نہایت عاجز و زبون دیکھ تو چرخ جیسے زبردست
 و قوی کو اس کے معنی ہی نے نگون کر رکھا ہے اسی کے بوجھ سے جھکا ہوا ہے تو اپنی عقل منیر سے اسی چرخ دولابی
 پر قیاس کرادو سوچ کہ اسکی گردش کس سے ہوتے ہیں بتاؤں یہ قالب ہنجو سپر چرخ کا جو جھکوا ہے سپر نظر آتا ہے
 گردش اسکی روح سے ہے جو اسمین چھپی ہوئی ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں ہنجو ہاروت کی جگہ چو لکھا ہے
 قولہ گردش این باد از منی اوست ہنجو چرخ کو اسیر ہو جو بہت ہنجو و مد و دخل و خج این نفس ہنجو کہ باشد
 جز زجان اے پر ہوس ہنجو گاہ ہمیشہ میکند گہ حاد و ال ہنجو صلیح میکند گاہے جدال ہنجو کمینش مے برد
 گاہے یسار ہنجو گلستان میکند گاہے بیش خار ہنجو بین این آب ریزدان پاک ہنجو بدبر فرعون خون مہناک ہنجو
 ہنجو بین این باد ریزدان ماہ کردہ بدبر عاد ہنجو ن اثر دہا ہنجو ہازم آن باد ابر مومنان ہنجو کہ وہ بر صلح و مراعات
 و امان ہنجو گفت اعمی ہوا لہد شیخ وین ہنجو معنیاست رب العالمین ہنجو اطباق زمین و آسمان ہنجو خاشاک
 دران بحر روان ہنجو مہلما ورقص خاشاک اندر آب ہنجو ہم ز آب آمد بوقت اضطراب ہنجو نہ ساکن خواہش
 کرد از مرا ہنجو سوسے ساحل انگند خاشاک را ہنجو کشاد سازا حلش در موج گاہ ہنجو آن کند باد کہ آتش باگیہ ہنجو این
 حدیث آخر غار و باز ران ہنجو جانب ہاروت و ماروت ایوان ہنجو معنی بین جانب راست یسار جانب چپ اطباق
 بانقہ جمع طین مراد بکسر اول حیال و ستیر و خود نمائی مثل امثال سابق کے فرمانے ہیں کہ یہ ہر جو عالم میں جلتی ہے اسکی
 گردش بھی اسی کے معنی سے ہے جیسے چرخ کہ وہ اسیر ہو جو کابرجب پانی نہر سے پاتا ہے تب گھومتا ہے یہ سانس آدمی کی
 اسکا آتا ہے چڑھاؤ اور آمد و خرچ بتاؤ کیس سے ہے آخر روح سے ہے اور روح خود معنی اور کبھی معنی کو جیم پاتا ہے اور
 جسم کبھی حاد و ال سببے روح و دل کبھی صلح ہر اسکو لاتا ہے کبھی جنگ پر کبھی دامنہ طرف لے جاتا ہے جو اعمال صالحہ سے

عبارت ہر کبھی بائیں جانب کہ مراد اعمال بد سے ہر اور غلطی ہذا گلستان و خار یا گلستان و خار جوانی و پیری ایسے ہی
یہ پانی جو دنیا میں روان ہوا اسی پانی کو نیروان پاک نے فرعون پر خون سمٹا کر دیا کہ ہر ظرف آب میں خون ہی
خون تھا چنانچہ فرمایا وارسلنا علیہم الطوفان واطرادوا قتل والصفاء والدم اور بھیجا ہم نے قوم فرعون پر طوفان
اور طبری اور جون اور مینڈک اور خون پھر اسی ہوا کہ ہمارے خدا نے قوم عاد کے واسطے ایک اژدہا بنا دیا کہ سب کو
مکھلی اور اسی سما کو مومنوں پر صلح اور مراعات و امان کر دیا کہ مومنوں کو اُس با دقہر کی ہو ابھی نہ لگی اسی سبب سے شیخ دین
نے کہا ہر المعنی ہوا اللہ کہ دریا جملہ معانی کا رب العالمین ہر جس دریا میں جملہ طبق زمین و آسمان کے اور ما فیہا
خس و خاشاک کی طرح ہیں تو دیکھتا ہے کہ جنبش میں اور رقص خاشاک کے جیسا کہ پانی میں وہ گھومتا ہے یہ سب اضطراب
اُس کا پانی سے ہے اور جب اسکو اس اضطراب سے ساکن کرنا چاہتا ہے تو مکھلی پر ڈال دیتا ہے پھر کنارے سے اُسکو
جب دریا میں پہنچ لیتا ہے جو موج گاہ ہر تو وہ کام اُسکے ساتھ کرتا ہے جو آگ گھاس کے ساتھ کرتی ہے اسی نیست و نابود
آئندہ گریہ کہ اے جوان یہ حدیث ایسی ہے کہ اسکا آخر نہیں اب تو ہاروت ماروت کے قصہ کی طرف پھر چل
انحلاف تشریح بحر العلوم بن سمناک کو سمناک لکھا ہے

باقی قصہ ہاروت و ماروت اور غلاب ان کا دنیا میں بچا ہا بابل

تو کہ چون گناہ و فسق خلقان جہان ہمی سندی روشن بایستان آن زمان ہ دست خائیدن گرفتندی بنجم ہ یک
عیب خود نہ دیدند بچشم ہ خویش در آئینہ دید آن زشت مرد ہ رو بگردانید ازان و خشم کرد ہ خویش بن چون
از کسے جرے بید ہ آتش دروے ز دوزخ شد بید ہ حمیت دین خواند اُن کبر را ہ نگر در خویش نفس کبر را ہ
حمت دین را نشانے دیگرست ہ کہ ازان آتش جہانے اخضرست ہ گفت حق شان گر شمار و شکر بید ہ در
سپار ان منقل نگرید ہ شکر گوئید ای سپاہ و چاکران ہ رستہ اید از شہوت و از چاک راں ہ گر ازان معنی نہم من شہوت
مرضا را بیش پذیرد سما ہ عصمتی کہ مرشاد ارتست ہ آن ز عکس عصمت و حفظ نیست ہ آن زمن پذیرد از خود
ہین وہین ہ تانہ چہر بد بر شاد و یحیی ہ آنچنان کہ کاتب و حی رسول ہ دید در خود حکمت و نور و اصول ہ خویش را
ہم کن مرغان خدا ہ میثم دآن بد صغیر بچہ جدا ہ کن مرغان را اگر و صفت شوی ہ بر ضمیر مرغ کے واقف شوی ہ
گر بیاموزی صغیر طبلے ہ تو چہ دانی کو چہ گوید بلکہ ہ و ربدانی باشد اُن ہم از گمان ہ باشد اُن بر عکس اُن اے
نا توان ہ المعنی حمیت بفتح تھانی و بالکسر حفاظت و نگہبانی اخضر سبز چہرہ ہ ای غالب شود یعنی جب ہاروت ماروت کے
گناہ و بدکاریاں مخلوق کی اُس وقت میں ظاہر ہوتی تھیں تو مارے غصے کے ہاتھ چاہتے تھے اور اپنے
عیب کی طرف نظر نہیں کرتے تھے وہ مثل تھی کہ ایک بد صورت نچا پنی صورت آئینہ میں دیکھ کر منہ
پھسیر لیا اور اُس صورت پر بہت غصہ ہوا مٹول ہر جو خویش بین ہر جہان اُس نے کسی کا کچھ حبرم دیکھا

بس اُس میں ایک آگ ووزن کی سی پیدا ہو جاتی ہو اور وہ ہوتی ہو بمقتضائے کبر لیکن اُسکو حمیت دین بتاتا ہو اور اپنے نفس کا فرکو نہیں دیکھتا کہ بانی اُسکا یہ ہو جھلا اس نفسانیت کو حمیت دین سے کیا نسبت حمیت دین کے نشان ہی اور ہیں کہ اُس آگ سے ایک جہان سرسبز ہو حمیت کے معنی گرمی کے بھی ہیں مبالغہ آتش فرمایا اور لطف یہ کہ آگ سے سرسبزی پیدا کی ہو جب یہ کیفیت انکی حد اقل طے نے دیکھی فرمایا اگرچہ تم اہل کام کرنے والے ہو مگر سیہ کاروں مغفل کی طرف مت دیکھو اور شکر کرو اور سپاہ اور چاکر و کہ تم شہوت اور چاک ران سے جو فرج آ رہے ہو بچے ہو اگر میں تم پر یہ باتیں رکھ دوں تو پھر آسمان تم کو اپنے بیچ میں بھی ٹھکانا نہ دے یہ عصمت جو تمھارے تن میں ہر منٹے نہیں ہو میری عصمت و حفظ کا عکس ہو قبر دار خبردار اس کو مجھی سے سمجھے رہو تا شیطان لعین تم پر غلبہ ہونے پائے جیسا کہ وہ کاتب وحی رسول کا تھا جس نے اپنے آپ میں حکمت و نور و اصول سمجھا کہ یہ مجھ سے ہو آپ کو وہ بد صغیر ہم آواز مرغان خدا کا جانا تھا مثلاً خدا کے جو لٹتی ہو یعنی یہ جانتا تھا جو میرے دل میں پیدا ہوتا ہو ہی حضرت کے منہ سے نکلتا ہو مانتا ہم نے کہ تو نے وصفت آواز مرغون کا اپنی آواز میں پیدا بھی کر لیا تب کیا مرغ کے بھید پر تو واقف نہیں ہو گا کہ وہ کیا کہتا ہو اگر بلبل کی آواز سیکھ لی تو وہ آواز ہی تو ہو یہ تو نہ جانا کہ بلبل نے گل سے کیا کہا اور بالقرض اگر گمان سے کچھ یہ بھی جانا تو آواز نا تو ان وہ برعکس اسکے ہو گا ٹھیک کبھی نہیں ہو گا اختلاف شرح میں بجائے سما کے تمام اصول کو اصول لکھا ہو

ایما پرسی کو جانا ایک بہرے کا جو اُسکا ہمسایہ تھا اور رنجیدہ ہوتا ہمایا رکا

قولہ آن کوے را گفت افزون مایہ کہ ترا بخورشدمہایہ کہ گفت با خود کرد کہ با گوش کران ہ من چہ در باہم ز گفت آن جوان ہ خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد ہ ایک باید رفت آجانیت بد ہ چون یہ بینم کان لبش جنبان شود ہ من قیاس سے گرم آن را از خود ہ چون بگویم چونے اے محنت کشم ہ او بخوابد گفت نیکم یا خوشم ہ من بگویم شکر چہ خوردی ایا ہ او بگوید شربتے یا آٹما ہ من بگویم صبح نوشنت کیست آن ہ از طبیبان پیش تو گوید فلان ہ من بگویم بس مبارک پاست او ہ چونکہ او آمد و شو و کارت نکو ہ پائے او را از مود ستیم مانہ ہر کجا شد می شود حاجت روا ہ این جوابات قیاسی راست کرد ہ عکس آن واقع شد اے آزادہ مرد ہ گویا رنجور را خاطر ذکر ہ اند کے رنجیدہ بود اے پرہیزگار ہ کہ در آمد پیش رنجور نشست ہ بر سر او خوش ہمی مالید دست ہ گفت چونی گفت مردم گفت شکر ہ شد از ان رنجور پیر آزار و مسکرت ہ ابن چہ شکر ست او مگر با ما بد سنت ہ کہ قیاس سے کرد و آن کراہت ہ بعد از ان گفتش چہ خوردی گفت زہر ہ گفت نوشنت با د افزون گشت قمر ہ بعد از ان گفت از طبیبان کیست او ہ کہ ہی آید بچارہ پیش تو ہ گفت عزرائیل می آید برو ہ گفت پائش بس مبارک شاد شو ہ این زمان از نزد او آیم ہرت ہ گفتم اور اتنا کہ گرد و غم خورت ہ اے معنی شربت بالفتح ایک دفعہ کھانے یا پینے کی چیز

اور دو خشک ہو یا تر صحیح تندرست آتش تن ایک بہرے سے ایک مالدار نے کہا کہ تیرا مہسا یہ بیمار ہو گیا ہے بہرے
نے کہا میں اگر جاؤں کجی تو اپنے بہرے پن سے کیا جانوں گا کہ اُس جوان نے کیا کہا خاص اس حال میں کہ وہ بیمار ہو
آواز بھی اُسکی ضعیف ہوگی اور شد بھی ضعیف جو مراد بلندی و پستی آواز سے ہے مطلقاً بہر حال جانا تو چاہیے کچھ
بُرا بھی نہیں ہے مین جب دیکھوں گا کہ اُس کے ہونٹہ ملتے ہیں مین عقل سے قیاس لگاؤں گا کہ یہ کتا ہے مثلاً مین کہو کچھ
کہ تیرا کیا حال ہے اور میرے محنت کش تو ضرور وہ یہی کہے گا کہ اچھا ہوں یا خوش ہوں مین کہوں گا شکر ہے اب
بتاؤ نے کچھ کیا وہ کہے گا شربت یا آتش کسی قسم کا لیئے خواہ دو ایتھائے خواہ غذا بتائے مین کہوں گا طیبیوں سے
تیرے تن کا صحیح کرنے والا تیرے یہاں پیش کون ہے وہ کہے گا فلاں شخص مین کہوں گا وہ بڑا مبارک قدم ہے جب کہ
وہ آتا ہے تو تیرے حال کی خوب اصلاح ہو جائے گی مین نے اُسکے قدم کو خوب آزمایا ہے جہاں وہ جاتا ہے حاجت
اُس سے روا ہوتی ہے اُسے تو یہاں جواب گرٹھ گرٹھا کے ٹھیک کیے اور اسی آزاد مرد وہاں عکس اس کا واقع ہوا مثلاً
بغور کی خاطر اس بہرے سے کچھ رنجیدہ تھی جب تو جواب اس کے سوال کے اُس نے اُسے دیے چنانچہ بہرے اُس کے
سامنے آکر بیٹھا اور اُس کے سر پر خوشی سے ہاتھ پھیر کے کہا کیا حال ہے بیمار نے کہا مرنے کا بہرے نے کہا شکر ہے بیمار
اس بات سے بہت رنج اور تعجب مین ہوا اور دل مین کہا کہ یہ شکر کیسا بیشک اس کے دل مین میری طرف سے بدی
ہے اسکو جو کر قیاس کیا تھا کہ نہیں کرتا ہے تیرے نے پوچھا تو نے کیا کیا یا کہا زہر بہرے نے کہا خدا تجکو چنا پچنا
کرے یہ سُنکے بیمار کا اور کجی قہر بڑھا پھر بہرے نے کہا طیبیوں سے کون ہے جو تیرے علاج کو تیرے پاس آتا ہے
کہا جاعزائیل آتا ہے کہا اُس کا قدم بہت مبارک ہے تو خوش ہو اچھی اُس کے پاس سے مین تیرے پاس آیا ہوں مین
اُس سے کہدیا ہے تیرا تیری غمخواری کرے الخلاف تشریح مذکور مین آواز کے بعد دو اعطفت نہیں ہے معلوم شد کچھ مین
بالضم یا شد بالفتح یا کو با آ شہما کو ماشہا صحیح نوشت کو صحیح نوشت قولہ کہ بردن آمد گفست او شادمان ہنر کر کش
گفتم مراعات ابن زمان ہنر خود گمانش از کرے مملو بود ہنر زیان محض را پنداشت سود ہنر وہرہ میگفت
با خود از عا ہنر شکر کہ کردم عیادت جارا ہنر گفت رنجور این عدوے جان ماست ہنر ماند انستیم کوکان جفاست ہنر
خاطر رنجور گویان صد سقط ہنر تاکہ پیغامش کند از ہر منط ہنر چون کہے کو خوردہ باشد آتش بد ہنر مے بشور اندیش
تا فے کند ہنر کظم غیظ انست ان راقے مکن ہنر تابانی در جزا شیرین سخن ہنر چون نبودش صبر
مے چید او ہنر کین سگ زن رو سپے نا چیز گو ہنر ما بریم بر دے انچہ گفستہ بود ہنر کا زمان شیر ضمیر م
خفتہ بود ہنر چون عیادت بہر دل آرا نیست ہنر این عیادت نیست دشمن کا بیست ہنر تا بہ بند دشمن خود را بزار ہنر
تا بگیرد خاطر زشتش قرار ہنر بس کسان زمینان عیادتہا کنند ہنر تا برضوان و صواب آن زنند ہنر خود حقیقت
مصیبت باشد خفی ہنر بس گذر کا نرا تو پنداری صفے ہنر ہجو آن کر کو بھی پنداشت است ہنر

کہ کوئی کر دم آنخو بد بدست ہا اولشہ خوش کہ خدمت کردہ ام ہا حق مہسایہ بجا آوردہ ام ہا بہر خود او انکشی افروختست ہا
 در بل رنجور خود را سوختست ہا فاقوا النار اللہی او قدموا ہا انکم فی المعصیۃ از دستوا ہا گفت پیغمبر بیک صاحب ریا ہا
 غفلت انگ لم تصل یافتا ہا از براسے چارہ این خوفنا ہا آمد اندر ہر نمازی اہدئا ہا کہین نمازم را میا میزا حق خدا ہا بانماز
 ضالین اہل ریا ہا از قیاسے کہ بگردان کرگزین ہا صحبت وہ سالہ باطل شد بدین ہا خاصہ او خواہ قیاس حس دون ہا
 اندر آن وحی کہ شد از حد فزون ہا خواہ پندار کہ طاعت میکند ہا بے خبر کز معصیت جان مے کند ہا رو قیاس خوشترین
 راترک کن ہا کز قیاس تر شود ریشیت کن ہا گوشش حس تو بحر اردر خورست ہا دان کہ گوش عیب گیر تو کمرست ہا
 المعنی جبار مہسایہ سقط بفتحتین مجازاً بزرگوار کو سپی زن فاشہ عیادت بیمار پرسی فرماتے ہن بہر اتوبیما رکے مگر سے
 خوش خوش بکلمات کر کرتا ہوا کہ اسوقت میں نے رعایتیں منکسب حال کے خوب اراکین اور خود اپنے بہرے پن کا
 اٹا لگان تھا کہ ہن نے موافق اسے جواب کے جواب دیا ہوا در تھا وہ محض زیان جسکو فائدہ سمجھا تاہ میں چلا جاتا تھا
 اور اندھے پن سے کہتا تھا کہ خدا کا شکر میں نے اپنے پڑوسی کی بیمار پرسی کی اور بیمار کا یہ حال کہ وہ کہتا تھا کہ
 یہ میری جان کا دشمن ہر میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کان جفا ہو قاطر ہیبا رکی سیکڑوں گالیان دتی تھی تا بڑی
 بُری باتیں ہر طرح اُسکو کھلا بھیجے تمول ہر کوئی آتش بد کھانا ہر ضرور دل اُسکا لوٹتا ہر توتے کر دے مولا ہا
 سر مانتے ہن کہ یہ آتش بد نہیں ہر یہ غصے کا کھانا ہر اس کو تے سے مت نکال اسکی نسبت تو خدا تعالیٰ
 نے فرمایا ہوا لکھن فیض و العافین عن الناس کھانے والے غصہ کے اور معاف کرنے والے آدمیوں
 سے خطا کے بس اگر غصہ کو کھائے گا تو اس کے بدلے اپنے مالک سے سخن شیریں سنے گا لیکن
 اُس بیمار کو صبر نہ تھا اس سبب سے بل کھاتا تھا اور گالی دے کر کہتا تھا کہ اس سگ رو سپی زن ناچیز گونے
 کیا سمجھا میں اُس پر اب اُن باتوں کی بوجھار کروں گا جو اُس نے مجھ کو کہیں ہن اسوقت میں تو میرے دل کا شیر سوتا
 تھا عیادت تو واسطے دل آرامی کے مقرر ہوئی ہر اسکی عیادت کیا ہر دشمن کامی ہر یعنی میرے دشمنوں کا میرے
 حق میں جو مقصد ہر وہ اسکا ہر اور مقصد دشمنوں کا یہی تو ہوتا ہر کہ کونسا وقت ہو تو ہم اپنے دشمن کو نزار دیکھیں تو خاطر
 بد اُسکی قرار پائے بہت لوگ اسی قسم کی عیادت کرتے ہن کہ دیکھیں مرنے میں کیا دیر ہر اور بظاہر رضوان
 اور ثواب پر اُس کو لگاتے ہن اور حقیقت میں ثواب کس کا وہ مصیبت خفی ہوتی ہے بس اس خفی کو چھوڑ جسکو
 تو صغی و بزرگزیہ جانتا ہر جیسے وہ بہر لگان کرتا تھا کہ میں نے نیکی کی ہر اور وہ بدی ٹھہری وہ خوش بیٹھا تھا
 کہ میں نے خدمت کی اور پڑوس کا حق ادا کیا حال آنکہ اپنے واسطے ایک آگ بھڑکائی ہر بیمار کے دل
 میں اور آپ کو اُس میں جلایا ہر سو پکا و تم اُس آگ سے آپ کو جو تم نے بھڑکائی ہے بے شک تم نے
 گناہ میں زیادتیان کی ہن مصرعہ پہلا فحوا سے آیت کریمہ کا ہر جو فرمایا ہے فاقوا النار اللہی و قودھا الناس و الحارۃ

پس چنانچہ اُس آگ سے جلکی چھٹیاں آدمی اور پتھر میں حدیث میں ہو کہ اُن حضرت علیؑ علیہ السلام نے ایک ربا کار سے کہا کہ اے جوان نماز کر بیشک تو نے نماز نہیں کری اُس نے نماز کری پھر اپنے کمال فائدہ تکمیل غرض تین بار ایسے ہی ہوا بعد اُس کے آپ نے نماز کے قواعد اُس کو تعلیم فرمائے حاصل یہ کہ نماز دل لگا سکے موافق قاعدہ شریعیہ ادا کرے اور یہی خوف نماز میں لگے ہوئے ہیں خلکی چارہ جوئی ہر نماز میں اہدانا الصراط المستقیم سے کجانی ہو یعنی ہر قیام میں جناب باری سے ملتی ہوئے ہیں کہ ہم کو سیدھی راہ چلا اور اُس نماز کو ہماری عنایں اہل ریا سے مست ملا جیسا کہ فرمایا ہے غیر المصنوب علیکم ولا المضالین نہ راہ اُن لوگوں کی جو غضب کبے گئے ہیں اور نہ راہ ہیکے جو دُن کی دیکھ تو وہ قیاس جو مہرے نے اپنے دل میں پسند و اختیار کیے تھے ذرا دیر میں صحبت دس برس کی کہ مدت دراز سے تھی باطل ہو گئی اور مایہ رنج ہمایہ کی ہوئی پھر انہی قیاس میں پاپہنر کے اور خاص وحی اور حکم خدا میں کہ وہ آدمی کی حد سے زیادہ ہو کہ مثل اُس کے کوئی نہ کہ سکا سب عاجز ہوئے با آنکہ فالتو بسورۃ من مسئلہ حکم عام تھا یعنی کوئی سورۃ مثل اسکے لاؤ عجب معاملہ ہو خواجہ تو اس بھروسے کہ میں طاعت کرتا ہوں اور اس سے پیچھے کہ مصیبت میں جان مار رہا ہو تھا تو اپنے قیاس کو ترک کر کے تیرے قیاس سے یہ مصیبت تیری پُرانا گھاؤ ہو جائے گی اگر تیرے حق کی کان باتیں ہی سننے کے لائق ہیں تو خوب جان لے وہ کان تیرے جو عیب گیری کریں اور تیرے عیب تجکو بتائیں وہ بہرے ہیں الخلاف تشریح میں کہ ہر دُن کو گرو سپے کو روئی خود کو خود لکھا ہو

اس بات کا بیان کہ پہلے جس نے نص صریح کے مقابل اپنا قیاس لگا یا ابلیس تھا

قولہ اول آنکس کین قیاس کما نمود پیش انوار خدا ابلیس بودہ گفت نارا خاک بیشک بہترست بامن ز نار و دوزخ خاک اگر دست بلس قیاس فرع بر صلش کنم بوز ظلمت ماز نور روشنم بگفت حق نے بلکہ لا انساب شد بزند و توبے فضل را محراب شد باین نہ میراث جہان فانیست بکہ بانسابش بیابی جانیست ببلکہ این میراثما سے انبیاست بوارث این جانیست بقیاست بپوران بوجہل شد مومن عیان بپوران لوح بنی از گربان بزاوہ خاکی منور شد چو ماہ بزاوہ آتش توئی اے روسیہ باین قیاسات تحری روزا پر بایشب بر قبیلہ را کردست جبر بلیک باخورشید و کعبہ پیش زد باین قیاس و این تحری را جو بکعبہ ناویدہ مکن بروزو کتاب باین قیاس الداعلم بالصواب بچون صیغری لشنوی از مرع حق بظاهرش را یاد گیری چون سبق دانگے از خود قیاساتے کنی بمرخیال محض را دانگے کنی باصطلاحانیست مراد الی لا بکہ نباشد زان خبر عقال را بمنطق الطیر بصوت امروخی بصد قیاس و صد ہوس افروختی بآنچہ آن رنجور دہما از تو خست بآتوبہ پندار اصابت گشتہ مست بکاتب آن وحی زان آواز مرع ببردہ غلنی کہ منہم انبار مرع بمرع پرے ز دوا اورا کو رکود بک فرو بزوش بقبر مرگ و درد باین بطننے یا بلکے ہم شما در مہنہ مقامات سما ب

گرچہ ہمارے تئیں دما و دست و فزون ہے از ہمہ برہام سخن الصافون ہے برہم یہاں سے بہ ان رحمت کنسید ہے برہم نے خویش
 بنی کم تیند ہے ہین مبادا غیرت آید از کمین ہے سرنگون آفت سید از قعر زمین ہے ہر دو گفتند اسے خدا فرمان تراست ہے
 بے امان تو امانے خود کا ست ہے این ہم گفتند دل شان میطیید ہے بد کا آب و زما نعم البید ہے خار خار و دفرشتہ
 ہم نہشت ہے تاکہ تخم خویش بنی رانکشت ہے پس ہم گفتند کاسے ارکانیان ہے بجز از پیا کیے روحانیان ہے ما برہین
 گردون تمام می نیم ہے بر زمین آئیم و شاد دروان زیم ہے ہر دو شان گفتند مارا پاک نیست ہے کہ سرشت ما ز آب و خاک نیست
 عدل و وزیم و عبادت آوریم ہے تا ز ہر شب سوے گردون بر پریم ہے تا مشویم اعوجہ دور زمان ہے تا ہم اندر زمین ہن
 ومان ہے آن قیاس حال گردون بر زمین ہے راست ناید فرق دارد و کمین ہے آگے قیاسک میں کات تصفیہ و تحقیر
 کا ہر اکدر مکر تر تحریر فیقہ صواب جستن و قصد کردن لبوے قبلہ عقال بضم و تشدید کاف حج عاقل ارکان اربع
 عناصر ترقی بعینین سرا پرہ و شاد دروان بضم اول پرہ و شامیانہ اعوجہ بالضم ہندی انوکھا قندمانے ہین
 اول وہ شخص جسے انوار خدا کے مقابل اپنا قیاس ناچیز لگایا البس تھا اور کہا کہ آگ خاک سے بیشک بہتر
 ہو اور بن نارسے ہوں اور وہ خاک مکرر سمجھ کر جس فرع کو اسکی اصل پر قیاس کرتا ہوں کہ وہ ظلمت سے ہو
 اور میں نور روشن ہوں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ہر انا حیر منہ خلقنی من نار و خلقتم من طین میں
 اُس سے بہتر ہوں پیدا کیا تو نے مجھ کو گ سے اور پیدا کیا اُس کو مٹی سے حق تعالیٰ نے نہر مایا کہ یہ بات
 نہیں ہو بلکہ ہم نے فرمایا ہو فاذا لم فی الصور فلا انساب بینم یعنی جب صورت پھولکا جائے گا تو کچھ نسب انہیں
 یعنی انسان میں نہیں رہے گا اور نسب کی پریش نہوگی تو اپنا نسب آگ سے کیا بنا رہا ہو ہان زہد و تقویٰ
 فضیلت کی محراب ہو اس میں نہر جھکانے سے فضل حاصل ہوتا ہو اور ایک کو دوسرے پر زیادتی ہوتی ہو یہ میراث
 جہان فانی کی نہیں ہو کہ اسکو انساب سے تو پانے یہ جانی ہو اسی منسوب بہ لاصح و جان بلکہ یہ میراث پیغمبر دن
 کی ہو اسکی وارث متقیوں کی جان ہو ظاہر ہو کہ ابو جہل کا لڑکا مومن ہوا اور حضرت نوح بنی کا لڑکا کافر ہون
 سے ہوا دیکھ تو زادہ خاک کا کہ عکرمہ بن ابو جہل ہو کیسا ماہ منیر سا منور ہوا ایک تو زادہ آفتش ہو اسی رسوا
 یہ قیاسات شرعی کے قبلہ کہ صریح ہو اور جہد صریح بوجہ قیاس جے اُدھر ہی کو نماز پڑھے ابر کے دن ہین یا راست
 میں ہین کہ قبلہ کج میں نہیں آتا اسواسطے جبر یعنی درست کیے گئے ہین نہ کہ آفتاب بھی موجود اور قبلہ بھی پیش رو
 پھر اس قیاس کا اور قبلہ کی جستجو کرنا کیا ضرور کعبہ نو دیکھ رہا ہو اور زبردستی ناویدہ بقا ہو پھر کیون اللہ کے قیاس
 سے جو طرہ جاننے والا ہو مٹھا پھیرے لیتا ہو تیرا یہ حال ہو کہ اگر صغیر کسی مرغ حق کی سننا ہو تو بظاہر اس کو مشکل
 سنیں سکے یا ذکر لیتا ہو پھر باطنی طرف سے قیاسات ان میں لگاتا ہو کہ وہ محض خیال ہین تو ان کو ایک ذات و وجود
 مٹھ دیتا ہو اور جھکڑو رہے انبال کا بکھا ہو انکی اصطلاحات جدا ہین جسے حاطون کو مطلق خبر نہیں محض سبے ہر

تو نے منطق الطیر یعنی گویائی پر ندون کی صفت آواز سے سیکھ لی اُنکی سی بولی بولنے لگا اور سیکڑوں قیاس اور سیکڑوں ہوسین دل میں افروختہ کین مثل اُس پیار کے کہ اکثر دل تھکے سے خستہ شکستہ ہوئے اور تو اپنے گمان کی رسائی و خوبی میں مست کہ میرا اچھا اور رسا گمان ہو ایسے ہی کا تب اُس وحی کا اُس آواز مرغ سے گمان لیگیا کہ میں بھی شریک مرغ کا ہوں آخر اُس مرغ نے ایک پر مار کے اُسکو اندھا کیا اور قمر مرگ و درو میں اُسکو ڈالا اب مخاطب ہر باروت و ماروت سے کہ یہ سب نظائر تم نے سُنے خبردار کسی گمان یا کسی عکس پڑنے سے تم مقامات عالیہ آسمان سے پستی میں مت گرو تھنے ظن و عکس و دلون کا حال سنا اگرچہ تم ہاروت و ماروت ہو اور بام سخن الصافون پر سب سے زیادہ تھکو چاہیے کہ بدون کی بدی پر جو بالفرض بشر ہیں رحمت کرو اور بہت سی مہنی و خودی اپنے اوپر مت پورو پہلے شوق میں ملیج ہر آیت کریمہ انا نحن الصافون وانا نحن المستحسنون بیشک ہم گروہ ملائک کے صف کشیدہ ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں تھیر فرمایا خبردار ایسا نہ ہو کہ غیرت ہماری گھات سے نکلے اور تم اندھے نور زمین میں گرو جیسا کہ چاہ بابل میں اوندھے قید ہوئے دونوں نے کہا کہ اے خدا حکم تیرے ہی واسطے ہوا اور بے تیرے امن کے اور امن ہی کمان ہر عرض یہ تو کہتے تھے مگر دل انا تڑپنا تھا اور کتا تھا کہ ہم نیک بندوں سے ہیں ہمیں بدی کیسے ہوگی خار خار یعنی اندیشہ مرغوب نے اُن کے ان دونوں فرشتوں کو نہ چھوڑا جب تک کہ انھوں نے تم خوشنیتن بینی کا نہ بولیا بس یہی کہتے رہتے تھے کہ اے اربعہ عناصر والو تم ہم روحانیون کی پاکی سے بیخبر ہو ہم اس آسمان پر سراپردے اور شامیائے تانے ہوئے ہیں اب زمین پر آئیگے اور شادروان قائم کریگے یعنی پادشاہ بنیں گے پھر دونوں نے کہا ہلو کچھ خوف نہیں ہر اس واسطے کہ ہم آب و خاک سے مرثہ نہیں ہیں جو ہمیں بدی ہو تم عدل و عبادت کریگے دن بھر اور رات کو پھر آسمان کی طرف اُڑ جائیں گے تم بھی اس زمین میں ایک عجوبہ اور انوکھے دور زمانہ تک جو نکلے اور زمین میں خوب امن و امان پھیلانے کے اب مقولہ مولانا کا ہر انھوں نے آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کیا کہ شہوات وغیرہ سب سے مبرا تھے حال آنکہ وہ یہاں کب ٹھیک آتا ہوا اور بڑے فرق کین میں رکھتا ہوا اختلاف شرح میں بجائے بیانی بیانی لکھا ہے

اس بیان میں کہ اپنے حال وستی کو جاہلون سے چھپانا چاہیے

قولہ لبسنا لثنا بلکم پردہ ہر ہم آجنانہ کہ بادہ خوردہ ہر چونکہ از میخانہ مستی ضال شد ہر تسخیر باز کچھ اطفال شد ہر می فتدا و سوسو در ہر ہے ہر در گل و میخند و شہر ہر بلے ہر اوچنین و کودکان اندر پیش ہر بے خبر از مستی و ذوق میمش ہر خلق اطفالند جز مست خدا ہر نیست ہر بے جزرہیدہ از ہوا ہر گفت دنیا لہو و لعبت و شہا ہر گوید اور است فرماید خدا ہر از لعب بیرون زنی کو دے ہر بے زکات روح کے باشی زکی ہر چون جامع طفل دان این شہوتے ہر کہ ہمیر اندامی خجائی ہر سخت ہر این جامع طفل چہ بود بازی ہر با جمیع رستی و بازی ہر

ایسا ہی جانتے ہیں حاملین یعنی بارگناہوں سے لڑے ہوئے جیسا کہ فرمایا وہم بکون اور اہم غلے ظہور اہم
لیختہ وہاں ٹھانے والے ہیں اپنے گناہ کے بوجھ اپنی پشتوں پر اور جہالت سے سر اٹھانے ہیں اور آپ کو
راکب و محمول راہ کا جانتے کہ ہم سوار ہیں اور اوپر پرلے ہوئے تو ذرا ٹھہر اُس دن دیکھو جس دن کہ محمول حق کے
گھوڑے دوڑاتے ہوئے نہ طبق فلک کے اُس پار ہونگے معنی شروعی کے عروج کرنیگی روحین اُسکی طرف
مع فرشتوں کے اور ان روحوں کے عروج سے فلک جنبش میں آئے گا ایسی کثرت انگلی ہوگی وَاو وال ملک کی
میری دانست بن معیت کی ہر شارح نے عطف تفسیری لکھا ہر اور وہی روحین جو اُسکی طرف فرشتوں کے
ساتھ عروج کرنیگی سب معصوم بچوں کی طرح دامن سوار جیسے نوزاد بچہ کو نہ نظر احتیاط میں کے بچہ نے سمیت
ہاتھوں پر اٹھا لیتے ہیں یا دامن پر اور ہر ایک گوشہ دامن کا پکڑے ہوئے جیسے خادم گوشہ گھوڑے کے
زین کا پکڑتے ہیں حق تعالیٰ سے یہ خبر پہنچی ہر ان اظن لاینے من الحق شکیا بیشک گمان نہیں ہے پروا کرتا ہی حق سے
ذرا لینے حق و یقین ہونا چاہیے نہ گمان کہ مرکب گمان کا آسمان پر کب پہنچتا ہو اور اغلب دو گمانوں کا اس نتیجہ میں
برا بری نفسین کی اپنی توضیح میں نہیں کر سکتا جب آفتاب حق کا قیامت کے دن مستوی ہوگا اور راہ یافتہ اور
گمراہ دونوں پر برابر حکم کیا اُسوقت اپنے اپنے مرکب دکھیں گے کہ اپنے پاؤں ہی سے مرکب بنائے ہیں اختلاف
تشریح میں آجاکو بدین صورت آجنا نہ ہمیز زمان کو بطف جلتان کو جملہ تان جدا جدا سر زہل کو خود جہل کھکھ ہر
قولہ وہم و فکر جس وادراکات مانہ، تجوئی وان مرکب کو دکھلا دے علمائے اہل دل حال شان ہر علمائے
اہل تن احال شان ہر علم چون بر دل زندیاری شود ہر علم چون بر تن شردیاری شود ہر گفت انیرہ گل اسفارہ ہر
بار بار شد علم کان بنودر ہو ہر علم کان بنودر ہو ہر علم کان بنودر ہو ہر علم کان بنودر ہو ہر علم کان بنودر ہو
کشی ہر بار برگیرند و بخت نہت خوشی ہر ہر کش بہر ہوا این بار علم ہر تابہ بینی در درون انبار علم ہر تاکہ ہر
رہو ار علم آئی سوار ہر بعد از ان افتد ترازد و دوش بار ہر از ہوا ہر کے رہی بیجام ہو ہر اسے نہ ہو
قانع شدہ بانام ہو ہر از صفت و زنام چہ زائد خیال ہر وان خیالش ہست دلال وصال ہر دیدہ دلال بے
بدلول پیچ ہر تابنا شد جادہ بنودر غول پیچ ہر پیچ نامے بے حقیقت دیدہ ہر یاز کاف و لام گل چسیدہ ہر
اسم خواندی روسمی را بہ جو ہر مہ بالادان نہ اندر آجکو ہر گز زنام و حرف خواہی بگذری ہر پاک کن خود را ز خود ہر ان
یکسری ہر ہر آہن ز اسنے بیرنگ شود ہر در ریاضت آئینہ بیرنگ شود ہر خویش را صافی کن از اوصاف خود ہر
تا بہ بینی ذات پاک و صاف خود ہر بینی اندر دل معلوم انبیا ہر بے کتاب و بے معین و اوستا ہر
گفت پیغمبر کہ ہست از اتمم ہر کہ بود ہم گوہر ہم ہمتم ہر مر مر از ان نور بسند جان شان ہر کہ من ایشان را ہی نیم بدان ہر
بے صحیحین و احادیث و روایات ہر بلکہ اندر مشرب آب حیات ہر سراسر سنا لکر دیا بدان ہر راز

اصبنا عرابیا بخوان ہر سر اسینا و اصبنا ترا ہر سر ساند جانب راہ خدا ہر در مشائے خواہی از علم نہان ہر قصہ گویان
 رومیان و صبیحان ہر المعنی ہر لایح کلمہ تنلیہ کا ہر بمعنی خبردار باش احمال بالفتح بار ہر کبیر بالکل تمجید لضم ویلے
 معرفت اعادہ کنندہ و بار بار گویندہ فرماتے ہیں یہ دہم و فکر و حس و ادراکات جو ہمارے ہیں خبردار ان سب کو
 ایسا جان جیسے لوگوں کا گھوڑا نے کا اور علم کی یہ کیفیت کہ جو علم اہل دل اور کاملین کا ہر وہ انکا حال و بردارندہ ہر یہ
 اُس کے محمول ہیں اور جو علم اہل تن کا ہر کہ تن پروری کیو اسطے حاصل کرتے ہیں وہ انکی پیچھا کا بوجھ ہر قیامت کے دن
 ان پر لگایا جیسے اور گناہ لہ نیگے اسو اسطے کہ جو علم دل پر اثر کرتا ہر اور یہ اسکا عامل بنتا ہر وہ علم یا رو مددگار ہوتا ہر اور
 جس علم کا اثر تن پر ہوتا ہر اور اسکو ذریعہ حصول دنیا کا بنانا ہر وہ روز قیامت میں ایک بار عظیم ہر جس سے چلنا دشوار
 ہوگا اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے علم والے کو گدھے سے تشبیہ دیکر مکمل اسفار افرمایا ہر پس یہ علم جو اُس سے نہیں
 ہر محض بار ہر تو اسم ذات خدا تعالیٰ کا ہر اور جو علم اُس سے ہر وہ نجات ہر ورنہ فرمایا مثل الذین حملوا النورانیہ ثم
 حملوا کمثل الحمار کمثل اسفار مثل ان لوگوں کی کہ لادے گئے ہیں تو ریت اور نہ اٹھا باقی کسکے اٹھانے کوئی آپس
 عمل نہ کیا مثل گدھے کی ہر کہ لادے ہوئے ہر کتا بین جو علم کہ وہ ہو اسطے ذات الہی سے نہیں ہو گیا انقاد و علم لدن
 اسکا قیام اسی دنیا تک ہر زیادہ پاداری نہیں جیسے رنگ ماضیہ کا جسکی زیبائی ایک دور و زرنگ ماضیہ لگائی
 وسمہ وغیرہ جو عورتوں کے ہنگام بناؤنگا دیتے ہیں لیکن اس بار کو اچھی طرح اگر تو اٹھائے گا اور اسکا عامل بنے گا تو
 تیرا بار گناہ تجھ سے اتنا رہینگے اور تجھ کو خوشی و خوشحالی بخشیں گے جس خبردار بار علم کا حرص و ہوا کے واسطے مت لاد
 تو اپنے دل میں انبار علم کے دیکھ گا اور رہو اظلم پر سوار ہوگا اسکا بار بار بنے گا اور تیرا بار تیرے کندھے سے خود اتر
 جائے گا مگر ہوا سے نجات پانا بے جام ہو کے دشوار ہر اور اری مخاطب یہ بھی نہیں جیسے تو ہو سے مرث نام ہو پر قلن
 ہو رہا ہر اور فقط زبان سے ہو ہو کرتا ہر بھلا کسی کا نام لینے یا اسکی صفت جان لینے سے کیا پیدا ہوتا ہر خیال اُس
 خیال ہی کو تو دیکھنے ہی میں دلال وصال کا جان لے یہی مطلوب سے ملا دیتا ہر تو نے کہیں ایسا بھی دیکھا ہر کہ دلال
 ہوا و مدلول نہوا و رجادہ نہوا و رغول ہو جس لیے ہی کوئی نام بے حقیقت کے بھی تو نے دیکھا ہر کہ نام ہوا و رسکا
 مسملی نہوا یا گل کے نام میں جو کاف و لام ہر اُس سے گل چنے ہوں لاجرم جب تو کسی کا نام لے تو اسے مسملی کی جستجو
 مسملی ضرور ہر اور جب چاند کا عکس آجوبین دیکھے تو یہت جان لے کہ یہی چاند ہر بلکہ یہ جان کہ چاند اوپر ہو مینے
 آسمان پر تاب اگر تو چاہتا ہر کہ اسم و حرف سے گذر کے سمسے تک پہنچ جاؤں تو خبردار ہو بالکل اپنی خودی سے
 مکمل جا اور اس ہستی سے نیست ہو جا اور مثل آہن کے رنگ آہن پن سے بزرنگ ہو اور مصلیٰ بریاضت کی اٹھا اٹھا
 ایک آئینہ بزرنگ بن جا جیسے سکندر کے وقت میں آئینہ آہن کا بننا تھا تو آپ کو اپنے اوصاف بشری سے صفت
 کر نو دیکھے گا کہ تیری ذات کیسی پاک و صاف ہر جو علوم کہ انبسا کو حاصل تھے ان کو تو اپنے دل میں لے لیا ہر

اور بے اعادہ بار بار سبق اور بے استاد کے موجود پائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت سے ایسے لوگ ہیں کہ میرے ہم گوہر اور ہم ہمت ہیں خلکو اُنکی جان اُس نور سے دیکھتی ہے جس نور سے میں اُن کو دیکھتا ہوں اور یہ دیکھنا ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے دیکھا ہے بلکہ میں نے دیکھا ہے اور وہ ان کو جانتے ہیں اور ان کے عامل تو گویا دیکھتے ہی ہیں بلکہ مشرب کی رو سے جو آبیات ہے اور مشرب کے معنی مجازاً اتساع معنوی کے بھی ہیں دیکھ تو اُس کرد کو جو ملک فارس سے تھا زبان عرب سے محض نا آشنا کیا اُسے اسینا اور اصینا اعرابوں کی طرح کہا ذرا اس راز و بھید کی طرف تو غور و لحاظ کر شارح نے لکھا ہے ابوالوفانا نے کہا ہے کہ صوفیوں سے تھا ایک پرچہ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پانی خود ناخواندہ تھا کسی اور سے پڑھوا کے کیفیت معلوم کی اور ادنیٰ جگہ رکھ کے رات بھر مودب ہاتھ باندھے اُسکے سامنے کھڑا رہا صبح کو جذب الہی سے باطن اُسکے کھل گیا اور بہت علم اسپر منکشف ہو گئے اور مسجد میں جا کر منبر پر بوضاحت تمام کما الحمد للہ الذی اسناد اصینا شکر اُس خدا کا جس نے غام کرائی ہو کر اور صبح کرائی ہم کو بس بھی بھیدا اسناد اصینا کا جو جذب الہی تھا تجو خدا کی راہ تک پہنچا دیا اور جو تجو اس علم نہانی کے مثال کی حاجت ہو تو رومی اور حبیبیوں کے قصص کو بیان کر الخلاف شرح میں بجا سے بہر ہوا بہر خدا لکھا ہے اور پاک و صاف میں دا و عطف کا نہیں لکھا اور اسناد کو اسناد شاید کل صیغہ منظم کا لکھا ہے حال آنکہ اسی الگ ہے اور ناظم پر منصوب منفصل جدا

قصہ رومیوں اور حبیبیوں کا صفت نقاشی و صورتگری میں

تو کہ چینیان گفتند ما نقاش تیرہ رومیان گفتند ما را کرد فرہ گفت سلطان امتحان خواہم درین ہر کز شما خوبیت در دعویٰ مبین ہر چینیان گفتند ما خدمت کنیم ہر رومیان گفتند در حکمت تنیم ہر اہل چین و روم حاضر آمدند ہر دو میان در علم و اہل واقع تیرہ بند ہر چینیان گفتند یک خانہ بجاہ خاص بسپارید و یک آن شامہ بود دو خانہ مقابل در بدر ہر زان یکے چینی ستر زومی در گہ چینیان صدر رنگ از شہ خواستند ہر پس خزانہ بار کرد آن ارجمند ہر ہر صباہی از خزینہ رنگا ہر چینیان را را تیرہ بود و عطا ہر رومیان گفتند نے نقش و رنگ ہر در خور آید کار را جز دفع رنگ ہر در فرو بستند و صیقل میزدند ہر تیرہ گردون سادہ و صافی شدند ہر از دو صدر رنگے یہ ہر رنگے رہیست ہر رنگ چون ابرست و ہر رنگے مہیست ہر ہرچہ اندر ابرضوینی و تاب ہر آن را خردان و ماہ و آفتاب ہر چینیان چون اگل فارغ شدند ہر از بے شادی و ہلہا میزدند ہر شہ در آمد دید آنجا نقشا ہر میرہ بود آن عقل را و فہم ہر ہر بعد از آن آمد بسوے رومیان ہر پردہ را برداشت رومی از میان ہر عکس آن تصویر و آن کجور ہر ہر ازو برین ضاعتی شدہ دیوار ہر ہرچہ آنجا بود بجا بہ نمود ہر حمید را از دیدہ خانہ میرہ بود ہر رومیان آن صوفیانستند ہر ہرچہ نے تو کراکتا بے ہر ہرچہ ہر یک صیقل کردہ اند آن سینا ہر پاک ہر از دوحس و بخل و کینہ ہر

المعنی تمبین بضم روشن آن بالمد ملک تنو بافتح روشنی آفتاب چینیون نے کہا ہم بڑے نقاش ہیں رومیون نے
 کہا یہ کرو فرما رہے واسطے ہر بادشاہ نے کہا ہم اسکا امتحان کریں گے دیکھیں تم میں سے کس کا دعویٰ روشن و بین
 ہر چینیون نے کہا ہم خدمت کریں گے رومیون نے کہا ہم بھی اپنی حکمت کریں گے بس اہل چین و روم دونوں حاضر
 ہوئے رومی اپنے علم میں زیادہ ترواقت تھے چینیون نے کہا ایک خانہ خاص ہمارے حوالہ کر دو اور ایک نم اپنی
 ملکیت کر لو بس دو مکان تھے مقابل در بدر ان میں سے ایک چینیون نے لیلیا اور ایک رومیون نے چینیون
 نے سیکڑون رنگ بادشاہ سے مانگے بادشاہ نے خزانہ پر کھول دیا کہ جو چاہو وہ لو لہذا ہر صبح چینیون کو خزانہ سے
 رنگ کا راتب تھا اور عطا تھی جو چاہتے تھے وہ لیتے تھے رومیون نے کہا اس کام کے واسطے نہ نقش چاہیے نہ
 رنگ یہاں صیقل اور دفع رنگ ہی لائق و کارآمد ہوئے جو نیز کر کے دروازہ بند کر لیا اور صیقل کرنا شروع کی کہ
 مثل گردون کے سادہ و صاف ہو گئے سب در و دیوار اس کے آب مقولات مولانا رح کے ہیں کہ سیکڑون
 رنگ سے بیرنگی کی طرف راہ ہر جیسے چینیون کے رنگ رومیون کی بیرنگی کی طرف گئے ایسا ہر جیسے ابراہور
 جیسے ابرہس ابرہین جو کچھ روشنی اور فروغ ہوتی ہر سب نارون اور چاند و سورج کی ہوتی ہر پھر رجوع کیطون
 ذکر رومیون اور چینیون کے کہ چینی اپنے کام سے جب فارغ ہوئے تو خوشی کی ڈھول بجاتے تھے بادشاہ آیا
 اور وہاں ایسے نقش دیکھے جو عقل و فکر و فہم کو بے جاتے تھے بعد اسکے رومیون کی طرف گیا رومی نے پردہ درمیان سے
 اٹکھا دیا پھر پردہ اٹھانے کے چینیون نے جو نقش و نگار در و دیوار پر بنائے تھے سارے کرتب اُنکے
 رومیون کے در و دیوار صافی شدہ میں جھلکنے لگے بلکہ جو کچھ وہاں تھا اُس سے یہاں بہتر معلوم ہوتا تھا گویا آنکھ
 کو اُسکے گھر سے کھینچے لیتا تھا آنکھ اُنکے دیکھنے میں بے اختیار ہوئی جاتی تھی پھر مقولات مولانا رح کے ہیں فرماتے
 ہیں کہ صوفیون کو تو ایسا جان جیسے رہی کہ اُنکے یہاں نہ ٹکرا کتاب کی ہو نہ ہنر کی لیکن اپنے سینوں کو صیقل
 کر کے خوب پاک صاف کیا ہر کہ حرص و آز و بخل و کینہ کا مطلق نام نشان نہیں چھوڑا ہر قولہ آن صفائی آیت
 وصف و مست بہ صورت بے منتہا را قابل ست بہ صورت بمصورتی مجید و عیب نہ آئے دل تافت بر موسیٰ ز حبیبہ
 گرچہ آن صورت نگنجد در فلک نہ لے بعرش و فرش و دریا و سمک نہ زانکہ محد و دست و معد و دست آن نہ آیت نہ
 دل را بنا شد بدان عقل با بجا سکت آید یا مضل نہ زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل نہ عکس ہر نقش
 نتابد تا ابد نہ جز ز دل ہم یا عدد ہم بعید نہ تا ابد نہ تو تصور کا یہ بروہ میا یہ بے حجابے اندروہ اہل صیقل پرستہ اند
 از بو و رنگ نہ ہر دے بیند خوبی بید رنگ نہ نقش دفتر علم را بگذاشتند نہ رایت عین الیقین افراشتند نہ
 رفت فکر و روشنائی یا قند نہ برو بجز آشنائی یا قند نہ مرگ کہو سے جملہ ابد و حشمت نہ می کنند آن قوم
 بردے نشیند نہ کس نیا بد بدل ایشان طغر نہ چون صد گشتند ایشان پُر گر نہ گرچہ خود و فقہ را بگذاشتند نہ

ایک محو فقر و برداشتند پناہ نقوش ہفت جنت تافت مست دل شازادہ پیرایافت ست پد برتر انداز
عش و کرسی و فلاہا ساکنان مقعد صدق خدا صدشان دارند و محو مطلقند چہ نشان بل عین دیدار حقد
المعنی سمک بغنمتین محلی اور وہ محلی جسکے سر پر زمین رکھی ہو مضل بضم گمراہ عین الیقین وہ درجہ یقین کا جو آنکھ کے
دیکھنے سے حاصل ہو رشید تسخیر غلام فتح جاے خالی لینے وہ جو صوفیوں نے صفا آئینہ کی کمی ہو یہ صفاے آئینہ
وصف ان کے دل کا ہو کہ مثل آئینہ کے صاف ہو رہا ہو اور اس صورت کا جو عید والا انتہا ہو یعنی نور خدا تعالیٰ اسکا
قبول کرنے والا ہو اسی آئینہ دل کی حیب سے ایک صورت جو مصورت اور بے حد اور بے عیب ہو حضرت نبوی
پر چمکی کہ وہ معجزہ دید میضا ہوا اگرچہ وہ صورت نہ فلک میں ساتی ہو نہ عرش و فرش اور نہ دریاد و سمک میں اس سبب
کہ یہ سب اشیاء مذکورہ محدود و محدود ہیں اور آئینہ دل کی حد ان کے ساتھ حد نہیں ہو آب عقل بہان
غاموش ہوتی ہو یا بہکتی ہو کہ یہ دل اس کے ساتھ ہو یا خود وہ دل ہی ہو جو اس میں سما جاتا ہو عکس ہر ایک نقش
کا جواب تک ہونے والا ہو کسی چیز سے نہیں چلتا ہو سوائے دل کے خواہ وہ با عدد ہو خواہ بی عدد ہو یعنی مخلوق
سے ہو یا خالق سے دونوں اس سے مرئی ہوتے ہیں اور اب تک نئی نئی صورتیں جو بر دے کا ر آتی ہیں
اور صورت پکڑتی ہیں سب بیجا ب و ہر ملا اسمین معلوم ہوتی ہیں جو اہل صیقل ہیں وہ رنگ و بلو جو اسباب ظاہر سے
ہو خلاص یافتہ ہیں اور ہر دم ایک مستوح کو بے تامل دیکھتے ہیں بقول شاعر شعر دل کے آئینہ میں ہر تصویر بار بار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ان لوگوں نے نقش دفتر علم کے چھوڑے ہیں اور جھنڈا عین الیقین کا بلند
کیا ہو لینے اور تو اپنے علم ہی سے جانتے ہیں جو جانتے ہیں یہ تو آنکھ سے دیکھ رہے ہیں توج و فکر سے یہ
گزرے ہوے ہیں جو تیرگی پیدا کرتی ہو اور روشنائی ان کو حاصل ہو اور جھل کے جھل اور وریا کے
و دیا ہر شنائی و محبت کے آنکھوں نے پائے ہیں یہ مرگ جس سے ساری دنیا وحشت میں ہو اس سے ان کو
تسخیر و استہزا ہو کہ کیا اور وں کو مارنا پھر تا ہو ہکو مارے تو جانیں مرگ کیا کوئی چیز انکے دل پر نظر یا نہیں ہو سکتی
یہ اب سے حدت کی طرح اپنے مقصود سے پر گھر ہوے ہیں اگرچہ خود وقفہ کو جو علوم ظاہری سے ہیں انھوں نے
ترک کیا ہو لیکن خود فقر کو جو علوم معنوی ہیں بخوبی حاصل کیا ہو جب سے نقوش ہفت جنت کے چمکے ہیں
ان کی تپتی دل کو انھوں نے پیرایا پایا ہو اور سالون کے رنگ اسمین نقش پذیر ہیں گویا ہر وقت جنت میں ہیں
جہنم کی آرزو میں لوگ عمر بھر رہتے ہیں وہ لوگ عرش و کرسی اور اس خلا سے جس میں ساری دنیا بستی ہو
سب سے برتر ہیں اور مقعد صدق خدا کے ساکن ہیں چنانچہ فرمایا ان الیقین لہ جنت وہم فی مقعد
صدق محمد فیکل احد ریشک متقی جنتون میں ہیں اور مہرون میں اور سچی نشہ گاہ میں نہ دیکھتا ہوتا
ہوئے کے ہنکے سیکر ہون نشان ہیں تو خود خود مومنین ہیں اور ظالم کفر کے ہنکے سیکر ہیں

حق بن جیسے بایزید نے کہا سبحانی ما اعظم شانی اور صبیحہ نے لیس فی جنتی سوے اللہ الخلاف شرح میں بجاے
عیب غیب اور نقش دفتر کو نقش دفتر لکھا ہوا

پوچھنا رسول مقبول کا زید سے کہ آج میری کیا کیفیت ہو اور کس حال میں تو سو کے
اٹھا اور جواب اسکا صبحت مومنہا

تو کہ گفت بنو صبا ہے زید را کہ گفت صبحت ام رفیق با صفا کہ گفت عبد امومنا بازو ش گفت کہ نشان از باغ
ایمان گر شکفت کہ گفت تشنه بوده ام من روز ہا ہا شب نخستم ز عشق و سوز ہا ہا تا روز و شب جدا گشتم چنان ہا
کہ زاسپر بگذرد نوک سنان ہا کہ از انور روز و شب ملت کی ست ہا صد ہزار سال و یک ساعت کجھیت ہا
ہست ازل را و ابد را تا حد عقل را رہایت سوے افتاد ہا گفت ازین رہ کورہ آور وے بیار ہا در خور فہم و
عقول این دیار ہا گفت خلقان چون بہر بند آسمان ہا من بہریم عرش را بہر عرشیان ہا ہشت جنت ہفت دوزخ
پیش من ہا ہست پیدا ہوا بہت پیش تمن ہا یک بیک و امیثنا سم خلق را ہا ہجو گندم من ز جو در آسپا ہا
کہ ہمیشتی کہ و بیگانہ کیست ہا پیش من پیدا ہوا و ما ہیست ہا این زمان پیدا شدہ ہر این گروہ ہا ہلوم
تبویض و تسود و جوہ ہا پیش ازین ہر چند جان پر عیب بود ہا در رحم بود و ز خلقان غیب بود ہا الشقی من شقی نے
بطن ام ہا من سمات الدیرت عالم ہا تن جوہ و اوطاف جانا حاملہ ہا مرگ دروزادن ست و زلزلہ ہا جملہ جانہا
گذشتہ منتظر ہا تا چگونہ دلائل جان بطر ہا المعنی افتاد با کسر گم کر تا و سگے ہوے کوڈھوڈھنا تہ آور و تحفہ
جو عزیزوں کے واسطے کہین سے لائین شمن لہجہتین بت پرست لہجہتین و ہشت و حیرانی و غفلت و ناسرمانی
و شادی مفرط حضرت رسول مقبول نے ایک صبح زید سے کہا کہ آج کی صبح اور رفیق با صفا تو نے کیسے کی کہا اس
حال میں کہ میں عبد مومن تھا پھر اس سے کہا کہ اسکا نشان بنا جو گل تیرے باغ سے کھلا ہو جو کہ کتا ہو صبحت
عبد امومنا کہا میں مدتوں پیاسا رہا ہوں روزہ میں اور راتوں کو سوز عشق میں نہیں سویا ہوں تو اس روز و شب
سے ایسا نکل گیا ہوں جیسے پیر سے نوک سنان کی نکل جاتی ہو روز و شب سے مراد زمانہ ہی یعنی زمانے
سے الگ ہوں کس واسطے کہ اس روز و شب کے اس پار ایک ہی ملت ہی یعنی وحدت جان لاکھوں
برس اور ایک ساعت ایک ہو غرض یہ کہ تعدد و تعین نہیں ہو مکی ہی مکی، مازل اور مولا ابتدا و لا انتہا و لا
سے موصوف ہیں دونوں محب ہیں عقل کو و دخل نہیں ہو جو کسی گے ہوے کوڈھوڈھ سے یعنی جو
کیفیتیں کہ ازل میں تھیں وہ جمع ہو جو ہیں اور جو ایک ہوں گی وہ بھی حاضر آپ نے سنا یا کہ اس راہ
سے کیا رہے اور وہ تحفہ لایا ہو مکی ہوئی کہ مگر موافق کچھ اور عقول اس ملک دنیا کے جو سب کچھین کہا مخلوق
کے لوگ جیسے آسمان کو دیکھتے ہیں زمین سے ہی عشق کو عشق ہون سمیت دیکھتا ہوں آسمان جنت سلطان

ہوتا ہر ایک کے رونگٹے رونگٹے سے واقف ہو سکتا ہے اب فرماتے ہیں کہ دراصل آب مٹی کا سپیدہ و ستھرا ہوتا ہے لیکن اگر رومی ہی یا حبش اسکی صورت کو جبکہ لفظ خلقنا الانسان فی حسن تقویم فرمایا ہے پیدا کیا ہے انسان کو اچھی صورت میں عکس جان کا رنگ دیتا ہے اور اس نیم کو جو روم و حبش کا نصف ہے دونوں میں سے ایک کو اسفل اسفلین میں لیجاتا ہے جیسا کہ فرمایا تم رووناہ اسفل اسفلین پھر لوٹا دیا ہے اسکو جو حبش تھا اسی منکر و مقہور طرف پست ترستی والوں کے آب جس دن کہ بعض روسیہ اور بعض روسید ہوں گے اس دن ترک اور ہندو سب پر مشہور دظاہر ہو جائینگے کہ یہ ہندو ہیں یہ ترک ہیں بدکاروں کو کار اور اس دن حال کھل جائیگا کہ تو گاہ ہی یا گاہ اسی خفیت و سبک یا گران اور باوقار ہندو ہی یا ترک ہر گروہ چکو جان لے گا رحم میں ظاہر نہیں ہوتا ہے ہندو ترک جب پیدا ہوتا ہے تو ہر فرد بزرگ اس کو جان لیتا ہے جیسی اسکی کیفیت ہوتی ہے پس یہ عالم بروز ایک رحم پر حشر کے دن ہر ایک کا حال کھلے گا پھر گریز ہر اس بات کی تو کچھ حد نہیں پھر لوٹیں تو قطار کا روان سے الگ نہ رہ جائیں انخلاف شرح بحر المعلوم میں بجائے پس نمائند کے پس نمایاں درہ بود کی جگہ زہ بود لکھا ہے

باقی جواب زید بن حارثہ کا حضور میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قولہ جلد را چون روز رستاخیز من ہ فاش می بینم عیان از مردوزن ہ ہین گویم یا فرد بندم نفس ہ لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس ہ یا رسول اللہ بگویم سر حشر ہ در جہان پیدا کم امر و زشر ہ ہل مراتا پردہ را بردرم ہ تا جو خوشیدے بتا بدگوہرم ہ تا کسوف آید من خوشید را ہ تا نایم نخل را وید را ہ و انایم روز رستاخیز را ہ نقد را و نقد قلب آمیزا ہ دستا پیریدہ اصحاب شمال ہ و انایم رنگ کفر و رنگ آل ہ و انایم ہفت سوراخ نفاق ہ و وضیایے ماہ بے صفت و محاق ہ و انایم من پلاس اشتیاق ہ بشو انم طبل و کوس انبیا ہ و وزخ و جنات برزخ در میان ہ پیش چشم کاfran آرم عیان ہ و انایم حوض کوثر را بکوش ہ کاب بروشان زندہ بانگش بگوش ہ و آنکہ تشنہ گرد کو فرمے دوند ہ یک بیک را نام گویم کہ اند ہ مے بساید و دوش شان بردوش من ہ و نوباشان میر سدر گوش من ہ اہل جنت پیش چشم را اختیار ہ و رشیدہ یکدگر را در کنار ہ دست یکدیگر زیارت میکنند ہ و زبان ہم بوسہ غارت می کنند ہ گبر شد این گوشت زبا نگ آہ آہ ہ از حنین و ناہ و حسرتا ہ و این اشارتہاست گویم از نولی ہ ایک می نرم ز آزار رسول ہ ہمچنین می گفت سرست و خراب ہ و دا پیچیر گریانش تباب ہ گفت ہین و رکش کہ اسبت گرم شد ہ عکس حق لایستی زد شرم شد ہ آئینہ توحست بیرون از خلافت ہ آئینہ و میزان کچا گوید خلافت ہ آئینہ و میزان کچا بند نفس ہ ہر آزار و حیاے یکپس ہ آئینہ و میزان محکمے سنی ہ گرد و صد سالش تو خدمتہا کنی ہ کہ براس من بیوشان راستی ببل فزون ہ و منما کاستی ہ اوت گوید ریش و سبت بر مخند ہ آئینہ میزان و انگہ ریونہ ہ المعنی پہلا شرفتینا ہے جو او پر چھڑا ہے کہ ہمیشتی و دوزخی مثل مارو ہا ہی کے میرے سامنے ظاہر ہیں بتائید

اسی کے کتا ہو کہ مثل روز قیامت کے تمامی مرد و زن کی کیفیت عیان و بر ملا ظاہر دیکھ رہا ہوں قبر وار ہو کے جاؤں یا خاموش ہو جاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہونٹ دانت تلے دبا یا جس سے ایکا کھا کہ بس کر زید نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو بھید حشر کا کہوں اور جہان میں پریشانی ڈالوں اور کج ہی نشر پیدا کر دوں مجھ کو چھوڑ دو اور اجازت دو تو پردے بھید کے بھاڑوں جس سے گوہر میری ذات کا مثل خورشید کے چمکے اور مجھ سے خورشید میں کسوف آجائے جیسا کہ قیامت کو ہو گا ایسا بیان کروں اور نکل خرما اور بید کو ظاہر کر دوں کہ فلان مثل خرما کے رطب سے پر بار ہو اور فلان مثل بید کے بے بار اور کیفیت روز قیامت کی کھول دوں جس میں نقد جید اور نقد قلب آمیز ہر ایک کا ظاہر ہو جائیگا اور دستا بردہ چکی عربی پر تبت یدا کے دعاے بدین عرب استعمال کرتے ہیں زید بنشادم اصحاب شمال کے حق میں کھلے کتا ہوں کے ہلاک کی کیفیت ظاہر کروں جس کو سن کے یہ بائیں ہاتھ والے لینے گنگار جیکے بائیں ہاتھ میں ناٹھ عمل دیا جائیگا اپنی خرابی کو جانیں اور رنگ کفر کو جو سیاہ ہو اور رنگ اسلام کو جو سرخ ہو دکھاؤں کہ یہ حال کفر کا ہو اور یہ سلام کا اور وہ سات سوراخ جو نفاق کے ہیں لینے کبر و حسد و شہوت و جہل و غضب و حقد و حرص اور قبول بعض شرک بالبد و سحر و قتل حرام و زنا و سودا اور مال یتیم کا کھانا اور کفار کی لڑائی سے بھاگنا انکو کھول دوں ہفت سوراخ مراد درکات دوزخ سے ہو کہ سات ہیں از بس تیرہ و تار یک اور نیز روشنی ماہ سے جو نکو کار ہیں اور ایسے ماہ جنکو خسوف و محاق نہیں جیسے یہ ماہ خسوف میں بھی آجاتا ہو اور ہر مہینہ محاق میں جو محقت شمع آفتاب میں ڈوبتا رہتا ہو پڑ جاتا ہو اشتیاق کو پلاس نصیب ہو وہ بھی دکھا دوں انبیا کے طبل و نقارہ کی آواز بھی سنوا دوں کہ کیسا ڈنکا پادشاہی کا بجا رہے ہیں اور اشتیاق کسی دولت و خوارمی میں ہیں دوزخ اور جہنم جن میں بالفعل ہرزخ ہو رہا ہو اور کافراں ہرزخ کے باعث کنگے منکر ابھی اُنکی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دوں حوض کوثر کے بھی منکرین منکرین اسکو بھی جوش مارتا ہو دکھا دوں ایسا کہ پانی اُن کے بر رو ہو اور آواز جوش کی اُنکے کان میں پہنچے اور وہ لوگ جو پیاسے اُسکے گرد بچرتے ہیں اور دوڑ دوڑتے ہیں ایک ایک کا نام بتا دوں کہ کون کون ہیں اُن کے دوش میرے دوش سے لگے ہوئے ہیں اور اُنکے نورے میرے کان میں ملے آتے ہیں اور جتنے اہل جنت ہیں اور جو انکو اختیار ہیں سب میرے آنکھ کے سامنے ایک دوسرے سے جلیگر ہیں اور باہم ہاتھ سے ہاتھ ملا تے ہیں اور لبوں سے بوسے بھی ہاتھوں کے لوتے ہیں نور وہ جو آواز آہا اور گریہ دردناک اور نالہ و حسرتا کی ہو رہی ہو دوزخیوں سے وہ بھی میرے کان میں اسی آ رہی ہو جس سے کان میرے بہرے ہو گئے یہ اشارے دور کے ہیں اور سب کامل کہ میں کہ رہا ہوں لیکن خوف ناراضی رسول مقبول سے کہ حکم اخفا کا فرماتے ہیں مفصل اور ہیں نہیں کہہ سکتا بس ایسے ہی وہ کہ رہا تھا درحالیکہ مست و مدمن تھا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے گریبان اُسکا اٹھ دیا لینے گلا اُسکا بند کر دیا اور منہ فرمایا اور کما خیر دہا ہوتی اگلو بہت تیز گرم ہو گیا اسکو روک تجھ پر عکس حق ملا یعنی کا پڑا تیری مشرم جاتی رہی لینے جو لایستی کا حق ہو اُسکا پرتو اور اللہ تعالیٰ

یہ ہو جیسا کہ فرمایا ان اللہ لایستجی ان لیضرب مثلاً ما بوضہ بیشک اندھین شرم کرتا بیان کرنے کی مثل سے مثل کھپے
 وغیرہ کے بس تو نے کبھی اسی کا عکس پڑنے سے افشاے راز میں شرم نہ کی اور بے تکلف ظاہر کر دیا تیرا آئینہ جو دل ہی
 غلاف سے اگل پڑا اور ظاہر ہو کہ آئینہ اور میزان دونوں خلاف نہیں کہتے نہ آئینہ صورت کی نقص بتانے میں کسی سے
 شرماتا ہی نہ میزان کی جتانے میں کوتاہی کرتی ہی آئینہ اور میزان کسی کے رنج و حیا کا خیال کر کے کب خاموش
 رہتے ہیں آئینہ اور میزان دونوں ایک روشن کسوٹی ہیں اگر دوسو برس تو انکی خدمت و خوشامد کرے اس نظر سے
 کہ میرے واسطے تم اپنی راستی کو چھپا لو اور راست پن کو چھوڑ دو بلکہ بڑھتی دکھاؤ کمتی مت دکھاؤ تو وہ یہی کہیں گے کہ تو اپنی
 بڑاڑھی موچ پیرا پت منہس لینے خود مسخرہ مت بن بھلا آئینہ اور میزان اور پھر ان سے توقع مکر و فریب کی الحلاف
 شرح میں وزنیہ کو ورضیا برزخ کو برزخ آدم آدم کنید کو کنید غلط لکھا ہو قولہ جون خدا مارا سراے آن فراخت ہ
 کہ مابا بتوان حقیقت را شناخت ہ این نباشد ماچہ از زیم ایوان ہ کے ستیم آئینہ روے نیکوان ہ ایک درکش
 درغل آئینہ را نہ کز تجلی کرد سینا سینہ را ہ گفت آخر بیج نجد درغل ہ آفتاب حق و خورشید انزل ہ ہم دخل را ہم غل را
 بردرد ہ نے جنون ماند بہ پیش نے خرد ہ گفت یک اصبح جو بر خیمے نمی ہ عالم از خورشید بینی تو تمی ہ یک سر انگشت
 پردہ ما شد ہ دین نشان ساتری شاہ شد ہ تا پو شانذ جہان را نقطہ ہ ہر گرد منخست از نقطہ ہ ب ب بہ بند و غور
 دریائے مگر ہ بحر احق کرد محکوم بشر ہ ہچو چشمہ زنجبیل و سبیل ہ ہست در حکم بہشتی و جلیل ہ چار جوے جنت
 اندر حکم ماست ہ این نہ زور ما بقرمان خداست ہ ہر کجا خواہیم داریمش روان ہ ہچو سحر اندر اد ساحران ہ ہچو
 این دو چشمہ چشم روان ہ ہست در حکم دل و فرمان جان ہ گز کوخا ہد رفت سوے زہر مار ہ در کوخا ہد رفت سوے
 اعتبار ہ گز کوخا ہد سوے محسوسات رفت ہ دور کوخا ہد سوے محسوسات رفت ہ گز کوخا ہد سوے کلیات را نہ ہ دور کوخا ہد
 صبر جزئیات ماند ہ یچنین بے یچ شخص چون نائزہ ہ ہر مرد ادم دل شد جائزہ ہ ہر طرف کہ دل اشارت کرد شان ہ
 میر و ہر پنج حس دامن کشان ہ المعنی سینا کیمر نام کوہ طور اصبح انگشت منقطہ بالفہم بارہ ابرو پارہ ہ ہچو اور گز ناوگان
 نائزہ ہندی ٹونٹی جائزہ صلہ و انعام اور وہ نشان جو نفل کی ہوئی شو پر لگاتے ہیں لینے وہ آئینہ اور میزان یہ کہیں گے
 کہ خدا تقاضے ہم کو اس واسطے بلند کیا ہی اور عزت دی ہی کہ ہم سے حقیقت شے کی پہچان سکے ہیں کہ ٹھیک ہو یا نہیں
 پس ہا جو حیل و بیات کہ ہم کئی بیشی کو ٹھیک نہ بتائیں اور مکر و فریب کریں ہم سے نہیں ہو سکتی ہی بھلا ہم کس لائق تھے کہ
 آئینہ صورت حسینوں کا بنیجہ جیسی آئے عورت کبھی ہو اگر یہ بات ہی جو مذکور ہوئی کہ آئینہ چھپا نہیں سکتا لیکن حضرت
 نے فرمایا کہ آئینہ کو اپنے بل میں نہ دیا جتنے تیرے سینے کو کبھی نور اکہی سے طور سینا بنا دیا ہی زید سے کہا بھلا
 آفتاب حق کا اور خورشید انزل کا کہیں نفل میں سما سکتا ہو نہ ترا بھی اسکی بجائیں ہو یہ تو وہ ہو کہ دخل کو کبھی بھلا سکتے
 اور نفل کو کبھی بھلا سکتے نہ اس کے سامنے جو حق کھڑے نہ ہو نہ خدائے تعالیٰ کی جگہ نہیں سکتا ہی تو انکی

انگلی آنکھ پر رکھ کے دیکھے گا تو سارے جہان کو خورشید سے خالی پائے گا اور ایک انگلی کی آڑ میں وہ چھپ جائے گا اور ایک ہی سہر انگشت ماہ کا پردہ ہو وہ بھی آسمین چھپ جاتا ہے پس یہی نشان اُس بادشاہ کے چھپاؤ کا ہوا ہے لب پر انگلی رکھ خاموش رہ وہ خود چھپا رہے گا فقط مراد آفتاب سے ہو پس فرمایا حضرت نے اس وقت تک کہ یہ نقطہ جہان کو چھپائے لیکن آفتاب سیاہ ہو کے زمین پر گر پڑے کہ مراد قیامت سے ہو تو اپنے لب بند کر اور اس بحر اسرار کی گہرائی کو دیکھتا رہ قیامت کے دن یہ سب حال منکشف ہو جائے گا وہ دن اسکے ظاہر ہونے کا ہو اللہ تعالیٰ نے اس بحر راز کو محکوم بشر کا کیا ہو کہ اسکو نظر آتا ہو جیسے چشمے زنجبیل اور سلسبیل کے بہشتی بزرگ و جلیل کے حکم میں ہیں دیکھ تو چارون نہرین بہشت کی جو کوثر تسنیم سلسبیل زنجبیل ہیں ہمارے حکم میں ہیں اور یہ کچھ ہمارے زور سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے ہم جہان چاہیں انکو جاری رکھیں جیسے جادو جادو گردن کی مراد کے موافق کرتا ہو جیسے یہ دو چشمے دونوں آنکھوں کے جاری ہیں جو دل و جان کے حکم میں ہیں اگر دل و جان چاہتے ہیں تو یہ زہر مار کھات جاتے ہیں یعنی لذات جسمانی انکو اچھا دکھاتی ہیں اور اگر دل و جان چاہیں تو اعتبار کی طرف جاتے ہیں اور ہر شے سے عبرت جاتے ہیں اگر وہ انکو محسوس چیزوں کی طرف بھیجتے ہیں تو ان حسی ظاہری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اگر محسوس کی جانب لیکن وہ چیزیں جن میں اسرار مقید ہیں تو ان اسرار کی طرف جاتے ہیں اور چاہے یہ دونوں انکو کلیات کی طرف ہانک دین چاہے جزئیات کی قید میں چھوڑ دین ایسے ہی پانچوں جن جو مثل نازہ کے جسم میں انسان کے ہیں انہر اسکا جائزہ لگا ہوا ہے جسکو کھول دیتا ہو اُس سے لطف و فائدہ حسب مراد دل کے پاتا ہو پانچوں دل کے حکم میں ہیں جس طرف دل ان کو اشارہ کرتا ہو مستعد وہیں چڑھائے اُسی طرف جاتے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں کہ زنجبیلی کی جگہ کرکھا ہو قولہ دست و پا در آمد دل شد مبتلا ہو چو اندر دست موسیٰ آن عصا بد دل بخوابد پا در آید زو برقص ہو یا اگر نیر و سوسے افزونی و نقص ہو دل بخوابد دست آید در حساب ہو یا صالح تا نوید او کتاب ہو دست در دست نہانی ماندہ است ہو اور وں تن را بروں نشاندہ است ہو اگر بخوابد برعد و مارے شود و دیو خواہد بروے یارے شود و گر بخوابد کچھ کو خور دنی ہو در بخوابد بچو گزردہ منی ہو دل چہ میگوید بدایشان اعزب ہو و صلیت طرفہ پنهانی سبب ہو دل مگر نہر سلیمان یافت ست ہو کہ ہمارے پنج حس بر تافت ست ہو پنج حسے از بروں معلوم او پنج حسے از بروں مامور او ہو دہ جس ست و نفعت اندام دگر ہو انچہ اندر گرفت ناید بشم ہو چون سلیمان ملاو حشری ہو بر پری و دیوزان انگشتری ہو گردین ملکیت بری باشی زریو ہو کے مستاند خاتم لذت دست تو دیو و دیو لذات عالم بگیرد اسم تو دیو و جہان محکوم تو چون جسم تو دیو در دست دیو خاتم نابرد ہو پا بر شاہے فوت شد بخت برود ہو بعد از ان یا حشر شد لیلیا و یا بر شیا محتوم یا یوم الاستعداد ہو و بتو دیو و شمشیر ہو یا چوین دوتے آجنا ہو تو چوین بیکری ہو کہ خود را گر تالار آوری ہو از ترن و تار جان کے پیروی ہو این سخن یا بانی غم و غم کہ

بعد ازین برقصہ نقان تنم : المعنی اصحاب اصبح انگشتها پنج حص ظاهر ہا ہرہ سابعہ شامہ لفتہ لامسہ پنج حص باطن حص
مشتک خیال وہم حافظہ مدکہ ہفت اندام ظاہر ہر ستر سینہ لفت دست و پا فرج لطن ہفت اندام باطن دل
جگر و ماع گردہ شش سبز زتہ ملک بمعنی ملکیت یعنی جیسے پنج حص فرمانبردار دل کے ہیں ایسے ہی ہاتھ پاؤں
بھی دل کے حکم میں مبتلا ہیں جیسے موسیٰ کا حصار ہی کے ہاتھ میں کہ جو شہر وہ چاہتے تھے وہی بجاتا تھا جس وقت تیرا دل بچا
کو چاہتا ہی تیرے پاؤں نا چنے گئے ہیں یا کسی کی بیٹی کی طرت بھاگنا دوڑنا چاہتا ہی تو بھاگتے دوڑتے ہیں اگر
دل تیرا حساب چاہتا ہی تو ہاتھ حساب کرنے لگتے ہیں کسی قسم کا ہو یا انگلیاں تا کوئی لکھتے ہیں لیکن ایک ہاتھ
پوشیدہ بھی ہو جسکے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو کہ وہ آپ تو اندر بٹھایا اور تیرے تن کو باہر بٹھا دیا ہر جس سے تیری خوشن
بوری کراتا ہی جب وہ چاہتا ہی تو یہی ہاتھ تیرا دشمن پر مار گزندہ ہو جاتا ہی یا باعث ہلاکت اور اگر چاہتا ہی تو یہی ہاتھ
کسی دل کا یار و مددگار ہو جاتا ہی اور اگر چاہتا ہی تو کسی خورش کا چھچھ بجاتا ہی اور یہی ہاتھ گزندہ منی ہو جاتا ہی اب
کہتے ہیں ای فلان عجب معاملہ ہو دل بچارہ کیا کہتا ہی یہ تو وصل ان کا و دل کا کرنے والے نے عجیب وصل پہنچا
کر دیا ہی اور عجیب ایک پوشیدہ سبب لگا دیا ہر جس سے یہ دل کے فرمانبردار ہیں ایسا معلوم ہوتا ہی کہ شاید دل نے
ہر سلیمانی پائی ہو جس سے نکلیں اس پنج حص کی اسکے قبضہ میں آئی ہو جیسا چاہتا ہی ویسا ہی اُسکو پھیرتا ہی اور جس
سبب دس ہیں پنج ظاہری پنج باطنی یہ دسوں اسپر سہل و آسان ہیں اور محکوم و فرمانبردار غرض یہ دس حص اور
ہفت اندام اور بہت ایسی جو بیان میں نہیں آتیں رگ پٹھے ہڈیاں ہب کوگن ان سب کا تو مثل سلیمان دلاور کے
سرور ہر جیسے وہ دیو پری کے اُس انگشت تری کے سبب سے سردار تھے کہ ان حص و اندام میں بھی لطف و بعض ہی
ہیں یعنی اچھے بُرے بس اگر اس سلطنت میں کر دیو سے بچار ہا تو تیری انگوٹھی دیو کو بے سکتا ہی اور تیرا نام
نسلے جان کو لے لیکا اور یہ جان کیا دون جان تیرے جسم کی طرح تیرے محکوم و مطیع ہو جائیں گے اور جو
کسی دیو نے انگوٹھی تیرے ہاتھ سے لے لی تو تیری بادشاہی بھی فوت ہوئی اور نصب بھی تیرا مر گیا بعد اسکے
یا حسرت علی العباد یعنی ہا حسرت بندوں پر اسکی ہر قیامت تک تجھ لگ جائے گی غرض قیامت تک حسرت میں رہے گا
اگر تو اپنے دیو کا جو کچھ میں ہو منکر ہو تو جب قیامت گاہ میں جائے گا یا ہنگام سفر آخرت کے تو خوب ظاہر دیکھے گا
تو اپنے مکر کا انکار کرے گا تو تیرے انکار سے کیا ہو گا تراز و اور آئینہ سے جو نامہ اعمال ہو کیسے جان پکائے گا
اور تیرا خوشتر کی معلوم آئینہ گریز کہ اس سخن کی کچھ حد نہیں کیا کروں اب اسکو چھوڑ دوں قصہ نقان پر اپنی نظم کو
پور دون الخلاف شرح میں یا اصحاب یا اصحاب یا یوں ان کو دیو زن لکھا ہے

تصنیف لگا نا غلاموں اور خواجہ تاجون کا نقاب ان کو کہ یہ سب میرہ خوب کھا گیا

گولہ بودن میں خواجہ تاجون : ہر کاش خوار میں : می فرستاد او غلامان : یہ سب میرہ

تاکہ میوہ آپیش بہر فرغ ہو و لقمان در غلامان چون طفیل ہو پر معانی تیرہ صورت بچو لیل ہو آن غلامان میوہ ہاے
 جمع را ہو خوش بخوردند از میب طبع را ہو خواہہ را گفتند لقمان خورد آن ہو خواہہ ہر لقمان ترش گشت و گران ہو چون
 نقص کرد لقمان آن سبب ہو در عتاب و خواہہ اش بکشا و لب ہو گفت لقمان سید آپیش خدا ہو بندہ خائن نباشد
 مرتبے ہو امتحان را کار فرما ہو کیا ہو شربت گرم آب وہ بہر بلا ہو امتحان کن جملہ ملازم کریم ہو سیرمان در دہ تو از آب
 جیم ہو بعد از ان مارا بصحرای کلان ہو تو سوار و پایادہ بردوان ہو انگلمان بنگر تو بد کردار را ہو صنہماے کاشف
 اسرار را ہو گشت ساقی خواہہ از آب جیم ہو مر غلامان را خوردند آن زیم ہو بعد از ان میراندشان در دستہا ہو
 میدویدند آن نفرحت و علا ہو تے در افتادند ایشان از عذا ہو آب می آورد و ایشان میوہ ہا ہو چونکہ لقمان را در آمد
 تے زنا ہو می بر آمد و در و نش آب صاف ہو حکمت لقمان چو تا ند این نمود ہو پس چہ باشد حکمت رب الوجود ہو
 ہوم ان تبلی السرا رکما ہو بان منکم کا من لایشتہا ہو چون سقوا و حیما قطع ہو حمله الاسرار مما مضت ہو المعنی
 مرتجی بالغم امید و ارجیم گرم انضاح فیضیت و سوا کرنا فرماتے ہین لقمان اپنے خواہہ کے سامنے اور بند و ہین
 نہایت حقیر و نا چیز تھا ایک دن خواہہ نے غلاموں کو جانب باغ کے میوہ لانے کو بھیجا تا فرغ کے وقت کاغزل
 ہو یہ بچارے ان غلاموں میں ایسے تھے جیسے کوئی طفیلی محض ہے اعتبار اور سیاہ رنگ مثل رات کے لپکن
 پر معانی بڑے ان غلاموں نے جو کچھ میوہ جمع فقبا خوب کھایا طبع کی لوٹ سے لینے طمع ان کی لوٹ میں بڑ گئی کہ
 یہ بھی لیلون وہ بھی لیلون اور خواہہ سے کہہ دیا کہ لقمان سب میوہ کھا گیا خواہہ لقمان پر نہایت ترش اور گران ہوا
 جو مراد بھاری پڑ جانے سے ہر جب لقمان نے سبب اسکا ٹٹولا اور باعث عتاب کی جستجو کی تو خواہہ نے بیان
 کیا لقمان نے کہا اے سرور خدا کے سامنے بندہ خائن امیدوار نہیں ہوتا پس اے خداوند تو امتحان کو عمل میں لا اور
 گرم پانی آزمائش کے واسطے دے کہی اے کریم ہمارا سب کا امتحان کر اور گرم پانی پیٹ بھر کے ہمو بلا بعد اسکے کسی
 بڑے جنگل میں تو سوار ہو کہ ہمو پایادہ دوڑا چھو دیکھ بد کردار کون ہو اور خدا تعالیٰ کہ بھید ظاہر کر دے والا ہو
 اسکی صنعتوں کو غور کر انقض خواہہ نے خود سب غلاموں کو گرم پانی پلا یا اور بھوننے ٹھکے مارے بیا بھر ان کو
 جنگل میں لے گیا کبھی ادھر کبھی اُدھر دوڑاتا تھا اور وہ سب نشیب و فراز میں دوڑتے تھے پھر وہ سب تھیں
 پڑے اور تھک کر لگے وہی گرم پانی انکے پیٹ سے میوے نکالتا تھا جب لقمان کی ناف سے قرآنی تو وہی پانی
 صاف نکلا جس میں میوے کا نام نہ تھا اب مقولات مولانا راز کے ہین کہ جب لقمان کی حکمت نے ایسے بھید و
 عیب ظاہر کر دیے تو پروردگار عالم وجود کی حکمت کو غور کر وہ کسی ہر اس سے کوئی چھپ سکتا ہر متعنی اشار
 عربی کے یعنی قیامت کا وہ دن ہو کہ ظاہر کیا ہین گی کل بھی چہیز ہین اور ہون گی تم سے پوشیدہ باتیں جنکو ظاہر ہونا
 نہیں چاہتے تھے اور جب گرم پانی در زخ میں پلانے جاؤ گے تو قطع کیے جائینگے پردے چھپاؤ گے ہس چیز سے

جو فیضیت و رسوا کرے گی اس شعر میں اقتباس ہے کہ یہ سقوا ما زحمیما فقطع اما رہم بلایا جائیگا پانی گرم پس کٹ پرین گی
 آئینہ انکی اور پہلے شعر میں یوم تلی السرا سے الخلاف شرح میں دغتاب کو دغتاب لکھا ہے قولہ نار ازان آمدغتاب کا قرآن ہے
 کہ حجر نار باشد امتحان ہا این دل چون سنگ راتا چند چند ہا نرم گفتم وئی پذیرفت پند ہا ریش بدو داروے
 بدیافت رگ ہا مر سرخراسر دند ان سنگ ہا للخیثات الخیثون حکمت سست ہا زشت راہم زشت جفت بابت
 سست ہا پس تو ہر جفتے کہ میخوای بگیر ہا محو او باش و صفات او پذیر ہا نورخوای مستعد نور شو ہا دورخوای خوش
 بین و دور شو ہا ور رہی خواہی ازین سخن خرب ہا سرکش از دوست و اسجد و اقرب ہا سرکش ترا بین سر اسر دغتاب
 سربہ والد اعلم بالصواب ہا این سخن پایان ندارد نیز زید ہا بر براق ناطقہ بر بند فید ہا المعنی بابت لائق و
 سزاواری و لائق و سزاوار خرب نفع اول و کسر ثانی ویران سخن بالکسر زندان فید بالفتح نفع قرمٹے ہن کا فون
 کے عذاب کو جو نار مخصوص ہوئی اس واسطے کہ تجر کا امتحان آگ سے ہوتا ہے تہنہ بھی اپنے دل چون سنگ کو نرم
 نرم جو نصیحت کی اور بہت ہی بہت لیکن اسنے مطلق نہ سنی جو ریش بد ہوتا ہے اسکا علاج بھی بد ہونا چاہیے محکو
 خوب اسکی رگ معلوم ہوگی ہر جیسے گدھے کے سر کو گتے ہی کو دانت لائق چنانچہ مشہور ہے گوشت خوردندان سنگ
 اور اند تقالے نے بھی غیث عورتین غیث مردون کے لیے خاص کی ہن اسلیے کہ زشت کے واسطے زشت ہی
 جفت لائق ہے اتو چاہیے جس جفت کو اختیار کر خواہ غیث خواہ طیب بس اسی میں آپ کو مطامع اور اسی کی صفات
 اختیار کرے تو رہتا چاہتا ہے نور کی استعداد آپ میں پیدا کر اور جو اس سے دور رہنا چاہتا ہے خوش میں ہو بس دور
 رہے گا اور جو اس ویرانہ اور زندان میں راہ خلاص کی ڈھونڈھتا ہے تو سرکشی مت کر سر سجدہ زمین پر رکھ اور قرب اسکا
 حاصل کر خوب جان لے جو سرکش ہیں وہ سر اسر عذاب میں ہن تو سر رکھ دے پھر آگے صواب غیر صواب کا الد خوب
 جاننے والا ہے آئینہ گریز زید سے کہتے ہیں ای زید اس بات کی تو پایان نہیں ہے تو اٹھ اور ناطقہ کے براق پر کچھ
 فائدہ اور نفع لاو الخلاف شرح میں بجائے دوست دست و اسجد لکھا ہے اور فید کو قید

بقیہ حکایت زید بابا تعمیر صلی اللہ علیہ وسلم وجواب آنحضرت

قولہ ناطقہ چون فاضح آمد غیب را ہا میدراند پردہ ہاے غیب را ہا غیب مطلوب حق آمد چند گاہ ہا این دہل ترن
 را بران بر بند راہ ہا نک مران درکش فنان مستور بہ ہا ہر کس از ہذا رخو دسر در بہ ہا حق ہی داند کہ نو میدان او ہا زین
 عبارت ہم نگر و اندرو ہا ہم مشرف در عبادتہاے او ہا مشتغل گشتہ بطاعتہاے او ہا ہم بامیدے
 مشرف میشوند ہا چند رونے و در رکائش میدوند ہا خواہد آن رحمت بتابد بر ہمہ ہا بر بدو نیک از محوم مرہم ہا حق
 بھی خواہد کہ ہر میر و اسیر ہا بار جا و خوف باشند و حذیر ہا این رجا و خوف و پردہ بود ہا تاپس این پردہ پروردہ شود ہا
 چون دریدی پردہ کو خوف و رجا ہا غیب باشد کہ و فرے بر ملا ہا المعنی فاضح فیضیت کنندہ خدیو ترسناک

فرماتے ہیں کہ ناطق آدمی کا آدمی کو نصیحت کرنے والا ہر اور غیب کے پردے بھارتا ہر یعنی ایک شخص کا غیب تو خدا تعالیٰ دہائے ہوئے ہر یہ اسکو فاش کرتا ہر بہت جگہ اور موقع ایسے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو چھپاؤ اس کا مطلوب ہوتا ہر پس اس ڈھنڈ درپے کی اوھر سے راہ بند کر اوھر نہ جانے پائے دیکھ سلی باگ کے رہ اسکا چھپا ہوا بہتر ہر اور ہر کوئی اپنے گمان و بندار ہی میں خوش اچھا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہر جو اس سے نومید ہو گئے وہ تیرے ناطقہ کی عبارتیں کب سنیں گے اور کب اس سے منہ پھریں گے اور جو لوگ اس کی عبادتوں سے شرف پارہے ہیں اور اسکی طاعت میں مشغول ہیں وہ اپنی امید پر شرف ہوتے ہیں حال یہ کہ چند ہی روز اسکی رکاب میں دوڑتے ہیں اور خدمت بجالاتے ہیں وہ یہ چاہتا ہے کہ رحمت میری سب پر چکے خواہ نیک ہو خواہ بد اس واسطے کہ اسکی رحمت عام ہر مطلب اس پردہ سے یہ ہر کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہر کہ ہر میر و امیر خوف ورجا میں رکھ کر ڈرتے بچتے رہیں اور یہ رجا و خوف پردہ میں رہے تا خوف ورجا والا اس پردے کے نیچے خوب بخت اور پردہ ہو جاے اور جب تو نے پردہ بھاڑ ڈالا تو پھر خوف ورجا گمان البتہ جتیک چھپا ہر تب تک ہر ورنہ غیب کا کردار بھلا جاتا رہا

حکایت

قولہ برب جو بردننے یک فتا ہر کہ سلیمان ست ماہی گیر ما ہر گرویت این ازہر فردست و خفیت ہر ورنہ سیماے سلیمانیش چسیت ہر اندرین اندیشہ می بود او دودل ہر تا سلیمان گشت شاہ مستقل ہر دیوزت از ملک تخت او گزشت تیغ بختش خون آن شیطان برکت ہر کرد در گشت خود انگشتری ہر رفت اندیشہ و گمانش یکسری ہر وہم انگاہ است کو پوشیدہ است ہر این گمان خود ارپے ناویدہ است ہر بد خیال غائب اندر سینہ زفت ہر چونکہ حاضر شد خیال او برفت ہر گر شماعے نور بے باری نہیت ہر ہم زمین تار بے بالید نہیت ہر گروچہ ست اظہار کردن ہم کمال ہر میر ہاند جانہارا از خیال ہر لیک یک و ر صد بود ایاں لغیب ہر نیک دان و بگذرا از تویر و ریب ہر یومنون ہر لغیب عیا بد جہاں زان بہستم روزن فانی سرا ہر چون شکافم آسمان را و حضور ہر چون بگویم ہل ترے فیما فطور ہر تا و دین ظلمت تخری میکنند ہر ہر کے روجا نے می آ ورنہ ہر مدتے معکوس باشند کار ہر ہر شمعہ را و زدا و رد بردار ہر تاکہ بس سلطان عالی ہمتی ہر بندہ بندہ خود آید مدتے ہر بندگی و غیب آید خوب کش ہر حفظ غیب آید در سہ باد خوش ہر گو کہ مرج شاہ گوید پیش او ہر باکہ و غیبت بود او شرم رو ہر المعنی تا کہ معنی آب زفت با لفتح سخت و سطر و ہر تحریر تسلی اور سزاوار و لائق اور طو حوٹھنا اور قبلہ کا کسی طرف قصد کرنا کش با لفتح بمنے خوش تفسیر کنارہ نہر کے ایک جوان کو یہ گمان ہوا کہ یہ ماہی گیر جو ہماری مچلیاں بکڑ رہا ہر سلیمان ہیں لیکن اگر وہ سلیمان ہر تو ایسا تنہا و پوشیدہ کیوں ہر اور جو سلیمان نہیں تو سیماے سلیمانی یعنی علامین سلیمانی اس میں کیوں ہیں وہ جوان اسی سوچ میں دودل رہتا تھا کہ حضرت سلیمان بھر شاہ مستقل ہو گئے دیو سخت و سطر بر جوان کے تخت پر بیٹھ کے ملک بہتر تھرت

ہو گیا تھا تخت و ملک چھوڑ کے بھاگا اور ان کے نصیب کی تیغ نے خون اس شیطان کا بہا یا اور وہ انگشتی جو اس
 دلو نے پانی تھی پھر انکو لگئی جسکو انگشت میں پہننے سے سب گمان اور اندیشے جاتے رہے اور کیسے نہ جاتے رہیں
 ہر شے کا معمول ہر کہ مبتلا وہ پوشیدہ ہوتی ہر سوقت تک اس میں وہم ہوتا ہر اس واسطے کہ وہ نادیدہ ہر سامنے نہیں ایسے
 ہی اس جوان کا سینہ بھی خیال غائب سے زفت و مالامال تھا جب وہ غائب حاضر ہو گیا وہ خیال بھی جاتا رہا آب
 مقولات مولانا رحمہ کے ہیں فرمایا اگرچہ آسمان نور کا ہے بارید زمیں ہر نور اس سے برستا ہی رہتا ہی لیکن یہ زمین
 تاریک بھی ہے بارید زمیں ہر اسکی تاریکی بھی بڑھتی رہتی ہر غرض یہ دنیا نور و ظلمت دونوں کی جگہ ہر اسکی کفر و اسلام
 اب آنحضرت زید سے پھر فرماتے ہیں اگرچہ اظہار کرنا بھی کمال ہر کہ جانیں خیالات سے چھوٹ جاتی ہیں اور ظاہر
 دیکھ کے مطمئن ہو جاتی ہیں لیکن غیب پر ایمان جو لاتے ہیں ان کا ایک حصہ ایمان سو حصہ شمار ہوتا ہر اس ایمان کو
 اتنی فضیلت ہر تو اس بات کو خوب جان لے اور اصلاح شک و فریب مت سمجھے تجکو تو یو منون باغیب ہونا چاہیے
 یعنی چھپی چیزوں پر ایمان لانا کہ خدا تعالیٰ اور پیغمبر اور فرشتے اور کتابین آسمانی اور قیامت وغیرہم ہیں اسی
 سبب سے میں نے روزن اس سراے فانی دنیا کا بند کر دیا تجکو تیرے بیان سے روکا اب میں آسمان کو تیرے
 سامنے کیسے بچاؤں اور کیسے کہوں کیا تو شگات آسمان کا دیکھتا ہر اس واسطے کہ اس اندھیری رات دنیا میں ہر کوئی
 اپنے اپنے قبلہ کا قصد کرتا ہر اسکی طرف متوجہ ہوتا ہر اور ایک مدت جو قیامت ہر ایسا ہی اٹنا معاملہ چلا جائیگا
 اور سخنوں کو چر سولیان دین گے مطلب یہ کہ بجز آپ کو راست رو جانیں گے اور دین راست کے محافظوں
 کو ایزدائین دین گے یہ ان تک کہ بڑے بڑے سلطان عالی ہمت جو اولیاء کا بر دین ہیں بندے اپنے
 بندوں کے بنیں گے لیکن بحقیقت جو بندے انکے ہیں اور انکی اطاعت و انقیاد ان پر واجب و لازم وہ
 اکابر ان مطیعوں کے مطیع و منقاد ہوں گے بہر حال بندگی غیب ہی کی خوب و خوش ہوتی ہر اور حفظ غیب کا
 دوری میں اچھا ہوتا ہر ایسا کہ ان ہر کہ ایک شخص تو مدح بادشاہ کی اس کے منہ پر کرتا ہر اور ایک شخص بادشاہ
 کی شان و شوکت سے شرماء کے غیبت میں اسکا مدح ہر تو وہ پہلا اس دوسرے کے مقابل ہو اس سے
 اس سے بڑا فرق ہر اختلاف تشریح بحر العلوم میں زفت کو رفت با کہ در غیبت کو تا کہ شرم کو رد کو شرم او غلط لکھا ہر
 قولہ قلم داری از کنار ملکوت و دور از سلطان و سایہ سلطنت و پاس داری قلم را از دشمنان و قلم لغیر و دشمنان
 بیکران و غائب از شہ در کنار لغیر و ہر ہر حاضر و نگہ دار و وفا و پیش شہ بہتر بود از دیگران ہر کہ بخدمت حاضر آید جانفشان و
 پس یقینیت نیم ذرہ حفظ کار و ہر کہ اندر حاضری زان صد ہزار ہر طاعت و ایمان کنون محمود شد و بعد مرگ اندر
 عیان مردود شد و ہر چون کہ غیب و غائب در و پوش بہ و پس دہان برستہ لب خاموش بہ و اسے برادر
 دست داد از سخن و خود خدا پیدا کند علم لدن و پس بود خورشید را رویش گواہ و اتی شہی اعظم الشاہد کہ ہر

نے جو قرین شہد درمیان ہ ہم خدا ہم ملک ہم عالمان ہ شہد اللہ و الملک و اہل العلوم ہ انہ لارب الامن یدوم
چون گواہی داد حق کہ بد ملک ہ تا شود اندر گواہی مشترک ہ زانکہ شمشاع حضور آفتاب ہ برتا بد چشم و دہلے
خراب ہ چون خفا شمع کو قف نور شہید را ہ برتا بد گسلد امید را ہ پس ملائک را چو ماہان بازوان ہ جلوہ گر
خویشید را بر آسمان ہ کین صنیا ما ز آفتابے یافتیم ہ چون خلیفہ بر ضعیفان یافتیم ہ چون سہ نو یا سہ روزہ پاک
بر ہ مرتبہ ہر یک بود و نور و قدر ہ زاجمہ نور ثلاث اور باع ہ بر مراتب ہر ملک رازان شماع ہ ہچو پربہاے
عقول انبیان ہ کہ بسے فرقت شان اندر میان ہ پس قرین ہر بشر در نیک و بد ہ آن ملک باشند کہ مانند ش بود ہ
چشم اعمش نور خور چون بر تافت ہ اختر اور اشع شد تارہ بیافت ہ المعنی ثغر بالفتح سر حد میان ملک کفر و اسلام
شمشاع روشنی آفتاب اعمش بالفتح وہ شخص جسکی آنکھوں سے پانی بہتا رہے بسبب مرض کے یعنی اُسکی سلطنت کا
جو ایک کنارہ ہو کہ یہی دنیا ہو ایک قلعہ اور تو بھی ہو اور قلعہ بدن اسکا کہ پادشاہ سے دور ہو اور اُس کے سایہ سلطنت
سے بھی دور اور پادشاہ کی طرف سے قلعہ جسکے سپرد ہوتا ہو تو اس واسطے کہ دشمنوں سے قلعہ کو بچائے رہے نہ کہ مال
بیکران کی حرص و طمع سے قلعہ کو بیچ ڈالے اور دشمنوں کے کہ یہی حرص و ہوا ہیں دخل و تصرف میں کر دے جو شخص
کہ بادشاہ سے غائب ہو اور اُن سرمدون پر تعین جو کفر و اسلام کے درمیان ہیں اور وہ مثل حاضر کے نگہداشت
وفا کی کر دہا ہ وہ پادشاہ کے سامنے اور دن سے بہتر ہو گا کہ وہ اُس کی خدمت میں جانفشان حاضر ہو گا بس تعجب
میں اگر حفظ کام کا نیم ذرہ ہو گا اور حاضری میں اُس سے لاکھ حصہ بڑھ کے تو ہر گز یہ اُس نیم ذرہ کو نہیں پہونچے گا
نہ وہ طاعت و ایمان کہ اب تو سب کی نظروں میں محمود ٹھہری اور بعد مرنے کے اُسکی بدولت ظاہر مردود ہوئی
اب فرماتے ہیں کہ ہر گاہ غیب اور قائب اور روپوش بہتر ثابت ہوے تو دہن بستہ اور لب خاموش ہی
اچھا اور بھائی تو سخن سے پتا ہاتھ روک یہ سب علم لدن ہیں جو تو نے دیکھے ان سب کو ایک دن آپ خدا تعالیٰ
ظاہر کر دے گا تو آج ظاہر مت کر تجھلا آفتاب کے لیے کسی گواہ کی کیا حاجت ہو خود اُسکی صورت ہی گواہ کافی ہو پھر
کوئی شہر بہت بڑی گواہ ہو خدا سے جیسا کہ فرمایا قل ای شئی اکبر شہادۃ قل اللہ شہید نبی و نیکم نبی جب کفار نے آپ سے
گواہ چاہا تو حکم ہوا پوچھو تمھارے نزدیک بڑا گواہ کون ہو سب چپ ہوے پھر حکم ہوا کہ اے گواہ ہو ہمارے
تمھارے درمیان میں اور اب جو یہ بیان قرین بشادات ہو تو میں کہتا ہوں کہ ایک خدا ہی نہیں خدا بھی اور
فرشتے بھی اور عالم بھی چنانچہ شاعر عربی بعد کا اسی کاغذ ہے کہ گواہی دیتا ہو اللہ اور فرشتے اور اہل علوم
سب اس بات کی کہ بیشک شان یہ ہو کہ کوئی پروردگار نہیں ہو مگر وہی کہ جو قائم و دائم ہو مطابق آئیہ کریمہ
شہد اللہ انہ لا اکہ الا ہو و المللائکۃ و اولو العلم قائمًا بالقسط اب فرمایا کہ ہر گاہ خدا تعالیٰ نے خود گواہی دی تو اُسکے ہونے
فرشتے کیا چیز ہیں جو گواہی میں شریک کیے گئے اس سبب سے کہ چک ایک آفتاب کی حضور آفتاب میں ہر چشم و

دل خراب نہیں اٹھا سکتا ہو اور مثل چمکا ڈر کے کہ وہ متحمل گرمی آفتاب کا نہیں ہوتا نا امید ہو کے کونون گوشون میں جھپٹتا پھرتا ہو جس فرشتوں کو ایسا جان جیسے ماہ کہ آسمان پر جلوہ گر خورشید سے ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روشنی ہمیں آفتاب حقیقی سے پائی ہو مثل خلیفہ کے ضعیفوں پر ہم چلے ہیں یعنی جیسے ماہ خلیفہ آفتاب کا ہم خلیفہ آفتاب حقیقی کے ہیں اور جیسے ماہ ٹوید اہل دنیا کا ہو نور بصیر وغیرہ میں ہم بھی یار و مددگار ضعیفانے دنیا کے ہیں اور جو ماہ کے تین درجے ہیں ہلال تین دن تک کہ ضعیف و نحیف ہوتا ہو اور پھر قمر مکملاتا ہو جو دھوین تک اور چودھویں کو بدر کہ ہر درجہ کے موافق نور و قدر رکھتا ہو ایسے ہی ان فرشتوں کے بازو ہیں تین میں یا چار چار اور ہر ایک کو موافق مراتب کے اس نور سے شعاع حاصل ہو جیسا کہ سر مایا جاعل الملائکہ رسلاً اولے اجتماع مئی و ثلاث و رباع کرنے والا فرشتوں کا رسول کہ صاحب بازو دو دو اور تین تین اور چار چار کے ہیں رسول بدین نظر کہ انسان کے محافظ ہیں جیسے کرام کا تبیین اور اعمال نویس اور کام انجام کرنے والے اور وحی لائے والے اور اور بہت امور اور جیسے بازو فرشتوں کے ہیں ایسے ہی پر عقول انسان کے ہیں کہ در حقیقت عقل بھی ایک فرشتہ ہی ہر کسی کے ساتھ کہ اسکو نیک راہ سمجھاتا ہو مگر عقول میں بہت فرق ہو کوئی کیسی کوئی کیسی جس ہر شے کا مصاحب ہر نیک و بد میں وہ فرشتہ ہوتا ہو کہ اسکا مثل و مانند ہو جیسے اوپر تفصیل کی ہو کہ کوئی ہلال ہو کوئی قمر ہو کوئی بدر ہو اور کوئی دود و بازو والے کوئی تین تین کوئی چار چار اور یہ فرشتوں کا قرین ہونا ہو اس لئے کہ جب مخلوق کی آنکھ آتش ہو متحمل نور آفتاب کی نہیں تو یہ ستارے انکی سمع بینین تو وہ راہ پائین آفتاب مراد نور خدا تھا لے سے اختلاف شرح میں از کنار کو کنار اور حاضر آید کو حاضر انداد اور کو دآ و از ششاع شمشاع ماہان کو ماہا لکھا ہو

کنا حضرت کا زید کو کہ یہ زار اس سے زیادہ فاش مت کر

تو کہ گفت بنیبر کہ اصحاب نجوم بدر ہر دو ان راسخ و شیطان را رجوم ہمہ ہر کسی را گردی آن چشم زور نہ کہ گرفت ز آفتاب جرج نور نہ کہ ستارہ حاجت سے ای دلیل نہ کہ بوی بر نور خورشید آن دلیل نہ بیچ ماہ و آخری حاجت نبود نہ کہ بدر آفتاب حق شود نہ ماہی گوید یا بر د خاک و فے نہ من بشر بودم و لے یوحی اے چون شتا تاریک بودم و رہنما دیوئی خورشیدی جنین نورم بدادہ ظلمتی دارم بنسبت با شمس نہ نور دارم بہر ظلمت نفوس نہ زان ضعیف تا توانی آوری نہ کہ فرد آفتاب انوری نہ بچو شمس و سرکہ در ہم تافتم نہ تا سو سے بچ جگر رہ یافتیم نہ چون زعلت و اہیدی ای رہین نہ سرکہ را بگذارد و مجور انگبین نہ تخت دل نمود شد پاک از ہوا نہ بردی الرحمن علی العرش استوی نہ حکم بردل بعد ازین بے واسطہ نہ حق کند چون یافت دل این رابطہ نہ نیست حکمت گفتن ابن اسرار نہ چون قیامت میرسد اظہار را نہ این سخن پایان ندارد در زید کو نہ تا ہم چند شمس کہ رسوائی مجو نہ المے رجوم وہ ستارے جن سے

شیاطین کو مارتے ہیں شہود بھیتیں ساکون کی اصطلاح میں دیکھنا خدا تعالیٰ کا ہر کہ مراتب کثرت اور مہمات
 صوری سے گذر کے مقام توحید عیانی کو پہنچے اور جو کچھ دیکھے حق کو دیکھے نے بانفج سایہ جو دو پہر ڈھلنے کے بعد
 ہوتا ہے اور جو دو پہر تک ہوتا ہے اسکو خل کہتے ہیں شمس نفع سرکش و بد خو فرماتے ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب سارے ہیں ساکان راہ خدا کے تو رہنا اور شیطانوں کے حق میں رجوم اور
 شہاب ثاقب جسے فرشتے شیاطین کو مارتے ہیں انے نہیں دیتے اگر ہر کسی کو ایسا زور چشم حاصل ہوتا کہ آفتاب
 برج سے نور پذیر ہو جاتا تو ستاروں کی کیا حاجت ہوتی جو نور خورشید پر دلیل بنتے اور ان کے دیکھنے سے
 جانا جاتا کہ ان میں نور آفتاب کا ہے جیسا کہ اب جانا جاتا ہے اسوقت میں کسی ماہ و اختر کی کچھ حاجت نہ تھی کہ آفتاب ذات حق
 کا ظاہر ہوتا اور اسپر ماہ و اختر کو شہود ہوتا جیسا کہ سعدی رح نے فرمایا ہے شعر چو سلطان عزت علم بر کشد بہ جان منجرب
 عدم در کشد بہ آب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کو ماہ قرار دے کے فرماتے ہیں کہ خود میں ابرو خاک و باد
 جو مخلوق ہے غلطہ حد حشیت کہ کوئی مثل ابر کے ہو اور کوئی برنگ خاک اور کوئی ہنجو سایہ زوال چھپانے والے
 ماہ کے کہ میں بھی بشری تھا مثل تمھارے لیکن مجھ میں تم میں اتنا فرق ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جیسا کہ قرآن مجید
 میں ہے انا بشر مثکم لویحی اے یعنی میں بشر ہوں مثل تمھارے کہ میرے پاس وحی آتی ہے مجھ کو دعویٰ رو بیت کا نہیں
 پہنچتا بھی اپنی سرشت و ذات میں تمھاری طرح تیرہ و تاریک تھا جب مثل ماہ کے اپنی ہستی سے خورشید کے سامنے
 قالب تہی کیا تو اسکی وحی نے مجھ کو ایسا نورانی کر دیا اور ایک ظلمت رکھتا ہوں کہ اسکی نسبت شمس اور سور کے ساتھ
 ہے یعنی کفار جو مجھ کو مثل اپنے جانتے ہیں اور نور بھی رکھتا ہوں تا جانوں اور رد خون کو ظلمات سے پاک کر دوں اور لظاہر
 جو ایسا ضعیف و نحیف ہوں اس سبب سے کہ تو تاب لاسکے اور تحمل اس نور کا ہو اسواسطے کہ تو مرد آفتاب انور کا نہیں
 ہے اسکے تحمل کی تاب نہیں رکھتا میں مثل شہد و سرکہ کے درہم نافہ ہوں اگر آمیختہ کہ شہد بھی ہے سرکہ بھی جب رنج جگر کی
 طرٹ جگہ راہ دی ہے جس ابرہین رنج جگر کے جب تک اس علت میں مبتلا ہے سرکہ کا استعمال کو یعنی محنت و ریخت
 اور جب اس سے نجات پا جائے تو مزے سے شہد کھایا کر تو من کا دل عرش خدا کا ہے جب یہ دل حرص و ہوا سے پاک ہوا
 قابل آبادی کے ہو گیا اور آبادی یہ کہ جو اس آئہ کریمہ کا مصداق ہے الرحمن علی العرش استوی یعنی رحمن عرش پر
 قائم ہے پس یہ دل اسکا مقام ہو جاتا ہے جب اس دل کو ایسا رابطہ حق قائل سے ہو جاتا ہے تو بے واسطہ حکم خدا تعالیٰ
 کا خاص اس دل پر صادر ہوتا ہے اب آنحضرت فرماتے ہیں کہ اس بھید کا کتنا حکمت نہیں ہے خدا تعالیٰ نے اسکو
 چھپایا ہے قریب قیامت اسکے ظاہر کرنے کو آتی ہے آپ ظاہر ہو جائے گا جس اس بات کی توحید و غایت نہیں زید
 کسان ہے کہ اسکو نصیحت کروں کہ تو رسوائی مت ڈھونڈھے اور اس راز کو ظاہر مت کرے الخلاف تشریح بحر العلوم
 میں چشم زور لکھا ہے میں نے اس داد کو حکم کر دیا اور ماہ میگوید میں نے اسکو ماہ من گوید لکھا ہے اور ہجہ شہد اس

شعر میں دونوں جگہ یا فتم لکھا ہو میں نے پہلے مصرع میں تاسم دوسرے میں یا فتم

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

قوله زید را اکنون نیابی کو گر نیت ہجست از صفت نعل و نعل رکبت ہ تو کہ با نخی زید ہم خود را نیافت ہ ہجو اختر کہ بر خویشید مافت ہ نے از نقشے بیلبے نے نشان ہ نے کے یابی نہ راہ مکشان ہ شد حواس لطیف بے پایاں ماہ محو ز دانش سلطان ماہ صبا و عطا نشان در درون ہ موج در موج لدینا محضون ہ چو شب آمد باز دقت بار شد ہ انجم پنهان شدہ بر کار شد ہ خلق و عالم جلگی ہیش شونہ ہ پردہا بر رو کشند و بخونہ ہ صبح چون دم زد علم افراشت خور ہ ہر تنے از خوابکہ برو آشت سر ہ ہیشان را وادہ حق ہو شہا ہ حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا ہ پاسہ کویان دست افشان در شتا ہ ناز نازان رہنا اجیتا ہ آن جلو دو آن عظام رختہ ہ فارسان گشتہ غبار انکسیت ہ جملہ آئند از عدم سوے وجود ہ در قیامت ہم شکور ہم عنود ہ سر چہ می بچی کہ بس ناویدہ ہ در عدم زاول نہ سر چہ پید ہ در عدم فشرده ہوی پاسہ خویش ہ کہ مرا کہ بر کند از جاے خویش ہ می نہ مبنی صنع ربانیت را ہ چون کشید آن موے پیشانیت را ہ تا کشیدت اندرین انواع حال ہ کہ نبوت در گمان و در خیال ہ آن عدم اورا ہا را بندہ است ہ کارکن دیوا سیلمان زندہ است ہ دیو میسازد جفان کا جواب ہ زہرہ نے تادفع گوید یا جواب ہ خویش را ہین چون ہیلری زیم ہ مر عدم ریز لرزان دان مقیم ہ المعنی صفت نعل صفت آخرین مجلس جہان جوتیان اُتارین نعل رختین دو طرنا اسب کا اور رخا رے رہا کا جلو و جمع جلد فارسان سواران کو تودفع تا سپاس ہمارہ نفع اندازہ و حساب و ہمیشہ مخففت ہوارہ یعنی او پر جو کہا ہ کہ زید کمان ہو اسکو نصیحت کروں بھلا زید اب کمان ملتا ہوجب کہ وہ اپنی خودی سے بھاگ گیا اور صفات بشریہ سے نکلیا کہ یہی صفت نعل تھی ایسا شباب زدہ اس سے بھاگ کہ نعل بھی گر گیا فرماتے ہین تو کس گنتی میں ہو جب زید ہی آپ کو بھول گیا جیسے اختر خویشید کی شمع سے نیست دبے نہو ہو جاتا ہو بس ایسے ہی اب نہ اسکا نقش ہر نہ نشان نہ مکشان کی طرح کہیں اسکی کاہ نہ راہ تیتے جیسے مکشان کو راہ بتاتے ہین اور واقعی وہ راہ ہمیں اور لفظ کاہ سے مرکب کیا ہو اور دراصل اسمین کاہ ہمیں صرف ایک نام ہی نام ہو بس یہی حال زید کا ہو کہ کوئی صفات بشری اسمین نہیں رہی البتہ نام بشر کا سازید کہنے کو رہ گیا اب مقولات مولانا رح کے ہین کہ ایک زید کیا اور ہم کیا بھزدو بے پایاں نطق و حواس ہم جیسوں کے اس بادشاہ کے نوزدانش میں مو ہو گئے اور مٹ گئے اور یہ مو ہو تا ایسا نہیں کہ بالکل معدوم سمجھا جاے بلکہ ہیشا رحس او ہیشا ب عقول جن لوگوں کے درون میں تھی اور مو ہو میں وہ سب موج در موج اس کے پاس حاضر و موجود ہین جیسا کہ منسرمایا و ان کل لما یجمع لدینا محضون اور ساری مخلوق میں کوئی نہیں جو اکتے ہمارے پاس نہ پکڑے آوین بس یہ جو فرمایا ہو لدینا محضون یعنی جملہ حواس و جملہ عقول ہمارے پاس حاضر رہتے ہین و در کہیں جلو اسکی کیفیت تودات دن ظاہر ہوتی رہتی ہے

مشکلات جب ہوتی ہیں اور انہیں نہان شدہ دن کے برسر کار آتے ہیں تو رات کے حمل کا وقت ہوتا ہے کہ جتنے کاروبار دن میں پیش ہوتے ہیں سب موقوف ہو کے رات کے شکم میں مثل حمل کے پوشیدہ ہو جاتے ہیں دوسرے دن پیدا ہوتے ہیں اسی سبب سے شب کو حاملہ کہتے ہیں لہذا شب میں تمامی خلق و عالم بیوش ہو جاتے ہیں اور چادرین منہ پر تان کے سو رہتے ہیں جب صبح ہوتی اور آفتاب نے اپنا جھنڈا اٹھایا ہر تن اپنے خوابگاہ سے سر اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ ان بیوشوں کو جو رات بھر بڑے رسے میں ہوش عطا کرتا ہے اور حلقے کے حلقے حلقہ در گوشن کے ہر قطعہ لوگوں کے اسکی حمد و ثناء میں ناپچھے اور تالیان بجاتے ہیں کمال و جد اور اپنے ناز پر جو رب العزت کے سامنے مقبول ہے ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں ربنا احییتنا یعنی اے رب ہمارے تو نے ہم کو زندہ کیا ایسے ہی وہ جلدین اور بڈیان بھری ہوئی اور غبار انگشتہ جو مراد قبر سے ہر سب فارس بننے جو بھنی سوار کے ہر عدم سے قیامت کے دن طرف وجود کے آئین کی اور جیسے یہاں روزمرہ ہر صبح کوئی شکوہ اٹھاتا ہے کوئی کنوڈ یعنی ناسپاس ایسا ہی حال اس دن ہوگا اب مخاطب ہیں طرف منکر لٹ کے کہ تو اس سے کیسے سرتابی کرتا ہے کہ میں نادیدہ ہوں تو تو روزمرہ کی کیفیت دیکھ رہا ہے نادیدہ کیسے ہے اور جب تو عدم میں تھا اور خدا تعالیٰ عدم سے تجکو میان لایا تب تو نے سرتابی نہ کی تو تو عدم میں پانوں کا طے ہوئے تھا اور منتظر کہ کون تجکو اس جگہ سے اٹھائے پھر نہیں دیکھتا کہ صنعت ربانی کیسی تیری چوٹیا پکڑ کے کھینچ لائی اور قسم قسم کے حال میں تجکو ٹوٹا لایا جو تیرے گمان و خیال میں نہ تھے وہی عدم اسکا ہمیشہ کا بندہ ہے جو چاہے وہ کام اس سے لے تو اے دیو منکر لٹ کے بے اے شیطان جا اپنا کام کر سلیمان جو مراد پادشاہ حقیقی خدا تعالیٰ سے ہے وہ وحی و قائم ہے چاہے جسکو وجود سے عدم میں لیجائے چاہے جسکو عدم سے وجود میں لائے جیسا تو دیو ہے ایسے دیو بشمار سلیمان کی طرح اس کے مزدورے اور مطیع ہیں کہ سلیمان کے لیے بڑے بڑے پیانے مثل حوض کے اور بڑی بڑی دھنیں اور محرابین اور تصویریں بناتے تھے اور کیا طاقت کہ حکم کو ٹال سکیں یا جواب دین جیسا کہ فرمایا ہے یلہون لہ ما یشار من محاریب و تمایل و حجان کا بلو اب و قدور راسیات یعنی بناتے تھے دیو سلیمان کے واسطے جو کچھ وہ چاہتے تھے محرابوں اور تصویروں اور پیالوں سے حوض حوض کے تھے اور اونچی اونچی دھنیں تو آپ کو تو خیال کہ عدم کی دہشت سے کیسا کاہتا ہے ایسے ہی عدم ہمیشہ اس کے خوف سے لرزتا ہے اختلاف شرح میں بجائے بیاد شب کے صبح نے نہ بنی کوئی نہ بنی لکھا ہے قولہ ورتو دست اندر مناصب میزنی ہ ہم زترست آنکہ جانے میکی ہ ہر چہ جز عشق خداے حسن مست ہ گز شکر خوار لیت انجا کندن ست ہ چیت جان کندن سوی مرگ آمدن ہ دست در آہے حیاتے نازدن ہ خلق را دودیدہ و رفاک مات ہ صد گمان دارند در آب حیات ہ جمدن تا صد گمان گرد دودیدہ شب برزد ورتو بچشی شب بچشی در شب تاریک جو آن روز را پیش کن آن عقل ظلمت سوز را ہ در شب بدرنگ بس نیکی بود ہ آب ہوان جفت تاریکی بود ہ سر ز خفتن کے توان برداشتن ہ

باچنین عدم غفلت کاشتین و خواب مردہ قلمہ مردہ یارشد و خواجہ خفت و دزد شب درکار شد و تو نمیدانی کہ خصمت
 کیندرہ ناریان خشم وجود خاکیندہ نازخیم آب و فرزندان اوست و پچھا نکہ آب خشم جان اوست و آب آتش را کش
 زیر کہ او و خشم فرزندان آست وعدہ و بعد از ان این نار نار شہوتست و کاندرو اصل گناہ وزلت است و المعنی
 یعنی تو تو عدم سے لڑتا کا نیتا ہو اور مناصب و مراتب میں ہاتھ ڈالتا ہو یہ بھی تو ترس و خوف سے ہر اور ایسا کہ خود اپنی
 جان کنی آپ کرتا ہو اصل یہ ہو کہ جو ہیز سوائے عشق خدا کے ہو جو سب میں ہر احسان کرنے والا ہو اگر شر خوری ہو تو وہ بھی
 جانکندن ہو جسکی تلخی کے مقابل کوئی تلخی نہیں بتا تو جانکندن اسکے سوائے اور کیا ہو کہ موت کی طرف رجوع ہونا و آبیات
 میں ہاتھ ڈالنا اگر منصب ہو تو کیا آخر اسکے لیے موت ہو مگر عشق آبیات جسکو موت نہیں تیری مخلوق کی دونوں بچھین
 موت کی خاک میں لگی ہیں یعنی جو چیز دنیا کی ہو موت کی خاک ہو اس میں کچھ شبہ ہی نہیں اور آبیات اس میں سیکڑوں
 گمان کہ وہ عشق ہو تو ایسی کوشش کر کہ تجھلا سودر بے جو گمان تیرا ہو وہ نوے درجے تو ہو جائے کچھ تو گھٹے اور
 اسی شب میں جو جوانی اور عمدہ وقت ہو راہ خدا کو چکر جا ایسا نہ تو ہو جائے اور یہ رات غفلت میں گزر جائے تو اسی
 اندھیری رات میں اس دن کو ڈھونڈو اور وہ عقل روشن جو ظلمت سوز ہو اسکو اپنا پیشکار بنا دیکھ تو اسی شب سیاہ
 میں کتنی بہت خوبیاں ہیں ابھیراں ہی کو خیال کر کہ حقت تاریکی کا ہو مگر ہو کیسے اول تو تو خواب غفلت میں ایسا ڈوبا
 ہو کہ سر نہیں اٹھا سکتا اور اسکے ساتھ انواع اقسام غفلت کی تمیزی کر رہا ہو ایک تو خواب مردار و مردی حرام اور
 اسکا مددگار ہو القمہ مردار پس وہ حال ہو کہ گھر کا مالک تو غافل ہو کے سویا اور دزد و شب نے اپنا کام کیا تو نہیں
 جانتا کہ دشمن تیرے کون ہیں سارے ناری یعنی جن و شیاطین دشمن خاکین کے ہیں جو انسان ہیں آگ دشمن آب
 اور تہمی اسکے فرزندان کی ہو جیسے آب دشمن آگ کی جان کا ہو آب سے مراد انسان کما قال اللہ تعالیٰ خلق من ماء و افق
 پیدا کیا گیا انسان آب جسدہ سے آب و خاک و لون انسان کے ٹھہرانے میں یہ نکتہ ہو کہ اول قالب حضرت
 ابوالبشر کا خاک سے بنا ہو پھر سلسلہ توالد کا آب منی سے چلا آب آتش کو اس واسطے مارتا بکھاتا ہو کہ دشمن آب اور
 اسکے فرزندان کی ہو اور بعد اسکے کہ آگ و سی ہی دشمن خاکین کی ہو ایک آگ شہوت کی ہو جس میں اصل گناہ وزلت
 کی ہو یعنی سارے گناہ وزلتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں الخلاف شرح میں تجسی کو بخشی قولہ نار بیرونی بابی لغیرہ و
 نار شہوت تاہد و زرخ میبر و نار شہوت می نیار ادب آب و زانکہ دار و طبع و دوزخ و درغلاب و نار شہوت را چہ چارہ نور دین
 نور کم اطفال نار الکافرین و چہ کشد این نار نور خدا و نور ابراہیم راسا دوستا و تاز نار نفس چون مردود توہ و اسد این جسم
 ہچون عود توہ کے سیمہ گرد و آتش روے خوب و کونہد گلگونہ از تقوی القلوب و نار پاکان را نذر و خود زیان و
 کے زخا شاکی شود دریا بہمان و ہر کہ تریاک خدے را بخورد و ہاگر خود زہر سے گولیش کو ببرد و خور کند بخور را بخورد ترہ
 و انکہ مہرست از مہر تر و گر طبیعت گوید ای رنجور نار و از عمل پرہیز کن ہین ہر خدا و ہاگر جو آتش گوید از جہل آن عظیم و

کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم ہگو دیت در دل حکیم نکتہ دان ہکثر قیاس سے کردہ چون اہلہان ہادر تو علت میفرورد ہچو نار ہ
ہین کن بانار ہیزم را تو یار ہ زمین دو آتش خانہ ات ویران شود ہ قالب زندہ از و بجان شود ہ درین آن نار سے مست
مست آن ہچو نور ہ تاز صحت در تن افزاید سرور ہ تاز صحت چون فرورد در وجود ہیزمیان تن بود صد گونہ سود ہ شہوت ناری
برانہن کم نشد ہ او بماندن کم شود بے بیج بد ہ تاکہ ہیزم می نہی بر آتش ہ کے لمبرد آتش از ہیزم کشی ہ چونکہ ہیزم باگیری
نار مرد ہ زانکہ تقوے ابروے نار برد ہ آئینے فرماتے ہین یہ نار خارجی ظاہری تو پانی سے کچھ جاتی ہ لیکن نار شہوت
کی دوزخ کو لجاتی ہ نار شہوت کی پانی سے نہین دہتی اس سبب سے کہ عذاب میں اسکی اور دوزخ کی ایک طبیعت
و سرشت ہ آتہ ای نور دین نار شہوت کی کیا علاج اور کیا تدبیر پس یہی نور تھا لا جو نور دین ہ کہ بجھانے والا نار کافرون کا
ہ نار کافرون کی خواہ نار انکی پرستش کی خواہ شورش کفر کی کس واسطے کہ اس نار کو نور خدا کا بجھاتا ہ تو نور ابراہیم
کو اس معاملہ میں اپنا استاد بنا جو جملہ نور دن کو چھوڑ کے اسی کے نور کی طرف متوجہ ہوئے تھے تو آگ اس نفس
ہچو نور دے سے جسم تیرا جو مثل خود کے نرم و زود سوز ہ زنج کجائے آتش سے ہر شے جلکے سیاہ ہو جاتی ہ مگر جو روے
خوب ہ اور جس پر لگنہ تقوے القلوب کا لگا ہ وہ سیاہ نہین ہوتا چنانچہ فرمایا من اعظم شغائر الدفانہ من تقوے
القلوب اور جو شخص کہ تعظیم کرے اللہ کی نشانیوں کی کہ اسکی طرف متوجہ ہوئے پس بیشک وہ نشان پر ہیز گاری
قلوب کی ہ جو پاک پر ہیز گار ہین نار انکا کچھ لگا نہین کرتی کس واسطے کہ دریا کو لہر سے کب چھپتا ہ جسے تریاک اکبر
خالق اکبر کا کھایا ہ اگر وہ زہر کھائے تو اسکو میت کہہ کہ یہ اب مرا جو شخص بخور ہ اسکو خورش زیادہ بخور کرتی ہ اور جو
تندرست ہ وہ خورش سے اور زیادہ تندرست ہوتا ہ اگر طیب تھئے کسے کہ ای بخور ضعیف تو شہد سے پر ہیز کر
تو خبردار پوشیار ہو شہد سے بچا ہی رہ اگر وہ بیمار جاہل طیب کو جواب دے کہ مجھ کو منع کرتا ہ تو کیسے بید مضرک بخوف کھاتا
ہو تو وہ حکیم نکتہ دان چکو می جواب دیگا تو بڑن کقیاس ہ مثل الحقون کے قیرے بیج میں تو علت مثل آگ کے
بھڑک رہی ہ اب تو شہد کھا کے خبردار ہیزم کو یا نار کا مت بنائے کہ ان دونوں آگون سے تیرا گھویران
ہو جائے اور یہ قالب زندہ بجان ہو جائے تجھ میں تو یہ ایک آگ مست ہچو نور ہ اس واسطے کہ صحت سے تن
میں سرور طبعاتی ہ اور جب تاز صحت کی وجود میں بھڑکتی ہ تو تن کو کوئی نقصان نہین پہونچا بلکہ سیکڑوں طرح
کے فائدے پہونچتے ہین یہ شہوت ناری جاری کرنے سے کہ نہین ہوتی بلکہ زیادہ مگر چھوڑ دینے سے کہ ہوتی ہوی
اسکی علاج ہ اور کچھ نہین تبدل انضم علاج و جوارہ جیسے لا بد مدہ خیال تو کہ جب تو اسکو جاری کر رہا ہ تو گویا لکڑیاں آگ پر
رکھ رہا ہ پھر کہیں بھی آگ لکڑیاں لگانے سے کبھی ہر جب لکڑیاں اس سے آگ کرے گا پس فوراً کچھ جلے گی
اس سبب سے کہ تقوے اسکی ابرو کو بجھاتا ہ اختلاف شرح میں کو شہد کو گو شہد بھڑکے گا اسکی لکھا ہ اور تاز صحت
کو تاز صحت اور لمبرد کو لمبرد لکھا ہ

آتش لگنا شہرین پنج عہدہ صی اللہ عنکے

قولہ آتشی اُفتاد در عہد عمر پہنچو چوب خشک میخورد او حجرہ در فدا اندر بنا و خانہا پہ تاز و اندر پر مرغ و لاناہا پہ
نیم شہر از شعلہ آتش گرفت پہ آب میر سید ازان و می شگفت پہ مشکماے آب و سرکہ میزدند پہ بر سر آتش کسان ہنوشند
آتش از استیرہ افز و دی لہب پہ میر سید اورا مدد از صنع رب پہ آتش از استیرہ افزون میشدے ہا میر سید اورا مدد از یحیرے پہ
خلق آمد جانب عمر شتاب پہ کا تیش مامی غیر و بیج ز آب پہ گفت ابن آتش از آیات خداست پہ شعلہ از آتش بجل شماست پہ
آب بگذا رید و نان قسمت کنید پہ بجل بگذا رید اگر آل مفید پہ خلق گفتندش کہ در کبشودہ اکیم پہ ماسخی و اہل فتوت یوہ ایم
گفت نان بر رسم و عادت دادہ اید پہ دست از بہر خدا نکشادہ اید پہ بہر خرد و بہر قوش و بہر ناز پہ نہ از براے تر سق
تقوے و نیاز پہ مال تخمست و بہر شورہ منہ پہ تیغ را در دست ہر رہن مہدہ پہ اہل دین را با زوان از اہل کین پہ
ہنشین حق بجو با و نشین پہ ہر کسے بر قوم خود ایشار کردہ کاغہ بندارد کہ او خود کار کردہ المعنی لاند برون کا جھتا و
آشیانہ مرغان لہب لہفتختین شعلہ عمرین تشدید میم بھی جائز ہر قوش بوا و مجبول قوت کاغہ شرح میں بمعنی حق کے
لکھا ہے یعنی حضرت عمر کے وقت میں ایسی ایک آگ لگی کہ پتھر کو چوب خشک کی طرح کھاتی تھی تمام مکانون اور
بناؤں میں گھس گئی تھی کہ پرندوں کے پر وں اور آشیانوں کو جلا دیا آدھے شہر میں اُسکے شعلے پہنچ گئے پانی بھی
اُس سے ڈرتا تھا اور چوب کرتا جو لوگ کہ ہوشمند تھے مشکین پانی اور سرکہ سر آتش پر چڑھتے تھے اگر آگ اپنی خصوصیت
سے شعلے ہی بڑھاتی تھی اور صنعت اُسی سے اُسکو مدد پہنچے جاتی تھی آگ خصوصیت سے کم نہیں ہوتی تھی اور اُسکو
مدد کسی بجد سے پہنچتی تھی ساری خلق حضرت عمر کے پاس دوڑنی لگی کہ آگ ہمارے پانی سے نہیں بجھتی کہا یہ آگ آیات
اللہ سے ہو اور ایک شعلہ تھاری آتش بجل سے ہر پانی ڈالنا اس پر چھڑو دوادہ روٹی یا نٹو اور بجلی ترک کر جا اگر میرے
اہل سے ہر مخلوق نے کہا کہ ہم نے تو دروازہ کرم کھول دیا ہو اور ہم سب سخی اور اہل فتوت ہو گئے ہیں کہا تم نے
روٹی برسم و عادت کے موافق دی خدا کے واسطے ہاتھ نہیں کھولا ہو اور اُسی میں اپنا خرقہ قوت و ناز سمجھا ہر نہ خوف خلا
نہ تقوے اور نیاز مال ایک تخم ہر اُسکو کھاری زمین میں مست بکیر جس سے نتیجہ نپائے اور راہزنوں کے ہاتھ میں تیغ
مست ہے جو اہل دین ہیں انکو اہل کین سے تمیز کرو اور ہنشین حق کا طوطہ نہ ہر سکا ہنشین بن تم سے ہر کسی نے
اپنی قوم پر بیکشش کی اور حق جاننا ہو کہ ہم نے اچھا کام کیا حالانکہ وہ چھپر بھی نہیں

پتھوک و بنا ایک دشمن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر اور ڈال دینا تلوار ہاتھ سے

قولہ از علی آموز اخلاص عمل پہ شیر حق را دان منزہ از دغل پہ در غزیر پہلو الے دست یافت پہ زود شمشیر بر آورد
و مشتافت پہ او خدا و انداخت بر روے علی پہ افتخار ہر نبی و ہر ولی پہ او خدا و انداخت بر روے کہ ماہ پہ
سجدہ کرد پیش اور سجدہ گاہ پہ در زمان انداخت شمشیر آن علی پہ کرد او اندر غزالیش کاہلی پہ گشت حیران

آن مبارزینِ عمل و از نمودنِ عفو و رحم بے محل و گفت بر من تیغ تیز افراستی و از یہ انگندی مرا بگذاشتی و
انچہ دیدی بہتر از پیکار من و تا شدی تو سست و را شکار من و انچہ دیدی تا چنین خشمش لشت و تا چنین برتے
نمودی باز جہست و انچہ دیدی کہ مرا زان عکس دید و در دل و جان شعلہ آمد پدید و انچہ دیدی بہتر از کون و مکان
کہ بہ از جان بود و بخشیدیم جان و در شجاعت بشیر با نیستی و در مروت خود کہ داند کیستی و در مروت ابرموسائی
بہ تہہ و کا مدار و سہ خوان و نان بے شبہ و المعنی خد و بضم اول و ثانی آب دہن ہندی محو ک تہہ و جھگل کہ
جسین مسافر ہلاک ہوے اور اسی جنگل میں حضرت موسیٰ چالیس برس سرگردان رہے مع بنی اسرائیل کے
مولانا فرماتے ہیں کہ عمل بے اخلاص ٹھیک نہیں ہوتا اور اخلاص کو علیٰ غرض سے سیکھ کہ وہ بشر خدا کے فعل سے
پاک ہیں ان کے عمل میں غل نہیں چنانچہ ایک غنہ میں ایک پہلوان پر قابو پا کر جلدی تلوار کھینچ کے
اُسپر چھپے اُسے ان کے منہ پر محو ک دیا کہ یہ افتخار ہر بنی دوی کے تھے اور اس صورت پر انکی جسکو ماہ سجدہ گاہ
میں سجدہ کرے اسنے بے ادبی سے اُسپر محو ک ڈال دیا حضرت علی نے اُسی وقت تلوار اپنی ڈال دی اور اُسکی
غوا سے سستی کی بس وہ سپاہی اس بات سے حیران ہوا کہ یہ رحم و عفو بھل اُنھوں نے کیوں کیا اور آپ سے
کہا کہ تم نے مجھ پر تیغ تیز اٹھائی اور بچر ڈال دی اور مجھکو چھڑ دیا یہ کیا بات ہو وہ کونسی بات ہو جو میری لڑائی سے مجھے بہتر
دیکھی اور میری لڑائی سے سست ہو گئے اور مجھکو اپنا شکار نہ بنایا وہ کیا چیز تھی جسکے دیکھنے سے اس قدر غصہ تھا را
دفعۃً ایسا دیکھا اور ایسی برق تیغ چمک کے پھر الگ کو دگئے وہ کونسی شرم کو معلوم ہوئی کہ مجھکو جسکے عکس پایا اور اُسکی
محبت جان و دل میں تھا اُسے فحشاء زن ہوئی وہ کیا چیز ہو جو بہتر ہے کون و مکان میں جان سے وہ تم نے
مجھکو بخش دی بخشیدیم میں بخشیدی صبیحہ واحد حاضر ماضی کا ہر اور ہم ضمیر مفعول کا شجاعت میں تو تم شیر ربانی مشہور ہی ہیں
بھی جانتا ہوں مگر مروت بھاری نہیں معلوم کہ مروت میں کیسے ہو مگر اتومروت میں بھی میں تم کو ایسا جانتا ہوں جیسے
میرے بنی اسرائیل میں ابرموسے کا جس سے بنی اسرائیل کو خوان و نان حاصل ہوا جس میں کچھ شبہ نہیں اب
موسیٰ وہی ابرجاس تین رات دن بنی اسرائیل کے سر پر رہتا تھا بطور سائبان کے قولہ ابراہیم گندم دہد کا نرا
بہمد و پختہ و شیرین گندم مردم چو شہد و ابرموسے پر رحمت برکشا و پختہ و شیرین و بے زحمت بداد و از براے
پختہ خوانان کرم ہر حمتش افراخت در عالم علم و تا چہل سال آن خلیفہ دان عطا و کم نشد یکروز زان اہل رجا و
تا ہم ایشان از خبیثے خاستند و گندنا و ترہ و خس خواستند و جنگلی گفتند یا موسیٰ سے ز آ زہ بقل و قشا و عدس
سیر و پیاز و زان گدار وے و حرص و آرز شان و منقطع شد من و سلویٰ و آسمان و امت احمد کہ ہستند از کرام و
ہست باقی تا قیامت آن طعام و چون بیت عند بنی فاش شد و لیطم لبقے کنایت ز اش شد و ہج بے تلوار
ہیں را در پذیر و تاراید در گلوچین شہد شیر و زانکہ تا ولایت داود عطا و چونکہ ہیند آن حقیقت را خطا و ان خطا

دیدن ز صفت عقل اوست و عقل کل مغزست و عقل جزو پوست و خویش را تا ویل کن نہ اخبار را و مغز را بدگو سے
نے گلزار را و ای علی کہ جملہ عقل و دیدہ و شہد و اگوارا پنچہ دیدہ و تیغ حلت جان مارا چاک کردہ آب علمت خاک مارا
پاک کردہ بازگودام کہ این اسرار ہوست و زانکہ بے شمشیر کشتن کار اوست و صانع بے آلت و بے جارحہ و
و اہب این ید مہماے را کچھ و صد ہزاران میثا ندر و روح را و کاسے خبر نبو و دل مجروح را و صد ہزاران روح بخشد
ہوش را و کہ خبر نبو و وحیم و گوش را و بازگوای باز و عرش خوش شکار و تاجہ دیدی این زمان از کردگار و چشم تو
اوراک غیب آموختہ و چشمہاے حاضران بروختہ و آن یکے ماہی ہی بیند عیان و دان کی تاریک می بیند جہان و
دان یکے سہ ماہ می بیند ہم و این سہ کن نشستہ یک موضع بہم و چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز و در تو آمیزان از تو دور
گریز و سحر غیب ست این عجب لطیف خفیت و بر تو نقش گرگ و برین یوسفیت و عالم از ہجہ ہزارست و فرزون و
ہر نظر را نیست این ہجہ زبون و راز بکشا ای علی مرتضیٰ و ای پس سودا القضا حسن القضا و المعنی حسن زبون و ناہیز
تھا ابکسر و تشدید نا کلاسی سیر بیایے معروف لسن اسی مبارز کی طرف سے فرماتے ہیں کہ ابر تو گندم دیتا ہو گلوگ
انکو اپنی جہد و ترکیب سے شیرین و خوشگوار ہر طرح پر کر لیتے ہیں ابر موسے نے ایسے ہر رحمت کے کھوبے
کہ بے زحمت پختہ اور شیرین انکو ملتے تھے جیسا کہ من و سلوے مشہور ہی بس جو کہ پختہ خوار کرم کے تھے کہ خدا کے
کرم سے بچی پجائی جنگو ملتی تھی موسیٰ کی رحمت نے انکے واسطے ایک جھنڈا عالم میں بلند کیا تھا کہ آج تک اس کی
شہرت ہو اور چالیس برس تک یہ وظیفہ عطا کا ایک دن بھی ان امیدواروں سے کم نہوا تب بھی وہ لوگ اپنی ناہیز
پن سے اس بات پر آمادہ ہوئے کہ گندنا اور ساگ اور ایسی ویسی چیزیں مانگنے لگے سب نے بمقتضائے حرص
کے کہا کہ ای موسیٰ ہم کو ساگ اور کلاسی اور مسوز اور لسن پیاڑ چاہیے ہم اس من سلوے پر صبر نہیں کر سکتے جیسا کہ

قرآن مجید میں ہر اذ قلم یا موسیٰ لن نصیر علی طعام واحد قارع نار بک یخرج لنا ما تنبت الارض من لہا و
تھا ما و فوھا و عدھا و لصلھا یعنی ای نبی اسرائیل جہوت کہ تم نے موسے سے کہا کہ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے
کہ وہ من و سلوے ہی تم اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو تا نکالے ہمارے واسطے وہ چیز جو زمین سے آگتی ہو
کہ وہ قسم ساگ سے ہو اور کلاسی اور گندم یا لسن اور مسوز اور پیاڑ قوم گندم اور لسن دونوں کو کہتے ہیں بس ان کی
گدا روی اور حرص و آرز سے من و سلوے جو آسمان سے آتا تھا منقطع ہو گیا لیکن امت احمد میں جو لوگ کرام سے ہیں
ان پر وہ طعام یعنی من و سلوے تا قیام قیامت باقی ہو شکر عجب کا اسی کی دلیل ہو یعنی حضرت نے فرمایا ہو ابیت غنہ بنی
یعنی و یغنی یعنی رات کرتا ہوں میں اپنے رب کے پاس کہ وہ مجھ کو کھلا پلا دیتا ہو یہ اشارہ اسی سے پیدا ہوتا ہو
کہ کرام ابیت بھی اس طعام سے بہرہ پاتے ہیں اور یہ حدیث اس بات پر فرمائی کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا
کہ میں اپنے روزہ میں وصل کروں جو روزہ سے روزہ ملا دیتا ہو جلا افطار کے فرمایا نہیں کہا آپ جو ملا دیتے ہیں

اسپر فرمایا کہ مثل میرے کون ہی میرا تو یہ حال ابیت عند ربی الی آخرہ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اسمین لوگون کو تاویلین
 ہیں کوئی کتا ہو ایسے کھانے پینے سے بھی روزہ نہیں رہتا کوئی کتا ہو کوئی کھانے پینے سے قوت مراد لیتا
 ہو غرض جو کچھ ہیں تو کسی پر خیال مت کر بے تاویل مان لے پھر دیکھ وہ طعام کیسا شہد و شیر کی طرح تیرے گلے میں آتا ہو
 اس سبب سے کہ انکی تاویل خدا داد اور عطاے الہی میں ہی پھر کیسے اسکی حقیقت کو جو عطا ہو خطا دیکھتے ہیں
 اگر خطا دیکھتے ہیں تو انکی عقل کا ضعف ہو ایسے کہ عقل کل مغر ہو اور عقل جزو پست حضرت کہ عقل کل ہیں اور
 یہ اہل تاویل عقل جزو ان سے اُنسے کیا مناسب بس تاویلین بھی انکی خطا تو آپ کو تاویل کر لینے ان تاویلین سے
 آپ کو پھر اخبار میں کیا تاویل کرتا ہو تو اپنے دماغ کی خبرے جس میں بُرائی بھری ہو گلزار کو کیوں بُرا کتا ہو پھر مخاطبہ
 اس مبارز کا ہو کہ اے علی تم ہمہ تن عقل اور جملہ دیدہ ہوا ایک شتمہ تو اس سے بیان کرو جو کچھ تم نے دیکھا ہو اور مجھ سے
 ہاتھ کھینچا ہو تمھارے علم کی تیغ نے میری جان کو چاک کیا اور تمھارے آب علم نے میری ناک کو پاک کر دیا تم کو مجھ کو تاویل
 میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اسرار خاص ذات الہی کے ہیں کس واسطے کہ بے شمشیر قتل کرنا اسی کا کام ہو کہ وہ صلح
 بے آلت اور بے جارح ہو اور بیدست و پا اور ایسی خوشبوؤں کے تحفے بخشنے والا وہی ہو لاکھوں ایسے تحفے
 روح کو چکھاتا ہو حالانکہ دل عاشق مجروح کو اس سے خبر نہیں ہوتی ہر چند کہ روح و دل میں جیسا کچھ اتحاد و یوگی
 ہو سب کو معلوم اور لاکھوں روہین ہوش کو بخشتا ہو درحالیکہ چشم و گوش اس سے واقف نہیں ہوتے تم تاویل
 تو کہ تم ایک باز خوش شکار عرش کے ہو اسوقت تم نے خدا تالے سے کیا دیکھا تمھاری آنکھوں نے اور اک
 غیب کا سیکھا ہو اور جو حاضرین ہیں ان سب کی آنکھیں ان سے بند کر دی ہیں چنانچہ حاضرین میں تین قسم کے
 آدمی ہیں ایک تو وہ ہیں جو ایک ہی ماہ دیکھتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کے قائل ہیں جو
 ظاہر و برہنہ ہو کہ وہ اہل اسلام ہیں اور موجد ایک وہ ہیں جو جان کو تار یک دیکھتے ہیں کہ کسی کی روشنی اسمین نہیں
 خود بخود ہو گیا ہو اور ایسا ہی رہیگا جیسے دہریہ اور ایک وہ کہ تین ماہ اکٹھے دیکھتے ہیں کہ وہ نصاریٰ و عجم ہیں کہ فائل
 تخلیث یعنی تین خدا کے ہیں ایک خدا ایک حضرت عیسیٰ ایک روح القدس جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے
 ان البدن ثلاث ثلاثہ اور یہ تینوں آدمی ایک ہی جگہ بیٹھتے ہیں جو مجلس دنیا ہو آنکھیں بھی تینوں کی کھلی اور کان
 بھی تیرہن اور تجھ سے آمیزش بھی رکھتے ہیں اور بھاگتے بھی ہیں کتا ہو یہ عجب سحر غیب کا اور لطف پوشیدہ ہو
 کہ مجھ کو تو یہ نقش گرگ معلوم ہوتا ہو مجھ کو نقش یوسفی نظر آتا ہو اور غیب یہ کہ اٹھا رہا عالم ہو کسی کی نظر میں کوئی بدو
 زبون نہیں اور سب مختلف المخلقت اور یہ تین ایسے ہیں کہ باہدگر ایک دوسرے کو خوار و بظن جانتے ہیں
 اب تم اسکا راز اے علی مرخصی کھو لو اور اے تم ایسے ہو جیسے کسی حکم بد کے بعد حکم نیک صادر ہوتا ہو کہ نہایت تحسن و
 تدبیر ہوتا ہو ایسا بھی ہو کہ اسکو بعد ارادہ قتل کے آپ نے چھوڑ بھی دیا ہو الخلاف داد و عطا کو شرح میں داد داد

اور وان یکے سے ماہ کو دان یکے تازیک کہ مصرع نہیں ہوتا گوش ہر شہ تیز کو ہر چشم ہر سہ اور از تو کو از من بچیک نہیں
لکھا ہر قولہ یا تو دگو انچہ عقلت یافتہ ست یا بگویم انچہ بر من تافتہ است یا از تو بر من تافت چون داری نہان یا
میفشانی نور چون مہ ہر زمان یا ایک اگر در گفت آید قرص ماہ یا شہروان راز و ترا کرد براہ یا از غلط امن شوند
از دہول یا بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول یا ماہ بے گفتن چو باشد رہنما یا چون بگوید شد ضیا اند ضیا یا
چون تو بانی آن مدینہ علم را یا چون شعاع آفتاب علم را یا باز باش ای باب بر جو یا بے باب یا تا رسد از تو تشر
اندر باب یا باز باش ای باب رحمت تا ابد یا بارگاہ مالہ کفوا احد یا ہر ہوا و ذرہ خود منظری ست یا کہ بداند کدول
کا بخادریست یا تانہ بکشاید درے را دید بان یا در درون ہر گز نہ جنبید این گمان یا چون کشاید آن درے حیران
شود ہر مرغ امید طبع پران شود یا غافلے ناگہ بویران گنج یافت یا سوی ہر ویرانہ زان پس مشتافت یا تا ز درویشی نیابی
تو گمراہ کے گمراہی ز درویشی دیگر ہر سالہا گرن دو دیا بے خویش یا گذر ز اشکاتہ منہا بے خویش یا تا بہ بینی نایدت
از غیب بود یا غیر بینی پنج مے بینی بگو یا معنی دہول بضمتین غفلت و فراوشی تشویر بضمتین پوستہ لباب بضم خالص
و منفرغ دید بان پاسبان تھر اسی مبارز کا قول ہر حضرت علی سے یا تو تم بیان کر دو چکر تھاری غفل کو دریافت ہوا ہی
یا میں کمون جو چکر چکر چکر چکر ہی چکر تو چکر پر پڑی ہر پھر تم کیسے مجھ سے چھپاتے ہو تم تو چکر براہ کی طرح ہر دم
تو رہو رہے ہو لیکن اگر ماہ جو آپ کی ذات ہر گفتگو کرے تو رات کے چلنے والے بہت جلدی راہ پا جائیں غلطی سے
بھی بچت ہو جائیں اور فراموشی سے بھی اسلئے کہ ماہ کی آواز آواز غول پر غالب ہر غول کتنا ہی چلائے اور
اپنی طرف بلائے ماہ تو بے گفت و کلام ہی کے رہتا ہوتا ہی اور جب وہ کلام کرے تو سوا ضیا و ضیا ہونے کے
اور کیا ہو گا جب تم اس مدینہ علم کے جو آنحضرت ہیں باب ہوا اور آفتاب علم کے شعاع تو جو جو یا و طالب اس باب
کے ہیں ان پر اس باب کا کھلا رہنا ہی اچھا کہ ہمیشہ کھلا رہے تو جو چکر کل کل ہیں لباب اور منفرغ مافی کو پہونچنے زمین
پھر کتنا کہ ای باب رحمت تو اب تک کھلا رہے کہ تو اسکی بارگاہ کا باب ہر جسکی صفت ہر مالہ کفوا احد لینے کوئی اس کا
ہم نسب و ہمتا نہیں ہر ہر ہوا اور ہر ایک ذرہ ایک منظر جس سے اسکا نہ دیکھ سکتا ہی لیکن کو ردل کب جان سکتا
ہے کہ یہاں کوئی دروازہ ہی بان اگر دید بان اس دروازہ کا اسکو کھول دے تو گمان اس کے اندر جا سکے اور جب تک
نہ کھولے تب تک ممکن نہیں جو جا سکے غرض وہ دروازہ گمان سے باہر ہی اور جب یہ دروازہ کھلی تا ہی پھر گمان
حیران ہو جاتا ہی اور وہ حیرت جو معرفت ہی پیش آتی ہی اور مرغ اسکی امید و طبع کے ہڑکرا اپنی راہ لیتے ہیں پھر نہ
طرح ہی نہ امید ہی ایک غافل نے اتفاقاً ایک ویرانہ میں کچھ خزانہ پالیا یا وہ اس امید پر ہر ویرانہ میں دوڑنے لگا
گو ہر ویرانہ میں خزانہ نہیں ہر گمراہ و طاسے اڑائے پھر تاتھا انیس ہی جب ایک فقیر سے تو گمراہ حاصل کرے گا تو
اور فقیروں سے کب حاصل کرے گا پھر اپنے گمان کو کیوں بھٹکتا تا ہی ہر یون اگر گمان اپنے پاؤں دوڑتا پھرے گا

یہ ہرگز نہیں تھکیگا اور اپنی ننگات بنیان نہیں چھوڑے گا اور تو جیتک اسکی ننگات بنیوں کو کھینکا غیب کی بوہر گزر نہ پائے گا تو ہی بتا غیر بینی میں کچھ بھی تو دیکھتا ہر الخلاف شرح میں ہر زمان کو ہر زبان شہر وان کو تفسیر وان بابی کو یابی تا بہ بینی کو تا بہ بینی لکھا ہے

پوچھنا اُس کافر کا امیر المؤمنین علیؑ سے کہ جب تم نے مجھے ظفر پائی پھر مشیر ہاتھ سے کیوں ڈال دی قولہ پس بگفت آن نو مسلمان ولی ہذا از سرستی ولذت باولی ہا کہ بفرمایا امیر المؤمنین ہا تا بنجید جان بن تمون جنین ہا ہفت اختر مر جنین را مدے ہا میکند از جان نبوت خدمتے ہا چونکہ وقت آمد کہ جان گیر جنین ہا آفتابش آزمان گرد و معین ہا چون جنین را نوبت تدبیر اویا ہذا از ستارہ سوے خورشید آید اویا ہذا جنین در جنبش آید از آفتاب ہا کا فتابش جان ہی بخشہ اشتاب ہا از گرد اجم بجز نقشہ نیافت ہا این جنین تا آفتابش بر نافت ہا از کدے رہ تعلق یافت اویا در رحم یا آفتاب خبر و ہذا آن رہ نہان کہ دور از حسن ماست ہذا آفتاب چرخ را بس راہماست آن رہے کہ زربیا بد قوت از و ہذا وان رہے کہ سنگ شد یا قوت از و ہذا آن رہے کہ سمخ ساز و لعل را ہوا و آن رہے کہ برق بخش لعل را ہوا آن رہے کہ پختہ ساز و میوہ را ہوا وان رہے کہ دل دہد کا لیوہ را ہوا باز گویا باز پر افروختہ ہا با شہ و با ساعدش آموختہ ہا باز گویا باز عتقا گیر شاہ ہا ابر سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ ہا امت وعدے کیے و صد ہزار ہا باز گویا بندہ باز نہ را شکار ہذا در محل قہر این رحمت نصیبت ہذا از دہار دوست و اذن کار کیست ہذا المعنی جنین یعنی بچہ و شکم کا لیوہ سر گشتہ و دیوانہ پھر کما اُس نو مسلمان ولی نے از راہ مستی ولذت کے دلی سے جو علی مرتضیٰ ہا کہ اویا امیر المؤمنین یہ تو فرماؤ تو میرے تن میں مثل جنین کے جان جنبش کرے یعنی مجھ میں جان بڑھ جائے کہ سب سے سارے جنین کی باری باری سے خدمت کرتے ہیں بجان و دل ایک مدت تک جب وہ وقت آتا ہو کہ جنین جان حاصل کرے اسوقت آفتاب اسکا مددگار ہوتا ہے یعنی جنین کو بعد سب ستاروں کے نوبت تدبیر کی آفتاب سے بڑنی ہوا تو یہ جنین آفتاب سے جنبش میں آتا ہوا اور فوراً یہ اسکو جان بخشتا ہوا اور ستاروں سے سو پہے نقش کے کچھ نہیں پاتا جب آفتاب اسپر چلکنا ہوا تو جان پاتا ہوا اور یہ قول حکامی خلاصہ کا ہوا مولانا رحمہ ناقل قول اُس سپاہی کے ہیں پھر کتا ہوا جنین رحم میں آفتاب فلک چارم پر اب وہ کونسی راہ ہو کہ جس راہ سے آفتاب جیسے خبر و کا تعلق رحم میں جنین سے ہو گیا ایسے ہی آفتاب فلک کی بہت راہیں ہیں کہ ہمارے حص سے بہت دور اور چھپی ہوئی ہیں ایک تو یہ راہ جس سے زرقوت پا کے زربتا ہوا اور ایک یہ راہ جس سے پتھر یا قوت ہو جاتا ہو ایک وہ راہ جس سے لعل سُرخ ہو جاتا ہو اور ایک وہ راہ جس سے لعل کو چمک و ملک بخشا ہوا ایک وہ راہ جس سے میوے کو پکاتا ہو ایک وہ راہ جس سے دیوانہ کو ہوشیار کرتا ہو جس اویا باز پر افروختہ اویا پر صاف کیے ہوئے بادشاہ اور اسکے پہونچے کے سکھائے اور تعلیم کیے ہوئے تم اسکو بیان کرو پھر

کہتا ہوتاؤ تم ایک باز عفا گیر ہو یعنی جو باتیں عنقا ہین جنگو کوئی نہیں جانتا وہ تمکو حاصل ہین اور تم بذات خود بے سپاہ کے سپاہ شکن ہو اور تم ساری امت میں ایک سے لاکھ تک واحد و یکتا ہو اور میں بندہ بھٹا را شکا ر تم مجکو یہ بتاؤ کہ محل قہر میں تم نے مجھ پر رحمت کیوں کی کیا سبب بھلا یہ کس کا کام ہو کہ اژدہا کو فرصت اور قابو دے باز کو اڑی باز پر اہل سے باقی سبب شمر متعلق شمر آخر کے ہین اور شمر آخر حاصل سب کا الخلاف تشریح میں تا بجنبہ کی جگہ بجنبہ اور حنین کو حنین اور حسن ماست کو حسن مست کی صورت لعل کے بجائے نعل لکھا ہے

جواب دینا امیر المومنین کا سبب تلوار پھینک دینے اور باز رہنے کا قتل سے

قولہ گفت من تیغ از پے حق میزنم ہذا بندہ حقم نہ مامور تم ہذا شیر حقم نیستم شیر ہوا ہذا فعل من بردین من باشد گوا ہذا من چوتیم دان زندہ آفتاب ہذا مار میت اذ میت در جواب ہذا رخت خود را من زره برداشتم ہذا غیر حق را من عدم انکا شتم ہذا من چوتیم برگہ ہاے وصال ہذا زندہ گردانم نکشتہ در قتال ہذا سایہ ام من کے جدا یم ز آفتاب ہذا حاجم من نیستم اور احباب ہذا خون پوشد گوہر تیغ مرا ہذا باد از جا کے برد میخ مرا ہذا کہ نیم گوہر نصیر و علم و داد ہذا کوہ را کے دریا ید تند باد ہذا آنکہ از بادے رود از جا خسیست ہذا زانکہ یاد ناموافق خود پسیت ہذا بد خشم و باد شہوت باد از پے بردا واد کو بنود اہل نیاز ہذا بد کبر و باد عجب و باد غلم ہذا بردا ورا کو بنود از اہل علم ہذا کو ہم و ہستی من بنیاد اوست ہذا در شوم چون گاہ بادم باداوست ہذا جز ببادا و بجنبہ میل من ہذا نیست جز عشق احد سرخیل من ہذا خشم بر شاہان شہ و مارا غلام ہذا خشم را من بستہ ام زیر لگام ہذا تیغ حلم گردن خشم زدوست ہذا خشم حق بر من چو رحمت آمدست ہذا غرق نورم گر چہ بستم شد خواب ہذا روضہ گشتم گر چہ ہستم بو تراب ہذا چون در آمد عظمی اندر غزا ہذا تیغ را دیدم نہان کردن سزا ہذا تا احب اللہ آید نام من ہذا تاکہ انفض لہ آید کام من ہذا تاکہ اعطی لہ آید چو دمن ہذا تاکہ امسک لہ آید بود من ہذا بخل من لہ عطا لہ دوس ہذا جملہ لہ دامنیم من آن کس ہذا المعنی ظلم بالکسر یا رود دوست خراب بکسر کار زار جناب امیر المومنین نے اسکو یہ جواب دیا کہ میں تیغ زنی راہ خدا میں کرتا ہوں اور بندہ خدا کا ہوں نہ مطیع و مامور تن کا یعنی نفس کا تین شیر حق کا ہوں نہ شیر حرص و ہوا کا میرے فعل میرے دین پر گواہ ہین تین تیغ زن نہیں بلکہ مثل تیغ کے ہوں اور جو اس تیغ کا لگانے والا ہوا وہ آفتاب ہوا مثل آفتاب کے ظاہر و باہر اور وہ آفتاب جس نے مار میت اذ میت دلکن الدرمی فرمایا ہر نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ نے پھینکا کہ یہ آہ جنگ بدر میں نازل ہوئی تھی میں نے اپنا اسباب راہ دنیا سے اٹھالیا اور نصیر حق کو معدوم کیا معنی خود عدم ہی جان لبائین مثل تیغ کے گوہر وصال سے بھرا ہوں یعنی مجھ میں جو ہر وصال محبوب حقیقی کے ہین اور ظاہر حبکو وصال محبوب حقیقی کا حاصل ہو گا وہ زندہ نہو گا نکشتہ و در قتال میں سایہ ہوں بھپرا آفتاب سے جدا کب ہوں میں عاجب ہوں نہ اس کا حجاب عاجب اس وجہ سے کہ اکہ عاجب حجاب کے پاس بیٹھا رہتا ہے

اور لوگوں کو مالک سے ملانا ہر خون میرے جو ہر تپ کو نہیں چھپا سکتا میرے بادل کو ہوا نہیں اڑا سکتی یعنی تیغ زنی نفسانیت کی نہیں کرتا میں کاہ نہیں ہوں بلکہ صبر و حلم و داد کا کوہ ہوں کوہ کو کسی ہی آندھی ہو اڑا نہیں سکتی یعنی کتنے ہی حوادث ہوں میرے استقلال کو نہیں ڈکا سکتے اور جو کہ ذرہ ہوا میں تنکے کے مانند چلے دھسے ہو اور ناپا چیز اس سبب سے کہ دنیا میں ہوا میں ناموافق بہت ہیں جن میں صبر و ثبات لوگوں کا نہیں رہتا اور وہ ہوا میں ناموافق مثلاً بادِ ختم اور بادِ شہوت اور بادِ حرص انھوں نے ایسے شخص کو اپنے بس میں کیا ہو جو اہل نیاز نہیں ہو اور جو خدا کے سامنے غرور زاری کرتا رہتا ہو اور آپ کو عاجز سمجھتا ہے اُس کا یہ کچھ نہیں کر سکتیں ایسے ہی بادِ کبر اور بادِ عجب اور بادِ ظلم کہ میرے یا ر مددگار بہت ہیں اُس کو اپنا مطیع بناتے ہیں جو علم والا نہیں ہو جاہل ہو کہ یہ سب نقصانے حمل سے پیدا ہوتے ہیں جن میں ایک کوہ ہوں اور میری ہستی کی بنیاد اُس سے ہو اور اگر مثل کاہ کے ہو جاؤں تب بھی میرے لیے ہوا اسی کی ہو اور وہ چاہے جیسا لوٹ پوٹ جھکو کرے تو اسکی ہوا کے میری رغبت کسی طرف جنبش ہی نہیں کر سکتی بس عشق احد کا یہی میرا سرخیل ہو جب جھکوں گا ادھر ہی جھکوں گا جیسے ہر کوئی اپنے سرخیل کی طرف جھکتا ہو غصہ اسی چیز ہو کہ سب پادشاہوں کا بادشاہ بنا ہو سب اسکے مطیع و فرمانبردار غلاموں کی طرح اپنا اُن سے کام لیتا ہو مگر میرا غلام ہو اور میرے زیرِ نگام چاہے روک لون چاہے چھوڑ دوں جیسا محل و موقع سمجھوں تمیرے علم کی تیغ نے میرے غصہ کی گردن مار دی ہو اس سبب سے ختم خدا کا ٹھہر مثل رحمت کے ہو یعنی خدا کے خشم سے محفوظ ہو گیا ہوں اگرچہ لفظ ہر صفت میری خراب آبِ دگل ہی سے ہو لیکن ہوں نور میں ڈوبا ہوا اور ایک روضہ و صنادِ جنت سے ہوں اگرچہ نام میرا ابو تراب ہو یعنی باپ مٹی کا عرب جس شخص میں جس چیز کا کمال اتحاد و اختلاط پاتے ہیں اُس کو آبِ یاقین یا آتش کے ساتھ منسوب کرتے ہیں کس واسطے کہ ان کا سا اتحاد کسی میں نہیں ہو اب جو میں نے دکھایا کہ میری غزائیں ایک علت داخل ہوئی اس واسطے تلوار کا چھپا لینا ہی لائق قائل سمجھتا تھا اب لد میں میرا نام داخل ہو اور انھیں لد میرا مقصد ہوا اور اعطی لد میرا جو دہوا اور اسک لد میری ہستی و بود و بہ دونوں شہرِ مقبل اس حدیث شریف سے ہیں من احب لد و انھیں لد و اعطی لد و اسک لد فقدا سکل ایمانہ جس کسی نے محبت کی کسی سے واسطے اللہ کے اور انھیں کیا کسی سے واسطے اللہ کے اور دیا کسی کو واسطے اللہ کے اور اسکا کیا واسطے اللہ کے بیشک کامل کیا اپنے ایمان کو بس نکل میرا لد اور عطا لد ہو بلکہ میں خود ہمہ تن لد ہوں سوا خدا کے کسی کی ملک نہیں اختلاف بحرِ علوم میں نکشتہ کو نگشتہ اور کے جدایم کو کہ خدا ایم اور بیست کو نیست کو ہم کو گو ہم قولہ و انچہ لد میکنم تقلید نیست ہست تخیل و گمان جزوِ بد نیست ہذا اجتہاد و از تحریر مستقام ہذا عین بردامین حق بستا ام ہذا گریہی پریم ہی بنیم مطار ہذا در ہے گردم ہی بنیم مدار ہذا در کشم باری بداتم تا کجاست ہذا ہم و خوش ہذا پیشم ہستیا است ہذا پیش ازین با خلق گفتن روئے نیست ہذا بحر را گنجائے اندر جوی نیست ہذا

و بشریت مرگواہی بندہ را بہ نیست قدرے وقت دعوے قضا بہ اگر ہزاران بندہ باشند گواہ بہ شرع نہ پذیرد
گواہی شان بجاہ بہ بندہ شہوت بتر نزدیک حق بہ از غلام و بندگان مسترق بہ کین بیک لفظے شود آزاد و حرم بہ
و بن زید شیرین و میرد سخت مر بہ بندہ شہوت ندارد خود خلاص بہ جز بفضل ایزد و انعام خاص بہ پست میگویم بانداز
عقول با عیب بنودین بود کار رسول بہ از غرض حرم تو قول حرش نہ کہ شود بندگان نزد بگو بہ در چہ انداخت او خود را
کہ کم بہ در خور قمر شش بنی یا ہم رسن بہ چون گناہ اوست ای جان چون کم بہ کہ در از قمر صیہ بیرون کم بہ بس کم گرامین
سخن افزون شود بہ خود جگر چہ بود چو خارا خون شود بہ این جگر با خون نشد نہ از سختیست بہ غفلت و مشغولی و بختیست بہ
خون شود و قتیکہ خوش ہو نیست بہ خون شود و قتیکہ خون مرد و نیست بہ چون گواہی بندگان مقبول نیست بہ عدل او
باشند کہ بندہ غول نیست بہ گفت یا رسلناک شاہد در نظر بہ زان کہ شد از کون او حرا بن حرم بہ چونکہ حرم خشم کے بندہ مرا بہ
نیست آنجا جز صفات حرم را بہ المعنی تخیل خیال کرنا اجتہاد یا لگس رفتا کی اصطلاح میں نکالنا مسائل کا قیاس سے
موافق قرآن و حدیث و اجماع امت کے اور راہ صواب و صوٹھنا منطابق لفتح پریدن و جا سے پریدن مدار و رو
گوش مسترق بالضم و فتح تا زودیدہ شدہ مر بالضم تلج مشہود جمع شاہد بمعنی گواہ اندر بعضین ترس و بیم اور جو کچھ
میں لہ کر تا ہوں کسی کی دیکھا کبھی نہیں ہو نہ یہ خیال و گمان ہو سوا سے دید کے ہمیں کسی شہ کی گنجائش نہیں میں راہ
صواب کی حیثیت اور قبلہ کی تو ہم کہ کدھر کو ہی جیسا رات یا بادل کے دن شک پڑتا ہو سب سے خلاص ہو گیا ہوں میں
اپنی آستین وامن حق سے لگا دی ہو محتاج اجتہاد و تحری کا نہیں ہوں اگر اڑتا ہوں تو اپنی جگہ کو تنگے رہتا ہوں
اور جو گر و مش کرتا ہوں تو اپنے مدار کو دیکھے رہتا ہوں غرض ہر حال میں اپنے ٹھکانے سے غافل نہیں ہوتا
اور جو سفر کرتا ہوں میں جانتا ہوں اُس کو جہاں تک وہ ہو کسی دلیل و رہبر کا محتاج نہیں تین ماہ ہوں تو آفتاب
میرا پیشوا ہو کہ ماہ پیچھے آفتاب کے لگا جلا ماتا ہو آخر منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہو بس سفر سے مراد سفر عالم معنی
اور آفتاب نور خدا اب فرماتے ہیں زیادہ اس سے مخلوق کے سامنے کہنے کی کوئی صورت نہیں ہو سوا سطلے
کہ دریا کی سمائی نہ ہوں کمان ہو کمان مخلوق کا ظرف کمان یہ دریا سے پایاں اس شعر میں دوسری تمہید ہو کہ بشریت
میں غلام کے گواہی کی ہنگام دعویٰ محکمہ قضا کے کچھ قدر نہیں ہو اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں شرع اُنکی گواہی
برابر برگ کاہ کے بھی نہ سمجھے گا یہ ایسے لوگ ہیں جو شخص کہ بندہ شہوت یعنی خواہشوں نفسانی کا ہو خداوند
تعالیٰ کے نزدیک اس غلام سے جو کسی کا مملوک ہو بدرجہا تر ہو چاہے یہ غلام دہندے مسترق کیوں نہ ہوں
یعنی چور و سارق جو حد درجہ عیب غلام کا ہو کس واسطے کہ یہ غلام تو ایک ذرا سی لفظ میں آزاد ہو جاتا ہو اور
بندہ شہوت زندگی تو خوب لذت و شیرینی سے تیر کرتا ہو اور جب مرنے ہو تو خدا کے نزدیک کڑوا زہر ہوتا ہو
اور اس کے واسطے رہائی و آزادی نہیں سوا سے فضل و احسان ایزد مہمان کے اور یہ باتیں میں جیسا انداز

عقول کا دیکھتا ہوں ویسے ہی دبے دبے بطور مثال کے کہ رہا ہوں کس واسطے کہ کہنے میں کوئی کھیب نہیں
رسول کا یہ کام ہے کہ بجنسہ پیغام پہنچاتا ہے اور خود فرض سے آزاد ہوں تو ایسی بے غرض حرکی بات سن
کہ گواہیان بندوں کی جو بھر قیمت نہیں کھیتیں اور بندے وہی بندے شہوت کے اور جو تو انکی سنتا ہے میری نہیں
سنتا ہے تو بتا اس نے آپ کو کونین میں گرایا ہے کہ میں نے اور ایسا گہرا کنواں جسکی گہرائی کے موافق مجکو ہی نہیں ملتی جب
گناہ اسکا ہو تو اسی جانمن کیا کروں اور کیسے اسکو قہر چاہے سے نکالوں بہتر یہ ہے کہ بس کروں اگر اس میں سخن بڑھ جائے گا
تو جگر کیا چیز ہے خارجی خون ہو جائے گا اور ان کے جگر جو خون نہیں ہوئے یہ نہیں ہے کہ سختی سے نہوے
ہوں بلکہ غفلت اور مشغولی اور بد بختی ہے یہ جگر اسوقت خون ہوں گے کہ خون ہونا کچھ مفید نہوگا اور اسوقت خون
ہوں گے کہ خون مردود نہوگا جب گو اہی بندوں کی مقبول نہیں ہے مردود و مشرعی ہے ایسے ہی بندے شہوت کے
مردود و مشرعی اگر انکے ساتھ اسکا عدل ہو تو کیا عجب کیا یہ غول نہیں ہیں خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے اندھا ٹٹے
نے قرآن مجید میں حضرت کی نسبت فرمایا ہے انا ارسلناک شاہداً و میشرّاً و نذیراً بیشک ہم نے تجکو بھیجا در حالیکہ
تو اپنی امت پر گواہ ہے اور بشارت دہندہ مومنوں کا اور ڈرانے والا بدکاروں کا ہے اور یہ آیت ترس و بیم میں نازل
ہوئی ہے پس یہ دو گواہ ہیں کہ حرکت کیا معنی جتنکے ہونے سے حرا بن کر ہوئے اگر پشیمانی حرا کی گواہی کو غور کر لیں میں
جب حرا ہوں تو خشم مجکو اپنا بندہ کیسے کر سکتا ہے اور وہ ان بھی یعنی خدا تعالیٰ کے سامنے سوائے حرا کے کوئی
صفات میری نہیں ہوا خلاف مسیر دین دال رہی ہے اگر میری سخت یا بل کو باہم خون شود کو خوشو اور حرا کو
خود مراد قولہ اندر آکا لا کردت لطف حق ہا زانکہ جمش داشت بر خشمش سبق ہا اندر آکا کنون کہ سنی انظر ہا
سنگ بودی کمیہ کردت گہ ہا رستہ از کفر و فارستان او ہا چون گلے بشگفتہ در بستان او ہا تو منی و من تو ام
اگر خشم ہا تو علی بودی علی را چون کشم ہا مصیبت کردی ہا از ہر طاعت ہا آسمان پیوڈہ در ساعت ہا بس
خجستہ مصیبت کان مرد کرد ہا کہ زخارے برود و اوراق ورد ہا نے عمر را قصد آذر رسول ہا فی کشیدش
تا بدر گاہ قبول ہا نے بسحر ساحران فرعون شان ہا میکشید گشت دولت عون شان ہا گر نمودے سحر شان و
آن جو دہ کے کشیدی سان بفرعون عنود ہا کے بیدیدی عصا و معجزات ہا مصیبت طاعت شد آن قوم عصات ہا
نا امید را خدا کردن نردست ہا چون گنہ مانند طاعت آمدست ہا چون مبدل می کند اوسیات ہا عین طاعت
میکند رنم و شامت ہا زین شود مر جوم شیطان رجیم ہا و رخصد او بطرقہ گرد و دہنم ہا او بکو شد تا گناہے آورد ہا
زان گنہ مارا بچاہے آورد ہا چون بہ بیند کان گنہ شد طاعت ہا گرد او را نامبارک ساعتی ہا اندر آکا من
و رکشا دم مر ترا ہا لغت زدی و تحفہ داوم مر ترا ہا چون جفا گر را چینن یا منیدیم ہا پیش پائے حب چسان سرے نهم ہا
پس و فاگر را چنان بختیم جان ہا گنہا و ملکاسے جاودان ہا جاودانہ بادشاہی بخشش ہا انچہ اندر ہم ناید ہمیشہ ہا

من چنان مردم کہ بر خوبی خویش ہاوش لطف من بشد در قمر بیش ہا المعنی عیون بالفتح مدہجود کوشش کرنا غصات
بفہم جمع عاصی سلیات بر اسیان و شات حج و اشی و در غلو و غماز و سخن چین اب مخاطبہ حضرت علی شیر خدا کا ہوا اس
مبارز سے کہ آہم من داخل ہو کہ تجکو بھی لطف حق نے آزاد کر دیا اس سبب سے کہ امسکی رحمت اُس کے غصتہ
پر مقدم و سابق ہو چکر فرمایا اب آ کہ توجہ خطرات سے چھوٹ گیا تو دراصل سنگ تھا اب تو انہی ذات میں کہیا ہو گیا
تا قصور کو کامل کرنے والا تو کفر اور اُس کے خارستان سے جو بیابان در بیابان تھے نجات پا گیا اب تو ایک گل ہر اور وہ
خارستان تیرے واسطے بوستان تو گل بسا اسمین کھلا ہو ہر آہر تختہم جو تو ہر وہ مین ہون اور جو مین ہون وہ تو ہر لینے
ایک ہو گئے پھر جب تو غلی تھا تو مین علی کو کیسے مارون تیرے گناہ ہر طاعت سے بہتر ہو گئے تو آسمان کو ایک
ساعت مین طر گیا اور اعلیٰ مقام پر پہنچا کیسے مبارک وہ معصیت ہین جو کوئی کرے اور اُس کے خار سے گلاب کے
پھول نمود ہون دیکھو عمر نے نہیں قصد آزار رسول کا کیا تھا کہ قریش سے عہد یتیمان کر کے بارادہ قتل گھر سے
چلے تھے حالانکہ وہ ارادہ بدن کو در گاہ قبول تک کھینچے لیے جاتا تھا آخر قبول در گاہ الہی کے ہوے
فرعون ساحرون کو طرف سحر کے نہیں کھینچتا تھا اور اُنکے اس سحر مین دولت مددگار ہو گئی اور وہ سب اللہ اور اُس کے

رسول پر جو موسیٰ علیہ السلام تھے ایمان لائے جیسا کہ تنزیل مجید میں ہے: والقی السحرة ساجدين فت لو ان منا رب رب العالمین رب موسیٰ و ہارون اور گرے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے اور کہا ہم ایمان لائے رب العالمین پر یعنی رب موسیٰ اور ہارون پر اگر نگاہ نہ مٹتا اور کوشش نہ ہوتی تو انکو کھینچ کے فرعون سرکش کے پاس کون لجاتا اور وہ عصا اور معجزات کو کب دیکھتے اسی سحر کی بدولت وہ قوم گنہگار معصیت طاعت ہو گئی اور معصیت طاعت وہ شخص جسکی معصیت طاعت ہو جائے اللہ تعالیٰ ایسا رحیم ہے کہ اسنے ناامیدی کی گردن مار دی ہے دیکھو کیسے گناہ مانند طاعت کے ہو گئے جب وہ سیئات کو تبدیل کر دیتا ہے تو زعم و غرور اور دروغ و سخن جبینیوں کی عین طاعت کر دیتا ہے اسی سبب سے شیطان مرحوم رحیم کا حسد سے کلیجہ پھٹتا ہے اور دو ٹکڑے ہو جاتا ہے کہ وہ تو کوشش کرتا ہے کہ ہر گناہ میں ڈالے اور اس گناہ سے چاہ میں گرائے اور جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت ہو گیا تو اس زیادہ منحوس تر کوئی ساعت نہیں پاتا پھر فرماتے ہیں اداخل ہو کہ میں نے تیرے واسطے دروازہ کھول دیا ہے تو نے مجھ پر تھو کا میں اس کے بدلے خفہ عجیب دیتا ہوں خیال نہ کر جب جفا گروں کو ایسی چیزیں دیتا ہوں چنانچہ تو بھی جفا گری تھا تو حب و محبت دے کے پالوں پر کیسا سر رکھتا ہوں بس جو وفا گری اسکو کیسے کیسے گنہوار ملک جادو ان بخشوں اس بات کو جان لے وہ بادشاہی جو ہمیشہ رہ نہ یہ بادشاہی چند روزہ دنیا اسکو بخشوں اور وہ چیز کہ ہم میں نہ آئے دے دوں میں وہ مرد ہوں کہ خود اپنی فحش و فاسق پر شہد میرے لطف کا قہر میں بڑھ گیا ہے الخلافہ میں بجائے رستہ نقشہ اور کہ زخار کی جگہ نے زہ جود کو جو کہ کشیدی کو

میکشیدی و ثبات کو وساب لکھا ہے

کہنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا رکاب بدار حضرت امیر کے کان میں کہ امیر تیرے ہاتھ سے مارے جائینگے

قولہ گفت پیغمبر بگوش چاکرم ہا کو پر دروزے ز گردن این سرم ہا کرد آگہ آن رسول از وحی دوست ہا کہ ہلاکم عاقبت بردست دوست ہا و ہمیکو بدیکش پیشین مرا ہا تا نیاید از من این منکر خطا ہا من ہمیکو ہم چومرگ من زست ہا باقضا من چون تو انم حیلہ جست ہا و ہا ہی افتد بہ پیشتم کاے کریم ہا ہر مرکن از برائے حق و ونیم ہا تا نیاید بر من این انجام بد ہا تا نسوزد جانمن بر جان خود ہا من ہمیکو ہم برد حبث القلم ہا زان تسلیم بس سرنگون گردو علم ہا ہیج بعضے نیست در جام ز تو ہا زانکہ این را من نمیدانم ز تو ہا آلت حق تو فاعل دست حق ہا چون ز من ہر آلت حق طعن و دق ہا گفت اولس این سخن از بہر چیست ہا گفت ہم از حق و آن سرخصیت ہا گر کند بر فعل او خود اعتراض ہا ز اعتراض خود برویا ندریاض ہا اعتراض اورا رسد بر فعل خود ہا زانکہ در قہرست و در لطفت است احد ہا اندرین شہر حوادث میرا دست ہا در مالک مالک تدبیرا دست ہا آلت اورا اگر خود بشکند ہا آن شکستہ کشتہ را نیکو کند ہا رمز نسخ آتہ او نمہما ہا نات خیر در عقب میدان ہما ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد ہا او گیا برود عوض او در درد ہا المعنی دق بفتح اعتراض و مواخذہ کرنا اعتراض پیش آنا ہر کسی کے اور حائل ہونا گیا گیا ہا ورد گل گلاب حضرت علی شیر خدا نے جو او پر فرمایا ہا کہ میرا نوش لطف اس شخص پر جو میرا خونی ہا قہر سے بڑھا ہوا ہا اسی پر یہ نقل ہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے نوکر کے کان میں کہا کہ تو کسی دن علی کے سر کو مکی گردن سے کاٹے گا اور یہ وحی آنحضرت پر دوست یعنی خدا انکے کی طرف سے نازل ہوئی تھی اس سے اُسکو آگاہ کیا کہ انجام علی کی موت تیرے ہاتھ پر ہا وہ نوکر مجھ سے کہتا ہا کہ تم پہلے ہی مجھکو مار ڈالو تو ایسی بُری خطا مجھ سے نہونے پائے میں کہتا ہوں کہ جب موت میری تیرے ہاتھ پر ہو تو میں موت کے لیے چلے اور بچاؤ کیسے ڈھونڈو کہتا ہوں وہ میرے سامنے کہتا ہا کہ اے کریم خدا کے واسطے تم مجھکو دو ٹکڑے کر ڈالو تو یہ انجام بد میرے ذمہ نہ آنے پائے اور میری جان اپنی جان پر نہ چلے کہ کیوں ایسی جان مجھکو ملی اور میں کیوں پیدا ہوا میں اس سے کہتا ہوں یہ نہیں جانتا جفت القلم ہا ہو کان خشک ہوے قلم ساتھ اُس چیز کے کہ وہ ہونے والی ہا یعنی جملہ امور شدنی لکھ کر خشک ہو گئے اب میں کچھ گھٹ بڑھ نہیں سکتا لہذا اُس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگون ہو گئے اور سلطنتیں خراب ہو گئیں مجھکو تیری طرف سے کوئی انقض نہیں ہا اس واسطے کہ اس بات کو میں تجھ سے نہیں جانتا ہوں تو ایک ہتھیار خدا کا ہا اور فاعل اسکا خدا کا ہا کہ پھر خدا کے ہتھیار پر میں کیسے طعن و اعتراض کروں پھر اسنے لینے مبارز نے کہا کہ یہ بات کس واسطے ہا کہا خدا ہی سے ہا اور وہ ایک مجید پوشیدہ ہا

کس کا مقدور ہو جو اسکے فعل پر اعتراض کرے اگر وہ اپنے فعل پر آپ اعتراض کرے یعنی کوئی چیز بیچ میں ڈال دے تو اس اعتراض سے گل کس کا بن کے بلع کھلا دے اعتراض اسکو اپنے فعل پر سزاوار و لائق ہو اس سبب سے کہ تہر لطف دونوں میں بیکتا و یگانہ ہو اس شہر حوادث دنیا میں بادشاہ وہی تو ہو اور تمام ملکوں میں مالک تدبیر کا وہی ہو اگر اپنے کو اگر آپ توڑے تو اس شکستہ کشتہ کو نہایت خوب و نیک کر دے چنانچہ تفسیر اسکی یہ ہے کہ اے سرور تو فرما اس آیت کو جانے رہ جیسا کہ فرمایا تنسخ من آیه او تمسہا نات بخیر منها نہیں نسخ کیا ہم نے کسی آیت کو یا بھلا یا اسکو مگر لائے ہم بہتر اس سے افترض نسخ و نسیان کے ساتھ نات بخیر لگا ہوا ہے پس یہی بات ہے جس شریعت کو کہ اُس نے منسخ کیا تو گویا گھاس دور کی اور گل گلاب اُس سے جمایا الخلاف تشریح میں ابن راکی جگہ ابن اور وق کو فرق اور لطف است کو لطف با عنایت لکھا ہے قولہ شب کند منسوخ نور و زراہ بن جمادی دان خرد افروز راہ باز شب منسوخ شد از نور روز بہ تا جمادی سوخت زان آتش فروزہ گر چہ ظلمت آمد آن نوم و سبات پانے درون ظلمت است احیات نے در ان ظلمت خرد ہا تازہ شد پد سکتہ سرمایہ آوازہ شد پد کہ ز ضد ہا آید پدید پد در سویدار و خسانی آفرید پد جنگ پیبر مدار صلح شد صلح ابن آخ زمان زان جنگ بد پد صد ہزاران سر برید آن دستان پد تا امان یا بد سراہل جہان پد باغبان زان میسر و شاخ خضر پد تا بیاید نخل قامتہا و بر پد میکند از باغ آن دانا حبشش پد تا نماید باغ میوہ خرمیش پد میکند دندان بدرا آن طبیب پد تا رہد از درد بیماری صیب پد پس زیاد و تہا درون نقصا نہا است پد مرشیدان راحیات اندر فناست پد چون بریدہ گشت خلق رزق خوار پد یزقون فرصین شد خوشگوار پد خلق حیوان چون بریدہ شد بعدل پد خلق انسان رست و افزائید فضل پد خلق انسان چون بیرہین بہ بین پد تا چہ زاید کن قیاس آن یابین پد خلق ثالث زائد و تیار او پد مشرب حق باشند و انوار او پد خلق بیریدہ خور و مشرب نے پد خلق از لارستہ مرده و ربے پد پس کن ای دون بہمت کو تہ بیان پد تاکیت باشند حیات جان بنان پد زان نداری میوہ مانند بید پد کا برو بردی پے نان سپید پد گز ندارد صبر زین نان جان جس پد کمیارا گیر و زر گردان تو مس پد جامہ شونی کردو خوی اے فلان پد و مگردان از مقام گزراں پد گر چہ نان لبشکستہ مرورہ ترا پد در شکستہ بند چہ بر ترا پد چون شکستہ بند آمد دست او پد پس رفو باشد یقین اشکست او پد گر تو آنرا بشکنی گوید بیا پد تو درشتش کن نداری دست و پا پد پس شکستن حق او باشد کہ او پد مر شکستہ گشتہ را داند رفو پد آنکہ داند و خست او داند درید پد ہر چہ او بفروخت نیکو تر خرید پد خانہ را کند و چو جنب ساخت او پد پست کرد و بر فلک افراخت او پد المعنی چارے بضم اول و فتح دال و الفت بصورت یا فسرودہ و جج بستہ سبات بضم اول زمانہ و خواب و راحت فرماتے ہیں کہ شب دن کے نور کو منسوخ کرتی ہے اور خرد افروز جو جملہ حیوانات میں ذی العقول ہے یعنی انسان اسکو جمادی بنا دیتی ہے بحسب و حرکت اور بقیل و ہوش پھر رات نورون سے منسوخ ہوئی تو وہ جمادی آتش افروز سے جو خورشید ہے

جگلیا اور پھر خرد افروز ہو گیا اگرچہ ظلمت یہ نوم و سبات سے ہر لینے خواب و راحت کے لیے لیکن ظلمت میں تو نہیں جانتا کیا آب حیات نہیں ہو کیا اس ظلمت میں عقول مردم تازہ نہیں ہو جاتیں اور یہ سکتے جو ایک وقت مقرر تک رہتا ہر سرمایہ شہرت نہیں ہو جاتا حکما کے نزدیک ثابت ہو کہ اگر رات کو نہ سوئے تو دیوانہ ہو جائے رات کے خواب و آسائش سے عقل اسکی تازہ و نو ہو جاتی ہر بس سکتے مراد خواب سے ہر صہین سکتے وائے کی طرح ایک زمان میں تک نہیں و حرکت رہتا ہر پھر افاقہ ہو جاتا ہر مثل سکتے کے کس واسطے کہ عند سے ضد ظاہر ہوتی ہر خدا تعالیٰ نے سیاہی میں روشنی پیدا کی ہر جیسے رات سے دن اب کہتے ہیں جنگ و صلح باہم متضاد ہیں حالانکہ جنگ پیغمبر کی مدارج کی تھی کس واسطے کہ آخر ہمنے جو صلح کی تو اُنکے جنگ ہی کے سبب سے کی برسوں اُن داستان یعنی حضرت نے ہر کاٹے اور لڑائیاں کیں اسی واسطے کہ اہل جہان کے سر اس میں ہو جائیں آئندہ کو فتنہ و فساد نہ رہے دیکھو باغبان ہری شاہین بھی درخت کی کاٹ ڈالتے ہیں تا درخت بڑا قامت والا اور پھل دار ہوے و آنا آدمی باغ سے گھاس اس واسطے اُکھیر ڈالتے ہیں تو باغ میوہ خرمی کا اُسکو دکھائے کس واسطے کہ باغ کی صفائی سے طبیعت خرم و تازہ ہوتی ہر اور طبیب و کھتے دانت کو نکلوادیتا ہر تا دوست اُسکا درد بیماری سے نجات پا جائے بہت فضیلتیں اور زیادتیان ایسی ہیں کہ نقصانوں سے حاصل ہوتی ہیں غور کرو شہیدوں کو کہ حیات دوام فنا سے پاتے ہیں اس تھوڑے سے نقصان میں ایسے بڑے نفع کو پہونچتے ہیں جب انکا خلق رزق خوار کاٹا جاتا ہر برزقون فرحین سے خوشگوار ہوتے ہیں جیسا کہ شہیدوں کے باب میں فرمایا ہر برزقون فرحین ہما اتم الدن من فتنہ لینے رزق پاتے ہیں در انخاب کہ خوش ہیں اس چیز سے جو الدن نے انکو اپنے فضل سے دی ہر ظاہر ہر کہ خلق حیوان کا بمقتضائے عدل کا ٹاگیا کہ انسان میں لطف ہر ایمن نہیں ہر اسلئے خلق کا طما اُسکا مباح ہوا اور خلق انسان کا جگلیا بلکہ اور فضیلت انسان کو حیوان پر ہوئی اب جب خلق انسان کا کاٹا جائے تو خبر دار ہو اور غور کرو کہ اس سے کیا کیا باتیں نہ پیدا ہو گئی اب فتنے ہیں دو خلق لینے انسان و حیوان کے تو ہو گئے رہا تیسرا خلق عاشق کا اس سے بھی تعلق پیدا ہوتے ہیں کہ وہ شہرت حق اور اُسکے انکار یہ اُسکے غمخوار ہوتے ہیں چنانچہ شعر بعد میں تفسیر ہر کہ خلق بریدہ تو شہرت کھاتا ہر اور جو حسیق از لارستہ ہر لینے نفی ہستی سے نکلا ہوا وہ بلی میں مردہ ہر اے اثبات میں مشا ہوا اب اپنی طرف مخاطب ہوا کے قمر کا ہیں کہ اے بہت ہمت کوتاہ بیان اپنی خیر نہیں اور روز کا ذکر فکر بس کر تیری جان کی حیات روٹی سے کجک ہو گی تو اس سبب سے مثل بید کے بے برہر کہ تو نے اپنی ابروردنی پسید کے پیچھے کھوئی ہر اگر تیری جان حسی جو روح نفسانی ہر جسکے تعلق جو اس ظاہری و باطنی ہیں روٹی سے صبر نہ کرے کسی کی خاک سے کیا حاصل کر اور اس میں وجود کو سونا بنا کہ قلب ماہیت کے لیے یہی خاک کیا ہر اگر تو اپنی جامہ شونی کرنا چاہتا ہر کہ جامہ عبارت اسی جامہ وجود سے ہر تو دھو بیون کے گھاٹ سے روگردانی مت کر اور دھو بی کا ملین اگر صہتان نے تیرے روزہ کو توٹوٹا

سینک تو اسکو شکستہ بندین لپیٹ اور غالب ہو جا شکستہ بند وہ لکڑیان جو ٹوٹی ہڈی پر لپیٹے ہیں اور چپکستہ بند اسکا ہاتھ ہر تو پھر کیا غم اسکی شکست ہی رفو ہوگی کیونکہ اسکی صفت تو نالت بخیر مہنہ اور تو نے اگر اس روزہ کو توڑا ہے تو وہ تجکو بلاتا ہے کہ آتو ایسے ہاتھ پاؤں نہیں رکھتا جو اس شکست کے درست کن ہوں تیں شکست کرنا اسی کا حق ہے کہ وہ شکستہ گشتہ کار فوجی جاننا ہے ظاہر ہے جو کوئی سی جانتا ہے وہ بچاڑ بھی جانتا ہے اور جو چکھائے کسی کے ہاتھ بچاڑ اسکی خریداری بھی بہت اچھی طرح کی لیکن اگر کسی مصیبت و بلا میں ڈالا اسکی بخاری بھی اس سے بہت بڑھ کے کی اگر کسی کا گھر کھودا اسکا گھر مثل جنت کے کر دیا اور جو کوئی اس کے سامنے لپٹ ہوا اور عاجز بنا اسکو اسنے آسمان بلند پر پہنچایا اختلاف تشریح بحر العلوم میں خلق کو خلق اکثر لکھا ہے قولہ خانہ ویران کنذیر و زبر ہا پس یک ساعت کند مہمور تر ہا گر ہر دیک سرے را از بدن ہا صد ہزاران سرور آورد و ز من ہا گر نہ فرمودی قصاص اور جہات ہا تا نکستی نہ انقصاص آدمیات ہا خود کر از ہر ہا بے تا و از خود ہا بر اسیر حکم حق تیغے زند ہا زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود ہا کان کشند ہا سحر ہا تقدیر بود ہا ہر کرا حکم بر سر آمد ہا بر سر فرزند خود تیغے زدے ہا تو ترس و طعنہ کم زن پر بدان ہا ہمیشہ دام حکم عجز خود بدان ہا ہمیشہ حکم حق بنہ گردن زبان ہا سحر و طعنہ زن بر گردان ہا المصنعی جنات بضم گنگار تسخر بالفتح سحر کی چھتر تائید سابق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی گھر وہ لوٹ پوٹ و ویران کرنا ہے تو ساخت بھر میں اس سے زیادہ بہتر آباد کر دیتا ہے اور اگر ایک سر کو کسی کے بدن سے کاٹتا ہے تو دم بھر میں لاکھوں سو لیسے ہی پیدا کر دیتا ہے اگر قصاص کا حکم گنگار پر جاری نہ کرتا ہرگز نہ کہتا نہ انقصاص حیات یعنی قصاص میں حیات ہے ہو اسطے کہ گشتہ خون سے بری و پاک ہو جاتا ہے اور اگر اسکا حکم قصاص کو نہ تو تا تو کس کی طاقت ہوتی کہ وہ اس شخص پر جو حکم حق میں گرفتار و پھنسا ہوا ہے تلوار مار سکتا یعنی تقدیر کا بے بس کیا ہوا اسلئے کہ جسکی آنکھیں اصل حقیقت کی طرف کھلی ہیں خوب جانتا ہے کہ یہ گشتہ تقدیر کا بیکاری ہے اس مقبول پر جو مارا گیا کیا موقوف اگر یہ حکم اس کے سر پر آتا تو اپنے بیٹے کے سر پر بھی تلوار مارنا تجکو چاہیے کہ خدا سے ڈرے اور بدو پر طعنہ نہ کرے اللہ کے حکم کے جال میں سب کھنٹے ہوئے ہیں اور نہایت عاجز لازم ہے کہ حکم خدا کے سامنے جان و دل سے گردن رکھ دے اور مگر اہوں کے طعن و مسخر سے بچ کسکو کھیت کہ

تعب آدم علیہ السلام کا فعل طہیس سے اور غنور کرنا اور توبہ کرنا

قولہ روزے آدم بر طہیس کو شقیست ہا از حقارت و ز زیافت بنگر لیست ہا خویش بینی کرد و آمد خود گزین ہا خندہ زہر کارا طہیس لعین ہا بانگ برزد غیرت حق کا سے صفی ہا تو نمیدانی ز اسرا خشی ہا پوستین را با ز گونہ گونہ کوہ را از پنج و از بن برکت ہا پر وہ صد آدم آندم بر درم ہا صد طہیس نو مسلمان آدم ہا گفت آدم توبہ کردم زین نظر ہا زین چنین گستاخ نہ نشیم و گر ہا یارب این جرات را بندہ عفو کن ہا توبہ کردم من بگرم زین سخن ہا

یا غیاث المستغثین ابدنا لا افتخار بالعلوم والاعمال لا تنزع قلبا بدیت بالکرم نہ و صرف السوء الذی خط القلم بہ بگدا ران از
جان ماسوء العضا نہ و امیر مار از اخوان الصفا نہ ای خدا ای فضل تو حاجت روا نہ باتو یاد میجو کس بود روا تلخ تر
از معرفت تو پیچ نیست نہ بے پناہست غیر سچا پیچ نیست نہ رخت مام رخت مار از اہرن نہ جسم مام جان مارا جام کن نہ
دست ما چون پای مار میخورد نہ بے امان تو کسے جان کہ بردہ در برد جان زین خطر ہائے عظیم بہ بردہ باشد
مایہ اوبار و ہم نہ زانکہ چون جان واصل جاناں نمود تا ابد با خویش کو رست و کبود المعنی زیافت بکمر اول و فتح و
کھوٹا پن تصنی برگزیدہ باز گو نہ الظار رخت جامہ و لباس و اسب مبدل رخت یہ حکایت مطابق اسی قول کے ہر
وہ چاہے جسکو جیسا کر دے چنانچہ حضرت آدم نے ایک دن ابلیس کو کہ وہ شقی تو ہر ای حقارت سے دیکھا اور اس کے
کھونٹے پن کی طرف خیال کیا اور انھوں نے خوش بینی کی اور آپ کو گزیدہ جاناں اور ابلیس لعین کے کام پر ہنسے
اسمین غیرت حق نے انکو لٹکار کے کہا کہ ای صفی تو اس بھید خفی کو نہیں جانتا میں اگر اس پوستین کو لوٹ ڈالوں تو
بہاڑوں کو جو بڑے مستقل و محکم ہن جڑ بنیاد سے اکھڑوں اور تمام آدم کے پردے بھاڑوں و دیکھ کہ اس کے
باطن میں کیا بھرا ہر اور سیکڑوں ابلیس نو مسلمان پیدا کروں آدم نے کہا کہ ائی اس نظر سے جو میں نے اسکی طرف
کی تھی تو بہ کی اب ایسی گستاخی نہیں سوچوں گا کہ پروردگار میرے یہ جرات جو مجھ سے ہوئی ہر محانت کر میں نے تو بہ
کی تو مجھکو اسمین ما خود مت کر آخر فریاد دینے والے فریاد خواہوں کے تو مجھکو سیدھی راہ چلا مجھکو کوئی فخر نہ علم کا ہر نہ غنا کا
مت جھکا دل کو حق سے کسی طرف تو نے ابتدا میری کرم سے کی ہر اور اس برائی کو ہم سے پھیر جو ظلم نے ہم پر
لکھ دی ہر ہماری جان سے قضاے بد کو علحدہ رکھ اور اخوان الصفا سے جو اعمال صالحہ ہیں ہم کو جدا مت کر
ای خدا ای فضل تیرا حاجت روا تیرے ہوتے کسی کی یاد و انہیں تیری جدائی کے برابر کوئی چیز نہ تر نہیں اور
تیری پناہ تو پناہ ہر باقی سب پیچ ہی پیچ ہیں ہماری رخت جو جائے نشری ہر ہمارے ہی گھوڑے کا راہ مار ہر اور
ہمارا ہی جسم ہماری جان کو لوٹے لیتا ہر اور اس کے کپڑے اتارتا ہر ہمارا ہاتھ ہمارے پاؤں کو کھائے لیتا ہر
بس بے ایمان تیری ہم کیسے جان بچا سکتے ہیں مطلب یہ کہ قوت و قدرت تو ہماری سب امور لائسنی میں صرف ہو رہی
ہر پھر پاؤں کو قوت کمان سے ملے جو تیری راہ میں گرم رخا رہوں اس دنیا میں بڑے بڑے خطرے ہیں بالفرض
اگر ان سے جان بچا بھی لگیا اور ان میں نہ پڑا جب بھی تو مایہ اوبار و ہم کا لے گیا اس سبب سے کہ جب جان کو
اسکی وصل انسان سے نہ تھا تو ابد تک وہ اپنے حق میں آپ ہی کور و کبود ہر کس واسطے کہ انسان کی خلقت
محض واسطے معرفت کے ہر جب معرفت سے بہرہ نہیں ہر تو کس کام کی اور کیا فائدہ قولہ جو تونہ ہی راہ جان خود بردہ گیر
جان کہ بے تونہ باشد مردہ گیر نہ گر تو طعنہ میزنی بر بندگان نہ مر تر آن می رسد ای کا مران نہ و تو ماہ و ہر راگوئی
و جاہ و در تو قدس و راگوئی و دوتا نہ و در تو چرخ و عرش راگوئی و حسیبہ و در تو کان و بحر راگوئی و نفسیر

آن بہ نسبت با کمال تو رود است بہ ملک و اقبال و غنا ہا متر است کہ تو پاک کی از خطر و نیستی بہ نیستان را موجد و قتی بہ
آنکہ رو تا بندتا ند سوختن بہ آنکہ بدیدست و اند و ختن بہ سے بسوزد ہر خزان مر باغ را بہ باز رو یا ند گل صباغ را بہ گاہ
بسوزید ہر بدن آتازہ شود بہ بار دیگر خوب و خوش آوازہ شود بہ چشم نرگس کو رشد بازش بساخت بہ خلق نہ بدید باز اورا
نواخت بہ ماچہ مصنوعیم صانع نیستیم بہ جز زبون و خبر کہ قانع نیستیم بہ ماہمہ نفسے نفسے میزنیم بہ گر بخوانی ماہمہ آہنیم ہزار
نہرین رہیدستیم ما بہ کہ خریدی جان مارا از عا بہ تو عصا کش ہر کر کہ زندگیت بہ بے عصا و بے عصا کش کو چسبیت بہ
غیر تو ہر چہ خوش است و ناخوش است بہ آدمی سوزست عین آتش است بہ ہر کر آتش بناہ وشت شد بہ ہم
مجوی گشت و ہم زردشت شد بہ کشتی ما خلا اللہ باطل بہ ان فضل اللہ غیم باطل بہ امضی صباغ رنگر نہر اہرین دیو
و شیطاں زردشت و زرتشت نام ایک شخص کا کہ واضح مذہب آتش پرستی کا ہی بتائید سابق فرماتے ہیں کہ او پر
جو کہا کہ وہ بان پالیگیا لیکن ہر گاہ تو اسکو اپنی طرف راہ ندے تو وہ بچا بچا پا کرے جب معرفت تیری اس میں
نہیں اور بے تیرے ہر تو وہ زندہ نہیں مردہ ہو اگر تو ہم بندوں پر طعنہ بوائی کا کرے تو لائق و بچا ہی تیری ذات
پاک ہو اور اگر تو ہر ماہ کو تاریک کے جلی ضیا اظہر من الشمس اور سرور کو دو تا حبیبی راستی امین من الامس اور جو
تو حرج و عیش کو جتنے مثل کوئی بلندی و قدر والا نہیں حقیر تباے اور کان و بکر کو جتنا فیض جانے کب سے
کب تک جاری ہو فقیر ٹھہرائے تو یہ سب نسبت تیرے کمال کے رو او بچا ہی تمامی ملک و اقبال و ساری
غنائین تیرے ہی واسطے ہیں کوئی صفت پوری با کمال کسی کو حاصل نہیں تو خطر و نیستی سب سے پاک ہو اور ہم
سب جو نیست ہیں ہمارا موجد ہو اور ہمارا مضمی جو لوگ مجھ چمکائیں یعنی فروغ و کرد و فرجائیں تو اسکو انھیں کے تاب
و فروغ میں جلا سکتا ہو اور جو لوگ بچھے ٹپٹے ہیں انکو سی بانٹا ہو اور درست کر سکتا ہو دیکھو ہر خزان باغ کو جلا دیتی
ہو وہ بچر گل صباغ کو پیدا کرتا ہو صباغ رنگر نہر کو کتے ہیں مگر میان مباحثہ گل رنگین کو کہا کہ ایسا رنگت والا ہو جو اور دن
کا رنگ بخش ہو اور گل سے کہتا ہو کہ اے گلے ہوے نکل اور تازہ ہو پھر سے خوب و خوش آوازہ ہو چشم نرگس
کی جو اسی آشوب خزان سے اندھی ہو جاتی ہو کیسی بنا دیتا ہو اور نے کے خلق کو بچھاڑتا ہو اور کیسا اسکو
نوازش کر کے صوبت و نواختا ہو جس ہم سب مصنوع ہیں ہمارا صانع دی ہی ہم صلح نہیں ہیں ہم تو ایک عاجز
ناچیز قلعہ ہیں جو ہم کو دیتا ہو ہم پاتے ہیں ہم سب نفسی نفسی کرنے والے ہیں ہر طرح اپنے نفس کے فریادی اگر
تو ہم کو اپنی طرف نہ بلا لے تو ہم شیطان سے بدتر ہیں اب جو ہم شیطان سے بچے ہوئے ہیں یہ بھی تیرا صدقہ
ہو کہ تو نے اندھے پن سے ہماری جان کو بچھا لیا ہو سوچو بوجھ اپنی بکشی ہو ہم کو رہیں اور حبیب کو ہم سے
زندگی حاصل ہو اسکا تو عصا کش ہو ورنہ بے عصا اور بے عصا کش کے کو چہیز ہی کیا ہو لا بد سواے تیرے
جو کچھ ہو چاہے مرغوب طبع ہو چاہے غیر مرغوب سب آدمی کے کچھ ننگ دینے والے اور عین آتش ہیں جس

یہ ماسوا جسکو آتش کہا، جسکی پناہ و پشت ہوئی وہ مجوسی بھی ہوا اور زردشت بھی ہوا یعنی آتش پرست بھی اور ز
 واضع دین آتش پرستی کا بھی آپ بھی جلا اور دن کو بھی جلا یا بمعنی شہر عربی کے جو شہر کہ سواس المد کے ہر سب
 یہودہ ہر اور بیشک فضل اللہ تعالیٰ کا ایک ابر بارندہ ہر جس سے ہر شہر جان تازہ پانی ہر الخلاف شرح میں
 در تو کو ورتو آوازہ کو آوازہ آہر من کو اہر من لکھا ہر

بقیہ قصہ امیر المومنین علیؑ اور آسانی کرنا اپنے خونریز کا بدار سے

تو کہ گفت دشمن را ہی بنیم بچشم ہر روز و شب بروے ندادم پہنچ چشم ہر زانکہ مرگم ہر جو جان شیرین شد دست ہر
 مرگ من در لبث چنگ اندر ز دست ہر مرگ بے مرگے بود مارا حلال ہر برگ بے برگی بود مارا نوال ہر برگ بے
 برگے ترا چون برگ شد جان باقی یافتی و مرگ شد ہر ظاہر شمرگ و باطن زندگی ہر ظاہر شمرگ و باطن زندگی ہر ظاہر شمرگ و باطن زندگی ہر
 از رحم زادن چنین راز رفتست ہر در جہان اور از تو بشگفتست ہر آن کہ مردن پیش جان شمرگ تہلکہ است ہر امر
 لا تلقوا انکیر داوید دست ہر چون مرا سوے اہل عشق ہر ہواست ہر نہی لا تلقوا باید یکم مراست ہر زانکہ نہی ازدانہ
 شیرین بود ہر تلخ را خود نہی حاجت کے شود ہر دانہ کش تلخ باشد مغزو پوست ہر تلخی و مکر ہمیش خود نہی است ہر
 دانہ مردن مرا شیرین شد دست ہر بل ہم حیا ڈپے ما آمد دست ہر اقلونی یا ثقاتی لا ائما ہر ان فی قسلی جاتا ہر ائما ہر
 ان فی موتے جاتی لا فقا ہر کم افارق موطنی حتمے ہر فرقتے لو لم کن نے ذاسکون ہر لم یقل انا الیہ راجعون ہر
 راجع آن باشد کہ باز آید ہر ہر سوے وحدت آید از تفریق دہر ہر این سخن پایاں ندارد چاکرم ہر چون شنیدی
 سر رسید گشت خم ہر المعنی تبث بالفتح اٹھانا مردون کا قیامت کے دن نوال بالفتح عطا و بخشش تفریق
 جدا کرنا اور تفرقہ کرنا حضرت علیؑ شہر خدا نے اس مبارز سے کہا کہ میں اپنے دشمن کو رات دن دیکھتا ہوں اپنی
 آنکھوں سے اور دوزا اہر غصہ نہیں کرتا اس سبب سے کہ سب کو جان شیرین ہر مجکو اپنا مرگ مثل جان کے
 شیرین ہو گیا ہر اور میرا مرگ بعثت میں ہاتھ ڈالے ہوے ہر مٹا مرنے کی ساتھ ہی زندہ ہو جاؤ گا نہ مثل
 اور مردون کے کہ جانے کب سے پڑے ہن اور کنبک پڑے رہن گے بس وہ مرگ جو بے مرگی ہر مجکو حلال
 و سزاوار ہر اور وہ مرگ جو بے مرگی ہر میرے واسطے عطا و بخشش ہے یہ مرگ بے مرگی کا ایسا مرگ و سامان ہر
 کہ جب تیرا یہ مرگ و سامان ہوا بس جان لے کے تو نے جان باقی پائی اور مرگ سے تو چھٹ گیا اسکا خا ہر تو ابستہ
 مرگ ہر لیکن حقیقت میں ہر زندگی اور بظاہر ابر و خرابی مگر پوشیدہ پائیدگی اور ہمیشگی کہ پھر فنا نہیں جہنم جو رحم سے
 پیدا ہوتا ہر چلاؤ ہی کے واسطے ہوتا ہر کہ دوسرے جہان میں از سر نو پھر کھلتا ہر بس چو شخص کہ مرنے کو تہلکہ
 اور آفت سمجھتا ہر وہ حکم لا تلقوا کو اختیار نہ کرے اور اپنے بچنے کی سند بتائے جیسا کہ فرمایا ہر لا تلقوا
 باید یکم اسے تہلکہ مت طوا لو باٹھا اپنے ہلاکت میں اور مجکو اجل کا بڑا عشق و چاہ ہر اور زندگی و دنیا کی

میرے نزدیک تملکہ اور آفت بس لائق اباید یکم کی منی میرے واسطے ہر خاص کہ میں اس زندگی ظاہر کی طرف بجاؤں
اس سبب سے کہ ممانعت تو نے بھاٹنے میوہ شیرین کی کرتے ہیں نہ تلخ کی کس واسطے تلخ کو حاجت منی کی کیا
ہے اسکی تو تلخی خود منی ہو ظاہر ہو جس میوہ کا مغز پوست تلخ ہوتا ہو اسکی تلخی دنا گوری خود اسکی منی ہو اسے
میوے کو کون توڑتا ہو مجھ میوہ موت کا جو سب کتلخ ہو شیرین ہو اور بل احیاؤ میرے ہی واسطے آیا ہو
کما جانی القرآن لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات بل احواء عند ربہم تا آخر آیت مت جانو ان لوگوں کو
جو اللہ کی راہ میں مارے گئے مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس جس حضرت امیر کی طرف سے
مولانا فرماتے ہیں کہ فرمایا قتل کرو مجھ کو امیر نے ثقات در اٹھا لیکہ ملامت کرنے والے ہو یعنی غصہ کے ساتھ
اس واسطے کہ مجھ کو اپنے قتل میں جیادائی حاصل ہوگی بیشک مجھ کو اپنی موت عین حیات ہو نہ فنا کما تنک میں اپنے وطن
سے جبار ہوں اور کب تک نفرت میری اگر موتی اس سکون سے یعنی دنیا کہ حسین مجھ کو سکون ہو تو انا الیہ راجعون نکہتا ہم اسکی
طرف رجوع ہونے والے ہیں اور وجہ نکلنے کی یہ کہ راجع اسی کہ کہتے ہیں کہ جہان سے جانے وہیں پھر لوٹ کے
آئے تو بس انسان مقام وحدت سے اس تفریق و کثرت میں آیا ہو لہذا رجوع بھی وحدت کو ہوگا پھر کیسی خوشی کی
بات ہو اور رجوع ہونے والے اپنے شہر کے کیسے خوش ہوتے ہیں اب فرمایا جناب امیر نے اس سخن کی تو
حد نہیں میرے چاکر نے جو میرے قاتل ہونے کا حال اپنی نسبت حضرت سید عالم سے سنا کہ وہ قاتل میرا ہو تو باغ
سے خم ہو گیا الخلاف شرح میں بیمرگی کو بیمرگی لافتا کو یافتے حتیٰ کو بصورت تھی وحدت کو وحات لکھا ہو

پانوں پڑنا رکا جبار کا حضرت امیر کے کہ مجھ کو مار ڈالو اور اس بلا سے چھڑا دو

قولہ باز آمد کائے علی زد دم کش پد تانہ بنیم آندم و وقت ترش پد من حلاکت میکنم ختم بریز پد تانہ بنیم چشم من
آن رستخیز پد گنم ارہر ذرہ خونے بود پد خنجر اندر کف بقصد تو شود بیک سر موات تو تواند برید پد چون قلم بر تو چنین خط کشید
لیک بنیم شو شفیع تو منم پد خواجہ روح نہ ملوک تنم پد پیش من این تن نہار قیمتی پد بے تن خویشم فتنے ابن اسفند پد
خنجر و خنجر شد ریحان من پد مرگ من شد بزم و نرگس دان من پد آنکہ او تن را بدینسان پے کند پد حرص میری خلافت
کے کند پد زان بظاہر کو شد اندر جاہ و حکم پد تا امیران را نماید راہ و حکم پد تا بپا را ید بہر تن جامہ پد تا نو سید
او بہر کس نامہ پد تا امیر سے راوہ جان ذکر پد تا وہ دخل خلافت را اثر پد میری او بنی اندر این جہان پد
فکر پد نہایت گرد و عیان پد ہین گمان بد میرا و فولیاب پد با خود آو اللہ اعلم بالصواب پد المعنی فتنے اماد فنا
کا ہے کردن کو بچین مارنا کیسے وہ رکا جبار جناب امیر کے پانوں پر گر پڑا کہ ای علی غلبہ می مجھ کو مار ڈالو تو میں استوت
ترش اور دم ناخوش کو نہ دیکھوں میں نے اپنا خون تم پر مباح کیا حلبہ ہی بہاؤ تا میں اس قیامت کو اپنی
آنکھ سے نہ دیکھوں آپ فرماتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ اگر ذرہ تیرے بے خونی بجائے اور خنجر بکفت

ہو کے تیرا قصد کرے ممکن نہیں جو تیرا کوئی ایک سر موکاٹ سکے جب قلم الہی نے یہ بات تیری تعتر برین لکھ دی ہو کہ تو میرا خونی ہوئے لیکن تو بے غم رہ میں خدا قلم کے سامنے تیرا سفارشی ہو گا اس واسطے کہ میں مالک روح کا ہوں نہ غلام تن کا کہ تن کے واسطے تیرا دامگیر ہوں میرے سامنے اس تن کی چھتر و قیمت نہیں ہو میں تو اس اپنے تن بغیر ہوں یہ تن میرا فنا بن فنا ہو یعنی ایک بار فنا ہو کے پیدا ہوا پھر پیدا ہوا انجو و شمشیر کو میں گل سمجھتا ہوں ہر گ میری نرگس دان کی بزم ہو یعنی ہر وقت میری آنکھوں میں جلسہ رکھتی ہو اور میری آنکھیں اسکو گنتی ہیں جس جو شخص کہ اس طرح اپنے تن کی کو بچین مارے وہ امیری و خلافت کی حرص کب کرے گا کہ امیر یا خلیفہ کھلاؤں اگرچہ بظاہر کسی جاہ و حکم میں وہ پڑے تو اس نظر سے ہو گا کہ اور امیرون کو رہنائی حکم کی کرے اور طریقہ حکومت کا جائے اور ہر تن پر جامہ حکومت کا آراستہ کرے اور ہر شخص کو نامے ہدایت کے لکھے تا امیری میں اور ایک جان پڑ جائے اور نخل خلافت کو ثمر حاصل ہو تو اسکی امیری اس جہان میں دیکھ کے اپنی منکر بنائی کو ظاہر کرے اب خبردار ای عاقل تو کوئی گمان بڑا کی نسبت مت کر اور ہوش میں آ اور یہی کہ اللہ بڑا جاننے والا ہو جو کچھ عوالب ہو یہ اشعار مولانا رحم کے آنکہ اوتن سے یہاں تک انھیں کے مقولات ہیں ایما دتنازع خلافت میں جو بعض بعد آنحضرت حق شیخین کا کہتے ہیں اور بعض حضرت امیر کا اور شیخین پر نسبت غضب و ظلم کی کہتے ہیں اور بیعت حضرت امیر کو جو شیخین کی کی محمول مجبوری مگر مولانا رحم کہتے ہیں کہ آنکھوں نے اپنے نفس کو ایسا عاجز و مجبور کیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا پھر انکو حرص امیری و خلافت کی کیسے ہوتی انکو اسکی پرواہی نہ تھی نہ مجبوری اور جو بعد کوئی اس سے منشا اور دن کی ہدایت کی تھی کہ بعد میرے میری راہ چلیں اور میرے عمل پر عمل کریں عقلمند کو چاہیے کہ کوئی بدگمانی نہ کرے اور ہوش میں ہو کے بات کہے ہنگے

اللہ خوب جانتا ہے

اس بات کا بیان کہ حضرت جو طلبگار فتح مکہ کے ہوئے مقتضی اسکی حب ملک نہ تھی جب کہ یہ فرما چکے تھے الدنیا جیفۃ و طالہا کلاب یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتہ ہیں بلکہ یہ طلب بہ امر الہی تھی

قولہ جہد پیغمبر فتح مکہ ہم ہ کے بود و جب دنیا متہم ہ آنکہ اوز نخرن ہفت آسمان ہ چشم دل بہ نسبت روز و نمان ہ از بے نظارہ او حور و جان ہ پر شدہ اطباق ہ ہفت آسمان ہ قدسیان افتادہ بر خاک رہش ہ صد چو یوسف اوستادہ در حبش ہ خوشن آراستہ از بہر او ہ خود را پر دای غیر دوست کو ہ آنچنان پر گشتہ از جلال حق ہ اندر دہم رہ دنیا بد آل حق ہ لایع فیما بنی مرسل ہ و الملک والروح لایضاً فاعقلوا ہ گفت از انعم و ہ چون زانے ہ مست صبا عیم مست باغ نے ہ چونکہ غم نہاے افلاک و قول ہ چون خمی آمد چشم ہول ہ

پس پہنچا کہ وہ شام و عراق کہ نہ امید اور نہ ہوا اشتیاق بہ آن گمان بردے ضمیری بد کند بہ کوتیاس از جہل و حرص خود کند بہ ز ابگینہ زرد چون سازی نقاب بہ زرد بینی جملہ نور آفتاب پشکن آن شیشہ کہو و زرد را بہ تاشناسی گرد را و مرد را کہ گرد فارس گرد سرافراشتہ بہ گرد را تو مرد حق پسنداشتہ بہ المعنی آل فرزندان و اہلخانہ و پیروان گرد لکات فارسی مضمون پہلوان و دلاور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتح مکہ میں جہد بلیغ فرمائی یہ حب دنیا سے کب متمم ہو سکتی ہو اس واسطے کہ جو شخص مخزن ہفت آسمان پر نظر نہ ڈالے جیسے آنحضرت نے بروز امتحان جو شب معراج ہو کہ ہر چیز مشتاق آپ کے پسند کی تھی چشم دل بند کرے اُسکے نزدیک فتح مکہ کی کیا چیز ہو ان کے نظارہ کے واسطے جو رو پر بیان اس قدر جمع تھیں کہ ساتون آسمان کے طبق پر تھے قدسی اُنکی خاک راہ پر پڑے تھے اور یوسف جیسے سیکڑوں ہنکے چاہ محبت میں اسیر تھے یہ سب آپ کے واسطے آپ کو آراستہ پیراستہ کیے ہوئے مگر انکو سوا دوست کے پروا کس کی ایسے بزرگی اجلال حق سے بھرے تھے جس میں آل حق کو مطلق دخل نہ تھا آل حق ساری مخلوق جیسا کہ اوپر بھی گذرا اخلق غیاث اللہ مطابق اسی کے فرمایا ہر لایسغی فیتا بنی مرسل ولا ملک مقرب یعنی نہیں گنجائش رکھتا ہر مجاہد بنی مرسل اور ملک اور روح بھی بس اسی بات کو قیاس کر لو اور فرمایا ہم مازان ہین یعنی مصداق مازان البصر و ما ظنی کے نہ زان و شتی کہ مردار کا طالب ہو جو دنیا و ماسوا ہو اور ہم طالب صباغ کے ہین جسے اس باغ دنیا کو رنگا ہر نہ رنگ باغ کے بس ہر گاہ کہ مخزن افلاک و عقول کے ایک تنکے کی طرح آپ کی آنکھ میں نہ سمائے چھر مکہ اور شام و عراق کیا چیز ہین جنکے واسطے وہ لڑتے اور مشتاق ہوتے ایسا گمان اُپر وہ کرتے ہین جنکے ضمیر بد ہین کسو اسطے کہ وہ اپنے ہی حرص و جہل پر قیاس کرتا ہر جیسے ابگینہ زرد کو اگر تو آنکھ پر رکھ لے تمام نور آفتاب کا بجگوز ردی ہلوم ہوگا لہذا اس شیشہ زرد و بکود رنگ کو توڑ دے یعنی رنگ برنگی چھوڑ دے تو بجگو گرد و مرد معلوم ہو کہ گرد دنیا کا کون ہو اور مرد خدا کا کون گرد فارس کے کیسے سرافراشتہ ہونے ہین مگر وہ پہلوان و دلاور دنیا کے ہین تو نے انھیں کو مرد حق جان لیا ہر الخلاف تشریح میں مکہ کو نہ کہ اور مازان عیم کو را عیم لکھا ہر قولہ کہ دوید بلیس و گفت این فرع طین بہ چون فراید بر من آتش جبین بہ تا تو مے بنی عذران را بشر بہ دانکہ میراث بلیس است آن نظر بہ گردہ فرزند بلیسی اے عنید بہ پس تو میراث آن سگ چون رسید بہ من نیم سگ شیر حقم حق پرست بہ شیر حق آنست کہ صورت برست بہ شیر دنیا جو پیدا شکارے و برگ بہ شیر مولے جوید آزادی و مرگ بہ چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود بہ انجو پروانہ بسوزاند و جو و بہ شد ہواے مرگ طوق صادقان بہ کہ جہودان را بہ آذم امتحان بہ در نی فرمود کاے قوم یہود بہ صادقان را مرگ باشد نفع و سود بہ پہچان کہ آرزوے سود بہست بہ آرزوی مرگ بودن زمان بہست بہ اچہودان بہر ناموس کسان بہ

بلکہ رائید این تمنہ بر زبان ہیکہ یہودی آنقدر بہرہ نہ داشت ہ چون محمدین علم را بر فراشت ہ گفت اگر رائید این را
 بر زبان ہیکہ یہودی خود نمازد در جہان ہ پس یہودان مال بردند و خراج ہ کہ مکن مارا اور سوا ای سران ہ جز یہ ہندقتند
 و میبودند شاد ہ ہچنان والد اعلم بالرشاد ہ این سخن را نیست پایانی پدید ہ دست با من وہ چو چہمت دوست
 دید ہ اندر آور گلستان از مر بلہ ہ چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ ہ بے توقف زود تر در نہ قدم ہ زین چہ بے بن
 سوے باغ ارم ہ ہم ہر دوش گفت از بہر خدا ہ شرح کن این را و میپذیرم فنا ہ المعنی غنیضہ ستیزندہ و سرکش بنی البصر قرآن
 مر بلہ بفتح و باد لام نیز مفتوح جگہ کو براور نجاست طاسنے کی لینے کرو فارس نے جو بمقتضای غرور سرکشی کی
 ناگاہ ابلیس نے اسکو دیکھ کر کہا کہ یہ فرع خاکی مجھ آتش جہنم پر بھی بطرحا جاتا ہ یہ سرکشی تو میرا حق ہ اسی سبب سے
 تو عزیز لوگوں کو شر و برائی سے بچتا ہ جان لے کہ یہ نظر میری ابلیس کی سیراٹ سے ہ جو جگہ ملی ہ کچھ اگر تو ابلیس
 کا فرزند نہیں تو اے سرکش بتا یہ میراٹ اسکی تجھ کیسے پہنچی حضرت امیر فرماتے ہیں من سگ نہیں ہوں شیر حق ہوں
 اور حق پرست صورت پرستی سے جدا اور جو صورت پرستی سے جدا ہ وہی شیر حق ہ دنیا کا شیر شکار اور
 کھانا پینا و حوٹہ ہ خدا کا شیر دنیا سے آزادی اور اپنی ہستی کی نیستی چاہتا ہ اور وجہ یہ کہ مرگ و نیستی میں سیکڑوں
 وجود دیکھتا ہ یہ ایک وجود کیا اسی سبب سے پروانہ کی طرح اپنے وجود کو جلاتا ہ اور یہ شوق مرگ کا صاف بیان
 کی گردن کا طوق اسوقت سے ہوا ہ کہ جسوقت امتحان ہو چنانچہ فرمایا قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ
 من دون الناس فتمنوا الموت انکم صادقین ولن نمینوہ ابد ابا قدمت ایدیم والد اعلم بالظالمین کہ تو اہل لوگوں کو
 جو یہودی ہو گئے اگر تمھارے گمان میں ہر کہ ہم اولیاء اللہ کے ہیں سوا اور لوگوں کے تو موت کی تمنا کرو اگر
 اپنی بات کے سچے ہو کہ سوا سطلے کہ اولیاء اللہ کی شان سے یہ بات ہر کہ تمنا موت کی کرتے ہیں اور یہ ہرگز
 تمنا نہیں کریں گے ہمیشہ اس سبب سے کہ اعمال بد جو دنیا میں کیے ہیں انکو پہلے سے انکے ہاتھ دار اجر امین
 بھیج چکے ہیں جانتے ہیں کہ بعد موت ان سے بالا پڑے گا پھر کیسے تمنا کریں اور اللہ ظالموں کو جاننا ہر بس یہ آیت
 بطور امتحان کے ہوا اور صادقوں کی تمنا مرگ کی ثابت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ صادقوں کو اے قوم یہود
 مرگ سراسر نفع اور سود ہر جیسا کہ اوپر کی آیت سے واضح تم کو جیسی آرزو سود کی ہ اس آرزو سے آرزو مرگ کی
 بہت بہتر ہ و آخر جو دو تم مخلوق میں آپکو اولیاء اللہ سمجھتے ہو انھیں کی مغرم کرو اور یہ تمنا ذرا اپنی زبان سے تو نکالو
 سب سنتے رہے اور ایک یہودی کو ایسا بہرہ نہ تھا جو مقابل ہوتا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بظلم
 اپنا بلند کیا کہ اگر تم نے موت کی تمنے زبان سے نکالی تو جان لینا کہ ایک یہودی جہان میں نہیں رہے گا جس
 یہودی آپ کے سلمنے ال و خراج لیگئے اور کہا کہ اے چراغ دین و دنیا کے زیادہ ہم کو ہوا فضیلت مت کرو
 سب نے جز یہ دنیا قبول کیا اور غم و شاد ہنے لگے اور رشاد و ہدایت کو انکی اللہ خوب جاننا ہر کہ راستی پر تھے

مسلمان بھائی ہیں تین غلام اس چراغ شمع کو کاہون جس سے تمھارے چراغ نے روشنی پائی میں غلام اس
 دریائے نور کی موج کاہون جس نے ایسے گوہر عرصہ ظہور میں ظاہر کیے اب تم شہادت میرے سامنے پیش کرو
 کس واسطے کہ میں نے تم کو زمانہ بھر میں سب سے زیادہ سرفراز پایا اور قریب پچاس آدمی کے اسکے خویش و
 قوم سے مع اسکے عاشق و دیوانہ و اردین کی طرہ رجوع ہوئے اب مولانا فرماتے ہیں دیکھو حضرت امیر نے
 تیغ علم سے اتنی مخلوق کے خلق کو تیغ سے چھڑایا اور پچا یا بیشک تیغ علم کی تیغ آہنی سے تیز تر ہوتی ہے بلکہ سیکڑوں
 لشکر سے ظفر نگیر تر ا خلافت شرح بحر العلوم میں ہم باہر کے بجائے تو اور احد جو کو احد خربار کو تو تیار یافت
 نو کو اولکھا ہر

خاتمہ دفعہ اول مشنوی از مولانا راج

قولہ اوردیہا لقمہ و خوردہ شد چہ جوشش فکرت ازان افسردہ شد ہا گندے خورشید آدم را کسوف چہون
 ذنب شمشاع بدرے راضوف ہا ایست لطف دل کہ از کشت گل ہا ماہ او چون پیغود پروین گسل ہا نان
 چو منی بود خورش سود بود ہا چونکہ صمدت گشت انگیزہ مجود ہا چو خار سبز کا شتر میخورد ہا زان خورش صدف و
 لذت ہمدرد ہا چونکہ ہمیں شمشاع صفت و خشک گشت ہا چون ہماں را میخورد اختر بدشت ہا میدراز اند کام و انجش
 بیدار رخ ہا کا بچان و در و مرنی گشت تیغ ہا تان چو بی بود بمان ہا در میز ہا چونکہ صورت شد کتون خشک ست و کبر
 تو بدان عادت کہ اورا پیش ازین ہا خوردہ بردے ای وجودنا زمین ہا بر ہماں بو میخوری این خشک را ہا بعد
 ازان کا میخت معنی با ترے ہا گشت خاک آلود و خشک و گوشت بر ہا زان گیاہ اکنون بہ پیہر ہا ہر شتر ہا
 سخت طاہک آلودہ سے آید سخن ہا آب تیرہ شد چہ خود بند کن ہا تا حدایش باز صاف و خوش کند ہا اود کہ غیر کرد
 ہا ہمہ نفس کند ہا چہ خوردہ شد و در شمشاع شباب ہا صبر کن و العدا علم بالصواب ہا المعنی چو د جان بوچہ کے انکار
 کرنا تیغ ہا بظلم لب کہ جو صحت تاریں خوشی و مسطر فرماتے ہیں تہا سے انوس دہی ستے لغو دیتا کھ کھانے
 ہیں ایسی کیسی بر شمشاع نکو کی بدل گئی کہ بالکل بھگئی اور افسردہ ہو گئی اور کیا عجیب خیال تو کر ایک ہی گنج
 شمشاع ہر گز نہ دیکھتے تھے کہ کون کس دھن میں دلا اور تیرہ میں بوڑبند و بچہ ہی کو کھلا دیتے ہیں کہ تیرہ میں کھانے
 قرب میں آکر خسوف میں پڑ جاتا ہے پھر دو لمحوں کا کیا تعجب ہم نے عجیب صفت دل کو کہ دل ایک مشت گل سے ہی
 اسے بڑھتا ہے کہ اسکا ماہ جو کھن ہی کیسا پروین گسل ہے یعنی اسکی لڑکی کو توڑ کے درہم برہم کر دیتا ہے وہ روئی تو
 ہم کھاتے تھے کہ جس سے سنی پیدا ہونے لگے اسکا کھانا سو و تھا اب وہ روئی صورت ہو گئی اور صرف قوت
 صورت نہ مستی تو اب اس سے مجھ پیدا ہوتا ہے جو جان بوچہ کے انکار کرنا ہے جیسے دوست کہ درہم
 درہم ہرے ہرے کھاتے ہیں اور اس خورش سے سیکڑوں نفع اور لذتیں ملتی ہیں اور آواز

سبزی و نمی جاتی رہتی ہر اور خشک و سخت و سطر ہو جانے ہیں پھر کیسے انکو اونٹ جنگل میں کھائے کہ آب وہ اس کے
تا لو اور لب کو بچاڑے ڈالے ہیں اور کچھ افسوس نہیں کرتے اور ایسا بچاڑتے ہیں کہ ورق گل شکر پر وردہ اس کو
تیج ہو جاتے ہیں ایسی نرم و نازک چیز کا نمل نہیں ہوتا ایسے ہی وہ روٹی جو معنی تھی خار سبز تھی اور ہر گاہ وہ صورت
ہو گئی تو اب خار خشک و سطر ہو اور تو اسی عادت پر امر و جو دنا زمین اب بھی اسکو کھانا ہو جیسے قبل اس سے
کھائی تھی اور اسی امید پر اس خشک کو کھانا ہو بعد اس بات کے کہ معنی ثریا سے ثری کے ساتھ طعن ہو
ایسی پستی کو پہونچے اور خاک آلود اور خشک اور گوشت پر جس سے گوشت کھٹے ہو گئے بس اسے شتر
ایسی گیارہ سے اب پر سیر کر اور بچارہ کہ کوئی نفع نہیں نہایت ہی خاک آلودہ گرا ہوا سخن تجھ سے ظاہر ہوتا ہوا
حیرے کنوئین کا پانی گدلا ہو گیا اسکو بند کر دے جب خدا تعالیٰ اسکو صاف و خوش کر دے پھر کھول دینا ایسے
کہ وہی تیرہ کرتا ہو اور وہی تیرہ کو صاف کرتا ہو تیرہ آرزو کو سامنے لاتا ہو نہ شتاب و جلدی بس صبر کر شتابت کر
اور اندر نظر جاننے والا ہو ساتھ ملی کے فقط

خاتمہ شیخ شبنوی

ای خداے واحد و فرد و احد و لا شریک مالک ملک و صمد بلا یزال و نیرال و لم یزل و بے نظیر و میثال و پیشیل و
تو معین اور تو وکیل اور تو کفیل و تو ہی ہادی تو ہی رہبر تو دلیل و شکر تیر جس زبان سے ہو ادا وادہ عطا کر
مجبور ای رب العلا و تو نے بختا مرغ جان کو آرزو و جو کھی میں نے یہ شرح فائق و تیری ہی توفیق تھی تیری مدد
اب تمام ہو کہ ہو یہ محمد و شبنوی کیسے کون ہو بحسب روم و غوطے کھائیں پھر نہ کیوں فکر و فہوم ہو اسی دیبا کی
اک اول یہ موج و موج کوثر کی ہو جس سے ادج ادج و پاسے حضرت مولوی رومی کی مدد و مدد و روح
ریحان راح جنت سے فتوح و جان و تن آن کا ہو عشق بحر نور و لب بلب ہو جام صبا و طور و
او عجید اب اسنے حق میں کر دعا و ہو قریب الختم دفتر عمر کا و ہو اکی فاطمہ مر ابخیر و خاص تیری یاد
میں بے شرک غیر و مرغ جان تن کے قض سے جب اولے و فقرہ یا ہر گراں میں پڑے و پائل وچ
کھوے ہی کتابی و مرغ حق گو کی طرح تو ہی تو ہی و پنہن شیخین و ذی النورین کی وچ و تصدیق
سے قبول و سیر بند ہو

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

رہروان بادیہ معرفت الی اور سب احان قلم نام پیدا کننا حقائق نامتناہی خوب واقف و آگاہ ہین کہ از ابتدا سے خلقت آدم تا ایدم مثنوی شریف حضرت مولوی روم قدس سرہ کا مثل و نظیر نہیں ہوا اور نہ آئندہ تا قیام قیامت ہوگا معارف و حقائق اور روشنگاری اسرار مالاخیل میں یہ کتاب برکت انتساب اپنی آپ ہی نظیر جس کی شان میں بہ بیت گواہ ہر سے مثنوی مولوی مثنوی بہ ہست قرآن در زبان پہلوی نہ یہ وہ متن متین عرفان اور حسن حصین ایقان ہر جسکی صد ہا شریفین مطول و مفصل علمائے دین حسین اور دشت نوردان منازل یقین سے یادگار ہین مگر کیا ہی حقیقت مطالب مثنوی شریف پر کیا حقہ کوئی مطلع نہ ہو سکا اور ہر ایک بزرگ والا مقام نے بقدر استعداد اپنی عقل و فہم کے توضیح مطالب میں باخارشتی زور آزمائی کی پھر آخر میں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال فرمایا۔ بطون ابیات مثنوی شریف ایسے سہل ممتنع ہین کہ جب فہم رسا غور کرتی ہر ایک نیا مطلب آٹھ آٹا ہر درمید و فاض سے ہر ایک شارح علام اپنا اپنا حصہ جدا گانہ پاتا ہر۔ یہی باعث ہر کہ کسی فرد بشر کو دریافت مطالب مثنوی شریف میں موجودگی استعداد و شرح متعددہ کے سیری نہیں ہوتی اور ہر ایک نئی تحقیق اور جدید تصنیف کا خواہان و جویان رہتا ہر۔ فہم مطالب مثنوی شریف میں علی العموم یہ امر اور بھی سنگ راہ ہر کہ فی زمانہ جو شرحیں موجود ہین اور اکثر ان میں سے معروض طبع میں آکر اشاعت پذیر بھی ہوئین ہین یہ سب بزبان فارسی ہین پس ظاہر ہر کہ ایسی شرحوں کا فیض عام نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اصحاب کم استعداد کہ انھین کا طبقہ زیادہ تر ہر دریافت غوامض ابیات مثنوی شریف میں بذریعہ عبارت فارسی شرح عاجز رہا ہین۔ اس سہرہ یہ کہ اکثر حضرات نے اپنی اپنی شرحوں میں مقامات مشککہ یعنی ابیات معنی ہند مثنوی شریف کے سب مطالب میں نہیں معلوم کس مصلحت سے طریقہ بیان عبارت پیچیدہ اختیار فرمایا ہر جس سے اور اک معانی دائرہ بالا ہم بالا ہم میں داخل ہو گیا ہر۔ بعض شارحین بالکمال نے اکثر ابیات مثنوی شریف کے جنکو کہ ہم لوگ مشکل جانتے ہین اور انکے دریافت مطالب میں دست پاچہ رہتے ہین انھوں نے امر یقین علی نفسہ ان ابیات کو شہر سہل تصور فرما کے انکے حل مطالب کو بالکل قلم انداز کر دیا ہر پس کوئی شرح ایسی نہیں ہر جس میں کسی نہ کسی مقام پر محل اعتراض ہو یا دریافت حقائق مثنوی شریف میں علی العموم کافی طور پر رفع بخش ہو۔ اور حق بھی یہی ہر کہ میں زبان میں متن ہو اسکی شرح اس سے کمتر زبان میں جیسی عام فہم ہوتی ہر موافق متن کی زبان میں ہر گز ممکن نہیں۔ اب اباب شوق و ذوق کو شردہ ہو کہ آپ حضرات کی جملہ مشکلیں رفع ہو گئین اور اعتراضات اٹھ گئے اور شاہ مقصود سے سرباز ملاقات ہو گئی یعنی ملک العلماء سند الفضلا و حمید عصرہ فی المعقول والمنقول فرید و ہرہ فی التصوف والاصول کتبہ العلماء الراہین قبلہ العلماء الراہین ترمذ مسترقان بکار اسرار سبحانی پیشوائے مستملکان بادیہ معرفت

مرشد ساکن منازل عرفان جناب مولوی عبد المجید خان صاحب ساکن پبلی بھیت نے کمال جانفشانی اور عزم و قوت سے شریعت کی زبان اردو عام فہم نہایت سلیس کمال تحقیق سے شرح فرمائی اور نام اسکا بوستان معرفت رکھا۔ فی الحقیقت اس مصنف علام و فہام نے وہ کار نمایاں کیا ہے کہ قابل قدر صاحبان علم دوست ہیں۔ اول تو یہ شرح بالابتداء ہر پہلو سے کوئی بیت شریعت کی حل مطالب سے باقی نہیں رہی دوسرے طرز اس شرح کا نہایت عمدہ ہے یعنی پہلے ابیات شریعت کے لکھے ہیں بعد چھتہ راویات لکھے ہیں ان کے لغات کا بیان کیا پھر ان کے مطالب کو نہایت صاف طور پر ظاہر کر دیا پھر ان اشعار کا لفظی ترجمہ بندرج لکھا پھر اختلاف نسخ اور اختلاف شارحین کو بیان کر کے راجح و مرجوح کو بیان فرما دیا پھر اپنا اجتہاد ظاہر کروا کر غرض اس شرح میں اس طرح کا بیان صاف صاف ہے جس میں کسی طرح کا خدشہ باقی نہیں رہتا اور لغو مطالبہ تسکین حاصل ہوجاتی ہے صد ہا اشعار جنکی آج تک تحقیق پورے طور پر نہ تھی اور اس کے معانی میں شبہہ باقی تھا اس شرح تالیف کے دیکھنے سے ان کے معانی اہل آئینہ ہو گئے۔ یہ بھی واضح کہ موافق شریعت کے اس شرح کے بھی چھ دفتر ہیں چنانچہ دو بار چھون دفتر معرض طبع میں آکر نذر ناظرین بالکلین ہو چکے ہیں اور ہاتھوں ہاتھ سب نسخہ فروخت ہو گئے اور شایقین کا شوق بدستور باقی ہے پس الحمد للہ صاف ہے کہ یہ دفتر اول کتاب مستطاب کا کتاب بوستان معرفت شرح شریعت مولوی روم قدس سرہ کا مطبع نامی ملکہ مشہور نزدیک و دور منشی نو لکھنؤ واقع لکھنؤ میں حسب ایامے منشی بشیر رائے صاحب بھارگو مالک مطبع ہذا ماہ ۱۶ ۱۹۱۷ء مطابق ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری باسوم علیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر حائل گلوے خاص و عام ہوا۔

اعلان

چونکہ مصنف مدوح نے بھی تصنیف و تالیف اس شرح کا بھی منشی نو لکھنؤ پریس عطا کر دیا ہے لہذا حق تصنیف اس شرح شریعتی زبان اردو کا بھی مطبع ہذا محفوظ ہے۔